اپنے موضوع پر ایک منفرد علمی و تحقیقی کاوش

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر حسین بانو

پیش لفظ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی

سفارت کاری اور خارجہ پالیسی

ڈاکٹر حسین بانو

ایم اے اسلامیات۔ ایم اے بین الاقوامی تعلقات۔ پی ایچ ڈی (علوم اسلامی)

لیکچرار اسلامک اسٹڈیز انسٹی ٹیوٹ آف بزنس مینجمنٹ کراچی

بحریہ ماڈل کالج، ڈالیہ کراچی

www.kitabosunnat.com

پیش لفظ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

فاضل و متخصص فی الحدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ایم اے۔ ایل ایل ایم۔ پی ایچ ڈی

ڈائریکٹر سیرت چیئر و صدر، شعبہ قرآن والسنۃ کلیہ معارف اسلامیہ

وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی

ناشر

ادارۂ تحقیقات سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Mob # 0334-2761224

b_haseen@yahoo.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ

کتاب	:	رسول اکرم ﷺ کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی
مصنفہ	:	ڈاکٹر حسین بانو
ناشر	:	ادارہ تحقیقات سیرت النبی ﷺ
طبع اول	:	ستمبر 2018ء
طبع دوم	:	اکتوبر 2018ء
قیمت	:	850

المکتبۃ الرحمانیۃ
99۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ....

— ملنے کا پتہ —

کتب خانہ سیرت

شاپ نمبر ۳۱۳، بک مال، اردو بازار۔ کراچی
Moble: 0333-3114696
WhatsApp:0301-2558476

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتساب

اپنی کم علمی و بے مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی اس علمی کاوش کو محبوبِ ربّ العالمین سید المرسلین، سرورِ کونین، خاتم النبیین

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے نام نامی سے منسوب کرتی ہوں، جس عظیم المرتبت ذاتِ گرامی نے زندگی کے ہر شعبے میں انسانیت کی بھرپور رہنمائی کی، آپ ﷺ کی بے مثل حیاتِ طیبہ اور بالخصوص اپنے اور غیر اقوام کے ساتھ عفو و درگزر کے رویّے نے عالم انسانیت کو بے پناہ متاثر کیا، اسی جذبے نے مجھے اس موضوع کے اختیار کرنے اور اُسے موضوعِ تحقیق بنانے کی مہمیز دی۔

"درود و سلام اس ذات گرامی پر"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعتراف و اظہارِ تشکر

خالقِ دو جہاں کا مجھ خاکسار پر بے پناہ کرم و فضل ہے کہ میں اس قابل ہوئی کہ یہ تحقیقی مقالہ پیش کر سکوں۔ اس مقالہ کی تحقیق و تدقیق کے دوران مجھے کئی طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن منزل کی جستجو نے کام کے شوق کو ہر آن توانائی و قوت بخشی اور بالآخر یہ تحقیقی مقالہ تکمیل سے ہم کنار ہوا۔

میں اپنے سپروائزر پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب کی انتہائی مشکور و ممنون ہوں، جنہوں نے دورانِ تحقیق ہر لمحے میری بھرپور رہنمائی کی، گراں قدر مشورے دیئے اور مواد کی فراہمی میں ہمیشہ ان کا تعاون حاصل رہا۔

سابقہ پرنسپل جامعۃ المحصنات میڈم زینت حسین صاحبہ کی بھی انتہائی مشکور ہوں، جنہوں نے اپنی محبت و شفقت و خلوص سے مجھے علم سے روشناس کرایا اور قلم سے جہاد کے لیے مسلسل حوصلہ افزائی کی۔ جامعۃ المحصنات سے شروع ہونے والے علمی سفر سے اب تک مجھے ہر قدم پر نصیحت، حوصلہ، صبر و شکر کی تلقین کی، خصوصاً پی ایچ ڈی کے کام کی تکمیل کے لیے ہر ممکن مدد کی، اللہ ان کے شجر سایہ دار کو تادیر قائم رکھے اور بہترین صحت، ایمان اور علم عطا فرمائے۔ (آمین)

دورانِ تحقیق مجھے کئی لائبریریوں میں جانا پڑا، جن میں سرفہرست مجلس علمی لائبریری ہے، جو اس وقت پاکستان کی ان چند گراں قدر لائبریریوں میں سے ہے، جس میں شعبۂ علوم اسلامی سے متعلق بیش تر قدیم و جدید مآخذ با سانی دستیاب ہیں۔ لائبریری انتظامیہ اور بالخصوص ہمہ وقت تشنہ طلب طالب علموں کی رہنمائی کے لیے موجود جناب سراج محمد کی بھی احسان مند ہوں جنہوں نے ہر لمحے رہنمائی کی۔

اس کے علاوہ اُردو یونیورسٹی کی لائبریری، محمود حسین لائبریری، حرم فورم لائبریری، قرآن فاؤنڈیشن لائبریری، انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد وغیرہ شامل ہیں۔ وفاقی اردو یونیورسٹی شعبہ علوم اسلامیہ کے تمام اساتذہ اور دوست واحباب جنہوں نے پیشِ نظر تحقیقی مقالہ کے دوران جس بھی حیثیت سے علمی تعاون اور رہنمائی کی، ان تمام کی بھی تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔

ادارہ بیت السلام کراچی کے مدیر و مؤسس نے اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا، میں اس کے لیے ان کی شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے، آمین

حسین بانو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرستِ کتاب

عنوان	صفحہ نمبر
پیشِ لفظ (از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی)	۲۱
مقدمہ	۳۳
طرز و اسلوب اور طریقۂ تحقیق	۳۶
بابِ اول خارجہ پالیسی......اغراض و مقاصد	۴۰
فصل اول خارجہ پالیسی کا آغاز و ارتقاء	۴۳
انسانی اجتماع ایک بدیہی امر	۴۵
ریاست کی تعریف	۴۷
ریاست اور نظریۂ اسلام	۴۸
حکومت کا مفہوم	۵۱
اسلامی نظریۂ حکومت	۵۲
نظریۂ خارجہ کا آغاز	۵۴
فصل دوم خارجہ پالیسی کی تعریف و تعارف	۵۸
لفظ ''خارجہ'' کی لغوی تحقیق	۵۸
پالیسی کے لغوی معنی	۵۹
خارجہ پالیسی کا مفہوم	۶۱
فصل سوم خارجہ پالیسی کی اہمیت و ضرورت	۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خارجہ پالیسی کی اہمیت پر ایک نظر	۶۵
خارجہ پالیسی کے عناصر	۶۸
(۱) قدرتی ماحولیاتی اثرات	۶۸
(۲) جسامت اور جغرافیائی خصوصیات	۶۹
فصل چہارم خارجہ پالیسی......اغراض ومقاصد	۷۲
لفظ ''مقصد'' کی تفہیم	۷۳
اغراض ومقاصد	۷۴
☆ ذاتی تحفظ	۷۴
(۱) علاقائی سالمیت	۷۵
(۲) سیاسی آزادی	۷۵
☆ قومی تحفظ	۷۶
(i) امن معاہدات	۷۸
(ii) ذاتی تحفظ کے معاہدات	۷۸
☆ اقتصادی ترقی	۷۸
☆ قومی طاقت	۷۹
☆ قومی وقار و نظریات	۸۰
مختلف ممالک کی خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد	۸۱
امریکی خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد	۸۱
چین کی خارجہ پالیسی کی بنیادیں	۸۳
برطانیہ کی خارجہ پالیسی	۸۳
روس کی خارجہ پالیسی	۸۴

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد	۸۵
خلاصہ کلام	۸۹
حوالہ جات..... باب اول	۹۰
باب دوم قبل از نبوت خارجہ تعلقات اور خارجہ پالیسی کے قرآنی اصول	۹۳
فصل اول قبل از نبوت معروف ریاستوں کے سیاسی و خارجہ تعلقات	۹۶
خارجہ تعلقات کی بنیادیں	۹۶
قبل از نبوت بین الاقوامی دنیا پر ایک نظر	۹۷
مملکتِ ایران	۱۰۰
لفظ ایران کی قدیم تحقیق	۱۰۰
ایران کا قدیم جغرافیہ	۱۰۰
ایرانیوں کی آمد	۱۰۰
ایران مذہبی تناظر میں	۱۰۱
ایرانی طرزِ معاشرت	۱۰۲
ایران کے سیاسی حالات	۱۰۳
ساسانی عہد حکومت	۱۰۴
عہدِ ساسان کی سیاسی و خارجہ پالیسی	۱۰۴
مملکتِ یونان	۱۰۶
یونان کی جغرافیائی حالت	۱۰۶
یونان کے معاشی حالات	۱۰۷
یونان کا سیاسی جائزہ	۱۰۸
یونان کی خارجہ پالیسی و تعلقات	۱۰۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مملکت روم	۱۱۰
روم جغرافیائی تناظر میں	۱۱۱
روم کے معاشرتی و معاشی حالات	۱۱۱
روم کے سیاسی حالات	۱۱۳
روم میں جمہوریت کا آغاز	۱۱۴
روم کے خارجہ تعلقات	۱۱۶
مملکت مصر	۱۱۸
مصر کے مذہبی، سیاسی و معاشرتی حالات	۱۱۹
قبل از بعثت مصر کے خارجہ تعلقات	۱۲۱
مملکت ہندوستان	۱۲۲
لفظ ''ہند'' کی وضاحت	۱۲۳
ہند کی قدیم جغرافیائی تحقیق	۱۲۳
ہندوستان کی مذہبی تاریخ	۱۲۳
ہندوستان کے اقوام سے خارجہ تعلقات	۱۲۵
مملکت چین	۱۲۹
چین کا مذہبی نظریہ	۱۲۹
چین کی سیاسی حالت	۱۲۹
چین کے خارجہ تعلقات	۱۳۰
مملکتِ حبشہ	۱۳۱
حبشہ کی مذہبی حالت	۱۳۲
تعمیر معبد کدہ	۱۳۳
مملکتِ حبشہ کے خارجہ تعلقات	۱۳۴
عرب وسیع علاقوں کا ایک تجارتی مرکز	۱۳۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عرب کے سیاسی وثقافتی رابطے	۱۳۷
عرب کی معاشی صورت حال	۱۳۸
بعثت نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور عرب کی سیاسی حالت	۱۳۸
فصل دوم خارجہ پالیسی کے بنیادی ...... قرآنی اُصول	۱۴۰
قرآنی اُصولِ خارجہ	۱۴۱
(۱) عہد و پیمان کا احترام	۱۴۲
(۲) دیانت داری	۱۴۵
(۳) عدل وانصاف	۱۴۶
(۴) غیر جانب داری کا احترام	۱۴۸
(۵) صلح پسندی	۱۴۹
(۶) باہمی تعاون کا فروغ	۱۵۰
(۷) نظریۂ حق کی شہادت	۱۵۱
(۸) رواداری کا قیام	۱۵۲
(۹) اُخوت	۱۵۳
(۱۰) قیام امن کا عالمگیر اصول	۱۵۵
(۱۱) عالمی طاقتوں کے ساتھ دوستانہ رویہ	۱۵۶
(۱۲) مساوات	۱۵۷
(۱۳) مظلوم کی حمایت	۱۵۹
(۱۴) مؤثر ابلاغی کردار	۱۶۰
خلاصہ کلام	۱۶۲
حوالہ جات ...... باب دوم	۱۶۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب سوم سیاستِ خارجہ اور اُسوۂ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)	۱۶۷
فصل اول عہد نبوی میں سلطنت مدینہ کے سیاستِ خارجہ کے اصول	۱۷۰
رسول اللہ ﷺ کے اُصولِ خارجہ	۱۷۰
بین الاقوام دعوتِ توحید	۱۷۱
خارجہ دفاعِ ریاست	۱۷۲
بین الاقوامی امن	۱۷۳
تنازعات سے پرہیز	۱۷۴
معاونت حق اور اجتنابِ ظلم	۱۷۵
دفاعی وسائل میں ترقی واستفادہ	۱۷۵
خبر رسانی (جاسوسی)	۱۷۷
معاشی دباؤ یا ناکہ بندی	۱۷۹
دشمنوں کی مالی مدد (تالیف قلبی)	۱۷۹
دشمن کے بچوں اور عورتوں کا احترام	۱۸۰
بین الاقوامی اصولوں کی پاسداری	۱۸۱
فصل دوم عہد نبوی کی سیاست خارجہ اور شعبہ جات (سفارت کاری، مکتوبات، وفود)	۱۸۳
لفظ سفیر کی لغوی تحقیق	۱۸۴
سفارت کاری کی تاریخ	۱۸۸
قبل از اسلام عربوں کی سفارتی سرگرمیاں	۱۹۱
تصورِ سفارت کاری قرآن کی نظر میں	۱۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایمان بالوحدانیت	۱۹۳
اللہ تعالیٰ کی عبادت	۱۹۴
مالک کلی	۱۹۴
رسول بحیثیت سفارت کار	۱۹۵
سفیر کی خصوصیات	۱۹۷
(۱) ایمان ویقین کامل	۱۹۸
(۲) اتباع شریعت محمدی	۱۹۸
(۳) دلکش شخصیت	۱۹۹
(۴) بہترین نام سے موسوم	۱۹۹
(۵) زبان و بیان پر عبور	۱۹۹
(۶) علمی وجسمانی قد کا اثر	۲۰۰
(۷) شجاعت و بہادری	۲۰۰
سفیر کا خاص حق اور پذیرائی	۲۰۱
(۱) جان و مال کی امان	۲۰۱
(۲) ٹیکس کی چھوٹ	۲۰۲
(۳) عدالتی تحفظ	۲۰۳
(۴) تحائف ومعاہدات صلح کا اہتمام	۲۰۴
سفراء رسول ﷺ کا مختصر تعارف	۲۰۵
سفیر رسول حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ	۲۰۵
اولین مسلمان	۲۰۵
سفر سفارت	۲۰۶
سفارتی مشن کے نتائج	۲۰۶
شہادت	۲۰۷

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اولاد	۲۰۷
حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ	۲۰۷
قبل از اسلام	۲۰۸
قبول اسلام اور خفیہ سفارت کاری	۲۰۸
ہجرتِ مدینہ	۲۰۹
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	۲۰۹
قبل از اسلام	۲۱۰
اسلام سے متاثر	۲۱۰
اسلام کے لیے خدمات	۲۱۱
سفارتی سرگرمیاں	۲۱۲
حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ	۲۱۴
مقتول سفیر نبی	۲۱۴
حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ	۲۱۴
حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی سفارت کاری اور نجاشی کا قبول اسلام	۲۱۴
حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ	۲۱۵
بحیثیت سفیر سرگرمی	۲۱۵
گورنر بحرین	۲۱۵
حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	۲۱۶
حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی سفارت	۲۱۸
حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ	۲۱۹
شاہ روم کا دربار اور سفیر رسول ﷺ	۲۲۱
حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی سفارت کے نتائج	۲۲۵

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ	۲۲۵
سفیر رسول ﷺ اور شاہِ ایران کسریٰ	۲۲۶
حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ کی سفارت کے نتائج و اثرات	۲۲۷
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۲۲۸
صلح حدیبیہ و سفارت عثمان رضی اللہ عنہ	۲۳۱
عہد نبوی کی سفارتی حکمت عملی کے نتائج اور اثرات	۲۳۳
شعبہ مکتوبات نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)	۲۳۶
عرب میں مہر کا رواج	۲۳۷
اسلوب مکتوبات و ہدایات نبوی (ﷺ)	۲۳۸
عہد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے شعبہ خطوط کے ذمہ داران	۲۳۹
حضرت زیدؓ بن ثابت	۲۴۰
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۲۴۰
حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ	۲۴۱
مکتوبات رسول اور سربراہان مملکت	۲۴۳
مکتوب گرامی اور سربراہ حبشہ	۲۴۳
مکتوب گرامی بنام ہرقل روم	۲۴۵
شہنشاہِ ایران کے نام مکتوب گرامی	۲۴۷
مقوقس حاکم مصر کے نام مکتوب گرامی	۲۴۷
مکتوب گرامی حاکم یمامہ کے نام	۲۴۸
یہود خیبر کے نام مکتوب گرامی	۲۴۹
مکتوب گرامی بدیل بن ورقاء وغیرہ کے نام	۲۵۰
سربراہ عمان کے نام مکتوب گرامی	۲۵۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعبہ وفود (DELEGATIONS)	۲۵۲
لفظ وفد کی تحقیق	۲۵۳
عام الوفود	۲۵۴
حدود سرگرمیاں وفود	۲۵۶
بین الممالک وفود کی سیاسی اہمیت	۲۵۷
وفود در رسول ﷺ	۲۶۰
وفد حبشہ	۲۶۱
وفد جہینہ	۲۶۲
وفد مزینہ	۲۶۲
وفد بنو تمیم	۲۶۳
وفد مزینہ	۲۶۴
وفد عبس	۲۶۴
وفد بنی عبد القیس	۲۶۴
وفد سعد بن بکر	۲۶۶
وفد اشعریین (یمن)	۲۶۷
وفدِ ثقیف (طائف)	۲۶۷
وفد بنی حنفیہ	۲۶۹
وفد طے	۲۶۹
وفد فزارہ	۲۷۱
وفد اشجع	۲۷۱
وفد سلیم	۲۷۲
وفد بنو اسد	۲۷۴

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وفد بنو عامر بن صعصعہ	۲۷۴
وفد حنفیہ	۲۷۵
وفد نجران	۲۷۶
وفد دوس	۲۷۸
وفدِ کلب	۲۷۹
وفد جرم	۲۸۱
وفد ازد	۲۸۱
وفد غفار	۲۸۳
خلاصۂ کلام	۲۸۴
حوالہ جات...... باب سوم	۲۸۵
باب چہارم ریاست مدینہ اور بین الاقوامی خارجہ تعلقات و معاہدات	۲۹۱
فصل اول عہد نبوی (ﷺ) اور بین الاقوامی سیاسی و خارجہ تعلقات	۲۹۴
ریاستِ مدینہ اور حبشہ سے خارجہ تعلقات	۲۹۶
ریاستِ مدینہ اور احابیش قبائل سے خارجہ تعلقات	۲۹۸
ریاستِ مدینہ اور یہود سے خارجہ تعلقات	۳۰۰
ریاستِ مدینہ اور مصر سے خارجہ تعلقات	۳۰۴
ریاستِ مدینہ اور بازنطینی سلطنت سے خارجہ تعلقات	۳۰۵
ریاستِ مدینہ اور فارس سے خارجہ تعلقات	۳۰۸
ریاستِ مدینہ اور طائف سے خارجہ تعلقات	۳۰۹
ریاست مدینہ اور عمان سے خارجہ تعلقات	۳۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ریاستِ مدینہ اور چین سے خارجہ تعلقات	۳۱۲
ریاستِ مدینہ اور قریش سے خارجہ تعلقات	۳۱۲
فصل دوم عہد نبوی (ﷺ) اور بین الاقوامی خارجہ معاہدات	۳۱۷
عہد کی تعریف	۳۱۸
معاہدہ اور قرآنی تعلیمات	۳۲۱
معاہدہ اور تعلیمات نبوی (ﷺ)	۳۲۳
عہد شکنی	۳۲۴
مظلوم معاہد	۳۲۴
معاہدہ کا اساسی مقصد	۳۲۵
خارجہ تعلقات میں معاہدات کی اہمیت	۳۲۶
اقسام معاہدہ	۳۲۹
تجارتی معاہدات	۳۲۹
سیاسی معاہدات	۳۲۹
شرائطِ معاہدات	۳۳۰
(۱) اہلیتِ معاہدہ	۳۳۰
(۲) باہمی رضامندی	۳۳۱
(۳) تشکیل معاہدہ	۳۳۲
(۴) معاہدے کا واضح ہونا	۳۳۲
(۵) مضمون معاہدہ اور اثرات	۳۳۳
قبل از اسلام معاہدے	۳۳۳
معاہدۂ فجار	۳۳۴

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حربِ فجار کا مختصر پسِ منظر	۳۳۶
معاہدۂ حلف الفضول	۳۳۷
حلف الفضول کی وجہ تسمیہ	۳۳۸
تاریخی معاہدہ حلف الفضول	۳۳۹
معاہدۂ حلف الفضول کے ہمہ گیر اثرات	۳۴۰
عہدِ نبوی اور معاہدات رسول (ﷺ)	۳۴۱
۱:۔ حلیفی معاہدات	۳۴۳
۲:۔ معاہدہ صلح	۳۴۳
۳:۔ معاہدہ امن	۳۴۳
معاہدۂ عقبہ الانبوی	۳۴۳
معاہدۂ عقبہ اولی کے اثرات	۳۴۴
معاہدۂ عقبہ دوم	۳۴۵
میثاقِ مدینہ	۳۴۷
میثاقِ مدینہ اور خارجہ اثرات	۳۵۵
معاہدۂ جہینہ	۳۵۸
معاہدۂ بنی ضمرہ	۳۵۸
معاہدۂ جرش واسلم	۳۵۸
معاہدۂ سینٹ کیتھرائن	۳۵۹
معاہدۂ حدیبیہ	۳۵۹
صلح حدیبیہ کے اسباب	۳۶۲
عروہ بن مسعود ثقفی کی تلخ و شیریں گفتگو	۳۶۷
قریش کا حملہ آور دستہ	۳۶۸
قریش سے سفارتی رابطہ	۳۶۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہم سیاسی پیش رفت ''بیعت رضوان''	۳۷۰
معاہدۂ صلح حدیبیہ	۳۷۱
معاہدۂ حدیبیہ کے سیاسی و خارجہ اثرات	۳۷٦
فتح مکہ	۳۸۱
معاہدۂ خیبر	۳۸۳
معاہدۂ فدک	۳۸٦
معاہدۂ بنواسد	۳۸٦
رومی اور معاہدات	۳۸۷
معاہدۂ ایلہ	۳۸۸
معاہدۂ اہل مقنا	۳۸۹
اہل جرباء واذرح کے ساتھ معاہدہ	۳۹۰
دومۃ الجندل سے معاہدہ	۳۹۰
صلح نامہ ثقیف	۳۹۰
معاہدۂ نجران	۳۹۱
خلاصہ کلام	۳۹٦
حوالہ جات...... باب چہارم	۳۹۷
باب پنجم عہد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی خارجہ پالیسی، سفارت کاری اور عصر حاضر	۴۰۳
فصل اول عصر حاضر میں خارجہ پالیسی اور نبوی اقدامات سے رہنمائی	۴۰٦
مشترکہ تعلیمات اور یکجہتی کا فروغ	۴۰۸
احترام انسانیت	۴۱۰

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

علم کا فروغ	۴۱۱
امن عالم	۴۱۳
دفاعی اقدامات	۴۱۶
عمل صلح ومصالحت	۴۱۹
مخالفین اور معاہدات	۴۲۱
احسان کا سلوک	۴۲۲
سربراہانِ ریاست اور طرزِ عمل	۴۲۴
عام معافی کا اعلان	۴۲۵
مستقبل میں اقوام وممالک کے لیے ہدایات	۴۲۷
ادائیگی حقوق اور مساوات انسانی	۴۲۸
جاہلیت کے امور سے اجتناب	۴۲۹
راہِ ہدایت	۴۲۹
فصل دوم عہد نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی خارجہ پالیسی اور سفارت کاری پر چند معروف سیرت نگاروں کا تجزیہ	۴۳۱
عباس محمود العقاد مصری (1889-1964)	۴۳۱
عبدالمتعال الصعیدی (1894-1966)	۴۳۳
مولانا شبلی نعمانی (1857-1914)	۴۳۶
مولانا ابوالکلام آزاد (1888-1958)	۴۴۰
مولانا محمد ادریس کاندھلوی (1899-1974)	۴۴۱
مفتی محمد شفیع عثمانی (1897-1976)	۴۴۳
مفکر اسلام سید ابواعلیٰ مودودیؒ (1903-1979)	۴۴۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی (1908-2002) رحمۃ اللہ علیہ	۴۴۷
صفی الرحمن مبار کپوری (1942-2006)	۴۵۱
پروفیسر عبد الجبار شاکر (2009)	۴۵۳
ڈاکٹر محمود غازیؒ (1950-2010)	۴۶۱
غیر مسلم مفکرین اور عہد نبوی کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی	۴۶۲
سوامی لکشمن	۴۶۳
جواہر لال نہرو (1889-1964)	۴۶۳
ڈاکٹر میخائیل ایچ ہارٹ	۴۶۵
ہمیلٹن اے آر گب	۴۶۸
مونٹگمری واٹ	۴۶۹
ڈاکٹر ڈریکس	۴۷۰
فلپ حتی	۴۷۳
ہیرالڈ (Harold A Netland)	۴۷۴
خلاصہ کلام	۴۷۴
حوالہ جات......باب پنجم	۴۷۶
﴿اختتامیہ بحث ونتائج﴾	۴۷۸
عہد نبوی کی خارجہ پالیسی کے چار مراحل	۴۸۰
ہجرت سے جنگوں کے آغاز تک	۴۸۰
جنگوں سے صلح حدیبیہ تک	۴۸۰
صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک	۴۸۰
فتح مکہ سے وفات تک	۴۸۱
﴿......کتابیات......﴾	۴۸۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیشِ لفظ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

فاضل علوم اسلامی۔ایم اے۔ایل ایل ایم۔پی ایچ ڈی

ڈائریکٹر سیرت چیئر/صدر شعبہ قرآن وسنہ (کلیہ معارف اسلامیہ)

وفاقی اُردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. وَ بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كَلَامِهِ الْمُبِيْنِ: ﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ (سورۂ ابراہیم:۱)

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (سورۃ الحج:۴۱)

محبوبِ ربِّ دو جہاں، ماہِ فروزاں، نیرِ تاباں، صبحِ درخشاں، شاہِ شہاں، حاملِ قرآں، منبعِ علم و عرفاں، فخرِ کون و مکاں، سرورِ انس و جاں، نبی آخرالزماں، شاہِ عرب، اُمّی لقب، عالی نسب، صادق و امین، سیّد المرسلین، خاتم النّبیین، سرورِ کائنات، خلاصۂ موجودات، صاحبِ لولاک، مقصودِ کائنات، سیّدِ ابرار، احمدِ مختار، مدنی تاج دار، ساقیِ کوثر، شافعِ محشر، مرسلِ داور، سرورِ عالم، صاحبِ لوح و قلم، تاج دارِ دوعالم، سیّدِ عرب و عجم، شاہِ اُمم، نیرِ اعظم، منبعِ جود و کرم، فخرِ بنی آدم، خُلقِ مجسّم، ہادیِ اعظم، مونسِ آدم، مُرسلِ خاتم، سرورِ کونین، نبی الحرمین، نورِ مبین، شفیع المذنبین، سیّد المرسلین، رحمۃ للعالمین، محبوبِ ربُّ العالمین، احمدِ مجتبیٰ، ختم الرسل، مولائے کُل، سرورِ انبیاء، حبیبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیاتِ طیبہ، آپ ﷺ کی سیرت اور بے مثال اُسوۂ حسنہ ہر دور اور ہر عہد کے لیے ایک روشن مثال اور مینارۂ نور ہے۔ ہدایت کا چراغ اور راہ نمائی کا نور سیّد المرسلین، خاتم النّبیین، محبوبِ ربُّ العالمین ﷺ کی جامعیتِ کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہر دم مل سکتا ہے۔ اس لیے طبقۂ انسانی کے ہر طالب اور نورِ ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، باعثِ تخلیقِ کائنات، ساقیِ کوثر، شافعِ محشر، ہادیِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عالم حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ فوز و فلاح کا سرچشمہ، ہدایت کا ابدی نمونہ اور دین و دنیا میں کامیابی و نجات کا ذریعہ ہے۔ حفیظ تائب مرحوم اسوۂ نبوی (ﷺ) کی عظمت واہمیت اور جامعیت کی حوالے سے کیا خوب کہتے ہیں:

تو روحِ زمن رنگِ چمن ابرِ بہاراں — تو حسنِ سخن شانِ ادب جانِ قصیدہ
تجھ سا کوئی آیا ہے نہ آئے گا جہاں میں — دیتا ہے گواہی یہی عالم کا جریدہ
مُضمر تری تقلید میں عالم کی بھلائی — میرا یہی ایماں ہے یہی میرا عقیدہ

(محمد متین خالد/ مرا پیمبر عظیم تر ہے، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۵ء، ص:۹۷)

نبی صادق و امین، احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی اہلِ ایمان کے لیے سرچشمۂ ہدایت بھی ہے اور مرکزِ عشق و محبت بھی۔ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب، شاہِ کونین، فخرِ دو عالم، سیّدِ عرب و عجم، سرورِ کائنات، محسنِ انسانیت، نبیِ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ ﷺ کو آخری رسول، رُشد و ہدایت کا روشن مینار، فائنل رول ماڈل اور ہر شعبۂ زندگی میں کامل اُسوۂ حسنہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی مثالی تعلیمات لائقِ تقلید، آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ اور سیرتِ طیبہ ہر عہد اور ہر دور میں مسلمانوں کی قوت و رفعت کا سرچشمہ اور ان کی قومی و ملّی سیرت کی تشکیل و تعمیر کا سنگِ بنیاد ہے:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

(محمد اقبال، علامہ/ کلیاتِ اقبال (اردو)، ص:۳۶۶)

سرکارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے اور بندگی کے ہر گوشے میں انسانیت کی مکمل راہ نمائی کی۔ آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کی تعلیمات ہر شعبۂ حیات میں مینارۂ نور ہیں، اُسوۂ رسول اور تعلیماتِ نبویؐ سے ہر دور میں راہ نمائی ملتی ہے۔ یہ ہمارے ہر درد کا مداوا، ہر مسئلے کا حل اور ہر دور کی شاہِ کلید ہے۔ اسی طرح اُمت کے حاکم اور سربراہِ حکومت کے طور پر بھی آپ ﷺ کا لائقِ تقلید اُسوۂ حسنہ ہمارے لیے حکمرانی اور نظامِ مملکت کے حوالے سے ایک روشن مثال ہے۔ ایک امیر، سربراہِ ملک و ملّت، حاکم، قائد اور رہبر کے طور پر بھی آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہمارے لیے روشنی کا مینار بلکہ پوری انسانیت کے لیے آئیڈیل اور رول ماڈل ہے۔ مختصر طور پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ: امیر، حاکم، سربراہِ حکومت، بطور قائد و لیڈر تدبّر و بُردباری، مشاورت، عدل و مساوات، بے لاگ احتساب، دیانت، امانت، صداقت، دل نوازی، دل سوزی، خدمتِ خلق، کفالتِ عامہ، مذہبی رواداری، ہمدردی اور ہر دل عزیزی کے جو اصول اور پیمانے شاہِ کونین، سیّدِ عرب و عجم حضرت محمد ﷺ نے اپنی روشن تعلیمات، حیاتِ طیبہ اور اُسوۂ حسنہ میں ہمیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عطا کیے ہیں، یہ ہر دور اور ہر عہد میں مسلم سربراہانِ مملکت وارباب حکومت کے لیے بالخصوص اور پوری انسانیت کے لیے بالعموم رہتی دنیا تک سرچشمۂ ہدایت رہیں گے۔

رسول اکرم ﷺ کی سیاست وقائدانہ بصیرت کے اس اعجاز کی بدولت دنیا کی سیاسی تاریخ پر وہ عالم گیر انقلاب رونما ہوا، جس کے اثرات آج بھی دنیا کے نقشے پر دیکھے اور محسوس کیے جا سکتے ہیں، یہ وہ تاریخی حقیقت ہے جس کا اعتراف تاریخِ عالم کے منصف مزاج اور حقیقت پسند غیر مسلم دانشوروں اور مؤرخین کو بھی ہے۔ شہرۂ آفاق امریکی مصنف مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H.Hart) اس ناقابل تردید تاریخی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے!

"My choice of Muhammad to lead the list of the world`s most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels. Of humble origins, Muhmmad founded and promulgated one of the world, great religions, and became immensely effective political leader. Today, thirteen centuries after his death, his influence is still powerful and pervasive".

(Michael H.Hart/"The 100" new york. 1978)

”دنیا کی سب سے زیادہ ذی اثر شخصیات میں سے ”محمدؐ“ کا میرا سرِفہرست انتخاب ممکن ہے، کچھ قارئین کو حیران کر دے اور ممکن ہے بعض حلقوں کی طرف سے اس پر اعتراض کیا جائے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ محمدؐ ہی تاریخ کی وہ واحد شخصیت ہیں، جنھوں نے اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی، دینی اور دنیاوی، دونوں سطحوں پر، ایک انتہائی متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والے محمدؐ نے نہ صرف دنیا کے ایک عظیم مذہب کی بنیاد رکھی، بلکہ اس کی اشاعت بھی کی، وہ انتہائی مؤثر سیاسی راہ نما بن گئے۔ ان کی وفات کے تیرہ صدیوں بعد ان کا (سیاسی) اثر آج بھی پائیدار، غالب اور جاری وساری ہے۔“

معلمِ انسانیت، سرورِ کونین، سیّدِ عرب وعجم، ہادیٔ عالم حضرت محمد ﷺ نے اپنے حسنِ تدبر اور حسنِ انتظام سے ”ریاستِ مدینہ“ کی صورت میں روئے زمین پر ایک ایسی مثالی سلطنت اور ایسا رول ماڈل معاشرہ قائم کیا، جس کے لیے چشمِ فلک آج تک ترس رہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی عظمت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے، جب تاریخ کا طالب علم یہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ کارنامہ اس ماحول اور ان حالات میں سرانجام دیا جب کہ عام آدمی کو معمولی سی تبدیلی بھی کوہِ گراں معلوم ہوتی تھی۔ بقول فرانسیسی اسکالر موسیو گال لیبام: ''ساری دنیا کا مطلع فتنہ وفساد۔ کے سیاہ بادلوں سے تیرہ و تار تھا...... عالمِ ارضی کی فضا وحشیانہ بے چینیوں کے غلیظ و کثیف بادلوں سے تاریک تھی۔ (حامد انصاری، غازی/ اسلام کا نظامِ حکومت، لاہور، الفیصل ناشران، ص ۸۲، ۸۳)

ان حالات میں آپ ﷺ نے ایک صالح نظامِ حکومت کی بنیاد رکھی۔ آپ ﷺ کی شخصیت کے اس پہلو پر ایک غیر مسلم مصنف باسورتھ اسمتھ (Bosworth Smith) کا بیان ملاحظہ ہو:

''محمدؐ مذہب کے ساتھ ساتھ ریاست کے سربراہ بھی تھے، اگرچہ آپ کی شخصیت میں قیصرو پوپ (دونوں کا اقتدار) شامل تھا، لیکن نہ تو آپ کو پوپ کا سا جھوٹا فخر وغرور تھا اور نہ ہی قیصر کی طرح کوئی فوج آپؐ کے پاس تھی، نہ کوئی پاسبانوں کا گروہ۔ نہ کوئی محل تھا اور نہ کوئی مقرر آمدنی تھی، اگر کبھی کسی انسان کو حکومت کرنے کا خدائی حق نصیب ہوا ہے، تو وہ محمد ﷺ تھے، کیوں کہ اگرچہ انہیں اقتدارِ مطلق حاصل تھا، مگر اس کے سب ظاہری اشکال اور مادی سہارے مفقود تھے۔''

(Glory of Islam by Ahmed Amin, P.77)

(بحوالہ: خالد علوی، ڈاکٹر/ انسان کامل، لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۰۲ء، ص: ۳۴۸)

مشرق ومغرب اور عرب وعجم کی پوری تاریخِ سیاست وحکومت میں حقیقی فلاحی ریاست کا مصداق اور اس کا اعلیٰ ترین نمونہ چشمِ عالم نے پہلی مرتبہ اس وقت دیکھا، جب شاہِ کونین، سیّدِ عرب وعجم، ہادیِ اعظم، ختم الرسل، محسنِ انسانیت، حضور سرورِ عالم ﷺ نے ۶۲۲ء/ ۱ھ میں سرزمینِ عرب پر عملاً ایک ایسی ریاست قائم فرمائی، جو خیر وفلاح کے ہر حوالے سے مثالی، فلاحی ریاست/ مملکت کہلائے جانے کی مستحق ہے۔

آپ ﷺ کی حکومت دینی حکومت تھی اور اس کا مقصد دعوتِ دین، اصلاحِ اخلاق اور تزکیہ نفس تھا۔ قرآن پاک نے اسلامی ریاست کا مقصد متعین کر دیا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (سورۃ الحج: ۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں، جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخش دیں، تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور سب کاموں کا اختیار اللہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکم میں ہے۔"

یہ آیت آپ ﷺ کی حکومت کے طریق کار کو متعین کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی حکومت کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول اور عوامی بہبود تھا۔ اس حکومت کی بنیاد خاندانی عصبیت اور نسلی شعور کی جگہ دینی وحدت پر تھی۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان انقلاب تھا جس نے تمام خود ساختہ قوانین، سیاسی تکلفات اور مظالم سے لبریز شاہانہ نظام ہائے سلطنت کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا۔ اس انقلاب نے نہ صرف کسریٰ و قیصر کی شخصیتوں کا خاتمہ کر دیا، بلکہ کسرویت اور قیصریت کو صفحۂ ہستی سے فنا کر دیا۔ یہی پیش گوئی ان الفاظ میں ظاہر ہوئی:

"إذاهلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدهٗ وإذاهلک قیصر فلا قیصر بعدهٗ."

(بخاری، الجامع الصحیح، باب علامات النبوۃ، نور محمد اصح المطابع، کراچی)

"جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں۔ اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں۔"

اور اس کے بعد ایک ایسی عادلانہ سلطنت کی بنیاد ڈالی گئی جس کا قانون "خدا کا قانون"، جس کی حکومت "خدا کی حکومت" اور جس میں ہر فرد ایک طرح سے خود ہی اپنا حاکم اور خود ہی اپنا محکوم تھا۔ اس تاریخی حقیقت کا اعتراف "THE HISTORY AND CONQUESTS OF THE SARACENSE" کا مصنف مغربی مورخ ایڈورڈ اے فری مین کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"محمد ﷺ وہ عظیم مقنن تھے جن کی قسمت میں اپنے عہد کی دنیا کو مکمل طور پر بدل ڈالنا اور آنے والے تمام زمانوں میں دنیا پر اہم اثرات مرتب کرنا لکھ دیا گیا تھا۔"

(EDWARD A. FREEMAN/ THE HISTORY AND CONQUESTS OF THE SARACENS, P.31, LONDON. 1871)

اسوۂ رسولؐ، تعلیماتِ نبویؐ اور خود پیغمبر انقلاب، شاہِ کونین حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر آخر و اعظم، سیدِ عرب و عجم، حضرت محمد ﷺ جو انقلاب لائے، اس کی حیثیت منفرد ہے۔ اس کا مقصد، اس کا طریقِ کار اور اس کے نتائج دوسرے انقلابوں سے یکسر مختلف ہیں۔ یہ ایک اجتماعی انقلاب ہے، جس کا ہر پہلو رحمت ہے۔ حضور اکرم ﷺ جو انقلابی تحریک چلا رہے تھے، اس کا مقصد حق کو غالب کرنا تھا۔ فرمانِ خداوندی ہے:

"هُوَ الَّذِیْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا . " (سورۃ الفتح ۲۸:)

ترجمہ: "وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو سیدھی راہ اور سچا دین دے کر بھیجا کہ وہ اس دین کو ہر دین پر غالب کردے اور اللہ حق ثابت کردینے کے لیے کافی ہے۔"

حضور اکرم ﷺ دنیا کے واحد لیڈر اور عظیم قائد ہیں، جنہوں نے غلبۂ دین کو نصب العین قرار دے کر ایک کامیاب انقلاب برپا کیا۔ قائدِ انسانیت، پیغمبرِ انقلاب، سرورِ کائنات، شاہِ کونین حضرت محمد ﷺ کی شخصیت تمام اوصافِ حسنہ کی جامع اور عمدہ ترین مثال ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

"لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ . " (سورۃ آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا، انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔"

پوری انسانی تاریخ کا واحد کامیاب تعمیری انقلاب محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا انقلاب ہے۔ سرورِ کونین، فخرِ موجودات، سرورِ کائنات، سیّدِ عرب و عجم، حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طیبہ، آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ، اسوۂ حسنہ اور بے مثال قیادت پر جس قدر غور کیا جائے، آپ ﷺ کی عظیم الشان شخصیت نگاہِ عقیدت کے سامنے آراستہ ہو کر سامنے آتی ہے۔ بالخصوص "ریاستِ مدینہ" کے قائد اور پہلی اسلامی فلاحی مملکت کے عظیم حکمراں کے طور پر آپ ﷺ نے قیادت و حکمرانی، عدل کی بالادستی، قانون کی حکمرانی، بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ، اعلیٰ انسانی اقدار کے فروغ اور قیادت و حکمرانی کا جو بے مثال نمونہ پیش فرمایا، وہ پوری انسانی تاریخ میں ہر لحاظ سے سب سے معتبر، سب سے منفرد اور سب سے بے مثال ہے۔ ریاستِ مدینہ کی صورت میں اسلامی حکومت کی تاسیس عمل میں آئی، جو دنیا میں سب سے بُرے تھے، وہ سب سے اچھے ہو گئے، جو لوگ بُرے کاموں کے لیے مشہور تھے، ان کے سارے کام اچھے ہونے لگے۔ خدا کی شان ہے کہ پلک جھپکتے ہی ساری دنیا میں ایک ایسا انقلاب آیا کہ اس سے بہتر انقلاب نہ تاریخ نے دیکھا اور نہ اسلام سے علیحدہ ہو کر آئندہ تاریخ دیکھے گی۔

(حامد انصاری غازی/ اسلام کا نظامِ حکومت، ص ۸۷)

مغرب کا نامور مورخ اور مشہور دانش ور ول ڈیورانٹ اپنی کتاب "ہیروز آف ہسٹری" میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محسنِ انسانیت، پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طرزِ حکمرانی اور آپ ﷺ کی سیادت وقیادت کے متعلق خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اگر ہم تاریخ پر اثرات کے حوالے سے تجزیہ کریں تو آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ ﷺ نے جاہلیت کی دلدل میں دھنسے ہوئے لوگوں کو روحانی اور اخلاقی رفعت سے ہم کنار کیا اور کسی بھی دوسرے مصلح یا پیغمبر کی نسبت کہیں زیادہ کامیاب رہے۔ تاریخ انسانی کا شاید ہی کوئی اور آدمی کبھی اپنے خوابوں کو اس قدر بھرپور انداز میں تعبیر دے سکا۔ آپ ﷺ نے عربوں کو تہذیب کے ساتھ ساتھ ایک نیا مذہب بھی دیا، کیوں کہ مذہب کے علاوہ کوئی اور طریقہ دستیاب ہی نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے عربوں کے تخیل اور اُمیدوں تک رسائی حاصل کی اور انہیں قابل فہم انداز میں ہدایت دی۔ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت عرب ایک صحرا تھا، جہاں بہت سے بُت پرست قبائل آباد تھے۔ آپ ﷺ کے وصال کے وقت تک عرب ایک متحد قوم بن چکے تھے۔''

(ول ڈیورانٹ/ہیروز آف ہسٹری، ترجمہ: یاسر جواد، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۳۴)

مغرب کے قلم کاروں میں ایک نامور شخصیت باسورتھ سمتھ (Bosworth Smith) کی ہے۔ وہ سیرتِ طیبہ پر اپنی تحریر کردہ تصنیف ''محمد اور محمڈن ازم'' (Muhammad and Muhammadan ism) میں لکھتا ہے:

''وہ (محمد ﷺ) دین ودنیا دونوں کے سردار تھے۔ وہی شاہ بھی تھے اور مذہبی پیشوا اور دینی رہنما بھی...... وہ دلوں کے بادشاہ تھے۔ ان کی فرماں روائی لوگوں کے سروں پر نہیں، دلوں پر تھی۔ ایسے بادشاہوں کو کسی سج دھج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دنیا کے بڑے بڑے فرماں روا: سیزر، کرام ویل اور نپولین بوناپارٹ جیسے آمر حکمران اپنی ظاہری شان وشوکت سے نہ بچ سکے، مگر محمد (ﷺ) ایسی ظاہری کھوکھلی شان وشکوہ سے پاک تھے۔ وہ درویش بادشاہ تھے۔ سادگی اور قناعت ان کا شیوہ تھا۔''

(Bosworth Smith/Muhammad and Muhammadan ism, London, P-92)

مغرب کا نامور ادیب سر جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw) نے ایک موقع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ:

''میرا ایمان ہے کہ اگر ان جیسا (یعنی محمد ﷺ) جیسا انسان، آج دنیا کا اقتدار سنبھال لے تو دنیا کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ اس طرح کہ دنیا امن وخوش حالی سے بہرہ ور ہو جائے گی اور محمد (ﷺ) کا دین تمام یورپ میں مقبول ہو جائے گا، کیوں کہ ان کے دین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(یعنی دینِ اسلام میں) یہ صلاحیت موجود ہے۔"

(بہ حوالہ: محمد صدیق شاکر، ڈاکٹر/الذکر الرفیع، ملتان، اکادمی سیرت، ۲۰۱۴ء، ۲/۴۰۹)

سرکارِ دو جہاں، ختمی مرتبت، محسنِ انسانیت، سرورِ کونین، حضرت محمد ﷺ نے بے مثال قائد اور عظیم سیاسی مُدبّر و عاملِ حکومت کی حیثیت سے انسانی سوسائٹی کی تشکیل کی، جس میں آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی کامیاب سفارت کاری، خارجہ حکمتِ عملی اور صیغۂ امور خارجہ کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ (حامد انصاری، غازی/اسلام کا نظامِ حکومت، ص:۹۶)

قیادت و حکمرانی اور سیاست و حکومت کا کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا، جس کے لیے آپ ﷺ نے کوئی اصول اور قانون نہ پیش کیا ہو۔ (ایضاً، ص:۹۸)

تاریخی حقائق اس امر کا قوی ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاست و ریاست کے انداز و اسالیب میں انقلابی تبدیلیاں فرمائیں اور سخت انتشار بلکہ نزاع کے پس منظر سے سیاسی اتحاد کو ابھارا۔ اس وقت دنیا کے تمام متمدّن و مہذّب ممالک سیاسی طوائف الملوکی، معاشرتی بے راہ روی اور اخلاقی تنزل کا شکار تھے۔ ایسے عالم میں رسول اللہ ﷺ نے خالص عقیدے کی بنیاد پر ایک جدید معاشرے کی تشکیل کی، اسے دین کے مثبت اصولوں پر ترقی دی، اُخوت، مساوات اور ہمدردی و تعاون کے رشتوں سے مضبوط و مستحکم کیا اور پھر اس تنظیم پر بالآخر ایک ریاست کو وجود بخشا۔ ریاست کے باب میں سب سے اہم تغیر یہ تھا کہ آپ ﷺ نے شہنشاہیت اور مطلق العنانیت کے نقوشِ کہنہ کو محو کر کے حاکمیتِ باری تعالیٰ کا نقشِ تازہ ثبت کیا۔ حکمرانوں کو اُلوہیت و اَوتار کی مسندوں سے اُتار کر عام انسانوں کے برابر کھڑا کیا اور جبر و استبداد، ظلم و ناانصافی، استحصال، خیانت، دغا بازی، کشت و خون، فتنہ و فساد اور دھوکہ و فریب کے بجائے حریتِ فکر و عمل، تقویٰ، امانت و دیانت، شوریٰ، امن و صلح، نظم و ضبط، عدل و انصاف، مساوات، رواداری کی شان دار روایات کو زندہ و تابندہ کیا، حالانکہ اس وقت دنیا میں دین و سیاست کی تفریق عام تھی۔ یہ ایک غیر معمولی کارنامہ، ایک انقلاب تھا، جسے روسو (ROUSSEAU) جیسے مفکر سیاسیات نے بھی محسوس کیا۔

(نثار احمد، ڈاکٹر/عہدِ نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقاء، ۲۰۰۸ء، ص:۳۸۱)

علاوہ ازیں اس سیاسی نظام کو رسول اللہ ﷺ نے اس سرزمین پر جاری و ساری کیا، جہاں کی تاریخ میں ایک متحد سیاسی نظم یا ہمہ گیر ریاست کا قیام کبھی نہ ہوا تھا اور وہ لوگ ایک پرچم تلے آ گئے جنہوں نے کسی قوتِ قاہرہ کے آگے جھکنا ہی نہ سیکھا تھا، جن کی سرشت میں سرکشی، خودسری اور آزادی کے عناصر داخل تھے۔

(ایضاً، ص:۳۸۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک تاریخ ساز حقیقت ہے کہ ''ریاستِ مدینہ'' کے قیام اور اسلامی تاریخ کی پہلی اسلامی فلاحی مملکت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر بنانے کے لیے سرکارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ نے متعدد حکیمانہ تدابیر اختیار کیں، جن میں سے ہر ایک تدبیر انقلاب کی طرف بھرپور پیش قدمی کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس انقلابی جدوجہد میں آپ ﷺ نے قیادت کا یکسر ایک نیا معیار مقرر فرمایا، وہ قیادت جو اپنے ساتھیوں کے دلوں پر متمکن تھی، جس سے لوگوں کو والہانہ محبت تھی، جس کی شفقت، محبت، بصیرت، رہنمائی اور دانائی پر سارے ہی قافلے والوں کو بھرپور اعتماد تھا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کے درمیان بیٹھے ہوئے کسی نشانِ عظمت سے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ آپ ﷺ سب میں سے ایک تھے۔ سب کے ہمدرد، سب کے بہی خواہ اور سب کے لیے مربی اور سرپرست۔

یہ حضورِ اکرم ﷺ کی بے مثال قیادت و حکمرانی اور حکمتِ قیادت کا ہی معجزہ ہے کہ چند برسوں میں آپ ﷺ نے بہترین صلاحیتوں کا حامل انسانی سرمایہ جمع اور تیار کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ اس کی تیاری میں آپ ﷺ نے اپنی عظیم شخصیت کا جوہر ایک ایک ساتھی میں اُتارنے کی سعی کی۔ انھیں سفر میں، حضر میں، مسجد میں، بازار میں، گھر میں، پردیس میں، ہر جگہ اور ہر حالت میں نئے نظام کی ذمہ داریاں اُٹھانے کے لیے تیار کیا اور ان میں وہ اَوصاف پیدا کیے، جن اوصاف کے لوگ اتنی بڑی تعداد میں انسانی تاریخ نے اس سے پہلے کبھی یک جا نہ دیکھے تھے۔ یہ حکمتِ قیادت حضور اکرم ﷺ کا وہ معجزہ ہے، جو بے مثال ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد آج تک کوئی قائد اس نوعیت کی کامیابی تک نہیں پہنچ سکا، اسی لیے وہ نتائج جو حضور اکرم ﷺ نے زمانے کی لوح پر درج فرمائے تھے، وہ نتائج دوبارہ برپا کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔ (سید اسعد گیلانی/ رسولِ اکرم ﷺ کی حکمتِ انقلاب، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن ۲۰۱۲ء، ص: ۴۵۳)

سچی بات تو یہ ہے کہ دنیا میں حضورِ اکرم ﷺ وہ واحد حقیقی لیڈر اور قائد انقلاب ہیں، جنھوں نے دنیا کی تشکیل کا پرانا ڈھانچہ یکسر بدل دیا اور دنیا کو سب کچھ نیا دیا۔ آپ ﷺ نے دنیا کو ایک نیا نظام، نیا معاشرہ، نیا ضابطہ اور نیا انسان دیا۔ ایسا نیا انسان جو اللہ کی خوشنودی کا مظہر اور اس کی بندگی اور عبادت کی علامت ہے، جس کا نام ہی اطاعتِ الٰہی کا نشان ہے۔ ظلمتوں، تاریکیوں اور گمراہیوں سے بھری ہوئی دنیا میں سرورِ کائنات ﷺ کا وجود ایک ایسا روشنی کا مینار ہے، جو عالمی قیادت کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ اس لیے انسانیت کا قافلہ مجبور ہے کہ راہِ راست کی تلاش میں اس روشن مینار سے ہی روشنی کی بھیک طلب کرے۔ ہر چشم بصیرت کو غیر متمدن دنیا اپنی تمام کمزور خیالیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے عقب میں گم ہوتی ہوئی نظر آتی ہے اور نئی دنیا اور نیا نظام آپ ﷺ کے قدموں سے پھوٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ پرانی دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو آپ ﷺ نے اپنی تیئس سالہ جہادِ زندگانی میں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا، علم و عقل کی روشنی میں دمادم مہذب اور متمدن ہونے والی دنیا کا افتتاح آپ ﷺ نے فرمایا اور اسے ایک ایسا نظام عطا کیا، جو ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتا اور ہر زمانے کی انسانی ضرورتوں کا کفیل ہے۔ حضور اکرم ﷺ درحقیقت پوری انسانیت کے تاقیامت قائد ہیں۔ آپ ﷺ کی قیادت کی پوری تاریخِ انسانی میں کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ (ایضاً، ص:۴۵۶)

یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی معجزانہ قیادت کا ہی حیرت انگیز کرشمہ ہے کہ آپ ﷺ کی قیادت و حکمرانی اور "ریاستِ مدینہ" کے قیام کی صورت میں دنیا میں ایک ایسا عظیم الشان انقلاب برپا ہوا جس کی مثال تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ تصوراتِ انقلاب بھی آپ ﷺ نے دیے۔ اس کا طریق کار بھی آپ ﷺ نے پیش فرمایا۔ اس کے لیے بہترین ساتھی بھی آپ ﷺ نے تیار کیے اور ان کی قیادت کر کے وہ انقلاب بھی برپا کیا، جو واحد انقلاب ہے، جس نے انسان کو بدلا اور اسے (اسلامی ریاست میں قومی قیادت لیڈر شپ کا اہل بنا کر) زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت اور نیابت کا واقعی حقدار بنایا، یہی اسلامی انقلاب ہے، جو انسانیت کے لیے سراپا رحمت و برکت و سعادت ہے۔ آپ ﷺ کی سیاسی زندگی اور ریاستی نظام میں سفارتی حکمتِ عملی اور کامیاب خارجہ پالیسی کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ "ریاستِ مدینہ" کے قیام اور عہدِ نبویؐ کے سیاسی نظام میں ریاستِ مدینہ کے قائد و حاکم، پہلی اسلامی ریاست کے سربراہِ مملکت، سرورِ کونین، سرکارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کی سفارت کاری، بے مثال سیاسی بصیرت کا شاہکار آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی اور "صیغہ تعلقاتِ خارجہ" کو کلیدی اور بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ سفارت کاری اور خارجہ پالیسی کے میدان میں سرکارِ دو جہاں حضرت محمد ﷺ نے جو اصول و قوانین متعارف فرمائے، اس کی بدولت ریاستِ نبویؐ کی توسیع و ترقی کے مراحل انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ طے ہوتے چلے گئے۔

آپ ﷺ کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی آپ ﷺ کی حکمت و فراست و سیاسی بصیرت کا شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ آج بھی ریاستی امور و نظامِ مملکت کی اساس اور بنیاد ہیں۔ سیدِ عرب و عجم، سرورِ عالم حضرت محمد ﷺ نے مختلف دیار و امصار میں جتنے بھی سفراء روانہ فرمائے، وہ آدابِ سفارت سے کماحقہ واقف، پورے طور پر آگاہ اور صورتِ حال کے مطابق کارروائی کرنے میں ماہر تھے۔ روابط کے استحکام، پُر امن بقائے باہم کی بنیاد پر اسلام کی عالمگیر ترویج و اشاعت، مذاہب کے درمیان مکالمے، مذہبی رواداری کے فروغ اور بین الاقوامی تعلقات کے قیام کے لیے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے عالمی فرماں رواؤں، مختلف اقوام وقبائل سے جو تاریخی معاہدات کیے، ان سے آپ ﷺ کی مثالی فراست اور سیاسی بصیرت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی کا پتہ چلتا ہے۔

سیرتِ طیبہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ''ریاستِ مدینہ'' کی پالیسی برائے خارجہ اُمور ان آفاقی قواعد وضوابط پر مبنی تھی، جو کسی بھی منظم اور مہذب ریاست کے ہو سکتے ہیں۔ ''ریاستِ مدینہ'' نے خارجہ امور اور دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقاتِ کار کے حوالے سے وہ نظری اور عملی بنیادیں فراہم کیں، جن سے آگے چل کر مسلم بین الاقوامی قانون وجود میں آیا اور اس کے ہمہ گیر اثرات دیگر اقوام وملل پر بھی مرتب ہوئے۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ ''ریاستِ مدینہ'' کے قائد وامیر، سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ نے سفارت کاری اور خارجہ امور کی انجام دہی میں جو اصولی اور عملی طریق کار اختیار کیا، وہی آگے چل کر نہ صرف اسلامی بلکہ غیر اسلامی دنیا کے لیے بھی بین الاقوامی قانون وتعلقات کے باب میں رہنما ثابت ہوا۔ ریاست اور ریاست کے مابین معاملات سے متعلق بین الاقوامی قانون کے اصول وضوابط بھی آپ ﷺ نے طے فرمائے، جس میں قانونِ جنگ، قانونِ امن، قانونِ سفارت کاری، سفراء کا تقرر، ان کے فرائض اور ان کے منصب کے تقدس جیسی تمام تفصیلات شامل ہیں۔

سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ نے سیاستِ خارجہ میں معاہدات اور حلیفانہ تعلقات قائم کرنے کی جانب غیر معمولی توجہ فرمائی، معاہدات استوار کرنا، حلیفانہ تعلقات قائم کرنا اور سیاست کو داخلی معاملات اور خارجہ تعلقات کے حوالے سے مضبوط و مستحکم بنانا کامیاب سفارت کاری اور خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول ہے، جسے آپ ﷺ نے ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی سفارت کاری اور خارجہ حکمتِ عملی میں جو اقدامات فرمائے، وہ آپ ﷺ کے بے مثال تدبّر وفراست اور آئین جہاں بانی کے آئینہ دار ہیں۔ آپ ﷺ کی سیاسی زندگی کے یہ روشن اور درخشاں پہلو آج بھی مسلم حکمرانوں کے لیے مملکت کے استحکام اور بین الاقوامی تعلقات میں قابلِ عمل نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب ''رسولِ اکرم ﷺ کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی'' وہ علمی اور تحقیقی مقالہ ہے جس پر مقالہ نگار موصوفہ پروفیسر ڈاکٹر حسین بانو کو راقم الحروف کی زیرِ نگرانی مقالے کی تکمیل پر شعبۂ علومِ اسلامیہ (کلیہ معارفِ اسلامیہ) وفاقی اردو یونیورسٹی (عبدالحق کیمپس، کراچی) سے ڈاکٹریٹ / پی ایچ ڈی کی سند تفویض کی گئی۔

بلاشبہ، یہ اپنے موضوع پر ایک علمی کاوش اور قابلِ ذکر اہمیت کا حامل تحقیقی کام ہے۔ جسے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مقالہ نگار نے پانچ ابواب کے تحت مختلف فصول پر تقسیم کیا ہے۔ بابِ اول کا عنوان ہے "خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد" بابِ دوم "قبل از نبوت خارجہ تعلقات اور خارجہ پالیسی کے قرآنی اصولوں پر مشتمل ہے۔ بابِ سوم کا عنوان ہے: "سیاستِ خارجہ اور اسوۂ نبوی" بابِ چہارم میں "ریاستِ مدینہ اور بین الاقوامی معاہدات سے متعلق امور پر بحث کی گئی ہے۔ جب کہ بابِ پنجم میں عہدِ نبوی ﷺ کی خارجہ پالیسی، سفارت کاری اور عصرِ حاضر میں عالمی ممالک و اقوام کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ سے راہ نمائی پر بحث کی گئی ہے۔ یہ باب مقالے کے خلاصے، اختتامیہ اور تجزیے پر مشتمل ہے۔

مختصر طور پر یہ کتاب رسولِ اکرم ﷺ کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی پر ایک جامع، علمی کاوش ہے، جس میں سرورِ کونین، امام الانبیاء، سیّد المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی کے اہداف و مقاصد کے تجزیے کے ساتھ ساتھ، آپ ﷺ کے بے مثال فراست و تدبّر، سیاسی بصیرت، کامیاب سفارت کاری اور خارجہ حکمتِ عملی پر علمی اسلوب میں جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ متعلقہ موضوع پر عربی، اردو، انگریزی کتب، سیرت النبی ﷺ پر قدیم و جدید مصادر و مراجع سے استفادہ کرتے ہوئے جدید اسلوب تحقیق میں یہ مقالہ / کتاب مکمل کی گئی ہے۔ جو سیرت النبی (ﷺ) کے قابلِ فخر اور گراں قدر سرمائے میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔

"رسولِ اکرم ﷺ کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی" کے ناشر "بیت السلام کراچی" کے مدیر و مؤسّس جناب عبد الصبور علوی اور پیشِ نظر کتاب کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے کے محرک، برادر مکرم، حافظ محمد عارف گھانچی بھی شکریے اور تبریک کے مستحق ہیں، جن کا پُر خلوص جذبہ، محبوب ربّ العالمین ﷺ سے عشق و عقیدت کا سدا بہار وسیلہ کتاب کی اشاعت میں مُمد و معاون ثابت ہوا۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اس علمی کاوش کو فاضل مصنفہ، کتاب کے ناشر، محرک اور راقم الحروف کے لیے سرورِ کونین ﷺ کی شفاعت کا وسیلہ بنائے۔ کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی

محرم الحرام ۱۴۳۹ھ - اکتوبر ۲۰۱۷ء

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

خالقِ کائنات نے اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض، کی حیثیت سے زمین پر اُتارا تو انسان نے بحیثیت فرد ترقی کرتے ہوئے کرۂ ارض کے گوشے گوشے میں آباد ہونا شروع کیا۔ جب انسانی آبادیاں پھیلیں تو ہر آبادی نے اپنے جغرافیائی ماحول اور طبیعت کے موافق اپنی تہذیب وثقافت کو تشکیل دینا شروع کیا۔ انسانی دنیا میں عقل وشعور رفتہ رفتہ ترقی کرتا گیا اور انسان چھوٹی چھوٹی بستیوں سے نکل کر گاؤں، شہروں اور پھر بین الاقوامی سلطنتوں کے مراحل طے کرتا گیا۔

ہر دور میں تعلقاتِ عامہ کی مختلف نوعیتیں رہی ہیں، لیکن ان تعلقات میں عدل ومساوات، انسانی حقوق کی روح متغیر رہی۔ جو جتنا طاقت ور ہوتا وہ اپنی طاقت ومنصب کی بنیاد پر دوسروں کے حقوق کو بیک جنبش غصب کر لیتا۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ اسلام ہمیشہ فریقین کو چاہے وہ جس طبقے وگروہ سے تعلق رکھتے ہوں ان کے درمیان توازن، نظم وضبط اور عدل وانصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر دین ہے، جو افراد واقوام کے لیے ایسا عالم گیر قانون پیش کرتا ہے، جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں، مختلف شعبہ ہائے حیات سے وابستہ افراد کے مسائل کا حل اپنے اندر رکھتا ہے، وہ مسائل چاہے شخصی ہوں، قومی ہوں یا بین الاقوامی۔

انسان کے ارتقائی عمل میں خالقِ کائنات نے انسان کو تنہا نہیں چھوڑا، بلکہ ہر دور میں اپنے نبی ورسول، انسانی معاشروں میں مبعوث کیے، جنہوں نے انسانیت کی رہنمائی فرمائی، انہیں ایک صحت مند سماجی زندگی کی طرف بلایا اور ان کی اصلاح کی۔ کوئی بھی قوم ومعاشرہ ایسا نہیں ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ رہنمائی نہ فرمائی ہو، تاکہ انسان اپنے ہم قبیلہ دیگر انسانوں کے ساتھ مل کر زندگی کے تمام مراحل بخوبی گزار سکے اور ایک بہتر معاشرے کی تشکیل میں اپنا اعلیٰ اخلاقی وسماجی کردار ادا کر سکے، جو خالقِ کائنات کو مطلوب بھی ہے اور انسانی فوز وفلاح کا سامان بھی۔

دینِ اسلام نے انسانی رہنمائی کے لیے قرآن حکیم کو نازل فرمایا، جو اسلامی تعلیمات کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اساس ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات سے جہاں اذہان سے جمود صاف ہو جاتا ہے، وہیں فکر وشعور کو بالیدگی بھی میسر آتی ہے۔ قرآنی تعلیمات، انسانی فکر کو قوتِ ارادی کے ذریعہ کائنات میں بکھرے ہوئے حقائق ونظریات کا حقیقی متلاشی بنا دیتے ہیں، جس کی وجہ سے معاشرتی ارتقاء میں حائل رکاوٹوں کا سدباب ہو جاتا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بعثتِ نبوی سے قبل دنیا پر ایک بار پھر جمود طاری ہو گیا تھا، ہر قبیلہ وقوم اپنے مفادات کے حصول کے لیے انسانی خون کا پیاسا تھا۔ انسانیت، انسانی ہمدردی گویا مفقود ہوتی نظر آ رہی تھی، ایسے میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ انسانی دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ چونکہ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ جو دستور لے کر آئے، وہ عالمگیر خصوصیات کے ساتھ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے چالیس سال انسانی معاشرہ کا ہر زاویے سے جائزہ لیا کہ کہاں کہاں انسانیت سسک رہی ہے اور کہاں پر انسان نے انسان کو غلام بنا کر اس سے بیگار لینا شروع کیا ہے۔ معاشرے کا جائزہ لینے کے بعد اب وقت آیا کہ انسان کو اپنی اصل حقیقت سے روشناس کیا جائے اور اس کو ایمان اور توحید کے نور سے منور کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے حقوق باور کرائے جائیں۔ اس کے لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے خاندان سے اصلاح کے عمل کا آغاز فرمایا اور انسان کو اس کا جائز مقام دلانے کا نعرہ لگایا کہ: ''لوگو! انسان نہیں، بلکہ اپنے خالق کی غلامی میں آجاؤ۔'' جہاں رسول اللہ ﷺ نے انسانی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی تربیت کی، وہاں بین الاقوامی تعلقات کو استوار کرنے اور انہیں بہترین نہج پر قائم رکھنے کا اسلوب بھی سکھایا۔ سنت کی تعلیم ہمیں سکھاتی ہے کہ قوموں اور ملکوں کے درمیان تعلقات، ان کی سالمیت، عدل وانصاف اور مفادات کا تحفظ توازن کے اصولوں پر قائم ہونا چاہیے، کسی کو اپنے دنیاوی فخر وغرور پر کسی قوم کو اس کے جائز حقوق سے محروم نہیں کرنا چاہیے اور ہر فریق کو اپنی زندگی گزارنے میں کسی ظالم وجابر حاکم کا پابند نہیں ہونا چاہیے۔

دنیا میں خارجہ تعلقات کا قیام قدیم نظریہ ہے اور ہر زمانے میں اقوام وممالک کے درمیان سیاسی، مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی تعلقات رہے ہیں۔ تعلقات کے قیام کے نظریہ کو دین اسلام نے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برقرار رکھا ہے۔ اس دعوت کی بنیاد پر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو عالمگیر معاشرہ کی حیثیت سے اقوام وممالک سے متعارف کرایا اور دنیا میں آباد اقوام کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے لیے بصیرت سے بھرپور توانائیاں صرف کیں۔ اپنے پیغام کو سفیروں کے ذریعہ قرب وجوار کی اقوام تک پہنچایا، جس کی وجہ سے ان اقوام وممالک کے ساتھ تعلقات قائم ہوئے۔ آپ ﷺ نے بین الممالک اور بین الاقوامی تعلقات کے قیام میں قرآن حکیم کے اُصولوں، بے مثال فراست وتدبُر، اعلیٰ سیاسی بصیرت اور اپنی خداداد صلاحیت کے بل بوتے پر ہر قسم کے جبر اور بے جا پابندیوں سے قطعی طور پر گریز کیا، انسانی معاشرہ کو انسانیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے قریب کیا، دینِ اسلام کی عالمگیر ترویج واشاعت، مذہبی رواداری کے فروغ، پرامن بقائے باہم کے قیام، مکالمے کو فروغ دینے اور امن وسلامتی کو یقینی بنانے کے لیے مختلف اقوام وملل اور عالمی فرماں رواؤں سے تاریخی معاہدے کیے، جس سے آپ ﷺ کی بے مثال سفارت کاری اور کامیاب خارجہ پالیسی کا پتہ چلتا ہے۔

عصر حاضر میں مسلم دنیا میں امن وسلامتی کے قیام، حکمرانی کو عادلانہ بنیاد اور مساوات کے نظریے پر کاربند بنانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے انھی اصولوں پر معاشرہ کو ایک مرتبہ پھر اسی فلسفہ اور نظریہ کو اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرز و اسلوب اور طریقۂ تحقیق

خارجہ پالیسی اور بین الاقوامی تعلقات میرا پسندیدہ موضوع ہے، اس موضوع کی تحقیق کے لیے میں نے مختلف معروف جامعات کے مطالعاتی دورے بھی کیے، اس کے علاوہ کئی اہل علم سے ذاتی طور پر ملاقات، مختلف کانفرنسوں اور سیمینارز میں شرکت سے بھی کافی راہنمائی ملی۔ اس موضوع کی مختلف جہتوں پر اس سے پہلے بھی مختلف انداز سے کام ہوا ہے۔ دورانِ تحقیق اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے موضوع سے متعلق بنیادی ان مصادر سے استفادہ کیا جو اس موضوع پر اُمہات الکتب کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کتب سے بھی استفادہ کیا جو کسی نہ کسی حیثیت میں موضوع سے مناسبت رکھتے ہیں۔ موضوع کا بنیادی عنوان "رسول اکرم ﷺ کی سفارت کاری وخارجہ پالیسی کا علمی و تحقیقی جائزہ" ہے۔

"خارجہ پالیسی" ہر دور میں اقوام وملل کے تعلقات کے تناظر میں اہم رہی ہے، اس کے ساتھ خارجہ پالیسی ایک پیچیدہ فن بھی ہے، اس لیے مقالہ میں صرف ان مقاصد کی نشان دہی کی گئی ہے جس کا عملی نقشہ اسلامی تعلیمات میں نظر آتا ہے اور جو انسانی دنیا کی اہم ترین ضرورت بھی ہے۔

اقوام کا عروج وزوال تاریخ کا اہم ترین حصہ ہوتا ہے، کیونکہ مرورِ زمانہ انسانی فطرت پر اپنے اثرات چھوڑتی ہے، جس کی وجہ سے انسان کہیں ظالم، تو کہیں مظلوم، کہیں حاکم، تو کہیں محکوم، کہیں امیر، تو کہیں فقیر نظر آتا ہے۔ اسلامی تعلیمات چاہے عروج کا زمانہ ہو یا زوال کا، قوموں کی بہترین رہنمائی کرتی نظر آتی ہیں۔

عنوان مقالہ چونکہ انتہائی وسیع موضوع سے متعلق ہے، لیکن ہر قسم کی غیر ضروری ابحاث سے گریز کرتے ہوئے نفس موضوع پر قناعت اختیار کرتے ہوئے بحث کی گئی ہے اور قبل از اسلام مختلف اقوام، مکمل خارجہ پالیسی اور عہد اسلامی کی خارجہ پالیسی کو بنیاد بنایا ہے۔ میرا دعویٰ ہرگز یہ نہیں ہے کہ موضوع کا خاطر خواہ حق ادا کر دیا گیا ہے، البتہ اس بات کو کہنے میں کوئی تامل نہیں سمجھتی کہ اقوام وممالک کے تناظر میں دینِ اسلام کی دی ہوئی خارجہ پالیسی ایک بہترین پالیسی ہے، جو اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے اہداف ومقاصد کو بہترین رہنمائی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا سے ظلم وجبر، طبقاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفریق، جنگ وجدل کو ختم کرنے میں نمایاں کردار ادا کرسکتی ہے، اور مختلف اقوام وملل میں نظریاتی ہم آہنگی نہ ہونے کے باوجود بھی انہیں ایک دوسرے کے قریب لاسکتی ہے، جس کی روشن مثالیں ہمیں عہد نبوی میں بھی نظر آتی ہیں جو راقمہ نے تحقیقی مقالہ میں جابجا ذکر کی ہیں۔ عہد نبوی کی خارجہ پالیسی نے جانی دشمنوں کو دوست بنانے، اللہ کے بندوں کو خالق کی غلامی اختیار کرنے، رنگ ونسل کے امتیازات کو مٹانے اور ان کی صلاحیتوں کو نکھار کر آگے لانے میں کلیدی کردار ادا کیا، جنہوں نے اپنی بہترین صلاحیتوں کے بل بوتے پر قوموں کو ارتقاء کی جانب گامزن کیا۔

باب اول: مقالۂ ہٰذا کے پہلے باب میں ''خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد'' پر مشتمل ہے، جس کے ذیل میں مختلف فصول ذکر کی گئی ہیں۔

فصل اول: خارجہ پالیسی کا آغاز وارتقاء۔ اس فصل اول میں انسانی معاشرے کے اغراض سے لے کر ریاست کے قیام تک، خارجہ پالیسی ریاست کے لیے کتنی اہم ہے اور کیا ریاستِ خارجہ پالیسی کے بغیر اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے، جیسی مختلف ابحاث سے بحث کی گئی ہے۔

فصل دوم: خارجہ پالیسی کی تعریف وتعارف۔ یہ بات انتہائی اہم اور ضروری معلوم ہوتی ہے کہ کسی بھی لفظ کی پہچان وتعارف میں مسائل پیش آنے لگتے ہیں تو ماہرینِ فن نے خارجہ پالیسی کی تعریف کا تعین کیا ہے کہ خارجی پالیسی کی تعریف کیا ہے، اس کا مفہوم کیا ہے۔

فصل سوم: خارجہ پالیسی کی اہمیت وضرورت سے متعلق ہے۔ خارجہ پالیسی ہر ملک وحکومت کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔ ملک کو داخلی طور پر محفوظ بنانے کے بعد خارجی تحفظ بھی انتہائی اہم ہوتا ہے، اس لیے ہر ملک خارجہ پالیسی، سوچ وفکر، نظریہ اور مفادات کی بنیاد پر تشکیل دیتی ہے اور ماہرینِ فن نے بھی خارجہ پالیسی کی اہمیت پر بحث کی ہے۔

فصل چہارم: خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ہر ملک کے کچھ خاص اغراض ومقاصد ہوتے ہیں، اسی طرح ہر ملک کو چند مسائل بھی درپیش ہوتے ہیں۔ کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی کا تعین آسان کام نہیں ہوتا، اس ضمن میں چند عناصر کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے، جس میں سرفہرست طاقتوں کا اشتراک یا اختلاف سرفہرست ہوتا ہے۔ ہر ملک اپنی خارجہ پالیسی اس تناظر میں بناتا ہے کہ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے قومی مفادات متعین ہوں، کسی دوسری ریاست کے ماتحت نہ ہوں۔

بابِ دوم: اس باب میں قبل از نبوت خارجہ تعلقات اور خارجہ پالیسی کے قرآنی اصول زیر بحث ہیں، یہ باب دو فصول پر مشتمل ہے۔

فصل اول: میں قبل از نبوت معروف ریاستوں کے سیاسی و خارجہ تعلقات سے بحث کی گئی، جن میں روم، فارس، مصر، چین اور عرب وغیرہ کے تعلقات سرفہرست ہیں۔

فصل دوم: خارجہ پالیسی کے قرآنی اصول۔ اس فصل میں خارجہ پالیسی سے متعلق قرآن حکیم میں بیان کیے گئے اصولوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

بابِ سوم: اس باب میں سیاستِ خارجہ اور اسوۂ نبوی کو زیر بحث لایا گیا ہے، جس میں مندرجہ ذیل فصول قابل ذکر ہیں:

فصل اول: عہد نبوی کی خارجہ پالیسی کے اصول۔ قرآن حکیم کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کے خارجہ تعلقات کے اصول اور ان کا دائرہ کار وضع کیا۔

فصل دوم: عہد نبوی کی سیاست خارجہ اور شعبہ جات۔ اس فصل میں عہد نبوی کی سلطنت مدینہ کے خارجہ اُمور کے شعبہ جات اور طریقہ کار کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، جن میں پہلا شعبہ سفارت کاری کا تھا۔ سفارت کاری کے تناظر میں لفظ ''سفیر'' کی اہمیت، سفیر کی خصوصیات، قبل از اسلام سفارت کاری کا تصور، عہد نبوی کی سفارتی سرگرمیاں، سفرائے اسلام اور عہد نبوی کی سفارت کاری کے سیاسی و خارجہ اثرات جیسے اہم عنوانات زیر بحث ہیں۔ عہد نبوی کی سفارت کاری کا دوسرا شعبہ مکتوبات کا ہے، جس میں حضور ﷺ کے خطوط لکھنے والے، مہر نبوت، خطوط، اور ان خطوط کے سیاسی و خارجہ اثرات، دین اسلام کی نشر و اشاعت میں ان کے کردار وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ کامیاب خارجہ پالیسی کے تناظر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس وفود کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا، ان وفود میں خارجہ پالیسی کی کامیابی نے باہم تعلقات کو بہتر بنانے میں قابل ذکر کردار ادا کیا، اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کئی وفود آئے، لیکن مقالہ ہذا میں دربارِ نبوی میں پیش ہونے والے اہم وفود کا ذکر کیا گیا ہے۔

بابِ چہارم: اس باب میں ''ریاست مدینہ اور بین الاقوامی معاہدات'' سے بحث کی گئی ہے،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کو بھی دو فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔

فصل اول: ''عہد نبوی اور بین الاقوامی سیاسی و خارجہ تعلقات'' اس فصل میں رسول اللہ ﷺ کے ریاستِ مدینہ کے بحثیت سربراہ مختلف اقوام و ممالک کے ساتھ بین الاقوامی خارجہ تعلقات کو بیان کیا گیا ہے۔

فصل دوم: عہد نبوی اور بین الاقوامی خارجہ تعلقات و معاہدات۔ اس فصل میں قرآن و سنت کی روشنی میں معاہدات کی سیاسی اہمیت اور ان معاہدات کے سیاسی و خارجہ اثرات بین الاقوامی تناظر میں بیان کیے گئے ہیں۔

باب پنجم: اس باب میں عہد نبوی کی خارجہ پالیسی، سفارت کاری اور عصر حاضر میں ممالک واقوام کے لیے تعلیماتِ نبوی سے رہنمائی پر بحث کی گئی ہے، یہ باب بھی دو فصول پر مشتمل ہے:

فصل اول: عصر حاضر میں خارجہ پالیسی اور نبوی اقدامات سے رہنمائی سے بحث کی گئی ہے کہ عصر حاضر میں ممالک واقوام کے لیے خارجہ تعلقات کے تناظر میں رسول اللہ ﷺ کے ان اقدامات کو مدنظر رکھتے ہوئے خارجہ تعلقات قائم کرنے کے کیا اصول وضوابط ہونے چاہئیں، جس میں اقوام وممالک کے لیے بہترین تعلیمات موجود ہیں اور مشعل راہ بھی ہیں۔

فصل دوم: عہد نبوی کی خارجہ پالیسی اور سفارت کاری پر معروف سیرت نگاروں کا تبصرہ اس فصل میں عہد نبوی کی کامیاب خارجہ پالیسی پر معروف سیرت نگاروں کا تبصرہ پیش کیا گیا ہے، جن میں مسلم وغیر مسلم تجزیہ نگار شامل ہیں، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو کامیاب خارجہ پالیسی کی تشکیل پر زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب اول

خارجہ پالیسی......اغراض و مقاصد

یہ باب چار فصول پر مشتمل ہے

فصل اول

خارجہ پالیسی کا آغاز و ارتقاء

فصل دوم

خارجہ پالیسی کی تعریف و تعارف

فصل سوم

خارجہ پالیسی کی اہمیت و ضرورت

فصل چہارم

خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بابِ اول:

خارجہ پالیسی......اغراض ومقاصد

تخلیق کائنات کے بعد جب انسان عدم سے وجود میں آیا، اس کے بعد تشکیل معاشرہ کے لیے مختلف شہروں، بستیوں اور قصبوں میں رہائش اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے جدوجہد بھی شروع کی۔ تو اس دوران معاشرہ میں انسان کہیں جسمانی کمزوری کا شکار ہوا جس کی بنا پر وہ زندگی سے صحیح طریقے سے مستفید نہ ہوسکا اور کوئی اپنی اعلیٰ فراست وذہانت سے دیگر انسانوں کے مقابلے میں ممتاز رہا اور اس نے ہر چیز کو اپنا حق سمجھتے ہوئے ماحول کو اپنے حق میں موڑ دیا۔

چونکہ انسان کے خمیر میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ وہ فطری طور پر حریص ہے اور دوسروں کا حق دینے میں بخیل، اس لیے جہاں وصولی حق کا معاملہ درپیش آیا تو انسان انسان سے باہم دست وگریبان ہوا جس کے تناظر میں معاشرہ میں تقسیم کا عمل شروع ہوا اور طاقت ور اور کمزور گروہ وجود میں آ گئے اور طاقت ور گروہ نے دنیا میں موجود وسائل وذرائع کو اپنے حق میں لا کر دوسروں کا استحصال کرنا شروع کیا۔ اس دوران معاشرہ میں موجود افراد میں سے ہر ایک نے اپنے مفادات کو محفوظ بنانے کے لیے ایک دوسرے سے تعلق کو اہمیت دی، تاکہ ہر فرد کو اس کا مساوی حق ملے۔

تاریخ میں جب قدیم زمانے کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دنیا میں موجودہ نظام مختلف شخصیات، قبائل جابر اقوام کے شکنجے میں یرغمال تھے اور اپنے فہم کے مطابق اپنے معاملات کو تشکیل دینے کے لیے حکمت عملی اپناتے تھے، چاہے اس سے کسی دوسرے انسان کے حقوق، مفادات متاثر ہوں جس کی وجہ سے طاقت کا توازن بگڑا اور انسان انسان کی غلامی میں آ گیا۔

الغرض خارجہ پالیسی ایک قدیم تصور ہے اور یہ تشکیل معاشرہ کے بعد وجود میں آیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن خارجہ پالیسی کے قیام کے مقاصد ہمیشہ معاشروں میں مفقود رہے ہیں۔تو سوال یہ ہے کہ خارجہ پالیسی کب وجود میں لائی گئی، اس کی وجوہات کیا بنیں؟ خارجہ پالیسی کی تعریف، اغراض ومقاصد اور خارجہ پالیسی کس طرح ارتقاء سے ہمکنار ہوتی ہیں؟ کیا خارجہ پالیسی ایک خاص معاشرہ کی ضرورت ہے؟ خارجہ پالیسی کو کس طرح مضبوط بنایا جاسکتا ہے؟ کیا خارجہ پالیسی میں صرف اپنا مفاد مقدم ہوتا ہے یا دوسروں کے مفادات کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے؟ یہ چند سوالات ہیں۔

ان سوالات کے جوابات کو مدنظر رکھتے ہوئے باب اول کو چار فصول میں تقسیم کیا گیا۔پہلی فصل میں خارجہ پالیسی کے آغاز وارتقاء سے بحث کی گئی ہے کہ انسانی دنیا میں خارجہ پالیسی کا آغاز اور ارتقاء کب تشکیل دیا گیا ہے؟!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

خارجہ پالیسی کا آغاز وارتقاء

یہ بات مسلمہ ہے کہ بین الاقوامی دنیا میں کوئی بھی معاشرہ اور ملک خارجہ تعلقات کے بغیر نہیں رہ سکتا، اس کو کسی نہ کسی معاملہ میں دیگر ممالک یا اقوام سے کسی بھی سطح پر اندرون و بیرون ملک تعلقات کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس میں بنیادی کردار خارجہ پالیسی ادا کرتی ہے۔ اس لیے خارجہ تعلقات کو ممکن بنانے میں اہم مسئلہ خارجہ پالیسی کا رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کب وجود میں آیا؟ انسانی معاشرہ میں ریاست کی کیا اہمیت ہے؟ کیا خارجہ پالیسی ریاست کے بغیر وجود میں آسکتی ہے؟ خارجہ پالیسی ریاست کے لیے کتنی اہم ہے؟ کیا ریاست خارجہ پالیسی کے بغیر اپنی ضروریات اور مستقل طور پر اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے؟

تو یہ بات ظاہر ہے کہ ریاست سے پہلے معاشرے کا تحقق ہونا اس کے بعد ریاست کا قیام اور پھر ریاست کے قیام کے بعد خارجہ پالیسی کی تشکیل، جو باہم ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہے۔ اسلامی حکومت کی بنیاد کھلے طور پر اسلامی معاشرہ پر ہے اور اسلامی معاشرہ انسان کی تخلیق وتکوین کے ماتحت دنیا میں ظاہر ہوا ہے۔ انسان، انسانی سوسائٹی، انسانی مذہب اور حکومت و مملکت کی پیدائش ایک وقت اور ایک ساتھ ہوئی ہے۔ اس کا پہلا نظریہ ہے کہ ہماری دنیا کی حد تک ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ جب نہ انسان تھا نہ انسان کا ذکر اور نہ انسانی معاشرہ، جس کی تصریح قرآن حکیم میں یوں موجود ہے:

''هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا۔ ''(۱)

''کیا نہیں گزرا انسان پر ایک ایسا زمانہ جب وہ کچھ نہ تھا۔''

اس نظریہ کے تحت پہلے انسان تھا نہ انسان کی دنیا، نہ انسانوں کی منظم جماعت تھی اور نہ وہ تصورِ حکومت جس کا تعلق انسان سے ہے۔ پھر وہ زمانہ آیا جب انسان پیدا ہوا اور انسان کے ساتھ وہ تمام چیزیں جن سے یہ ثابت ہو سکے کہ قدرت نے انسانی عظمت کے جس قانون کو سرکاری فرمان کے ساتھ پیش کیا ہے وہ صحیح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔''(۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے بنی آدم کو عظمت دی۔''

انسانی معاشرہ کی تخلیق کا اولین ربط خداوند تعالیٰ کے ارادے سے ہے۔ انسانی معاشرہ پہلے پہل تخلیقی ارادہ میں ظاہر ہوا۔ اس کے بعد اس معاشرہ نے ربانی معاہدہ کا اثر قبول کرلیا، اب اس معاشرہ میں تخلیق کے ربانی عمل کو دخل ہوا۔ جب یہ عمل مکمل ہوگیا تو اس کی حیثیت تخلیقی معاشرہ کی ہوگئی۔ تخلیق کے وقت اس کی انسانیت نے اپنے وجود کے خدوخال کو پوری طرح ظاہر کردیا، اس کے خانگی اوصاف بھی ظاہر ہوگئے اور اس نے نسلی ارتقاء کے قانون کو بھی قبول کرلیا۔ اس مرحلہ پر آبائی معاشرہ ظہور میں آگیا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس فطری خاندانی اور اسلامی معاشرہ کے سردار تھے۔ اور ان کے بیٹے ہابیل، قابیل اور شیث اس معاشرے کے اولین ارکان۔ صحیح قول کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو جو سب سے پہلے عطیہ ملا وہ علم اشیاء کا تھا۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تخلیق آدمؑ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

''والصحيح أنه علمه أسماء الذوات وافعالها، مكبرها ومصغرها ''......

وفي الحديث...... ''وعلمك أسماء كل شيء''(۳)

''صحیح قول کے مطابق آدم علیہ السلام کو اسماء الذوات اور اس کے افعال کا علم سکھایا......اور حدیث میں اس کی طرف یوں اشارہ ہے:......''اور آپ کو تمام اسماء کا علم دیا گیا۔''

یہ بات مسلم ہے کہ انسان ہمیشہ سے گروہیت اور معاشرت پسند رہا ہے اور اس کی سرشت میں یہ بات شامل ہے کہ گروہیت اور اجتماعیت کے بغیر انفرادی طور پر کچھ کرنے یا کوشش کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ جب اس کو کسی کام میں اجتماعیت نظر آتی ہے تو وہ اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ قرآن حکیم نے انسان کی اس معاشرت پسندی کو یوں بیان کیا ہے:

''هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا۔''(۴)

''تم کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑ، تاکہ وہ اس کے پاس آرام حاصل کرسکے۔''

تو قرآن کریم کی اس آیت سے یہ معلوم ہونا تو بدیہی ہے کہ انسان بہ اعتبارِ فطرت اور ضرورت معاشرت پسند ہے اور ''لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا'' کا فقرہ اس نفسیاتی حقیقت کی طرف دلالت کرتا ہے کہ اجتماعی زندگی انسانی فطرت وجبلت کا تقاضا ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ: ''آدم کے ساتھ حوا کی تخلیق ہی اس لیے کی ہے کہ آدم علیہ السلام کو ایک ہم جنس، ہم دم کے ذریعے سکون حاصل ہو۔''(۵)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انسان کسی بھی سطح پر" اپنے ہم جنسوں کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ وہ ضرورت یا فطرت کے اعتبار سے اپنے ہم جنسوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ اس طرح مل جل کر رہنے کو معاشرت کہتے ہیں اور افراد کے مجموعے کا نام ہی معاشرہ ہے۔"(٦)

اس کے بعد معاشرتی زندگی میں نظم وضبط کے لیے تنظیم اور اقتدار و اختیار کی ضرورت پیش آتی ہے، تاکہ معاشرہ میں تمام انسان ایک بھرپور نظم وضبط کے تحت امن وامان اور سکون کی زندگی بسر کریں۔ یہی وجہ ہے کہ مملکت انسانی کمیونٹی کی اس منظم زندگی کا نام ہے کہ جس میں تمام انسان ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک مثالی معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ مملکت نہ صرف ایک فطری وضروری ادارہ ہے، بلکہ اس کی حیثیت عالمگیر ہے۔ یہ روئے زمین پر ہر اس جگہ جہاں انسانی زندگی کا وجود رہا ہے، کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتی ہے۔

انسانی اجتماع ایک بدیہی امر

یہ بات واضح ہوگئی کہ کوئی فرد تنہا زندگی نہیں گزار سکتا، اس کو باہم لوگوں سے ملنے کی ضرورت رہتی ہے۔ پھر اس ضرورت کی بھی کوئی حد نہیں۔ کسی کی معاشی ضرورت، تو کسی کی سماجی ضرورت، کوئی خاندانی قرابت تو کوئی خیالات واقدار کی بنیاد پر ایک دوسرے کا ہم نشین، یعنی انسان کسی نہ کسی بندھن میں، کسی نہ کسی سے، کہیں نہ کہیں جڑا ہوا ہے۔ بہر حال انسان اجتماعی زندگی کے بغیر اپنی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہے۔ علامہ فارابی انسان کی اجتماعیت پسندی کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ:

"و الانسان من الأنواع التي لايمكن ان يتم لها الضروري من احوالها ولاتنال الأفضل إلا باجتماع۔"(٧)

" انسان ان انواع میں سے ہے جو اجتماعی زندگی کے بغیر نہ اپنی بنیادی ضروریات پوری کر سکتے ہیں اور نہ زندگی کے اعلیٰ ترین حالت تک پہنچ سکتے ہیں۔"

اسی طرح انسانی معاشرت کے لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے چار قسم کے فنون کو انسان کی فطری ضرورت قرار دیا ہے جن کے بغیر اس جہاں کا نظام نہیں چل سکتا۔ جن میں سے "زراعت' خوراک کے لیے بناء' مکان کے لیے، خیاطت' کپڑے کے لیے، سیاست' نظم ونسق کے لیے۔"(٨)

ان چار قسم کے فنون کو ضروری قرار دینے سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح انسان کی بنیادی ضرورت روٹی، کپڑا اور مکان ہے اس طرح سیاست وحکمت بھی اس کی فطری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے۔

پروفیسر ہارون خان شہروانی اپنی کتاب مبادیاتِ سیاست میں رقم طراز ہیں کہ ”شاید تاریخ میں کسی ایسی انسانی معاشرت کا ذکر نہیں جس میں سیاسی تخیل کا کلیۃً فقدان ہو۔“(۹)

”پھر اس اجتماعِ انسانی کا وجود جب متحقق ہو اور آبادی عالم وجود پذیر ہو تو اس کی بھی ضرورت ہے کہ ان میں ایک منصف بادشاہ ہو جو ایک کو دوسرے کی دست و برد سے بچائے، کیونکہ ظلم وتعدی انسان کی طبیعت میں موجود ہے، اب وہ ہتھیار جو انسان کا دیگر حیوانات سے بچاؤ کرتے ہیں وہ اس کے ہم جنسوں میں کارآمد نہیں۔“(۱۰)

ابوالبشر، انسان اول حضرت سیدنا آدم علیہ السلام جب جنت سے نکل کر انسانی دنیا میں تشریف لائے تو ان کے ساتھ حضرت بی بی حوا علیہا السلام بھی تھیں۔ پھر ان دونوں کے ملاپ سے سلسلۂ انسانیت چل پڑا اور نسل انسانی کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ فرد سے افراد بنے، افراد سے خاندان، خاندان سے قبیلے اور قبیلوں سے مل کر قومیں بنیں، سماج وجود میں آ گیا، جو ریاست کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر اس ریاست کو چلانے کے لیے ایک نظام، قانون کی تشکیل، اہداف کی تکمیل مرحلہ وار ضروری ہو گئی۔ جس کی ذمہ داری ان افراد میں سے اعلیٰ ذہن کے مالک فرد کی ہو گی جس کو حاکم کہا جاتا ہے تو اجتماعی نظم وضبط کے اعتبار سے ایک منظم و مربوط معاشرے کا نام مملکت ہے اور ”یہ اس وقت وجود پذیر ہوتا ہے جب ایک طرف افراد پر اقتدار قائم کرنے اور دوسری طرف افراد کی جانب سے اطاعت کرنے کا دوگانہ رابطہ عمل میں آ جائے اور اطاعت امر واقع ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ ریاست وجود میں آ گئی۔“(۱۱)

اس ضرورت کو مدنظر رکھ کر انسان کو زندگی نظم وضبط کے ماتحت گزارنے کے لیے ایک ریاست کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ افرادِ ریاست باہم مل کر ایک نظام تشکیل دیتے ہیں جس کے ماتحت اس ریاست کے تمام شہری اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ گویا ریاست کی مثال ایک ماں کی ہوتی ہیں جو اپنے بچوں کے لیے بہترین ماحول فراہم کرتی ہے، تاکہ سب مل جل کر اپنی تنظیم کو مضبوط کریں، داخلہ اور خارجہ لحاظ سے ان میں کوئی انتشار نہ رہے۔ ریاست کی وسیع حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاست کے مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے کہ ریاست کا معنی ومفہوم کیا ہے؟ لفظ ریاست کی وضاحت ذیل میں ملاحظہ ہو:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ریاست کی تعریف

ماہرین سیاسیات اور لسانیات کی تحقیقات کے مطابق ریاست کا لفظ state سے ماخوذ ہے۔ ریاست کا ''لفظ رأس سے اخذ کیا گیا ہے اور یہ حاکم اور سردار کے معنوں میں لیا جاتا ہے، رئیس بھی اسی لفظ سے وجود میں آیا ہے۔ اس کے معنی قوم کے سردار یا حاکم کے لیے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اپنے معنوں کے لحاظ سے ریاست کا تعلق ایک ایسے نظام حکومت سے ہے جہاں سردار، حاکم یا امیر ہو اور دوسرے سارے لوگ ان کی اطاعت کریں۔''(۱۲)

بعض لوگوں کے خیال میں ریاست کی اصطلاح ایک نیا تصور ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں، کیونکہ اصطلاحِ ریاست ایک قدیم اصطلاح ہے جو عربی زبان کے رئیس کے مادہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ مشہور ماہر لغت لوئیس معلوف نے اس کے معنی یوں بیان کیے ہیں کہ:

''راس یریس رئیسا: کسی شئے کی پوری حفاظت کرنا، رئیس: قوم کا سردار۔''(۱۳)

ریاست کو ریاست اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اندر بسنے والے تمام انسانوں کی حفاظت کرتی ہے اور ان افراد کا ایک سربراہ ہوتا ہے، لہٰذا یہ اصطلاح قدیم ہے اور اس کا معنوی استعمال بھی، اس لیے لفظ ریاست کی بجائے دوسرے الفاظ کے سہارے مفہوم ادا کیا جاتا رہا ہے، البتہ یہ تصور ایک محدود تصور تھا، جو صرف ایک قوم اور شہریت کے لوگوں کے مفادات کی نشان دہی کرتا تھا، جب کہ دین اسلام کی عالمگیریت نے ریاست کے وجود کو نظر انداز نہیں کیا، بلکہ اس کو اہمیت دی اور اس تصورِ ریاست کو محدود نہیں بلکہ وسیع تر تناظر میں پیش کیا، جس میں ملک کا ہر باشندہ چاہے کسی بھی رنگ و نسل، علاقہ، زبان یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو، اس کے لیے یکساں نوعیت کے اصول و قواعد ہیں۔ ایسی ریاست فرد کو نشو و نما کے لیے ایک ایسا ماحول فراہم کرتی ہے جس میں ملک کے باشندے ایک باقاعدہ حکومت کے تحت اپنا اجتماعی نظام قائم کر سکیں۔ ارسطو نے ریاست کو کنبوں اور دیہاتوں کے اجتماع کا نام دیا ''ریاست کنبوں اور دیہاتوں کے ایک ایسے اجتماع کا نام ہے جس کا مقصد ایک مکمل اور خود کفیل زندگی کی تعمیر ہے۔''(۱۴)

پروفیسر گارنر ریاست کا تصور اپنے الفاظ میں یوں پیش کرتے ہیں کہ:

''افراد کی ایسی جماعت ہے جو کم و بیش کثیر تعداد میں ہو، ایک معینہ خطۂ زمین میں مستقل طور پر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آباد ہو، بیرونی دباؤ سے آزاد ہو، اس کی ایک منظم حکومت ہو، جس کی اطاعت باشندوں کی اکثریت عادتاً کرتی ہو۔''(۱۵)

Gerth and Mills ریاست کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"A State is a human community that (successfully) claims the monopoly of the legitimate use of physical force in a given territorial area."(16)

''ریاست ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوگ قانون کی حد میں رہ کر ایک جگہ ہر جسمانی طاقت کا استعمال کرتے ہیں۔''

گیٹل (Gettel) ریاست کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ایک مخصوص علاقے میں عوام کا منظم گروہ ریاست کہلاتا ہے جو بیرونی دباؤ سے آزاد اور اپنی منظم حکومت کا مالک ہوتا ہے، اسے اپنے علاقے کے تمام اور عوام کے بنائے ہوئے اداروں کے لیے قانون بنانے اور اس کو نافذ کرنے کے پورے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔''(۱۷)

علامہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے دورِ حاضر کی تعریفات پر غور کرنے کے بعد ریاست کا مفہوم یوں تحریر کیا ہے کہ:

''مجموع كبير من الناس يقطن بصفة دائمة فى اقليم جغرافي معين و يخضع لسطة عليا أو تنظيم سياسي معين. ''(۱۸)

ترجمہ: ''ریاست ایک بہت بڑے انسانی مجموعے کا نام ہے کہ ایک معین جغرافیائی حصہ پر دائمی صفت کے ساتھ قائم ہو یا ایک معین سیاسی نظم کا نام ریاست ہے۔''

بہر حال یہ بات واضح ہوگئی کہ ریاست ایک بہت بڑے انسانی نظم کی تشکیل کا نام ہے جو اپنے لیے ایک سیاسی نظم وضع کر کے اس کے ماتحت زندگی کے شب و روز گزار سکیں۔ اس کے ساتھ دنیا میں دیگر آباد اقوام اور گروہوں سے اپنے تعلقات وسیع کر کے اپنے مفادات کے حصول کو یقینی بنائے۔

ریاست اور نظریۂ اسلام

اس سے قبل ریاست کا جو مفہوم پیش کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست ایک محدود

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تصور ہے۔تمام الہامی مذاہب نے اپنے نظریہ کی بنیاد پر ریاست سے متعلق ایک نظریہ پیش کیا ہے ۔دین اسلام کا ریاست سے متعلق اپنا ایک منفرد نظریہ ہے۔دین اسلام کے تناظر میں نظریۂ حیات انسانی کا مقصد صرف تشکیل ریاست نہیں کہ کسی ایک خطہ پر انسانی گروہ کے منشأ و مرضی کے مطابق من مانی قائم ہو جائے، بلکہ اسلامی ریاست کی تعریف دور حاضر کے مفکرین سیاسیات کی تعریف سے یکسر مختلف ہے۔اسلام کی نظر میں ریاست کا مفہوم کچھ اس طرح نظر آتا ہے کہ:

''هي مجموعة من الأفراد هم يحسب الغالبية من المسلمين يعيشون على رفعة من الأرض و يلتزمون التزاما قاطعا بالقواعد والأحكام والضوابط الإلٰهية في نطاق العقيدة والتشريع والمبينة في مصادرها القنصلية ويخضعون لسطة سياسة تلتزم امتثال و تحقيق ما أمر به الشارع۔''(۱۹)

''ریاست افراد کے مجموعہ کا نام ہے کہ افراد کا وہ گروہ جو غالب تعداد میں مسلمان ہو کر اور ایک خطہ میں رہائش پذیر ہو، احکامات اسلام کے اصول وقواعد جو ان کے عقیدہ و شریعت میں بیان ہوئے ہیں پر قانونی طور عمل درآمد کا پابند ہو، اور ایک سیاسی قوت کے سرکاری احکامات میں اطاعت اور انقیاد کا پابند ہو جس کا حکم شارع نے دیا ہو۔''

اسی طرح ایک اور فاضل مصنف اسلام کا نظریۂ ریاست سے متعلق نظریہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''ریاست سے مراد وہ خطۂ زمین ہوتا ہے جہاں اللہ کے اقتدار اعلیٰ کے تحت اس کے فراہم کردہ قوانین کو معاشرے میں رائج کر کے خلافت کو وجود میں لایا جائے۔اس طرح انسان کی اجتماعی زندگی ایک ایسے مرکز سے منسلک ہو جاتی ہے، جہاں تمام حیات اللہ کے بتائے ہوئے مقصد تخلیق کی تکمیل کے لیے عمل درآمد کے مخصوص سانچے میں ڈھال دی جاتی ہے اور معاشرہ و ریاست کا کام صرف احکام خداوندی کا نفاذ و پیروی ہوتا ہے۔''(۲۰)

اگر ہم اسلامی ریاست کا مطالعہ کریں تو اس میں محدود ریاست کا کوئی تصور نہیں ہے، بلکہ پروفیسر محمد صدیق قریشی کے مطابق ''اگر اسلام (جیو پالیٹکس) کے اُصول کو تسلیم کرتا تو (اسلام) جزیرہ نما عرب تک ہی محدود رہتا۔''(۲۱)

یعنی اسلامی ریاست کی کوئی حد بندی نہیں ہے، بلکہ جہاں جہاں تک ہو سکے وہاں وہاں تک اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو پہنچایا جائے، تاکہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں دیا جائے، تاکہ افراد کے درمیان باہمی عدل و انصاف ہو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر خورشید احمد کے بقول اسلامی تصور ریاست یہ ہے کہ: "ریاست ایک مثبت ادارہ ہے جو زندگی کے سب شعبوں کو متاثر کرتا ہے۔ اس کے قیام وارتقاء میں انسان کے اخلاقی حسن اور تصورِ عدل کا غیر معمولی دخل رہا ہے۔" (۲۲)

العلاقات الدولی کے فاضل مصنف علامہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی اسلامی تصورِ ریاست سے مراد یہ لیتے ہیں کہ:

"الدولة الإسلامية دولة متحده علی أساس الأخوة الدينية والإسلامية۔" (۲۳)

"اسلامی ریاست ایک ایسی ریاست کو کہتے ہیں جس کی بنیاد اخوۃِ دینیہ اور اسلامیہ پر ہوتی ہے۔"

اسلام کا نظریۂ ریاست یہ واضح کرتا ہے کہ اسلامی ریاست میں انسانی معاشرہ باہم محبت و اُخوت کی بنیاد پر تشکیل دیا جاتا ہے کہ ریاست کا کوئی بھی فرد چاہے وہ کسی رنگ ونسل وزبان، نسب و خاندان، وطن اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انسانی برادری کو دو مختلف گروہوں میں بانٹ دے، اختلافِ رنگ وزبان اور وطن کے باوجود یہ سب آپس میں بھائی ہوتے ہیں اور مسلمان خواہ کسی بھی خطہ کا ہو، کسی بھی رنگ اور خاندان کا ہو، کوئی زبان بولتا ہو، ان سب کو ایک برادری قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اسلامی برادری وایمانی اُخوت نے تھوڑے ہی عرصے میں مشرق ومغرب، جنوب وشمال، کالے وگورے، عرب وعجم کے بے شمار افراد کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ مسلمانوں کے بارے میں سورۃ الحجرات میں فرمایا گیا:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ۔" (۲۴) "دنیا کے مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں۔"

اب چاہے ان کی زبانیں اور نسلیں الگ الگ ہوں، مقامات جدا جدا ہوں، رنگ ان کے جدا ہوں مگر سب بھائی بھائی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے عملاً یہی تعلیم بھی دی تھی۔ "قریش سے تعلق رکھنے والے ابوجہل سے جنگ کی اور افریقہ سے آئے ہوئے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگایا، روم سے آئے ہوئے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ اور ایران سے آئے ہوئے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنے دامن محبت میں جگہ دی، آپ ﷺ نے اپنی نسل اور وطن کے لوگوں سے اسلام کی بنیاد پر جنگ کر کے بتادیا کہ قومیت اور ملت دین کے نام پر قائم ہوتی ہیں۔" (۲۵)

نظریۂ ریاست کے بعد نظریۂ حکومت بھی اہم ہے کہ ریاست کی تشکیل کے بعد حکومت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کس طرح قائم کی جائے، لیکن اس سے پہلے حکومت کے مفہوم کو سمجھنا بھی اہم ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے حکومت کے مفہوم و تعریف کو ذیل میں پیش کرتے ہیں:

حکومت کا مفہوم

حکومت کے مفہوم کو جب ماہرین لسانیات کی نظر میں دیکھتے ہیں تو ایک معروف اردو داں اور ماہر لغت مولوی فیروز الدین حکومت کا مفہوم یوں سمجھاتے ہیں کہ: ''حکومت، مونث۔ فرماں روائی، حکمرانی، سلطنت، راج، سختی، جبر، زبردستی۔'' (۲۶) کے معنی و مفہوم میں آتا ہے۔

حکومت کے مفہوم کو ایک اور مفکر نے یوں واضح کیا ہے کہ:

''حکومت (Government) وہ آلہ ہے جس کے توسط سے فرمان رواء کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں اور عمل میں لائے جاتے ہیں، گویا حکومت فرمان رواء اور رعایا کے درمیان ایک واسطہ کا نام ہے۔'' (۲۷)

ایک اور ماہر لغت حکومت کا مفہوم تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''حکومت (ح، ک، م) اس کے بنیادی معنی ہیں کسی کو ایک مقام پر روک دینا، یعنی اسے یہ بتا دینا کہ تم اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے، اس کو حکم کہتے ہیں، یعنی فیصلہ۔ حاکم کے معنی فیصلہ کرنے والا ہیں، یعنی ہر ایک کے حقوق وواجبات کی حدیں مقرر کرنے والا اور اختلافی معاملات بتانے والا کہ کس کی حد کہاں تک ہے۔ دور حاضر کی اصطلاح میں اس حد بندی کا نام قانون سازی ہے اور قانون کی کارفرمائی۔'' (۲۸)

مشہور ماہر قرآنیات امام راغب اصفہانی لفظ حکم کے ذیل میں حکومت کا مفہوم ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''الحکم، بالشئی أن تقضی بانه کذا أو لیس بکذا سواء ألزمت ذٰلک غیرک أولم تلزمه۔'' (۲۹)

''حکم: کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنے کا نام ''حکم'' ہے، یعنی وہ اس طرح ہے یا اس طرح نہیں ہے، خواہ وہ فیصلہ دوسرے پر لازم کر دیا جائے یا لازم نہ کیا جائے۔''

الغرض حکومت کا مفہوم کچھ بھی ہو دنیا میں تصورِ حکومت مختلف رہا ہے، کہیں شخصی حکومت رہی ہیں، کہیں حکومت نظریۂ شہنشاہیت کی بنیاد پر اور کہیں نظریۂ جمہوریت کی بنیاد پر استوار رہی ہیں۔ دین اسلام چونکہ اپنی تعلیمات میں منفرد اور نرالا ہے، اس لیے اس حوالے سے دین اسلام کا نظریہ بھی الگ ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسلامی نظریۂ حکومت

اسلام تصورِ حکومت سے متعلق اپنے الگ نظریئے پر کاربند ہے۔ دین اسلام نے اپنی تعلیمات میں انسان کو خدا کا نائب قرار دیا ہے کہ وہ زمین پر احکاماتِ خداوندی نافذ کرنے میں اس کا نائب ہے، اگر وہ احکاماتِ الٰہیہ نافذ نہیں کرسکتا تو اس سے حکومت واپس لینے کا اختیار حاصل ہے۔ اسلام کا نظریۂ حکومت نظریۂ خلافت ہے، لیکن اسلامی تاریخ میں نظریۂ خلافت ہمیشہ سب سے زیادہ متنازع فیہ مسئلہ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلے سے متعلق قرآن مجید میں واضح تفصیلات موجود نہیں، اگرچہ متعدد آیات میں اس کا تذکرہ موجود ہے، جیسے کہ ذیل میں آ رہی ہے:

''وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرَاهِيمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ''(۳۰)

''جب اللہ نے ابراہیم کو بعض معاہدات کے ذریعے سے آزمایا اور اس نے وہ معاہدے پورے کر دیئے تو اللہ نے کہا میں نے تمہیں لوگوں کا امام بنایا، ابراہیم نے کہا اور میری ذریت سے؟ تو اللہ نے کہا کہ میرا وعدہ ظالموں کے لیے نہیں ہے۔''

''وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔''(۳۱)

''اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو صاحب یقین اور نیکوکار ہیں، وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں اس زمین پر خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے اوروں کو مقرر کیا ہے اور وہ ان کے لیے اپنے پسندیدہ دین کو بلند ترین بنا دے گا۔ اور وہ ان کے حالات بدل دے گا اور ان کو خوف سے سلامتی کی طرف لے جائے گا، وہ میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو اس کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں وہ مجرم ہیں۔''

''وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا آتَاكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔''(۳۲)

''اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو اس زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعضوں کو دوسروں سے بلند مدارج دیئے، تاکہ تمہیں اس میں آزمائے جس کا حکم دیا ہے یقیناً تیرا خدا اپنا عذاب جلد بھیجنے والا ہے اور وہ غفور رحیم ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تو مندرجہ بالا آیات سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو حکومت کا جو اختیار دیا گیا ہے اس میں وہ احکامات الٰہیہ کی تنفیذ کا ذمہ دار ہے اور" خلافت دراصل اس کا نام ہے کہ دین کی حفاظت وغور پرداخت اور سیاست دنیا میں شارع علیہ السلام کی ٹھیک ٹھیک جانشینی و نیابت انجام دی جائے۔ اس کا نام خلافت بھی ہے اور امامت بھی اور قائم و نائب کو خلیفہ بھی کہتے ہیں اور امام بھی۔ امام کے لفظ میں تو امام نماز کے ساتھ تشبیہ ہے اور جس طرح اس کی حرف بحرف اتباع اور پیروی کی جاتی ہے، اس طرح امام وقت کی، اس لیے اس کو امامت کبری کہتے ہیں اور خلیفہ کو بدیں وجہ کہا جاتا ہے کہ یہ نبی کی امت میں نبی کی خلافت و نیابت انجام دیتا ہے، کبھی مطلق خلیفہ اور کبھی خلیفہ رسول اللہ۔" (۳۳)

اسلام کے تصور حکومت میں خلیفہ شتر بے مہار کی طرح نہیں ہوتا کہ جو جی میں آئے کرتا پھرے، بلکہ اسلام کے تصور میں حکومت میں" خلیفۃ المسلمین نہ تو مسلمانوں کا مرکز فکر ہوتا ہے اور نہ مرکز عمل، اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں اسلام نے حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کردی ہیں، بلکہ وہ مسلمانوں کا مرکز تنظیم ہوتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے مختلف اجتماعی حرکات وافعال میں ایک نظم پیدا کرتا ہے اور اس کو باقی رکھتا ہے اور ان کے فکری و عملی مرکز و محور میں قانون اسلامی کی امداد سے وحدت کی بقا کا سبب بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلامی نظام حکومت میں سب سے بڑا انتظامی سردار ہونے کے باوجود قانون اسلامی کا اسی طرح پابند ہوتا ہے جس طرح ایک ادنیٰ مزدور۔" (۳۴)

خلیفہ جب اپنے منصب پر فائز ہوجاتا ہے اور حکومت سنبھال لیتا ہے تو وہ حکومت کے دیگر امور اور ذمہ داریوں کو سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے جب حکومت سے متعلق اسلامی نظریہ سے جب ایک فرد کو بحیثیتِ خلیفہ حکومت حاصل ہوگئی تو اب ضروری ہے کہ وہ اس خلافت کی ذمہ داری کا بوجھ اُٹھائے اور حکومت قائم کرے، اس لیے" حکومت کے دو شعبے ہوتے ہیں: ایک قانون سازی کا اور دوسری قوانین کو نافذ کرنے کا۔ قرآن کریم کی رو سے انسانوں کے لیے اصلاً واساساً قانون سازی کا اختیار کسی انسان کو حاصل نہیں، یہ صرف خدا کو حاصل ہے۔ اس نے ان قوانین کو احکام اور اصولوں کی شکل میں قرآن کریم میں دے دیا ہے۔ نہ ان احکام میں کسی قسم کا ردوبدل یا کمی واضافہ کیا جاسکتا ہے، نہ اصولوں میں تغیر وتبدل۔ جو حکومت خدا کی نام سے قائم ہوگی (جسے اسلامی حکومت کہا جائے گا) قانون سازی کے سلسلہ میں اس کا اختیار اتنا ہی ہوگا کہ وہ ان اصولوں کی روشنی میں، اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق، تفاصیل مرتب کرے۔ یہ تفاصیل (یا جزئی قوانین) زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ قابل تغیر وتبدل، لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے غیر متبدل رہیں۔ اسلامی حکومت کا بنیادی فریضہ قرآنی احکام وقوانین کو معاشرہ میں نافذ کرنا ہے۔ اس کا نام دین ہے، لہٰذا دین کے قیام واستحکام (تمکن) کے لیے ایک آزاد مملکت کی ضرورت لاینفک ہے۔ اگر اپنی آزاد مملکت نہ ہوگی تو یہ قوانین نافذ کہاں ہوں؟

خارجہ کائنات کا پورا نظم ونسق خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق چل رہا ہے۔ اس اعتبار سے ''خارجہ کائنات'' خدا کی مملکت ہے۔ اس میں اسی کا اقتدار واختیار (مُلک) کارفرما ہے۔ اشیائے کائنات کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ قوانین خداوندی کی خلاف ورزی کرسکیں۔ لیکن انسان کو اس کا اختیار ہے کہ وہ اپنی زندگی قوانین خدا کے مطابق بسر کرنا چاہتا ہے یا ان کے خلاف۔ لہٰذا انسانی دنیا میں حکومت خداوندی، انسانوں کے ہاتھوں قائم ہوتی ہے۔ جس جماعت کے ہاتھوں پر حکومت قائم ہوتی ہے، اسے امت مسلمہ یا جماعت مومنین کہا جاتا ہے۔ حکومت سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ اور حضور کے رفقاء کے ہاتھوں متشکل ہوئی تھی۔ عام اصطلاح میں اسے خلافت کہتے ہیں۔ قرآن نے بھی اسے استخلاف فی الارض کہہ کر پکارا ہے، اس حکومت کی فیصلہ کن (Final Authority) کو خلیفہ کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کے دراصل معنی جانشین کے ہوتے ہیں، یعنی کسی کے بعد اس کی جگہ لینے والا۔'' (۳۵)

مذکورہ بالا وضاحت سے اسلام کے تصور حکومت خلافت سے متعلق ایک واضح عکس سامنے آجاتا ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ یہ بات واضح ہے کہ قرآنی تصور حکومت ایک مثالی معاشرہ کی تخلیق پر زور دیتا ہے جس میں نیکی بدی پر غالب ہو اور جس میں عام طور پر خدا کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں ان لوگوں سے جو رسولوں کی اور ان کے لائے ہوئے تعلیمات کی پیروی کریں اور زھد وتقویٰ اور عقل کو شعار بنائیں، یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ زمین کی وراثت یعنی حکومت انہی کو دی جائے گی اور ساتھ ہی یہ وعدہ ختم بھی ہو جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے اس معاہدے کو توڑ دیں، یعنی احکامِ شریعت پر عمل نہ کریں۔

نظریہ خارجہ کا آغاز

ریاست ومملکت کی تشکیل کے بعد خارجہ نظریہ کا آغاز ہوتا ہے کیونکہ کرہ ارض پر قائم دنیا میں کثیر اقوام وممالک کے درمیان تعلقات کا قیام ضروری اور بدیہی امر ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا میں آباد ممالک خارجہ تعلقات کے بغیر اپنا وجود اور دنیا میں رونما ہونے والے مختلف حالات سے اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کو خارجہ تعلقات کے بغیر نہیں بچا سکتی۔اس کے لیے اس کو دیگر ممالک کے ساتھ لازمی تعلقات رکھنے ہوں تا کہ اس کا ملک داخلی وخارجی انتشار اور اس کے مفادات متاثر نہ ہو۔

بین الممالک تعلقات کی تاریخ انتہائی قدیم ہے اگر چہ اس کی کوئی تاریخ معلوم نہیں کہ انسانوں کو باہمی تعلقات کی ضرورت کب پڑی؟ ان تعلقات کی ابتداء کیسے ہوئی؟ بہر حال مفکرین نے کوشش کر کے تعلقات کے آغاز کے بارے وضاحت کی ہیں کہ قدیم زمانہ میں یونان جو اپنے وقت کی طاقت ورترین حکومت تھی اس وقت یونان کے شہری ریاستوں کے تعلقات، دیگر ممالک کے ساتھ خاص کر روم کے ساتھ تعلقات تھے، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قدیم زمانہ میں تعلقات رہے ہیں۔زمانہ قدیم میں ممالک کے درمیان تعلقات کی بحث باب دوم میں تفصیل کے ساتھ آ رہی ہیں۔

خارجہ نظریہ کے آغاز کے بارے میں ریگنر نیومیلن Ragnar numelin نے گروہوں اور قبیلوں کے درمیان تعلقات اور بین الاقوامی تعلقات کا جائزہ پیش کیا، اس نے پیغام رسانوں کی تقرری اور دوسری جانب اس کی قبولیت کے حوالے سے ماقبل تاریخ کے زمانے پر خاصا تحقیقی کام کیا ہے۔اس کی تحقیق کی بنیاد پر ہیرالڈ نکلسن لکھتا ہے کہ:

"Even in Pre-historic times there must have been come moments when one group of savages even if only for the purpose of indicating that they had had enough of the days battle and would like a pause in which to collect their wounded and to bury their dead.from the very first , it must have become apparent that such negotiations would be severely hampered if the emissary from one side were killed and eaten by the other side before he had time to deliver his message .The practice must therefore have become established even in the remostest times that it would be better to grant such." (36)

''ماقبل تاریخ میں بھی ایسے لمحات ضرور آئے ہوں گے کہ جب وحشیوں (جنگلیوں) کے ایک گروہ نے دوسرے وحشی گروہ سے گفتگو کی خواہش کی ہوگی، خواہ وہ سارا دن لڑنے کے بعد جنگ میں ایک وقفہ کے اشارہ کی غرض سے ہوتا کہ وہ اپنے زخمیوں کو اکٹھا کر سکیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مردوں کو دفنا سکیں ۔ بہت قدیم طور پر یہ واضح طور پر ہوا ہو گا کہ اگر ایک طرف کے سفارتی نمائندہ کو پیغام پہنچانے کا وقت میسر آنے سے قبل ہی قتل کر کے کھالیا ہو گا تو (نتیجے میں) باہمی مذاکرات میں سخت مزاحمت اور رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو، قدیم دور میں بھی اس جانب عملی قدم اُٹھایا گیا ہو گا کہ بہتر یہی ہے کہ سفارت کاروں کو بعض مراعات اور مستثنیات عطا کر دی جائیں۔"

سلطنتِ یونان اور بعد کے ادوار میں خارجہ پالیسی کے آغاز کے اصول وضوابط مغربی مفکرین نے وضع کیے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خارجی تعلقات کے قیام کی مستقل تاریخ کا آغاز اس دور سے ہوتا ہے۔ سلطنت یونان کے قدیم ادوار میں خارجہ تعلقات کے آغاز سے متعلق کچھ یوں واضح ہوتا ہے:

"ويتوقف العلماء الغربيون عند دراستهم للقانون الدولي عند الفترة المتأخرة من تاريخ أوروبا، حيث يعتبرون أن هذه الفترة كانت نشوء القانون الدولي ووضع أسسه وأنظمته۔" (۳۷)

"مغربی ماہرین بین الاقوامی قانون کو بعد کے ادوار میں تاریخ یورپ سے ملاتے ہیں، ان کے خیال میں اس قانون کے اصول وقواعد کا وضع اور تنظیم مغربی ماہرین کی مرہون منت ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ تعلقات خارجہ کے آغاز کے قیام کا وثوق سے کوئی تاریخ معین نہیں، لیکن یہ بات واضح ہے کہ انسانی گروہوں کے تشکیل کے بعد خارجہ تعلقات کا آغاز ہوا ہے۔ خارجہ تعلقات کے آغاز اور اس کے فروغ سے متعلق ہر ایک کا اپنا نقطہ نظر ہے۔ ایک اسلامی مفکر خارجہ پالیسی کا آغاز مسلمانوں کو قرار دیتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

"انٹرنیشنل لاء چند مخصوص قوموں کے لیے نہیں، بلکہ اس کا اطلاق دنیا کے تمام ملکوں پر یکساں ہونا چاہیے، تو اس قانون کا آغاز مسلمانوں سے ہوا۔" (۳۸)

انسان کی خارجہ سوچ روز اول اس کے دماغ میں سموئی ہوئی ہے جو ارتقاء کے عمل سے ہر وقت نبرد آزما رہتی ہے، جس کے نتیجے میں اتار چڑھاؤ کا شکار رہتی ہے، کیونکہ جس طرح اقوام میں تعلقات کا دائرہ وسیع ہوتا رہا ہے، ایسے ہی ملکوں کے تعلقات میں بھی تنوع رہا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ ریاستوں کے درمیان تعلقات افراد کے درمیان تعلقات کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے تعلقات کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قیام کی نوعیت خارجہ پالیسی کے ذریعے ہی ممکن ہے جو وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے اور یہ ہر زمانہ اور ہر وقت کی ضرورت ہے۔

اسی لیے موجودہ دور میں ہر مملکت کے لیے خارجہ پالیسی کی تشکیل ایک لازمی امر ہے، کیوں کہ ہر شخص عالمی برادری کا رکن ہے۔ وہ صرف کراچی یا پاکستان کا شہری نہیں ہے، بلکہ دنیا کا شہری ہے۔ اس کے حقوق وفرائض اس کے شہر اور مملکت تک محدود نہیں ہیں، بلکہ بحیثیت انسان اسے بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں اور اسی طرح دوسرے انسانوں کے اس پر فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اس لیے عہد حاضر میں کوئی بھی مملکت دوسری مملکت سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتی۔

عالمی معاشرہ میں سیاسی طاقت کسی ایک مرکز میں مجتمع نہیں ہے جہاں سے پورے معاشرے کو نظم وضبط کا پابند کیا جا سکے، بلکہ وہ تمام مملکتوں کے درمیان غیر مساویانہ طور پر منقسم ہیں اس لیے ہر مملکت تن تنہا اپنے حقوق ومفادات کی نگہبان ہے اور اپنی خارجہ پالیسی کو اپنے قومی وسائل کے ذریعے بروئے کار لا کر خارجہ ماحول کو اپنے حق میں متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے ریاستیں اپنے مخصوص سیاسی، معاشرتی، مذہبی اور ثقافتی پس منظر میں خارجہ پالیسی مرتب کرتی ہیں۔

ان پالیسیوں کا اصل مقصد اپنے عوام کو ایک مربوط معاشرتی وثقافتی نظام اور مضبوط قومی قوت کی بنیادوں پر منظم کرنا ہوتا ہے۔ یہ پالیسیاں ریاستوں کی اپنی حدود کے اندر اندرونی امن وامان اور ترقی واستحکام کا ذریعہ ہیں تو دوسری طرف بیرونی دنیا پر بھی اس کے گہرے اثرات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

خارجہ پالیسی اپنے مخصوص حالات میں قومی مفادات اور مقاصد کے حصول کے لیے دوسری ریاستوں سے نہ صرف تعلقات استوار کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے، بلکہ ایک دوسرے کے عوام اور انسانی رشتوں کو ہم آہنگ کرنے اور انسانی فلاح وبہبود کے بہت سے کاموں میں آسانی بھی پیدا کرتی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

خارجہ پالیسی کی تعریف وتعارف

یہ بات واضح ہو جانے کے بعد کہ فرد سے افراد، افراد سے معاشرہ، معاشرہ ایک مخصوص نظم، مخصوص نظم سے ایک ریاست اور ریاست کے اندرونی و بیرونی تعلقات، معاملات اور دیگر عناصر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جب انسانی معاشرہ مختلف اقوام وممالک میں تقسیم ہوا تو ان کے درمیان خارجی نظریہ وجود میں آیا، جس نے قوموں وممالک کے درمیان نئے حدود ومقاصد متعین کر دیئے، جس کی وجہ سے اس کے پہچان وتعارف میں مسائل پیش آنے لگے تو ماہرین فن نے اس الجھن کو دور کرنے کے لیے خارجہ پالیسی کی تعین کر دی کہ خارجہ پالیسی سے کیا مراد ہے؟ اس کا مفہوم کیا ہے؟ خارجہ کی تحقیق، پالیسی کی تحقیق اور یہ دنوں مل کر کیا مفہوم دیتے ہیں اور ان سب کو خارجہ پالیسی کے تناظر میں سمجھ لینا کتنا اہم اور ضروری ہے؟ جو اس فصل کا عنوان اور مدعا ہے اور بحث بھی اس ہی مفہوم سے ہوگی۔

کیونکہ جب تک کسی لفظ کے معنی ومفہوم واضح نہیں ہوں گے، اس وقت تک اس لفظ کے دیگر عوامل کو سمجھنا انتہائی مشکل ودشوار معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے ماہر لسانیات کی تحقیق کی روشنی میں ہر لفظ کے لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم سے بحث پیش کی جائے گی، کیونکہ لفظ خارجہ جو سیاست خارجہ کا ایک اہم لفظ ہے اس بارے میں محققین نے کافی تلاش وجستجو کے بعد اس لفظ کے معنی تحریر کیے ہیں۔ سیاست خارجہ پر بحث سے پہلے لفظ خارجہ کے معنی کو مختلف ماہرین لسانیات وسیاسیات کی روشنی میں سمجھتے ہیں۔

لفظ ''خارجہ'' کی لغوی تحقیق

لفظ خارجہ کی لغوی تحقیق پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ خارجہ عربی زبان سے نکلا ہوا لفظ ہے، جس کا مادہ خ، ر، ج، ''خرج'' ہے۔ خرج باب ضرب سے ہے جس کے معنی ''باہر نکلنا'' ...... اور ''اَلْـخَـارِجِيَّة'' الخارجی کا مؤنث ہے۔ وہ منصب جس کے ذریعہ دوسری حکومتوں سے تعلقات رکھے جائیں۔'' (۳۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لفظ خارجہ کے بارے میں علامہ ابن منظور الافریقی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''خرج :الخروج ، نقیض الدخول. "(۴۰)

''خرج خروج سے ہے جو داخل کی ضد ہے۔''

القاموس میں خارجیہ کے معنی یہ ذکر کیے گئے ہیں کہ:

''خرج خروجا: نکلنا، باہر آنا، نمودار ہونا، ابھرنا۔''(۴۱)

آکسفورڈ ڈکشنری میں لفظ خارجہ کی بابت مذکور ہیں کہ:

(a.d.j) "Belonging to another country: alien: remote: extraneous".(42)

''غیر وطنی، غیر ملکی، غیر، بے علاقہ۔''

1.In from a country that is not your own.
2. Dealing with or involving other countries". (43)

"foreign (Adj)of relations with other countries."(44)

.''دوسرے ممالک کے ساتھ خارجہ تعلقات۔''

مختلف ماہرین کے تحقیقات کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ لفظ خارجہ کے معنی باہر کا، داخلے کی ضد، دوسرے ملک کا علاقہ، اپنے ملک کے علاوہ دوسرے ملک کا رقبہ کے ہیں۔

پالیسی کے لغوی معنی

لفظ خارجہ کے معنی ومفہوم کی تحقیق کے بعد اب ضروری ہے کہ اس کے دوسرے اہم لاحقہ کے معنی کو سمجھا جائے جو پالیسی ہے۔لفظ پالیسی کے معنی: حکمت علمی، راہ عمل، دانش مندانہ طرزِ عمل کے ملتے ہیں جس کو ایک ماہر لغت نے یوں تحریر کیا ہے کہ:

"Policy:line of action chalked out by (government) Prudent course of action."(45)

''حکمت علمی، راہ عمل، دانش مندانہ طرزِ عمل۔''

پالیسی کے معنی آکسفورڈ ایڈوانس ڈکشنری میں اس طرح سے لکھے گئے ہیں کہ:

"policy is noun "A plan of action agreed or chosen by a political party and business"(46)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''پالیسی ایک لفظ ہے، پالیسی اس متفقہ منصوبے کا نام ہے جس کو سیاسی وتجارتی پارٹی اختیار کرتی ہے۔''

اس طرح ایک اور ڈکشنری میں یوں پالیسی کا معنی ذکر کیا گیا ہے کہ:

"A police pursued by a nation in its dealing with other nations, designed to achive national objectives"(47)

''پالیسی کو اس لیے ڈیزائن کیا جاتا ہے کہ ایک قوم دوسری قوموں سے معاملات کرے اور اس کے ذریعے اپنے قومی مقاصد کو حاصل کرے۔''

اسی طرح لفظ پالیسی سے متعلق اکرام اعظام لکھتے ہیں کہ:

"The term of policy has the same root as politics in international affairs it means the choices action direction open to elected by any given state".(48)

''پالیسی کی اصطلاح کی بنیاد وہی ہے جو لفظ سیاست کی ہے بین الاقوامی معاملات میں اس کا مقصد وہ اختیارات اور محرکات اور اطراف و جوانب ہیں جو کسی ریاست کے انتخاب کے لیے کھلی رہتی ہے۔''

پالیسی کے مندرجہ بالا تعریف کو باسانی یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ پالیسی سے مراد ایک ایسا طریقہ کار اور لائحہ عمل ہے جو کسی متعین مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا جائے۔ جبکہ خارجہ پالیسی سے مراد ہر اس ملک کے طرزِ عمل کے وہ عام اصول ہیں جن کی روشنی میں وہ اپنے مفادات کا تحفظ کرتا ہے اور قومی مقاصد ومفادات کو حاصل کر لیتا ہے۔ خارجہ پالیسی کو عربی میں ''السیاسیة الخارجیة'' کہتے ہیں۔ غرض کہ غیر حکومتوں کے ساتھ جو تعلقات وروابط قائم کیے جاتے ہیں وہی سیاست خارجہ کہلاتی ہے۔

کیونکہ ہمیشہ طاقت ور اقوام ضعیف قوموں کو اپنا غلام بنالیتی ہیں، جس کی وجہ سے ضعیف قوم کو ہمیشہ یہ دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ قوی قوم کہیں اسے کچل نہ دے، لہٰذا ہر قوم ایک دوسرے سے الگ رہتی تھی۔ قدیم تاریخ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں اقوام کی سیاست خارجہ جنگ اور قتل وغارت کے سوا کچھ اور نہیں ہوتی تھی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خارجہ پالیسی کا مفہوم

اس سے قبل خارجہ پالیسی کے دونوں الفاظ یعنی لفظ خارجہ اور پالیسی کی وضاحت کی گئی۔ لیکن جب یہ دونوں الفاظ ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں تو اس وقت اس کا مفہوم و معنی ماہرین لسانیات وسیاسیات کی نظر میں کیا بنتا ہے؟ تو مختلف ماہرین لسانیات وسیاسیات کی تحقیقات کی روشنی میں خارجہ پالیسی کا مفہوم مختلف ہے۔ ایک ماہر سیاست، خارجہ پالیسی کے مفہوم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"هو مجموعة القواعد التی تنظم العلاقات بين الدول." (۴۹)

''اُن منظم قواعد کے مجموعے کا نام ہے جو ممالک کے درمیان تعلقات استوار کرتے ہیں۔''

پروفیسر Joseph Francel نے خارجہ پالیسی کی وضاحت یوں کی ہے کہ:

"Foreign policy consists of decision and actions which involve to some appreciable extent relation between one state and others".(50)

''خارجہ پالیسی ان فیصلوں اور کاروائیوں پر مشتمل ہے جو کافی حد تک ایک ریاست کے دوسری ریاست کے ساتھ تعلقات سے متعلق ہوتے ہیں۔''

خارجہ پالیسی کے مفہوم کے بارے میں انجم ملک اپنی کتاب پاکستان کی خارجہ پالیسی میں ایک مشہور ماہر سیاست پروفیسر ایف ۔ ایس نارتھیج (Prof.F.S.Northedge) کی سوچ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"Foreign Policey is The use of political influence in order to induce other states to exercise their Law-making power in a manner desired by the states concerned..It is an enter interaction between forces originating outside the country's borders and those working within them".(51)

''خارجہ پالیسی اس سیاسی اثر ورسوخ کا نام ہے جس کے ذریعے کوئی ریاست دوسری ریاستوں کی قانون ساز قوت کو اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ ملک کی سرحدوں کے باہر اور اندرون ملک پیدا ہونے والی قوتوں کے باہمی عمل کا نام ہے۔''

زاہد حسین خارجہ پالیسی کے مفہوم کے بارے میں رقمطراز ہے کہ:

''خارجہ پالیسی سے مراد کسی ملک کے ہمسایہ اور دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کرنا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انہیں فروغ دینا ہے۔"(۵۲)

"خارجہ حکمت عملی مملکت کے اس طرزِ عمل کا نام ہے جو وہ دوسرے ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کرنے کے لیے اختیار کرتی ہے۔"(۵۳)

ایسے ہی پروفیسر خالد محمود شیخ خارجہ پالیسی کے مفہوم کے بارے تحریر کرتے ہیں کہ:

"Foreign policy is over all result of the process by which a state translates its broadly conceived goals and interest into specific course of action order to achieve its objectives" .(54)

"خارجہ پالیسی ان تمام نظاموں کا حتمی نتیجہ ہوتی ہے جن کے ذریعے ایک ریاست اپنے وسیع مقاصد اور سوچے سمجھے مفادات کے محرکات کی مخصوص طریقوں میں ترجمانی کرتی ہے تاکہ وہ اپنے مقاصد کو حاصل کرے۔"

ڈاکٹر صفدر محمود ہنری ٹیمپل پامرسٹن کا قول خارجہ پالیسی سے متعلق نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"In international relations there can be no eternal friends nor can eternal enemies only national interest."(55)

"بین الاقوامی تعلقات میں نہ تو کوئی دائمی دوست ہوتا ہے اور نہ ہی دشمن، صرف قومی مفاد ہی دائمی عنصر ہوتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ عہد حاضر میں کسی ملک کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار اس ملک کی خارجہ پالیسی ہی پر کیا جاتا ہے۔ انٹرنیشنل پالیٹکس کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

"The actions of a state toward the external environment and the condition under which these actions are formulated".(56)

"ریاستی پالیسی خارجی حالات کے ساتھ مکمل روابط کا نام ہے۔ جس کے ذریعے ملکی اقدامات کو کامیابی کے ساتھ عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔"

عامر رضوان اپنے مقالے میں پروفیسر Northedge کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

"Foreign policy is the use of political influence in order to induce other states to exercise their Law-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

making power in a manner desired by the states concerned .It is an interaction between forces originating outside the country's borders and those working with them."(57)

''خارجہ پالیسی دوسری ریاستوں متعلقہ ریاستوں کی طرف سے مطلوبہ انداز میں قانون سازی کی طاقت کو استعمال کرنے کے لیے سیاسی اثر رسوخ کو استعمال کرنے کا ذریعہ ہے۔یہ ملک کی سرحدوں کے اندر، انتظامیہ اور فورسسز کے درمیان ایک باہمی تعامل ہے۔''

الغرض خارجہ پالیسی وہ علم ہے جس سے بین الاقوامی تعلقات کی تشریح کی جاتی ہے، کیونکہ خارجہ پالیسی ایک پیچیدہ فن ہے۔اسی وجہ سے''ریاست کی خارجہ پالیسی اکثر تبدیل ہوتی رہتی ہے، اس کی وجہ گردونواح میں رونما ہونے والے حالات واقعات و تجربات ہوتے ہیں ......اور ان حالات سے نہ تو قریبی ممالک ان کے اثرات سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہی ان حالات سے نمٹنے کی تیاری ہوسکتی ہے، کیوں کہ تیاری کرتے کرتے دنیا کے حالات کافی تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں، لہٰذا ترقی پذیر ممالک ترقی یافتہ ممالک سے تعلقات رکھنے پر مجبور ہیں اور رونما ہونے والے حالات کے اثرات خارجہ پالیسی پر بھی پڑتے ہیں۔ان باتوں کے باوجود بھی ہر ریاست اپنے قومی مفادات اور بنیادی نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے خارجہ پالیسی مرتب کرتی ہے۔موجودہ دور میں ترقی پذیر ممالک کو ترقی یافتہ ممالک سے تعلقات بہتر رکھنے پڑتے ہیں، کیوں کہ یہاں پر اَعداد کا سوال آجاتا ہے۔خارجہ پالیسی جہاں ہمسایہ ممالک پہ اثر انداز ہوتی ہے، وہاں ان کا اثر ان ممالک پر پڑتا ہے جو اس کے ساتھ باواسطہ یا بلاواسطہ منسلک ہوتے ہیں اور جدید سائنسی دور میں تو علاقائی اور عالمی حالات اس قدر تیزی سے بدل رہے ہیں کہ اگر کوئی ملک حالات سے نمٹنے کے لیے تیاری کرتا ہے تو حالات اس وقت تک اس حد تک تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں کہ اسے دوسرے وقت کے لیے تیاری کرنا پڑ جاتی ہے۔خارجہ پالیسی میں جہاں مفادات کا تحفظ کیا جاتا ہے وہیں اس بات کا بھی خیال کرنا چاہیے کہ خارجہ پالیسی خلوص نیت سے بنائی جائے، کیوں کہ جس چیز کی بنیاد اچھی ہوگی اس کا آخر بھی اچھا ہوگا اور وہی زیادہ کامیاب ہوگی۔خارجہ پالیسی مرتب کرتے وقت ہر ریاست کو چاہیے کہ وہ نسلی اور مذہبی تعصبات کو بالائے طاق رکھے اور دیگر ریاستوں کے قومی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے خلوص کے ساتھ خارجہ پالیسی مرتب کرے جو کہ سیاسی جھوٹ اور مکاری اور مطلب پرستی سے بے نیاز ہو۔''(۵۸)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جب ایسی خارجہ پالیسی بنائے جائے گی تو وہ خارجہ پالیسی نہایت کامیاب ہوگی، کیوں کہ اس میں ملکی و قومی سلامتی اور اندرونی حکمت عملی پیش نظر ہوگی، کیوں کہ خارجہ پالیسی درحقیقت اندرونی حکمت عملی کی توسیع ہے اور اس اندرونی حکمت عملی میں واضح فرق موجود نہیں۔

احمد شجاع پاشا کے مطابق ریاست کے ''تمام پالیسیوں کا تعلق اندرونی حالات سے ہوتا ہے، اندرونی پالیسیوں کا مقصد کیوں کہ عوام کی بہتری اور بہبود سے ہوتا ہے، اس لیے اس کی بہتری اور بہبود کو یقینی بنانے کے لیے اسی اندرونی پالیسی کی توسیع کر کے بیرونی حالات پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور ملک و قوم کی بہبود کا تعین حکمران اور دانشور طبقہ کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ وہ جس پالیسی کو ملک اور اس کے مفاد کے لیے مناسب اور موضوع خیال کرتے ہیں، اس کو آگے بڑھاتے ہیں، بعض اوقات حکمرانوں اور دانشوروں کے نقطۂ نظر میں تبدیلی حکمت عملی میں بھی وہ بیرونی یا اندرونی تبدیلی پیدا کر دیتی ہے، اس کی واضح مثال ایران کا اسلامی انقلاب ہے۔''(۵۹)

کسی بھی ریاست کی خارجہ پالیسی موزونیت اور ملکی سلامتی اور تحفظ کے تقاضوں سے ہم آہنگی بھی ریاست کے تحفظ میں اہم رول ادا کرتی ہے اور بعض اوقات خارجہ پالیسی فوجی ہتھیار سے بھی زیادہ مہلک ہتھیار اور کامیاب آلہ حصول مقصد ثابت ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

خارجہ پالیسی کی اہمیت وضرورت

خارجہ پالیسی کی ضروری وضاحت اور تفہیم کے بعد اب خارجہ پالیسی کی اہمیت سے بحث مقصود ہے۔ خارجہ پالیسی ہر ملک وحکومت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اقوام وممالک کی تاریخ میں خارجہ تعلقات بنانے کے لیے خارجہ پالیسی ہمیشہ مثبت اہمیت کی حامل رہی ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ دنیا میں بسنے والا ہر انسان کسی نہ کسی پیرائے میں ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے، اسی وجہ سے دنیا میں آباد اقوام اور ممالک کا آپس میں رابطہ اور تعلق برقرار رکھنے کے لیے خارجہ پالیسی یا اس جیسے دیگر عوامل زیرِ غور آئیں اور افراد سے اقوام اور ممالک کے درمیان مضبوط بنیادوں پر تعلق استوار ہوئے۔

ایک ملک قیام کے بعد جس طرح اندرونی عوامل پر اہمیت دیتے ہوئے ملک کو داخلی طور پر محفوظ اور پر امن بنانے کے لیے تگ ودو کرتا ہے، ایسا ہی اس ملک کو بیرونی سازشوں اور ملک کے بہترین مفاد میں دیگر اقوام وممالک کے ساتھ تعلقات قائم کرنے پر زور دیتا ہے اور اس میں بنیادی محرک خارجہ پالیسی، خارجہ نظریہ کی سوچ وفکر بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ خارجہ تعلقات کے عوامل میں سے اہم ترین عوامل مختلف ممالک کے تہذیب وتمدن، رسوم ورواج، نظریاتی فکر، زمینی خزانے، سمندر کی موجیں، قدرتی موسم، فلک بوس پہاڑ وغیرہ انتہائی اہم ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان سب عوامل کی وجہ سے موجودہ دور میں کوئی بھی ملک دنیا کے نقشے پر اپنا وجود خارجہ تعلقات کے بغیر برقرار نہیں رکھ سکتی، اس لیے جس ملک کی خارجہ پالیسی اقوام وممالک میں توازن واعتدال، نظریہ انصاف، مثبت سوچ وفکر کی بنیاد پر مبنی ہوتی ہے تو وہی خارجہ پالیسی ہمیشہ کامیاب رہتی ہے۔

خارجہ پالیسی کی اہمیت پر ایک نظر

سیاسی تاریخ کے مفکرین میں سے کسی کو بھی خارجہ پالیسی کی اہمیت سے انکار نہیں ہے، بلکہ بعض ماہرین فن تو یہاں تک کہتے ہیں کہ کوئی بھی ملک خارجہ تعلقات کے بغیر اس جہاز کی مانند ہے جو رواں دواں تو ہو، مگر اس کی منزل معلوم نہ ہو۔ خارجہ پالیسی کی اہمیت سے متعلق شیخ خالد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمود لکھتے ہیں کہ:

"A state without the Foreign policy is like a ship without a sudder wich drifts aimlessly without any direction by every storm and sweep of events."(60)

"خارجہ پالیسی کے بغیر ریاست کی مثال اس بحری جہاز کی مانند ہے جس کا مستول نہ ہو جو ہر قسم کے طوفان خیز لہروں کے بھنور میں بلا مقصد چلتا ہو جس کی کوئی سمت نہ ہو۔"

تو معلوم ہوا کہ کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی کا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بیرونی دنیا کے ساتھ روابط رکھنا چاہتا ہے اور وہ خارجہ حکمت عملی کے ذریعے باہر کی دنیا سے اپنے تعلقات استوار یا مزید مستحکم کرنا چاہتا ہے، تا کہ وہ اس کے ذریعے اپنے ملک کی ساکھ و وقار برقرار رکھ سکے جو خارجہ حکمت عملی میں ایک مستقل و دائمی عنصر ہے۔ باہر کی دنیا سے مراد بین الاقوامی سطح پر ریاستی یا غیر ریاستی تنظیموں، گروہوں کا آپس میں سرکاری یا غیر سرکاری تعلق ہے۔ اس لیے سیاست کے تجزیہ نگار تعلقات خارجہ سے مراد وہ تمام اقدامات لیتے ہیں جو کسی بھی ملک کی خارجہ حالات و واقعات میں اپنا نقطہ نظر اور موقف پیش کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے۔ اس کے علاوہ خارجہ پالیسی میں کسی ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ تعلقات کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ باہر کی دنیا میں اپنے قومی مفادات کی خاطر پالیسی عمل میں لاتا ہے اور یہی بین الاقوامی تعلقات میں ایک دائمی چیز ہے جو اہمیت کی حامل ہے۔ گویا سیاسی تناظر میں خارجہ پالیسی سے مراد ہے کہ:

"The action of a state towards the external environment and condition under which foreign action are formulated".(61)

"کسی ملک کی وہ کوششیں جو وہ خارجی رائے عامہ کو اپنے حق میں کرانے کے لیے وجود میں لاتا ہے جس کے تحت غیر ملکی تعلق کو استوار کیا جاتا ہے۔"

بین الممالک کسی بھی سطح کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے بین الاقوامی تعلقات کا سہارا لینا ایک ضروری عمل ہے۔ تا کہ آپ اپنا کردار بخوبی ادا کر سکیں اور مقاصد کے حصول میں کامیابی سے ہمکنار ہو۔

"Foreign policy is over the result of the process by which a state translates its broadly conceived goals and interests into specific course of action in order to

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

achieve its objectives."(62)

"خارجہ پالیسی ان تمام نظاموں کا حتمی نتیجہ ہوتی ہے جن کے ذریعے ایک ریاست اپنے وسیع مقاصد اور سوچے سمجھے مفادات کے محرکات کی مخصوص طریقوں میں ترجمانی کرتی ہے تا کہ اپنے مقاصد کو حاصل کر سکے۔"

ریکارڈ شدہ انسانی تاریخ سات ہزار سال قدیم ہے۔ جس میں اقوام ایک دوسرے سے تعلقات، میل جول، باہمی تعاون رکھتی تھیں اور جو خارجہ پالیسی اس کی ایک اہم کلید ہوا کرتی تھی اور دوسری طرف ملک کی خودمختاری کی علامت بھی ہوتی ہے۔ ان تعلقات کے وسیع تر دائرے میں مختلف عنوانات جیسے رسمی، غیر رسمی، سرکاری، غیر سرکاری، منظم، غیر منظم، ہدایت یافتہ، غیر ہدایت یافتہ کے طور پر نقل کیا جاتا ہے۔ یہ تعلقات قومی زندگی کے ہر پہلو کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہر ریاست دوسری ریاست میں سفراء اور قونصل خانے مقرر کرتی ہے اور ان کے نمائندوں کا خیر مقدم بھی کرتی ہے۔ معاہدات کو زیر بحث بھی لاتی ہے۔ محصولات کے مقرر کرنے پر باہمی رضامندی کا اظہار بھی کرتی ہے۔ علاقے حوالے بھی کرتی ہے اور حاصل بھی، قرضے لیتی بھی ہے اور دیتی بھی، طلباء، اساتذہ اور اقلیتی آبادی کا تبادلہ بھی کرتی ہے۔ غلے، گندم، فارم، مشینری، فلموں اور طیاروں کی تجارت کرتی ہے۔ عالمی کانفرنسوں میں شرکت کرتی ہے۔ مذہبی کانفرنس یا اولمپک کھیلوں کی میزبانی کے فرائض بھی سرانجام دیتی ہے، غیر دوست ممالک کی سرحدات کے اندر اپنے جاسوس بھی بھیجتی ہے، بین الاقوامی معاشرہ اپنی لاکھوں پیچیدہ سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی روابط سے بھرا ہوا ہے۔

الغرض خارجہ تعلقات کا یہ ادارہ مختلف ارتقائی عمل سے گزر کر ملکی ضرورت اور سالمیت کا عنصر بن گیا۔ اس کے ذریعے ممالک کا آپس میں ربط پیدا ہوا، ایک دوسرے کے سامنے اپنا وجود، نظریہ و موقف پیش کیا جانے لگا، جس کی وجہ سے تعلقات و قربتیں بڑھتی رہی اور ممالک آپس میں نئے رشتوں میں پیوست ہو گئے، لہٰذا خارجہ پالیسی اور سفارتی عمل ہی وہ واحد عمل اور ذریعہ ہے جس کے نتیجہ میں دنیا کے نقشہ پر موجود ممالک کے ساتھ تعلقات کی راہ کو ہموار کیا جا سکتا ہے۔

کسی بھی ملک کا اندرونی و داخلی استحکام خارجہ پالیسی میں مضمر ہے، اگر خارجہ پالیسی جغرافیائی اور نظریاتی حدود کی بنیاد پر مدون کیے گئے ہوں گے تو نہ ہی کسی چھوٹے ملک کو بڑے ملک کے دست نگر ہو کر رہنا پڑے گا اور نہ ہی ان کے اندر احساس محرومی پیدا ہو گا، کیوں کہ خارجہ پالیسی ریاست کے مجموعی احوال سے جدا نہیں ہو سکتی، بلکہ جب بھی تبدیلی رونما ہو گی اس کے اثرات منفی یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثبت انداز میں پڑتے ہیں، اس لیے خارجہ پالیسی ایک پیچیدہ فن اختیار کر گیا ہے، کیوں کہ یہ کوئی دو جمع دو کا کلیہ نہیں ہے کہ مقاصد کے حصول کو فی الفور ممکن بنایا جا سکے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ وقت کے ساتھ ان حالات کے اثرات خود اس ملک کی بین الاقوامی حیثیت پر پڑتے ہیں، کیوں کہ کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی اس کے داخلی حالات کی آئینہ دار ہوتی ہے، کیوں کہ جس ملک میں جس قدر داخلی استحکام ہوگا، اتنی ہی اس کی خارجہ پالیسی مضبوط، جاندار اور آزاد ہوگی اور بیرونی دنیا اسی کی روشنی میں اس ملک وقوم کی بین الاقوامی قدر و منزلت کا تعین کرتی ہے۔

جب کہ دوسری طرف اگر ملک اندرونی انتشار و خلفشار، سیاسی ابتری کا شکار ہوگا تو بیرونی دنیا میں اس کا وقار اتنا ہی مجروح ہوگا۔ اس لیے ایک باوقار اور آزاد خارجہ پالیسی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اندرون ملک ارباب اقتدار اور حزب اختلاف کے درمیان قومی مفادات کی راہ میں خارجہ حکمت عملی پر مکمل اعتماد، اتحاد و اشتراک پایا جاتا ہو۔ برسر اقتدار جماعت کا فرض ہے کہ وہ حزب اختلاف کو خارجہ پالیسی کی ترجیحات سے آگاہ کرے اور ان کا اعتماد حاصل کرے۔ اس طرح حزب اختلاف کا فرض بنتا ہے کہ وہ قومی مفادات کے حصول کے لیے حکومتی اقدامات میں تعاون کرے، لہٰذا اس میدان میں کوئی بھی ملک خارجہ پالیسی کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا، بلکہ قومیں اپنی خارجہ پالیسی ہی کی بدولت بین الاقوامی برادری میں اپنا بہتر مقام و مرتبہ کا تعین کرتی ہیں، لہٰذا ہر ملک، خارجہ تعلقات کو اہمیت کا حامل اور سنجیدہ عمل تصور کرتا ہے۔

خارجہ پالیسی کے عناصر

خارجہ پالیسی کی ضرورت اہمیت ہر دور میں دوسری اقوام سے تعلقات کی بنا پر ہمیشہ مسلم رہی ہے۔ تو جس طرح کوئی فرد معاشرہ میں تن تنہا زندگی نہیں گزار سکتا، اسی طرح کوئی قوم عالم میں تنہا اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔ خارجہ پالیسی کی تشکیل میں اگرچہ بہت سے عوامل زیر بحث ہوتے ہیں، لیکن ان میں سے بنیادی عناصر مندرجہ ذیل دو ہیں۔

(ا) قدرتی ماحولیاتی اثرات

کسی ملک کی خارجہ پالیسی بنانے اور اس پر اثر انداز عوامل وعناصر سے ایک اہم عنصر ماحولیاتی اثرات ہوتے ہیں اور یہ ریاست پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ ان قدرتی ماحولیاتی عوامل سے خود کس قدر فائدہ اٹھاتا ہے اور دیگر اقوام کو کتنا فائدہ دیتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ریاست کی اہمیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑھانے اور اس میں کلیدی کردار ادا کرنے میں اس ریاست کا سائز، جغرافیہ، لوکیشن، ماحول، آب و ہوا اور ذرائع جیسے تیل، گیس، کول، لوہا، پانی، معدنیات، صنعتیں، خام مال، انسانی ذرائع، ٹیکنالوجی اور لیبر اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اب یہ اس ریاست میں بسنے والے انسانوں کی ذہنی وفکری صلاحیت پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح ان قدرتی عوامل سے اپنی ملک وقوم کے لیے فائدہ حاصل کرے اور اپنی ریاست کو ہر معاملے میں خود کفیل بنائے اور یہی وہ چیزیں ہوتی ہیں جو دیگر اقوام کو قریب لانے میں بھی نمایاں کردار ادا کرتی ہیں اور یہ کسی ریاست کی خارجہ پالیسی کو کامیاب بنانے اور ناکام بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کیوں کہ جو قوم جتنی طاقت ور اور مضبوط ہوگی اتنی ہی اس قوم کی خارجہ پالیسی دوسری اقوام کے مقابلے میں مضبوط ہوگی۔

دنیاوی اصول یہ ہے کہ کمزور قومیں اپنی ضروریات کے حصول کے لیے طاقت ور قوموں کے جائز وناجائز تقاضوں کو پورا کرتی ہیں، سائنس وٹیکنالوجی کی وجہ سے انسان کے اندر وہ صلاحیتیں پیدا ہوگئیں کہ وہ طبعی ماحول کو اپنے مقاصد کے لیے زیادہ مؤثر طریقے سے استعمال کرسکتا ہے۔ مثال کے طور پر جن علاقوں میں بارش نہیں ہوتی وہاں مصنوعی بارشوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، دریا میں بڑے بڑے ڈیم بنا کر بجلی کی پیداوار کو بڑھایا جاسکتا ہے اور ہوا اور سورج کے ذریعے توانائی کے ذرائع پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ قدرتی ماحول اگر بہتر بھی ہو تو وہ قومیں اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی یا مضبوط خارجہ پالیسی نہیں بناسکتی، جب تک کہ وہ ان علوم فنون کے ذریعے ان ذرائع سے فائدہ حاصل نہ کرسکیں۔ اس کی آج کی موجودہ دور میں زندہ مثال عرب ممالک ہیں۔

(۲) جسامت اور جغرافیائی خصوصیات

خارجہ پالیسی کی تشکیل میں دوسرا اہم عنصر جغرافیائی خصوصیات ہیں۔ اقوام وممالک کے عروج وزوال کی تاریخ میں ممالک کی جغرافیائی خصوصیات سے صرف نظر ممکن نہیں اور اس ہی نے ہمیشہ ممالک کے عروج وزوال میں اہم کردار سرانجام دیا ہے۔ جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر ممالک کے ہاں اس کی اہمیت روزِ اول سے مسلم ہے، کیونکہ جغرافیائی اہمیت ''جو قدرتی دفاع کے لیے اچھی سرحدیں مہیا کریں جیسے: پہاڑ، جنگلات، دریا، صحرا وسمندر وغیرہ مربوط علاقہ ہو، جغرافیائی لحاظ سے متحد علاقہ ہو، تاکہ حالات جنگ میں دفاع ممکن اور آسان ہو۔'' (۶۳)

دنیا کے نقشہ پر آباد مختلف ممالک بالخصوص عربوں اور ترکوں کے عروج وزوال کی داستان اس امر پر شاہد ہے کہ ان ممالک کی فتوحات میں جغرافیائی عوامل کو غیر معمولی حیثیت حاصل رہی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسی وجہ سے آج بین الاقوامی دنیا میں امریکہ اگر کسی حد تک بیرونی حملوں سے محفوظ و مامون رہا ہے تو اس کی وجہ محض اس کی جغرافیائی حیثیت یا محلِ وقوع ہے۔ مشہور مؤرخ ہیری ہڈسن ممالک کی خارجہ پالیسی میں جغرافیائی اہمیت اور حدود کا اس قدر قائل و معترف نظر آتے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب ''بیسویں صدی کی سلطنت Hodson's twentieth century empire میں ملکوں کے محلِ وقوع اور جغرافیائی حیثیت کے اعتبار سے اقتدار و طاقت کے سات منطقوں میں تقسیم کا تصور پیش کیا۔ ہڈسن کے مطابق ''اقتدار و طاقت کے ان سات منطقوں میں جغرافیائی حدود میں ردو بدل بڑی بڑی جنگوں اور جدال وقتال کا موجب بنا ہے۔ کسی ملک کی خارجہ پالیسی یا دوسرے ملکوں کے ساتھ روابط میں اس ملک کے محل وقوع یا جغرافیائی حیثیت کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ جس طرح قوموں معاشروں، تہذیبوں اور ملکوں کی تشکیل و تنظیم میں جغرافیائی حدود غیر معمولی کردار سرانجام دیتی ہیں، اسی طرح قوم، ملک اور معاشرے کے کسی دوسرے ملک، قوم یا معاشرے کے ساتھ تعلقات میں جغرافیائی حیثیت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔'' (۶۴)

ایک انگریز مؤرخ Francel Joseph نے جغرافیائی اہمیت کو اس ملک کی خارجہ پالیسی کا حتمی نتیجہ قرار دیا ہے کہ اس جغرافیائی حالات و اہمیت کی وجہ سے ممالک اپنے اندرونی و بیرونی عوامل کو محرک کرتی ہے اور پالیسی بنانے میں اس کا حد درجہ کردار ہوتا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

"Foregin policy of any country is a product of envirnment factors both internal external to it." (65)

''خارجہ پالیسی کسی ملک کے جغرافیائی حالات کا حتمی نتیجہ ہوتی ہے جس میں اندرونی اور بیرونی محرکات کا بنیادی دخل ہوتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ جغرافیائی عوامل کی اہمیت کی وجہ سے ایک علم وجود میں آیا جس کو جیو پالیٹکس کا علم کہتے ہیں اور جس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ جیو پالیٹکس وہ علم ہے جس میں کسی ملک کی قومی اقتدار اور خارجہ پالیسی کے سیاسی، معاشی اور جغرافیائی حالات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یا اس سے مراد کسی ملک کا ماحول اور ذرائع کی نمایاں خصوصیات کا مطالعہ کچھ اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ عالمی سیاست میں اس کی حیثیت کو متعین کی جا سکے۔ بین الاقوامی تعلقات کے مصنف ڈاکٹر اعظم چوہدری لکھتے ہیں کہ:

"The study of the influence of politicals and economic geography of the national power and foreign policy of

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

country." (66)

''کسی ملک کے ماحول اور ذرائع نمایاں خصوصیات کا مطالعہ اس نظریے سے کیا جاتا ہے کہ اس کی حیثیت کا تعین دنیا کی سیاست میں مطلوب ہے، اس سے مراد کسی ملک کے قومی اقتدار اور خارجہ پالیسی کے سیاسی، معاشی اور جغرافیائی حالات کے تاثرات کا مطالعہ ہوتا ہے۔''

ریاست کی جسامت اور اس کی جغرافیائی حدود کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں، عام طور پر چھوٹے رقبے والی ریاستیں جن میں عوام کی تعداد بھی ہوتی ہے، وہ بین الاقوامی ماحول میں مداخلت سے بہت زیادہ پرہیز کرتے ہیں کہ ان کی خارجہ پالیسی محدود ہوتی ہے، جب کہ بڑی جغرافیائی حدود اور عوامی ریاستیں ان ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیتی ہیں، تاہم ایسی چھوٹی ریاستیں جو بڑی تعداد میں وسائل رکھتی ہیں بین الاقوامی سیاست میں اہم اثر چھوڑتی ہیں، جیسے: مشرقِ وسطیٰ کی ریاستوں میں تیل وافر مقدار میں موجود ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

خارجہ پالیسی......اغراض ومقاصد

خارجہ پالیسی کا مفہوم ومراد اور اس کی اہمیت معلوم ہونے کے بعد اب خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد کو جاننا بھی ضروری ہے کہ اس ادارے کے بنیادی اغراض ومقاصد کیا ہوتے ہیں اور ان اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے خارجہ پالیسی کے عوامل کو کس طرح بروئے کار لایا جاسکتا ہے؟ تو یہ بات اظہر ہے کہ کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی سے مراد وہ طرزِ عمل ہے جو خارجی معاملات اور دوستوں کے معاملات میں اختیار کیا جاتا ہے، یہ طرزِ عمل جتنا زیادہ جاندار اور مضبوط ہوگا خارجہ پالیسی اتنی ہی زیادہ مضبوط ومستحکم ہوگی۔

ہر ملک کی خارجہ پالیسی کا تعین اس ملک کو درپیش مسائل ووسائل کی روشنی میں کیا جاتا ہے اور اس کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ ممالک واقوام کے درمیان زیرِ تصفیہ خارجی مسائل کو کسی نہ کسی طرح حل کیا جائے ،اس کے ساتھ کسی ملک کی خارجہ پالیسی کا رہنما اصول یہ ہوتا ہے کہ وہ قومی اغراض و مفادات اور نظریات کے تحفظ کی ضامن ہو۔اس لیے کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی کا تعین آسان کام نہیں ، اس ضمن میں کئی عناصر کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے ان عناصر میں طاقتوں کا اشتراک یا اختلاف سرفہرست ہے۔

دراصل ہر ریاست ہمیشہ سے اس پالیسی پر کاربند رہتی ہے کہ اس ملک وریاست کے خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد واغراض اس کی قومی مفادات کی آئینہ دار ہوں۔اب سوال یہ ہے کہ قومی مفادات سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ قومی مفادات کا ادراک ہر ذی شعور انسان کو ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ اشیاء ووسائل ہیں جو قومی سالمیت واستحکام کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔یا اس سے مراد وہ وسائل ہوتے ہیں جو کم از کم اس ریاست کے قبضہ میں ہوں اور اس کو اپنے قبضہ میں رکھنا ضروری خیال کرتی ہوں، لہٰذا قومی مفاد کا نظریہ نہ تو کوئی عیب ہے اور نہ ہی اس کے بغیر ریاست میں استحکام عمل میں آسکتا ہے اور نظریہ مفاد ہمیشہ جاری رہنے والا عمل ہے اور بین الممالک رونما ہونے والے حالات وواقعات کی وجہ سے اس کی سمت میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس لیے قومی مفادات کے اس سیاسی عمل کو ماہرین سیاسیات کی نظر میں خارجہ پالیسی کے تناظر میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہت اہم خیال تصور کیا جاتا ہے۔

اس لیے کوئی بھی ریاست آزاد خارجہ پالیسی صرف اس وقت اختیار کر سکتی ہے، جب وہ اپنی قومی طاقت کو محسوس کرا سکے، اس کے قومی مفادات متعین ہو، اور یہ کہ سیاسی اور اقتصادی طور ہر کسی دوسری ریاست کی دست نگر نہ ہو۔ بین الاقوام قومی مفادات ایک دوسرے سے ہمیشہ رہتے ہیں اور اس ہمیشگی کی مثال ''روس میں بالشویک انقلاب کے بعد حکومت کا ڈھانچہ یکسر بدل جانے کے باوجود بھی قومی مفادات کی ان بنیادوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی جو زار حکومت کے زمانے سے مستحکم تھے، برطانیہ کی لیبر پارٹی نے اپنے منشور کے مطابق بہت سے معاملات میں انقلابی تبدیلیاں کیں، مگر قومی مفادات کے اصولوں کو برقرار رکھا جو اپنی پیش رو قدامت پسند پاٹی کے زمانے سے رائج تھے۔''(٦٧)

اس طرح کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی آفاقی نہیں، بلکہ ہر ریاست کی خارجہ پالیسی میں اس ریاست کے اغراض ومقاصد کے موافق اوران میں تبدیلیاں آتی اور ہوتی رہتی ہیں، کیونکہ ہر ریاست کو قومی مفاد سب سے مقدم اور عریز ہوتا ہے۔ خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد سے بحث کرنے سے پہلے لفظ مقصد کی وضاحت ضروری ہے، کیونکہ مقصد کے مفہوم میں پوشیدگی نمایاں ہیں اور کسی بھی اہم نوعیت کے کام یا ادارے کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد ضرور چھپا ہوا ہوتا ہے۔

لفظ ''مقصد'' کی تفہیم

لفظ مقصد کی تحقیق پر جب نظر کرتے ہیں تو مختلف ماہرین لغات ولسانیات نے اس کے معنی ارادہ، نیت، عزم کو قرار دیا ہے اور یہ وہ عمل ہے جو انتہائی رازداری کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے، ایک محقق لفظ مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''مقصد (مق-صد) (مذکر) قصد کرنے کی جگہ، وہ جگہ جہاں کا ارداہ کیا جائے،

(٢) مراد، مطلب، ارادہ، نیت، عزم، منشاء۔''(٦٨)

خارجی مدعا اور حالات وواقعات کے تناظر میں لفظ مقصد کے مفہوم کی وضاحت کے بارے میں ڈاکٹر صلاح الدین لکھتے ہیں کہ:

"Objectives are gools and ultimate ends which states wants to achieve either in short term or in the long term".(69)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

"خارجی مدعا ایک قسم کے مقاصد ہوتے ہیں اور بالآخر انتہائی مقاصد جن کو ریاست قلیل المیعاد یا طویل المیعاد طور پر حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

اس تعریف کی وضاحت کچھ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ مقصد سے مراد وہ منزل ہے جس تک پہنچنے کے لیے ایک ملک مختصر یا طویل المیعاد پالیسیاں بناتا ہے اور اس کے نتیجے میں اپنے مقصد تک پہنچتا ہے۔ اسی تناظر میں کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی اس ملک میں بسنے والے افراد و اقوام کے بقا اور نظریات کی آئینہ دار ہوتی ہے، کیونکہ قومیں اقوام عالم میں مضبوط اور پائیدار اصولوں کے سہارے عزت اور ارتقاء سے ہمکنار ہوتی ہیں، اس لیے کامیاب خارجہ پالیسی کی کامیابی کا انحصار صرف معاشی ترقی میں پوشیدہ نہیں ہے، بلکہ ریاست کے جغرافیائی محل وقوع اور نظریات کا بھی اس میں اہم کردار ہوتا ہے۔

اسی طرح ریاست کے خارجہ پالیسی کے مقاصد میں فرد کے جان و مال، عزت و آبرو کا تحفظ، ملکی و قومی تحفظ اور معاشی ترقی بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ خارجہ پالیسی کے اور بھی کئی مقاصد ہوتے ہیں جس کا روشن ثبوت ہر ملک کی جداگانہ خارجہ پالیسی ہے، جو اس ملک میں بسنے والے افراد کے تناظر میں بنائی جاتی ہے اور اس کی خاطر اس ملک کے لوگ بخوشی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

اغراض و مقاصد

کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی اس وقت تک متعین نہیں ہوسکتی جب تک اس کے خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد واضح اور انسانی بنیادی اصولوں پر استوار نہ ہوں۔ کسی ریاست کے خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد مختلف ماہرین سیاسیات کی تحقیق کی روشنی میں کیا ہو سکتے ہیں اور اس کے ملک اور بیرون ملک کیا خوش گوار اثرات مرتب ہوسکتے ہیں، اس کے بارے میں ہر ایک نے اپنے تحقیق کی روشنی میں کئی اغراض و مقاصد پیش کیے ہیں جن کو کوشش کر کے بہتر انداز میں یہاں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہیں۔ کسی بھی ملک کے خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد درج ذیل ہو سکتے ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہیں۔

☆ ذاتی تحفظ

ذاتی تحفظ ہر انسان کا بنیادی مسئلہ ہے چاہے وہ اندرون ملک قیام پذیر ہو یا بیرون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملک، کیونکہ ذاتی تحفظ کے بغیر کوئی بھی انسان اپنی ذاتی زندگی اپنے جائز خواہشات کے مطابق بسر نہیں کر سکتا اور وہ ہر وقت ایک انجانے خوف میں مبتلا رہتا ہے۔ اس لیے انفرادی زندگی سے لے کر بین الاقوامی معاملات تک ذاتی تحفظ کا مسئلہ فطرت کا پہلا قانون ہے اور بات جب دو ریاستوں کے درمیان میں ہو تو ذاتی تحفظ کا مسئلہ اور بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے، کیوں کہ ذاتی تحفظ کے اندر ریاست کی سلامتی کا تحفظ پوشیدہ ہے اور اسی سے ریاست کو مستقل اور موثر پالیسیاں بنانے کا اختیار ملتا ہے، اس لیے تمام ریاستیں اپنی خارجہ پالیسی میں سب سے زیادہ اہمیت ذاتی تحفظ کے نظریئے کو دیتی ہیں اور ذاتی تحفظ کا واضح مقصد ریاست کی سالمیت کو استحکام بخشتا ہے۔ ذاتی تحفظ میں دو عوامل بنیادی کردار ادا کرتی ہیں:

(۱) علاقائی سالمیت

یہ بات واضح ہے کہ افراد کے مسائل ریاستوں کے مسائل سے مختلف نہیں ہوتے جس طرح ایک فرد اپنے مسائل حل نہیں کر سکتا، اسی طرح ایک ریاست بھی اپنا تحفظ نہیں کر سکتی۔ اس وجہ سے دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کا سب سے اہم مقصد ذاتی تحفظ ہوتا ہے۔ ذاتی تحفظ میں علاقائی سالمیت اور سیاسی آزادی کے عناصر بہت اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ خارجہ پالیسی کے مقاصد میں سب سے اہم مقصد سالمیت ہے، ہر ریاست کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی حدود میں اور اپنے عوام کے حقوق کا دفاع کرے چاہے وہ اندرونِ ملک ہو یا بیرونِ ملک۔

کسی بھی ریاست کو اپنے وجود کو منوانے کے لیے علاقائی سالمیت کا تحفظ کرنا پڑتا ہے۔ سرحدوں کی موثر حفاظت بھی ریاست کی اس حکمت عملی کی بدولت ہے دکہ یگر ہمسایہ ریاستوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے جو اس پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ عام طور پر ریاستیں اس پالیسی کو اپناتے ہوئے اپنی موجودہ حالت کو تقویت دیتے ہیں تاکہ ان کی عوام اور ریاست کی عزت قائم رہے۔

(۲) سیاسی آزادی

ذاتی تحفظ کی طرح سیاسی آزادی کا مسئلہ بھی علاقائی سالمیت کی طرح ریاستوں کی خارجہ پالیسی کی ہمیشہ اساس رہا ہے۔ دور جدید میں جب تمام ریاستیں قومیت کی بنیاد پر ظہور پذیر ہو رہی تھی تو سیاسی آزادی کا مسئلہ مزید اہمیت اختیار کر گیا، اس لیے فرد کی سیاسی آزادی کی عدم موجودگی میں ریاست کی خارجہ پالیسی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اور بین الاقوامی دنیا میں ایسی ریاست کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکومت تسلیم نہیں کی جاتی۔

☆قومی تحفظ

دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں خارجہ پالیسی میں قومی تحفظ کو بنیادی اہمیت وخصوصیت حاصل ہے۔قومی تحفظ خارجہ پالیسی کے مقاصد میں دفاعی ضرورتوں کی تکمیل اور جارحیت سے نمٹنے جیسے عناصر بھی شامل ہیں، کیونکہ ہر ریاست یہ انتہائی کوشش واہتمام کرتی ہے کہ کسی بھی دشمن ریاست سے اپنا قومی تحفظ بروئے کار لایا جائے اور دشمن ریاست کی طرف سے جارحیت کی صورت میں اپنی پوری قوت کے ساتھ اپنی سرحدوں اور نظریاتی اقدار کی حفاظت کی جائے۔جب دنیا میں طرح طرح کے مسائل جنم لینے کی وجہ سے قوموں اور ریاستوں کے مختلف مفادات کے سبب بین الاقوامی تعلقات میں ایسی صورت حال بھی مدّنظر رکھی جاتی ہے کہ معاشرے میں مقتدر ریاستیں ایک دوسرے کے امکانی حملہ یا جارحیت کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے تیار اور چوکس رہیں۔یہ انداز فکر درحقیقت قومی تحفظ کے نظریے کی پیداوار ہے، کیونکہ عالمی سطح پر ریاستوں کے خارجہ پالیسیوں کے مقاصد میں قومی تحفظ خاصی اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور عملی طور پر تمام ریاستیں اس مقصد کے حصول لیے جدوجہد کرتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانی میں زمانہ قدیم سے آج تک کے ترقی یافتہ دور بھی انسانیت تحفظ کی متلاشی رہی ہے، اس لیے ہر ریاست اپنی قومی خارجہ پالیسی تشکیل دیتے وقت اپنی قومی حفاظت کو خصوصی اہمیت دیتی ہے، کیونکہ ”ہر ریاست یہ انتظام کرتی ہے کہ کسی دشمن کی طرف سے جارحیت کی صورت میں پوری قوم قوت کے ساتھ سرحدات اور نظریاتی اقدار کی حفاظت کرے۔“(۷۰)

قومی مفاد اور تحفظ کے پیش نظر اس کی موجودہ دور میں بڑی اہمیت ہے اور آج کے موجودہ دور میں اس کو قومی مفاد اور نیشنل انٹرسٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔مارگنفتہ لکھتے ہیں کہ:

"One rule for action in a nation's dealing with other nations ,the national interest."(71)

”قومی دلچسپی کا مطلب ہے ہر وہ چیز جو قومی معاشرہ کی فلاح و بہبود میں بنیادی کردار ادا کرسکتی ہو یعنی نیشنل انٹرسٹ۔“

اسی وجہ سے قومی تحفظ خارجہ تعلقات غیر معمولی اہمیت کے حامل تصور کیے جاتے ہیں اور قومی امن کے تمام زاویوں میں اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے، اس لیے ہر ریاست اپنی خارجہ پالیسی کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ترتیب میں تحفظ کو اولیت دیتی ہے، کیونکہ یہ ریاست پر حد درجہ اعتماد کا رشتہ کہلاتا ہے کہ ایک ریاست اپنے ایک ایک فرد کے تحفظ کا ضامن ہوا کرتی ہے اور فرد کے بقاء کے لیے جنگ سے بھی دریغ نہیں کرتی۔ تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ جس میں فرد کے ذاتی تحفظ و امن کے لیے معرکے ہوئے۔ اس سلسلے میں سیرت ابنِ ہشام میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے:

"كان من أمر بني قينقاع أن امرأة من العرب قدمت بجلب لها، فباعته بسوق بني قينقاع، وجلست إلى صائغ بها، فجعلوا يريدونها على كشف وجهها، فأبت، فعمد الصائغ إلى طرف ثوبها، فعقده إلى ظهرها، فلما قامت انكشفت سوء تها، فضحكوا بها، فصاحت. فوثب رجل من المسلمين على الصائغ فقتله، وكان يهوديا، وشدت اليهود على المسلم فقتلوه، فاستصرخ أهل المسلم المسلمين على اليهود، فغضب المسلمون، فوقع الشر بينهم وبين بني قينقاع. قال ابن اسحاق: وحدثني عاصم بن عمر بن قتادة قال: فحاصرهم رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى نزلوا على حكمه۔" (۷۲)

"عرب کی ایک عورت بنی قینقاع کے بازار میں کوئی چیز خریدنے گئی اور صائغ کے پاس جا کر بیٹھی تو اُن لوگوں نے اس عورت کو چہرہ کھولنے پر مجبور کرنا چاہا، لیکن اس نے انکار کیا تو صائغ نے اس عورت کی چادر پر پاؤں رکھا اور جب وہ عورت اُٹھنے لگی تو اس کا حجاب کھلنے لگا جس پر وہ لوگ ہنسنے لگے، پس وہ عورت چیخنے لگی تو ایک مسلمان نے صائغ پر حملہ کیا اور اُس کو قتل کر دیا، اور وہ یہودی تھا، پھر یہودیوں نے غصہ میں آ کر اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ تو مسلمانوں نے اہلِ اسلام کو مدد کے لیے پکارا جو انتہائی غصہ میں تھے اور قریب تھا کہ مسلمانوں اور بنی قینقاع کے درمیان شر پیدا ہونے لگے۔ تو آپ ﷺ نے بنی قینقاع کے اس عمل پر اُن کا محاصرہ کیا جو بعد میں آپ ﷺ کے حکم سے اُتر آئے۔"

قومی تحفظ ہر ریاست کی جان ہوا کرتی ہے اور اس کے تحفظ وہ کسی قیمت پر باز نہیں آ سکتا، ورنہ تو صفحہ ہستی پر اس ریاست کے قدم متزلزل ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے ہر ریاست اپنی قومی خارجہ پالیسی تشکیل دیتے وقت اپنی قومی حفاظت کو خصوصی اہمیت دیتے ہوئے دوسری ریاستوں سے دفاعی معاہدے کرتی ہے، تاکہ اپنی دفاعی پوزیشن کو مضبوط بنایا جا سکے۔ ویسے بھی بین الاقوامی تعلقات کی پوری تاریخ دفاعی معاہدات سے بھری پڑی ہے۔ قومی تحفظ کا مسئلہ بین الاقوامی تعلقات کی دوسری بڑی حقیقت ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ایسی صورت پیدا نہ ہو جس میں کسی ریاست کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسری ریاست کی طرف سے جارحیت کا خطرہ لاحق ہو۔ تاہم بیرونی حملہ یا جارحیت سے مکمل تحفظ کی ضمانت اسی وقت مل سکتی ہے جب پوری دنیا کسی ایک طاقت کی گرفت میں ہو۔ جو بہر حال عملی اعتبار سے ناممکن ہے، اس لیے مقتدر ریاستیں اصولی لحاظ سے "مکمل تحفظ" کو ممکن تسلیم نہیں کرتیں، بلکہ ہر ریاست تمام ممکنہ مخالفتوں سے تحفظ کی ضمانت حاصل کرنے کے بجائے اپنی قومی خارجہ پالیسی کو ایسے خطوط پر وضع کرتی ہے جن کے تحت ایسے حملوں کے امکان کو کم سے کم کیا جا سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہر ریاست یہ انتظام کرتی ہے کسی دوسری ریاست کی جارحیت یا حملہ کی صورت میں اپنی قوت سے اس کا مقابلہ کیا جائے۔ اس کے لیے وہ ریاست کے اندر اعلیٰ معیار کی فوجی قوت تشکیل دیتی ہے، تاکہ ہر حملہ کا مقابلہ کر سکے اور ریاست کی علاقائی سالمیت اور سیاسی آزادی کی پوری حفاظت کی جا سکے۔ اسی طرح قومی تحفظ کی ضمانت حاصل کرنے کے لیے سیاسی سفارت کاری سے بھی کام لیا جاتا ہے اور کئی ریاستیں آپس میں اتحادی سمجھوتوں کے تحت بلاک بناتی ہیں۔ عام طور پہ علاقائی سمجھوتے دو طرح کے ہوتے ہیں:

(i) امن معاہدات

ان معاہدات سے مراد یہ ہے کہ فریق ریاستیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی نہیں کریں گی۔

(ii) ذاتی تحفظ کے معاہدات

کہ مختلف ریاستیں کسی ایک مشترکہ حریف یا دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے باہمی اتحاد و تعاون کا اہتمام کرتی ہیں۔

☆ اقتصادی ترقی

کسی بھی معاشرے کا معاشی استحکام خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد میں شامل ہوتا ہے، قومی خارجہ پالیسی کا ایک مقصد معاشی ترقی بھی ہوتا ہے معاشی ترقی کا انحصار صنعتی اور کاروباری ترقی پر ہے، ہر ملک اپنے معاشی استحکام اور عدم استحکام کے مطابق بین الاقوامی برادری میں اپنا مقام بناتا ہے۔ اسی بارے میں فارن پالیسی کے مصنف خالد محمود شیخ لکھتے ہیں کہ:

"As the status of the state in the international arena is largely determined by its economic

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

status".(73)

"بین الاقوامی میدان میں کسی ریاست کے معیار کا تعین اس کی معاشی حیثیت سے متعین کیا جاتا ہے۔"

ملک کی اقتصادی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ خام مال کی فراہمی سستے داموں ہو اور تیار شدہ مال کی بین الاقوامی منڈی تک رسائی میسر ہو۔ تمام بین الاقوامی تعلقات سیاسی سمجھوتے اور اتحادی معاہدے ریاستوں کے معاشی مفادات کے حصول کے گرد گھومتے ہیں۔ یہاں تک کہ ترقی پذیر ممالک کی آزادی بھی معاشی مفادات کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں غیر جانب داری کی پالیسی اہم کردار ادا کرتی ہے، کیوں کہ اس سے دوطرفہ تعلقات بھی جاری رہتے ہیں اور معیشت کو بھی فروغ ملتا ہے، اس سلسلے میں ان کے تعلقات بڑی طاقتوں سے ہونا بھی دوسری ریاستوں کو دباؤ میں رکھتا ہے۔ عالمی سطح پر خارجہ پالیسیوں کی بدولت ریاست کی قوت کو قومی مقاصد کے حصول کے طور پر استعمال میں لایا جاتا ہے۔

☆قومی طاقت

خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد کے تناظر میں ریاستیں ہمیشہ اپنی حفاظت کے پیش نظر اپنی قومی طاقت میں اضافے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ قومی طاقت ریاست کا مقصد نہیں ہوتی، بلکہ مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہوتی ہے، کیونکہ مضبوط قومی طاقت کے بغیر کوئی ریاست عالمی برادری میں مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتی۔ قومی طاقت کا مسئلہ ہمیشہ ممالک کو درپیش رہا ہے اور شروع ہی سے ہر ملک اپنے قومی طاقت میں اضافے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اردشیر جو ایران کی تاریخ کا ایک زبردست بادشاہ رہا ہے قومی طاقت کے حصول کے بارے اس کا ایک قول ہے جو زبان زد عوام ہے:

"There can be no power without an army ,no army without money ,no money without agriculture & no agriculture without justice."(74)

"فوج کے بغیر کوئی طاقت نہیں ہو سکتی، پیسے کے بغیر فوج نہیں رکھی جا سکتی، زراعت کے بغیر پیسہ نہیں مل سکتا، انصاف کے بغیر زراعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

اسی تناظر میں آج بھی بین الاقوامی دنیا میں ممالک کے درمیان قومی طاقت کا حصول میں پیش رفت جاری ہے اور یہ سلسلہ دنیا کے وجود تک جاری رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆قومی وقار و نظریات

قومی ریاست کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے وقت جہاں دیگر مقاصد کی طرف توجہ دی جاتی ہے، وہاں قومی وقار و نظریات کی حفاظت اور وسعت کو بھی مدّ نظر رکھا جاتا ہے، کیونکہ نظریات کی ہم آہنگی مختلف ممالک کے مابین اتحاد تعاون و تعلقات کے فروغ کا اہم ذریعہ ہے، مثلاً موجودہ دور میں تمام اشتراکی ممالک کے روس سے گہرے تعلقات ہیں اسی طرح دنیا بھر کے اسلامی ممالک کے آپس میں بہت اچھے تعلقات قائم ہیں۔

قومی وقار کا جہاں تک تعلق ہے اس میں ریاست ہمیشہ عوامی دباؤ کے تحت ہوتی ہے، اگر حکومت عوامی دباؤ کی پرواہ نہ کرے تو ملک میں انقلاب یا خانہ جنگی کی کیفیت ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی پالیسیاں جن کا تعلق براہِ راست عوامی یا ملکی وقار سے ہو حکومت فوری اقدامات کرنے سے گریز کرتی ہے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے پہلے سے خاصا پروپیگنڈہ کرنا پڑتا ہے۔

الغرض مندرجہ بالا اغراض و مقاصد خارجہ پالیسی کے انتہائی اہم اغراض و مقاصد ہیں۔ خارجہ پالیسی کے یہ اہم اغراض و مقاصد عوام کی ذہنی صلاحیتوں کو بیدار کر کے ملک میں ایک پر اعتماد فضا قائم کرنے میں مددگار و معاون ہوتے ہیں۔ خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد سے ملکی عوام کو روشناس کرنا انتہائی ضروری ہے، تاکہ وہ اپنی ریاستی خارجہ پالیسی کے تناظر میں اپنی صلاحتیں بروئے کار لاتے ہوئے بین الاقوام ملک کو ترقی کی راہ گامزن کرنے میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ خارجہ پالیسی کے یہی وہ اہم اغراض و مقاصد ہیں جو کسی ملک کے ہو سکتے ہیں، ان کا عملی نفاذ ملک کے ساتھ ملکی عوام کو بھی دنیا میں ممتاز مقام دلانے میں اپنا بہترین کردار ادا کر سکتی ہے، اس لیے خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد سے ملکی عوام کو وقتاً فوقتاً روشناس کرانا چاہیے، تاکہ وہ دوست و دشمن ممالک کی سرگرمیوں اور ان کی خفیہ چالاوں سے آگاہ رہ سکیں اور ملکی استحکام اور دفاع میں اپنا کردار بخوبی ادا کر سکیں۔

خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد ذکر کرنے کے بعد مختصراً یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ موجودہ دور میں کرۂ ارض پر قائم چند اہم ترین ممالک کے خارجہ پالیسی اور ان کی خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد سے آگاہی ہو سکے۔ ذیل میں چند اہم ممالک اور ان کی خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد ذکر کیے جا رہے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مختلف ممالک کی خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد

عصر حاضر میں بین الممالک خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد کے تناظر میں جب نظر کرتے ہیں، تو اس وقت دنیا میں قائم سب سے طاقت ور ترین ممالک میں سے ایک امریکہ ہے۔ اس وقت دنیا میں ہر ملک اپنی خارجہ پالیسی میں امریکہ کے ساتھ تعلقات کو انتہائی اہم سمجھتا ہے، لیکن امریکہ کی خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد کیا ہیں؟ کن اغراض ومقاصد کے بنیاد پر امریکہ کی خارجہ پالیسی استوار ہے؟

امریکی خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد

ہر ملک کی خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد مختلف ہوتے ہیں، کہیں خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد میں بین الاقوامی دنیا پر اپنی طاقت ورعب کی دھاک بنانا مقصود ہوتا ہیں، کہیں اپنے مذہب کا فروغ، کہیں اپنی رسوم ورواج کا فروغ، کہیں امن وانصاف کا فروغ اور کہیں دیگر عوامل نظر آتے ہیں۔ امریکہ کی خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد کے بارے میں ایک فرانسیسی سفیر، موسیو جولز جسر نے ایک دفعہ ریاستہائے متحدہ کی نسبت یہ نہایت دل چسپ بات کہی تھی کہ: ''یہ ایک خوش نصیب ملک ہے جس کی شمال اور جنوب کی طرف کمزور ہمسائے آباد ہیں اور مشرق ومغرب کی جانب مچھلیاں بستی ہیں۔'' (۷۵)

پالمر اور پرکن (Palmer and perkins) اپنی کتاب ''بین الاقوامی تعلقات'' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''امریکی خارجہ پالیسی دوسری ریاستوں کی طرح اس کی جغرافیائی اور تاریخی حدود، اس کے سیاسی اور معاشرتی نظام، اس کی معاشی طاقت اور فوجی قوت. اس کی علاقے میں طاقت کا توازن اور دنیا کے حالات کے مطابق ہے۔'' (۷۶)

سابق امریکی صدر جمی کارٹر (Jimmy carter) اپنے ملک کی خارجہ پالیسی کا مقصد وبنیاد انسانی حقوق کو قرار دیتا ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ اور انسانیت کے لیے کام کرنے کی بنیادوں پر استوار ہے:

"Human rights the soul of our foreign policy,because human rights is the very soul our sense of

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

nationhood".(77)

''انسانی حقوق ہماری خارجہ پالیسی کی روح ہیں، کیوں کہ انسانی حقوق ہی ہمارے قومی مزاج کی روح ہیں۔''

اس طرح امریکہ کے ایک اور سابق صدر کینڈی نے امریکی خارجہ پالیسی کے نصب العین کی تعریف اس طرح کی تھی:

'' پُر امن دنیا کی غیر محکوم اور آزاد ریاستوں کی ایک قوم اپنے مستقبل کے انتخاب کی مجاز اور اپنے مختص اصول رکھنے والی، ایسے اصول جو دوسروں کی آزادی کے لیے باعث خطرہ نہیں۔''

سیکریڑی آف اسٹیٹ ڈین رسک امریکی خارجہ پالیسی کی بنیاد پانچ موٹے موٹے اصول قرار دیتے ہیں:

۱-کسی بھی سطح پر جارحیت کا سدباب اور اس کی شکست خواہ یہ حملہ جوہری ہو یا محدود جنگ کوئی تخریبی کاروائی ہو یا گوریلا لڑائی۔

۲-مغربی یورپ، شمالی امریکہ ایشیا اور بالخصوص جاپان کی مقابلتاً زیادہ صنعتی جمہوریتوں کے مابین ایک قریب تر رابطہ پیدا کرنا جو آزاد دنیا کی سلامتی اور خوش حالی میں اضافہ کرے۔

۳-دنیا کے مقابلتاً پس ماندہ علاقوں کو جمہوریت کی جدوجہد اور آزادی کی بھینٹ لیے بغیر موجودہ ترقی کی سطح پر آنے کی کوشش میں مدد دینا۔

۴-دنیا کی زندہ برادری کے تدریجی نمو میں اشتراک جس کی بنیاد قانون اور تعاون پر ہو جو اقوام متحدہ، عالمی عدالت، عالمی بینک، مالیاتی فنڈ اور دوسرے عالمی اور علاقائی اداروں جیسے عناصر کے قیام اور ارتقاء سے وجود میں آئے ہوں۔

۵-ہتھیاروں کی دوڑ کو ختم کرنے کی انتھک کوشش اور جنگ کے خطرے کو کم کرنا، کمیونسٹ بلاک سے متنازع رقبوں کو محدود کرنا اور اس سلسلہ کو بے پایاں حد تک جاری رکھنا جو باہمی صلح سے ہم رشتہ کر سکے۔

ریاست ہائے متحدہ تقریباً ایک سو بیس قوموں سے سیاسی رشتے رکھتی ہے اور اس کی خارجہ پالیسی کا وسیع پھیلاؤ حقیقتاً بیک وقت تمام دنیا کے انسانوں سے مربوط ہے۔'' (۷۸)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چین کی خارجہ پالیسی کی بنیادیں

عوامی جمہوریہ چین کو ایشیاء کا بیمار مرد کہا جاتا تھا اور انیسویں صدی کے آخر تک اس کا یہی حال رہا، لیکن اب چین کو اس کی بے پناہ اہمیت اور ترقی کی وجہ سے ایشیاء کا جن کہا جاتا ہے۔ اور یہ سب ان لوگوں کی ہمت کی وجہ سے ہوا ہے۔ 1949ء سے پہلے چین پر مغربی سامراجیت کا اثر تھا، مگر ماوزے تنگ کی صورت میں ان کو ایک ایسا مسیحا ملا جس نے پوری چینی قوم کی تقدیر بدل دی اور ایسا انقلاب برپا کیا کہ چین کی قسمت کے دروازے کھل گئے۔ اور صرف سترہ برسوں میں چین نے ترقی کی انتہا کر دی، چین اس وقت معاشی اور توانائی کے لحاظ سے خود کفیل ہے۔ ایٹمی توانائی کا مالک ہے۔

چین کی خارجہ پالیسی میں کمیونزم کو بہت اہمیت حاصل ہے، وہ کمیونزم کا پھیلاؤ چاہتا ہے، چین نے روس کی پالیسی کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے آزاد اصولوں پر مبنی خارجہ پالیسی کو ترتیب دیا ہے اور اس کی یہ پالیسی روس کے ٹوٹنے کے بعد بھی جاری ہے۔ 1949ء میں چین نے اپنی خارجہ پالیسی میں اس بات کا اعادہ کیا کہ اس کی ''خارجہ پالیسی کا مقصد اپنی ریاستی خودمختاری کو کسی بھی قیمت پر برقرار رکھنا ہے۔ چین ہمسایہ ریاستوں سے دوستانہ تعلقات کا قیام چاہتا ہے۔'' (۷۹)

بہرحال چین ایک اُبھرتی ہوئی سپر پاور ہونے کے باوجود اس نے اپنے دوستوں میں اضافہ کیا ہے اور یہ اس کی اچھی خارجہ پالیسی کی وجہ سے ہوا ہے۔

برطانیہ کی خارجہ پالیسی

ترقی یافتہ ممالک میں سے ایک اہم ملک برطانیہ بھی ہے۔ برطانیہ کے دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات رہے ہیں، لیکن برطانیہ کی خارجہ پالیسی کے کئی بنیادی اصول ہیں۔ برطانیہ کی خارجہ پالیسی کو Sir Eyre Crown نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

> ''برطانیہ کو اپنی بحری اور سمندر پار نو آبادیوں اور زیرِ نگراں ریاستوں کو پیشِ نظر رکھ کر خارجہ پالیسی مرتب کرنی پڑی ہے، اسے اپنے تحفظ کے لیے بھرپور طاقت پیدا کرنی چاہیے۔'' (۸۰)

کسی اور برطانوی مفکر نے ان اصولوں کو کچھ یوں بیان کیا ہے کہ:

> ''برطانیہ کو سمندر پر کوالٹی اور تعداد کے اعتبار سے غالب ہونا چاہیے اور کسی بھی طاقت ور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ملک کی آمد کو توازن و طاقت اور دوسرے اصولوں کی روشنی میں ایسے دیکھا جائے کہ جس سے برطانوی مفادات کو ٹھیس نہ پہنچے اور کسی طاقت ور ملک کے مقابلے میں اپنے آپ کو مضبوط سے مضبوط بنانا۔"

کچھ عرصہ قبل برطانیہ کا شمار دنیا کے طاقت ور ترین ممالک میں کیا جاتا تھا اور برطانیہ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ برطانیہ میں کبھی سورج نہیں غروب ہوتا اور برطانیہ کو دنیا کی زبردست قوت قرار دیا جاتا تھا اور پوری دنیا میں اس کی آواز گونجتی تھی مگر اب حالات مختلف ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد اب برطانیہ ایک دوسرے درجے کا ملک بن کر رہ گیا، برطانیہ معاشی لحاظ سے تباہ ہو کر رہ گیا اور مقروض ہو گیا، اس کا غرور خاک میں ملتے ہی اس کو زیرِ قبضہ کالونیوں (Colony) نے اسے مجبور کرنا شروع کر دیا۔ اس سے نہ صرف انڈیا، پاکستان، برما، سیلون، ملایا وغیرہ، بلکہ بہت سے افریقہ کے ممالک بھی برطانیہ کے ہاتھ سے نکل گئے۔ برطانیہ کی آمدنی کے بہت سے ذرائع ختم ہو کر رہ گئے، برطانیہ امریکی امداد کا محتاج ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ برطانیہ ہر مرحلے پر امریکہ کی حمایت کرتا ہے۔

روس کی خارجہ پالیسی

دنیا میں کئی اقوام اور کئی ممالک بستے ہیں جن میں سے ہر ایک کے رسوم و رواج، طرزِ فکر اور دیگر شعبہ ہائے زندگی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایسے ہی ان ملکوں میں ریاستی معاملات چلانے کے طریقہ کار میں بھی اختلاف پائے جاتے ہیں، کیونکہ ہر ملک کے مفادات ایک دوسرے سے الگ ہیں اور ہر ایک کو سب سے پہلے اپنے مفادات عزیز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کی خارجہ پالیسی کی بنیادیں اپنے مفادات کی وجہ سے الگ بنیادوں پر قائم ہیں۔ سوویت یونین کی خارجہ پالیسی قومیت کے نام پر منظم کی گئی ہے۔ ونسٹن چرچل (ChuchillWinston) نے سوویت یونین کی خارجہ پالیسیوں کی وضاحت کچھ یوں کی ہے۔

"Sovet union Foreign policy is a puzzle inside a riddle wrapped in an enigma and the key is Russian nationalism."(81)

"سوویت یونین کی خارجہ پالیسی ایک پہیلی کا معمہ ہے جو کہ سمجھ میں نہ آ سکے اور جس کی بنیاد روس کی قومیت پرستی ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اکثر ریاستیں اپنی خارجہ پالیسی کے اظہار میں تضادات کا شکار ہو جاتی ہیں، اس کی بڑی وجہ خارجہ پالیسی میں ABSTRACTNEESS (ظنی وخیالی) کا پہلو ہوتا ہے۔ جو منظرنامے سامنے آتے ہیں، در پردہ مقاصد کچھ اور ہوتے ہیں۔ جب تک مقاصد پر تجریدیت کا پردہ پڑا رہتا ہے، یہ تضادات دور نہیں ہوتے۔ اس تضاد کا ایک اندازہ برطانیہ میں روس کے سفیر مسٹر میسکی کے 15 مارچ 1939 کے اس بیان سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے کہا تھا۔

"The Foreign policy of Soviet Government has always been a policy of universal peace not a peace at any price,but a peace based on law and order in international affairs."(82)

''سوویت گورنمنٹ کی خارجہ پالیسی ہمیشہ سے اس کی پالیسی دنیا کے امن کے لیے ہوتی ہے اور یہ امن کسی قیمت چھوڑا نہیں جا سکتا، مگر اس امن کی بنیاد لاء اینڈ آرڈر اور بین الاقوامی معاملات سے ہے۔''

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد

عہد حاضر کا اگر کھلے ذہن سے تجزیہ کیا جائے تو اس وقت ممالک کی خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد ان ترقی یافتہ ممالک کی خوشنودی ہے اور ترقی یافتہ ممالک اپنے ذاتی اور گروہی مفادات کو سب سے مقدم سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے وقتی طور ان کی دوستی ودشمنی کے معیارات میں بدلتے رہتے ہیں اور وہ جس کو چاہے اپنا حلیف یا دشمن قرار دے۔ لیکن ایک نظریاتی ملک اگرچہ ترقی پذیر کیوں نہ ہو، اُس کی خارجہ پالیسی ملک کے بنیادی نظریات کے ساتھ ہمیشہ مشروط رہتی ہے۔ سید صلاح الدین پالیسی آف پاکستان میں لکھتے ہیں کہ:

"Foreign policy of a country changes under certain compuision but foreign policy of an ideological state like Pakistan is always conditioned by its ideology."(83)

''کسی ملک کی خارجہ پالیسی خاص مجبوریوں کے تحت تبدیل ہوتی ہے، لیکن ایک نظریاتی ملک جیسے پاکستان کی خارجہ پالیسی ہمیشہ اس کے نظریات سے مشروط ہوتی ہے۔''

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جس کا وجود دوقومی نظریہ کی بنیاد پر استوار ہے، اس لیے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد بھی یہی ہے۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کی اساس اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد کے بارے میں اپنے ابتدائی تقریر میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:

"It is may belief that our salvation lies following the golden rules of conduct set for us by our great law giver,the prophet of islam,let us lay the foundtion for our democracy on the basis of the truly islamic ideals and principels."(84)

''یہ میرا عقیدہ ہے کہ ہماری نجات ان سنہری اصولوں کی پیروی میں مضمر ہے جن کو ہمارے لیے عظیم قانون دان یعنی حضرت محمد ﷺ نے وضع کیا ہے، مثال کے طور پیغمبر اسلام ﷺ نے ہماری جمہوریت کی بنیادیں اسلامی نمونوں پر رکھا ہے اور آگے چل کر خارجہ پالیسی کی بنیاد بھی بنا دی۔''

پاکستان چونکہ دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا ہے اور اسی نظریہ کہ بنیاد پر پاکستان کی تمام اہم اداروں بشمول خارجی ادارے کی پالیسی اسلام کی اساسی اور سنہری اصولوں کے ماتحت ہے۔ اسی وجہ سے ہمایوں ادیب پاکستان کی خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد میں اس امر کا خاص کا خیال کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ: ''پاکستان کی یہ اساسی بنیاد اس امر کی متقاضی ہے کہ نہ صرف اندرون ملک، بلکہ دنیا میں ہر کہیں اسلام کے سنہری اصولوں کی سربلندی کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ پاکستان ابتداء سے ہی اسی مقصد کے لیے سرگرم ہے، وہ دنیا کے دوسرے اسلامی ملکوں سے اشتراک وتعاون اور مسلم ممالک کو ایک دوسرے کے قریب تر لانے کی جدوجہد کر رہا ہے۔ اسلام کی سربلندی، مسلم ممالک کی امداد واعانت، مسلمانوں سے اشتراک واتحاد کا اہتمام پاکستان کی خارجہ پالیسی کا دوسرا اہم مقصد ہے اور پاکستان نے اس مقصد کے حصول کی خاطر جدوجہد کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔'' (۸۵)

قیامِ پاکستان کے بعد آئین بنتے اور ٹوٹتے رہے۔ لیکن ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت ۱۹۷۳ میں ملک کے تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں نے پاکستان کے تمام اداروں کے لیے ایک اہم اور پاکستان کی تاریخ کا شاندار کارنامہ سرانجام دیا اور ملک کو ایک متفقہ آئین دیا۔ اسی ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین پاکستان کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو پاکستان کی خارجہ پالیسی کے اہداف و مقاصد سے متعلق

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آئین پاکستان کا آرٹیکل نمبر ۴۰ خارجہ پالیسی کی بنیاد ہے۔ آئین کا آرٹیکل ۴۰ کچھ یوں ہیں کہ:

''مملکت اس بات کی کوشش کرے گی کہ اسلامی اتحاد کی بنیاد پر مسلم ممالک کے مابین برادرانہ تعلقات کو برقرار رکھا جائے اور مستحکم کیا جائے۔ ایشیاء، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام کے مشترک مفادات کی حمایت کی جائے۔ بین الاقوامی امن اور سلامتی کو فروغ دیا جائے۔ تمام قوموں کے مابین خیر سگالی اور دوستانہ تعلقات پیدا کیے جائیں اور بین الاقوامی تنازعات کو پرامن طریقوں سے طے کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔''(۸۶)

الغرض خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد کی جہت کا متعین ہونا انتہائی ضروری ہے، تاکہ ریاست کی ترقی کی جہت اور بین الاقوامی دنیا میں اپنے بہترین اصولوں اور اغراض ومقاصد کی بنیاد پر دیگر ممالک کو اپنے آزاد خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد سے آگاہ کرسکیں۔ چونکہ بین الاقوامی دنیا میں ہر قوم وملک کے اہداف ومقاصد مختلف ہوتے ہیں، اس لیے ''بین الاقوامی تعلقات میں متعدد ریاستیں اپنے قومی مقاصد کے حصول اور مفادات کے تحفظ کے لیے ممکنہ ذرائع اور وسائل استعمال میں لانے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتی ہیں۔ اب قومی مقاصد کے حصول کے لیے طاقت میں اضافہ اور طاقت کا استعمال ایسا مسئلہ ہے جس کے مثبت یا منفی اثرات نے عالمی معاشرہ کو ہمیشہ متاثر کیا ہے۔ قومی مفادات کے تحفظ کی جدوجہد اور زیادہ سے زیادہ ذرائع و وسائل کو استعمال میں لانے کے لیے ہر ریاست ایک لائحہ عمل طے کرتی ہے، جسے خارجہ پالیسی کہتے ہیں۔ یہ خارجہ پالیسی ہی بین الاقوامی تعلقات میں اس ریاست کے حقیقی تعلقات کا باعث بنتی ہے۔''(۸۷)

اس لیے ہر ریاست کو اپنے مفادات اور اغراض ومقاصد کا تعین اپنی قومی قوت اور وسائل کو سامنے رکھ کر کرنا چاہیے، اگر ایسا نہ ہو تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ ریاست کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے، لیکن مفادات کو قومی قوت اور وسائل کے حدود میں رکھنا ایک مہارت کا کام ہے، لیکن یہ مہارت بھی اس وقت کچھ نہیں کرسکتی، اگر مخالف قوتیں ایسے حالات پیدا کردیں کہ کسی ریاست کو قومی قوت اور وسائل کے لحاظ کیے بغیر سلامتی کے تقاضوں کو پورا کرنا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ ''بین الاقوامی سیاست درحقیقت مختلف قومی ریاستوں کے اس باہمی عمل کا نام ہے، جس کے ذریعے سے ہر ریاست اپنے مجوزہ قومی مفادات اور مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ان میں باہمی تعاون کا اظہار، ان کے مابین باہمی معاہدات، محاذ، باہمی تجارتی سمجھوتوں اور دیگر پرامن طریقوں سے تعلقات بڑھانے سے ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب ممالک ایک دوسرے کے قومی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مفادات کو تسلیم کریں اور جب کہ ان میں اختلاف جو کہ فوجی لڑائیوں، تجارتی رکاوٹوں اور ذرائع اور علاقہ کے حوالے سے ان کے گناہوں سے ظاہر ہوتا ہے جو ان ممالک کے ایک دوسرے کے قومی مفادات کو تسلیم نہ کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ گویا امن اور جنگ کی بنیادی شرط قومی مفاد کی قبولیت اور استرداد ہے۔" (۸۸)

یہ بات تو واضح ہے کہ "ہر مقتدر ریاست کی قومی پالیسی کی دو شاخیں ہوتی ہیں: ان میں سے ایک داخلی حکمت عملی ہوتی ہے جس کا تعلق مملکت کی حدود کے اندرونی معاملات سے ہوتا ہے۔ خارجی حکمت عملی کی بدولت ایک ریاست اس بات کا تعین کرتی ہے کہ اُسے عالمی برادری میں کیا کردار سرانجام دینا ہے۔ ریاستیں اپنی بقا اور مقاصد کے حصول کے لیے اپنے مخصوص سیاسی، معاشرتی مذہبی اور ثقافتی پس منظر میں اپنی خارجہ پالیسی مرتب کرتی ہیں۔ کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی جامد اور استوار نہیں رہ سکتی، بلکہ ہمیشہ لچکدار ہوتی ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ بین الاقوامی تعلقات میں کوئی ملک نہ تو دائمی دشمن ہوتا ہے اور نہ ہی ابدی دوست۔" (۸۹)

عصر حاضر میں خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد کے تناظر میں بین الممالک تعلقات نے ایک نیا موڑ لیا ہے، جس کے نتیجے میں ممالک کی خارجہ پالیسی کے اغراض و مقاصد کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ خارجہ تعلقات میں صرف اپنے ملک کے مفادات و تحفظ کا خیال رکھا جائے۔ اسی وجہ سے ہر ملک خارجہ تعلقات کے ذریعے ملک اور قوم کے مفادات کا تعین کرتا ہے۔ قومی اور ثقافتی میدان میں دنیا کے نقشے پر موجود اقوام عالم اور ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات وضع کرتا ہے اور اس طرزِ عمل کو سیاست کی زبان میں خارجہ پالیسی کا نام دیا جاتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ خارجہ تعلقات کے اغراض و مقاصد کے تعین میں ممالک واقوام کے ساتھ ساتھ افراد معاشرہ کو بحیثیت انسان کے ایک اہم حصہ قرار دیا جائے اور اقوام کے فلاح و بہبود کے ساتھ افراد معاشرہ کے فلاح و بہبود کے لیے بھی اپنے وسائل اور قوت کو صرف کیا جائے، تاکہ دنیا اپنے اصل آغاز کی طرف بڑھ سکیں۔ جس میں اقوام کی ترقی کے ساتھ پوری انسانیت کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے اور دنیا سے غربت، بھوک وافلاس، جنگ وجدال، امن ونفرت، تفرقہ بازی کے موجودہ نقوش مٹ کر ایک پاکیزہ اور صالح معاشرہ کا قیام وجود میں آسکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کلام

باہمی تعلقات کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، آپس کے میل جول و تعلقات ناگزیر ہیں، کیوں کہ انسان ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتا، جب انسان فرد سے افراد، اور افراد سے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے تو اس کو اپنی بقاء اور سالمیت کے لیے داخلی و خارجی تعلقات استوار کرنے پڑتے ہیں اور ان تعلقات کو استوار کرنے میں ہر ایک اپنے مفادات کی حفاظت کرتا ہے، بالکل اسی طرح ریاستیں بھی اپنے مفادات کا تحفظ کرتی ہیں۔ زیر عنوان موضوع خارجہ پالیسی کے مقاصد ہیں۔

فصل اول میں خارجہ پالیسی کا آغاز وارتقاء سے بحث کی گئی ہے کہ لوگوں نے باہم تعلقات کس طرح شروع کیے؟ کیسے ان کو خیال آیا کہ وہ اپنے مسائل کو بات چیت کے ذریعے حل کریں؟ انسانی معاشرہ کا آغاز کب ہوا؟ ان کے اندر نظریہ اجتماع کیسے پیدا ہوا؟ اور اس نظریے سے ریاست کس طرح وجود میں آئی؟ پھر اسلامی ریاست کیسی ہونی چاہیے؟ کیوں کہ زمین پر نظام الٰہی کا بنیادی خیال موجود ہے، اس لیے تنظیم انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور اسی زمین پر وہ حکومت الٰہیہ قائم کر سکتا ہے۔

فصل دوم میں خارجہ پالیسی کی لفظی تحقیق ہے اور اس کے مفہوم کو مختلف تحقیق کار کی آراء کی روشنی میں لکھا ہے۔ اس کے بعد تیسری فصل میں خارجہ پالیسی کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی بھی ملک اندرونی طور پر مستحکم و پرامن ہوگا تو بیرونی دنیا میں بھی اس کا وقار بلند ہوگا۔ جب کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی کو تشکیل دیا جاتا ہے تو اس کا ماحول و جغرافیہ بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔

فصل سوم میں خارجہ پالیسی کی ضرورت و اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ کسی بھی ملک کو اپنی بقاوسلامتی اور بہتر تعلقات کے حصول کے لیے برادرانہ تعلقات استوار کرنے پڑتے ہیں، کیونکہ کوئی بھی ملک تنہا نہیں رہ سکتا، اس کو لامحالہ بین الاقوامی طور پر دیگر ترقی پذیر و ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کی ضرورت رہتی ہے، جس کے لیے وہ برادرانہ خارجہ پالیسی بناتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم میں خارجہ پالیسی کے اغراض ومقاصد سے بحث کی گئی ہے کہ ہر ملک اپنے مفادات کے حصول کے لیے خارجہ پالیسی بناتی ہے اور اس سے وہ اپنے مقاصد کو حاصل کرتی ہے، اس میں لفظ مقصد کی تحقیق کرتے ہوئے ان مقاصد کو مرحلہ وار بیان کیا گیا ہے اور موجودہ اہم ممالک امریکہ، چین، روس، برطانیہ اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد کو لکھا ہے کہ ان کی پالیسی کی بنیاد کیا ہے۔

حوالہ جات..... باب اول

(۱) القرآن ۷۶:۱

(۲) القرآن ۷:۰۱۷

(۳) البدایہ والنہایہ، ابن کثیر الدمشقی، مصر، مطبعۃ السعادہ، ۱۳۵۱ھ، ج ۱، ص ۷۱

(۴) القرآن ۷:۱۸۹

(۵) محمد شفیع عثمانی، مفتی، معارف القرآن: ج ۴، ص ۱۴۸، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۷۱ء

(۶) راشد علی، سید، تعارف سیاسیات، ص ۳۵، رہبر پبلشرز، کراچی

(۷) فارابی، ابونصر، کتاب السیاسۃ المدینہ، ص ۶۹، المطبعۃ الکاثولیہ، بیروت، ۱۹۶۴ء

(۸) امام غزالی، احیاء العلوم، باب العلم، ج ۱، ص ۲۶، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س، ن،

(۹) پروفیسر شہروانی، مبادیات سیاست، باب سوم، ص ۳۰،

(۱۰) ابن خلدون، عبدالرحمن، مقدمہ ابن خلدون، مترجم، حسن خان یوسفی، ص ۷۳، نور محمد اصح المطابع، کراچی، س، ن

(۱۱) نقوش، رسول نمبر، نثار احمد، ڈاکٹر، عہد نبوی میں ریاست کا نشو وارتقاء،، ج ۵، ص ۱۴، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۳ء

(۱۲) احسان اللہ، چوہدری، اسلامی سیاسی افکار اور ادارے، ص ۷۳، غضنفر اکیڈمی، پاکستان، ۱۹۹۵ء

(۱۳) لوئیس معلوف، المنجد، ص ۳۹۵، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۶۰ء

(۱۴) خالد بشیر، جدید شہریت، حصہ اول، ص ۷۰، جدید بک ڈپو، لاہور،

(۱۵) محمد عبدالرشید، اسلامی ریاست وحکومت، ص ۲۳۷، علمی کتاب گھر، کراچی، ۱۹۷۳ء

(۱۶) Stephen D.tansey,Politics The Basics.London and newyork,pag.52

(۱۷) محمد حمید راجہ، پروفیسر، بین الاقوامی معاشی تعلقات، عبداللہ برادرز اولپک پلازہ، لاہور،

(۱۸) الوھبۃ الزحیلی، دکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ سن 2000ء ص ۶۳۱۷، ج ۸،

(۱۹) ابوعبید، عارف خلیل، ڈاکٹر، العلاقات الخارجیہ فی دولۃ الخلافۃ، ص ۴۴، دار ارقم، کویت، ۱۹۸۰ء

(۲۰) محمد عبدالرشید، اسلامی ریاست وحکومت، ص ۲۴۲، بحوالہ بالا

(۲۱) قریشی محمد صدیق، پروفیسر، رسول اللہ ﷺ کی سیاست خارجہ، ص ۲۰، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۸ء

(۲۲) خورشید، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، ص ۲۵۷، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۶۳ء

(۲۳) وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر، العلاقات دولیۃ فی الاسلام مقارنۃ بالقانون الدولی، ص 125، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۱ء

(۲۴) القرآن ۴۹:۱۰

(۲۵) روزنامہ جنگ، انور غازی، کارزار، کراچی، ۲۲ جنوری ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۶) مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات، حصہ اول، ص، ۵۵۰، فیروز سنز، کراچی، س، ن
(۲۷) صدیقی، اسحاق، اسلام کا سیاسی نظام، ص، ۸۹، مجلس دعوت و تحقیق اسلامی، کراچی، ۱۹۸۱ء
(۲۸) غلام پرویز، تبویب القرآن، "حکومت"، ج ۲، ص ۶۶۷، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، ۱۹۷۷ء
(۲۹) اصفہانی، حسین بن محمد، امام راغب، مفردات القرآن، لفظ "حکم" ص ۱۲۵، ۱۲۶، اصح المطابع، کراچی، ۱۹۶۱ء
(۳۰) القرآن: ۲: ۱۳۴
(۳۱) القرآن: ۲۴: ۵۵
(۳۲) القرآن: ۶: ۱۶۵
(۳۳) ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، اصح المطابع، کراچی، س، ن، ص ۲۱۹
(۳۴) صدیقی، اسحاق، مولانا، اسلام کا سیاسی نظام، ص، ۸۹، بحوالہ بالا
(۳۵) غلام پرویز، تبویب القرآن، ج ۲، ص ۶۶۷، بحوالہ بالا
(۳۶) محمد حمید اللہ جمیل، پروفیسر، ڈپلومیسی، ص، ۹۵، اولمپک پلازہ الکریم مارکیٹ، لاہور
(۳۷) الکھیر ی، سعید عبداللہ حارب، العلاقۃ خارجیۃ للدولۃ الاسلامیہ، ص، ۳۲۴، موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۹۵ء
(۳۸) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ص، ۱۳۱، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد،
(۳۹) المنجد، لویس معلوف، ص، ۳۱۳، بحوالہ بالا
(۴۰) افریقی، ابن منظور، لسان العرب، ج ۲، ص، ۱۱۲۵، دار المعارف، قاہرہ، س، ن
(۴۱) قاسمی، مولانا، وحید الزمان، القاموس الوحید، ص، ۴۲۱، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۱ء
(۴۲)Papuler oxpford practical Dictionary Oriental Book Society.Lahor pg.245
(۴۳)Oxford Advanced Learner's dictionary,sixth edition ,sally wehmeier,pag.526
(۴۴)kitabistan's composite dictionary.Bashir A Qureshi.Urdu bazar lahor,1994.
(۴۵) Same.pg.509
(۴۶)oxford advanced learner 's Dictionary ,Sally Wehmeier,page 1016
(۴۷)hhttp://Random hous websters" college Dictionary.com
(۴۸) اعظام اکرام، پاکستان جیو پولیٹیکل اینڈ سٹریجک کمپلشن، ص، ۲۶۳، پروگریسو، لاہور ۱۹۹۰ء
(۴۹) الکھیر ی، سعید عبداللہ حارب، العلاقاتِ الخارجیہ لدولۃ الاسلامیہ، ص، ۲۴، بحوالہ بالا
(۵۰)Francel Joseph prof The making of Foreign policy ,Londen ,1963
(۵۱) محمد آصف ملک، انجم تمکین، پاکستان کی خارجہ پالیسی، ص، ۱۸ تا ۱۹، ایمپوریم پبلشرز، لاہور
(۵۲) زاہد حسین، پاکستان کی خارجہ پالیسی، ص ۱۵، انجم نیو پبلس اردو بازار، لاہور
(۵۳) الیاس جوزف، پاکستان کی خارجہ پالیسی، ص، ۳، غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی
(۵۴)shaikh Khalidmehmood .prof. Foreign policy of pakistan .Emporium ,Lahor .2004 .p-21
(۵۵)safdar mahmood ,political study of pakistan Lahore ,Ashraf press ,1972 ,P . 179
(۵۶)The dynamics of Intrnational Politics by Padeford and uncoln.,P-195
(۵۷)http://amerrizwan.blogspot.com/2009/08/introduction-to-foreign-policy.html

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۵۸)فضل کریم شیخ، پاکستان کی خارجہ پالیسی، ص۱۴، ۱۵، نیو بک پیلس اردو بازار، لاہور
(۵۹)احمد شجاع پاشا، پاکستان کی خارجہ پالیسی، ص ۴۷، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور
(۶۰)shikh.khalid Mehmood,Foregn policy of pakistan.p-2
(۶۱)As.above.pag.2
(۶۲)As.above.p-40
(۶۳)قریشی محمد صدیق، پروفیسر، رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، ص۱۲، محولہ بالا
(۶۴)ہمایوں ادیب، پاکستان کی خارجہ پالیسی، ص ۲۶، ۲۷: عزیز پبلشرز، لاہور ۱۹۸۳ء
(۶۵)Francel Joseph prof. The making of Foreign policy ,London 1963,P-3
(۶۶)چوہدری، ڈاکٹر محمد اعظم، بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل، ص ۱۳۴، قمر کتاب گھر، کراچی، ۱۹۸۶ء
(۶۷)ایضاً
(۶۸)فیروز اللغات، مولوی فیروز الدین، حصہ سوم، ص ۴۴۳، محولہ بالا
(۶۹)Salahuddin,Dr ,Foreign policy of pakistan , karachi , comprehiesive Books.1996. P-1.
(۷۰)الطھیری، سعید عبداللہ بن حارب، العلاقات الخارجیہ للدولۃ الاسلامیہ، ص ۱۷، محولہ بالا
(۷۱)Morgenthau.j Hars:InDefence of National Interest.New yark 1951 p.242
(۷۲)ابن ہشام، عبدالمالک، السیرۃ النبویہ، ج ۳، ص ۵۱، مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶ء
(۷۳)shikh.khalid Mehmood,Foregn policy of pakistan,pag.40
(۷۴)Col.T.M.SYKES ,A History of persia,The MACMILLAN NEW YORK
(۷۵)ڈیوڈ کشمن کائل، امریکہ کا سیاسی نظام، ترجمہ: مولانا صلاح الدین احمد، ص ۲۷۳
(۷۶)بڑی طاقتوں کی خارجہ پالیسی، محمد عبداللہ صدیقی، ص ۲۶، نیو بک پیلس، لاہور
(۷۷)Foreign policy ,Dr syed Hussain Soherwardi,Distance Lerning project 2001, university Peshawar.
(۷۸)ریاستہائے متحدہ امریکہ خارجہ پالیسی، اینڈر یوایچ برڈنگ، ص ۷، باب الاسلام پرنٹنگ پریس، کراچی، ۱۹۶۷ء
(۷۹)بڑی طاقتوں کی خارجہ پالیسی، محمد عبداللہ صدیقی، ص ۲۷، محولہ بالا
(۸۰)ایضاً، ص ۸۶
(۸۱)Foreign policy ,Dr syed Hussain Soherwardi,Distance Lerning project uni Peshawar,2001
(۸۲)As.above.
(۸۳)Salahuddin Dr ,Foreign policy of pakistan.karachi,comprehiesive Books, 1998 , P-13
(۸۴)جاوید اقبال، ڈاکٹر، the legacy of Quaid-e-azam، ص ۲۶۹، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۶۷ء
(۸۵)پاکستان کی خارجہ پالیسی، محمد آصف ملک، تمکین انجم، ص ۴۰، ۴۱، محولہ بالا
(۸۶)قریشی، اختر علی، آئین پاکستان ۱۹۷۳ء، ص ۵۰، ۵۱، ندیم بک ہاؤس، لاہور،
(۸۷)پاکستان کی خارجہ پالیسی، محمد آصف ملک، تمکین انجم، ص ۱۹، ایم پوریم پبلشرز، لاہور
(۸۸)جمیل، محمد حمید اللہ، پروفیسر، ڈپلومیسی، ص ۹۵، محولہ بالا
(۸۹)بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل، ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری، ص ۱۳۱، محولہ بالا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

قبل از نبوت خارجہ تعلقات اور خارجہ پالیسی کے قرآنی اصول

یہ باب دو فصول پر مشتمل ہے

فصل اول

قبل از نبوت معروف ریاستوں کے سیاسی و خارجہ تعلقات

فصل دوم

خارجہ پالیسی کے بنیادی قرآنی اصول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

قبل از نبوت خارجہ تعلقات اور خارجہ پالیسی کے قرآنی اصول

تخلیق انسانیت سے لے کر آج تک انسان کی یہ فطرت رہی ہے کہ وہ دوسرے انسان کے بغیر نہیں رہ سکتا اور معاشرے کا وجود اور قیام اسی پر منحصر ہے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ انسان اس معاشرے میں کہیں معاشی طور پر کسی کا محتاج ہے تو کہیں وہ اپنے مال و اسباب میں اضافہ کے لیے دوسرے انسانوں کی مدد کا طلب گار رہے جو اس کے مالی اضافہ کا سبب بنتے ہیں۔ ایسے ہی کہیں کوئی انسان علم و فضل میں سرخرو ہوتا ہے جو معاشرے کے اعلیٰ مناصب کو اپنی فہم و فراست سے پالیتا ہے تو کہیں وہ اپنی کند ذہنی کی وجہ سے معاشرے کے پست افراد کے ساتھ رہنے پر مجبور جاتا ہے، یعنی ہر انسان کسی نہ کسی حیثیت میں دوسرے انسان کے ساتھ جڑا ہوتا ہے، اب وہ چاہے ذاتی حیثیت میں ہو یا اجتماعی معاشی ہو یا معاشرتی۔

یہ بات تو واضح ہے کہ تعلق کے بغیر انسانی معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا، قوموں اور ممالک کے درمیان تعلقات ہمیشہ سے رہے ہیں، اگر چہ ان کی نوعیت مختلف ہو، لیکن تعلقات کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ دنیا کے تمام افراد، اقوام، ممالک کے مابین ''بین الاقوامی تعلقات'' کی ایک ایسی کڑی بنا دی ہے جس سے ہر فرد، قوم، معاشرہ، ایک دوسرے کے ساتھ روابط رکھنے پر مجبور ہیں، کیوں کہ ہر ایک کے مفادات ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور کرۂ ارض کی تخلیق یقیناً اسی فلسفے کو مدنظر رکھ کر رکھی گئی ہوگی۔

ہمارے سامنے موجود رقبہ زمین کا کوئی حصہ بحر پر مشتمل ہے یا تری پر، کہیں وسیع صحرا ہیں اور کہیں زرخیز زمین، جس کی وجہ سے انسان کو بنیادی ضرورت، خوراک اور اس جیسی دیگر چیزوں کی جو زمین سے کاشتکاری کے ذریعے پیدا کی جاتی ہیں، ایک ایسی قوم کو جو زیادہ تر صحرائی علاقوں میں آباد ہوتے ہیں، ان کو زرخیز زمین پر حکومت یا اختیار رکھنے والے قوموں اور حکومتوں کے ساتھ تعلقات رکھنے کی ضرورت رہتی ہے اور اس جیسے نوعیت کے تعلق کو معاشی تعلق کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی اقوام کی تہذیب و ثقافت ایک قوم کو دوسری قوم کے قریب لانے میں کردار ادا کرتی ہے، جو مختلف حیثیتوں سے ہوتا ہوا سیاسی و خارجہ تعلقات میں بدل جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھٹی اور ساتویں صدی کی دنیا آج سے بہت کم تھی۔ نہ امریکہ کے دونوں بڑے برّاعظم دریافت ہوئے تھے اور نہ لوگ آسٹریلیا سے واقف تھے۔ افریقہ کے بڑے حصے پر تاریکی کا تسلط تھا اور ایشیاء اور یورپ کے انتہائی شمالی علاقے بھی انسانی دسترس سے باہر تھے۔ البتہ عرب، چین، ہندوستان، وسط ایشیاء ایران عراق، شام، مصر، مغرب اقصیٰ، حبشہ، نیز جنوبی یورپ کے کچھ ممالک مثلاً یونان، اطالیہ، فرانس، اسپین اور وسطی وشمالی یورپ کے چند علاقے ایسے ضرور تھے جہاں آفتاب تمدن ضوفگن تھا۔

مندرجہ بالا تمہید کے بعد مقالہ ہذا کا باب دوم دو فصول پر مشتمل ہیں۔

فصل اول: اس فصل میں قبل از نبوت معروف ممالک کے تعلقات پر بحث ہوگی کہ قبل از نبوت ممالک اقوام تعلقات کی کیفیت بالخصوص خارجہ تعلقات کس نوعیت کی رہی ہے۔

فصل دوم: اس فصل میں رسول اللہ ﷺ کو بین الممالک والاقوام خارجہ تعلقات قائم کرنے لیے اسلامی اصولوں دیئے گئے، تاکہ آپ ﷺ ان اصولوں کے تحت دنیا میں موجود اقوام وممالک کے درمیان تعلقات قائم کرسکیں۔

قبل از نبوت کون کون سے معروف ممالک قائم تھے، ان کی معاشرتی اور سیاسی حالات، تعلقات کی نوعیت اور کن کن ممالک کے درمیان خارجہ تعلقات قائم رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

قبل از نبوت معروف ریاستوں کے سیاسی وخارجہ تعلقات

قبل از نبوت ممالک اور اقوام کے درمیان سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی تعلقات کیسے رہے ہیں اور انہوں نے تعلقات کے قیام اور اس میں وسعت کیسے پیدا کی؟ آیا ان کے تعلقات کامیاب بھی رہے یا ناکام رہے؟ تعلقات کی بنیاد کن اصولوں پر قائم رہی اور ان کے تعلقات کی نوعیت کیا ہوتی تھی؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا سمجھنا ضروری ہے، ورنہ ان کے بغیر سیاسی خارجہ تعلقات کی نوعیت کو سمجھنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

خارجہ تعلقات کی بنیادیں

جب بین الاقوامی تعلقات کی بات کی جاتی ہے تو یاد رہے کہ بین الاقوامی تعلقات کی بنیادیں ہر دور میں مختلف رہی ہیں۔ کہیں ممالک واقوام میں تعلقات عقیدہ کی بنیاد پر پروان چڑھے تو کہیں تہذیب وتمدن کی بنیاد پر تعلقات قائم ہوئے، کہیں عمرانیات نے تعلقات کے لیے راہیں ہموار کی ہیں اور کہیں زبان کی بنیاد تعلقات استوار ہوئے ہیں۔ قدیم زمانے میں تعلقات چاہے کسی بنیاد پر قائم ہوئے ہوں، یہ بات واضح ہے کہ ''اس دور میں دنیا کی حکومتوں کے باہم روابط ہمارے دور کی طرح گہرے نہ تھے۔''(۱) لیکن آپس میں تعلقات ضرور رہے۔

جب ہم روم اور ہندوستان کی خارجہ تعلقات کی بحث پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان خارجہ تعلقات میں تجارت نے سب سے اہم کردار ادا کیا ہے اور دونوں ملکوں کو آپس میں قریب کیا ہے، ایسے ہی جب تعلقات کے تناظر میں مذہب کی بات کی جاتی ہے تو مشرکین اور فارس کے درمیان عقیدہ مشترک تھا اور ان کے ساتھ اس بنیاد پر مکہ کے تعلقات استوار تھے، اور جب بات تمدن وثقافت کی جائے تو اس تناظر میں ہمیں رومیوں اور یونانیوں کے درمیان قدر مشترک نظر آتا ہے۔

لیکن تعلقات کی خرابی میں سب سے اہم کردار نظریہ کا رہا ہے، کیونکہ جب بھی دنیا میں چاہے وہ قدیم ہو یا جدید، تعلقات خراب ہوئے ہیں وہ محض نظریئے کی وجہ سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشہور مفسر القرآن سید قطب شہید جنگ کے اسباب وعلل نظریات کو سمجھتے ہیں، وہ لکھتے ہیں: ''ذہنی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

طور پر معرکہ کے اسباب وعلل جو بھی ہوں، اصل جنگ نظریات کی ہے"(۲)

قبل از نبوت بین الاقوامی دنیا پر ایک نظر

قبل از نبوت معروف ممالک کے حالات جاننے سے قبل اس وقت دنیا کی مسیحی حالت کو جاننا اور اس کا تجزیہ کرنا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے ۶۰۰ سال قبل دنیا میں ایک مذہب ظہور پذیر ہوا جو الہامی مذاہب میں سے دوسرا بڑا اہم مذہب ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تشریف لانے کے بعد دنیا میں آباد لوگوں کو دین مسیح قبول کرنے کی دعوت دی اور انہیں الہامی تعلیمات قبول کرنے کے لیے پکارا۔ اس وقت دنیا کے کئی خطوں پر اقوام ممالک کی صورت میں آباد تھے۔ ۲۲۳ء میں چین پر شہنشاہی اقتدار قائم تھا، رومی سلطنت بھی قائم تھی، لیکن ٹکڑوں میں بٹ چکی تھی جو آج موجودہ فرانس، ہسپانیہ اور انگلستان وغیرہ کی صورت میں ہے، اسی طرح ہندوستان پر کوشن خاندان کے زوال کے بعد گپتا خاندان کی سلطنت قائم ہوگئی اور یہ خاندان ۳۱۸ء سے لے کر ۶۰۰ء تک برسر اقتدار رہا۔ الغرض ممالک کی تقسیم اس وقت بھی موجود تھی، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہر طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا، ہر طرف جنگ وجدل نے انسانیت کو اندھیروں کی تنگ گلیوں میں پھینک دیا تھا۔ تہذیبوں پر جمود طاری تھا، ہر قوم، قبیلہ اپنے اپنے بقاء کی تدبیریں سوچ رہی تھی۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے بعد دنیا کی حالت پر اقوام عالم کے ایک مصنف نے بڑا جاندار تبصرہ کیا ہے، ان ہی کے چیدہ چیدہ اقتباسات کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

> "دنیا میں ہر طرف بدامنی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ یورپ میں روم اور قسطنطنیہ کے رومی اور بازنطینی قیصروں کے اقتدار کے زوال کے باعث قبائل گردی بہت ترقی کر رہی تھی، جس نے یورپ کے امن کو تباہ و برباد کر کے رکھا۔ ایران کی سلطنت میں ساسانی حکمرانوں کے جابرانہ طرز حکومت کے باعث عام لوگ تباہ حال ہو رہے تھے، شمالی میدان اعظم میں بحر الکاہل سے لے کر یورپ کے وسطی ممالک تک تاتاریوں کی وحشی قومیں نہ صرف ایک دوسری پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے برسرپیکار رہتی تھی، بلکہ ہندوستان، ایران اور یورپ کے ملکوں کو بھی اپنی لوٹ کھسوٹ کا تختہ مشق بنا رہی تھیں۔
>
> ولادت مسیح سے لے کر چھ سو سال تک کے دور کے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اس دور میں جابر و قاہر انسانوں کی جمعیتیں عام لوگوں کی تباہی و بربادی کا موجب بنتی رہیں۔ جن قوموں کو ہنوں اور وسط ایشیاء کی دوسری وحشی قوموں کے ہاتھوں تاراج ہونے کا سابقہ پڑا ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شہر برباد ہوگئے بستیاں اجڑ گئیں اور زمینیں بے آباد ہوگئیں، ایران کی سلطنت اگرچہ بیرونی حملوں سے محفوظ رہی، لیکن اس کے حکمرانوں کی بدنظمی اور عمالِ حکومت کے جبر کے باعث ایران کی رعایا بھی تباہ حالی کی زندگی بسر کر رہی تھی......

چین کا وسیع ملک بھی اس دور کے پیشتر حصے میں طوائف الملوکی کا شکار بنا رہا، ہندوستان کی کیفیت بھی اس سے بہتر نہ تھی، طرزِ حکومت قریب قریب ہر جگہ یکساں تھا جابر و قاہر اور مطلق العنان بادشاہ حکمرانی کرتے تھے، جن کی طاقت کا انحصار درباریوں عمال اور فوج کی ان جمعیتوں پر ہوتا تھا جن کو یہ بادشاہ ہر قسم کی رعایتیں دے کر اپنے تخت کے گرد جمع کر لیتے تھے اور انہیں رعایا کو لوٹنے کے وسیع اختیارات دے دیتے تھے اس کیفیت کے باعث جاگیرداری کا نظام ہر جگہ بدترین صورتوں میں جلوہ گر ہو رہا تھا۔ روم اور ایران کے بعض بادشاہوں نے اپنی اپنی سلطنت کے انتظام کو بہتر بنانے کی کوششیں کیں، لیکن عام طور حکمران طبقہ عام لوگوں کو اپنا ادنیٰ ترین غلام سمجھتا تھا اور ان کے واجبی حقوق کو پامال کرنے میں کسی قسم کے دریغ سے کام نہ لیتا تھا، غلاموں کی خرید و فروخت کا بازار اس دور میں خوب گرم ہوا اور آقا اپنے غلاموں سے جانوروں کا سا سلوک کرنے اور ان سے بیدردی سے کام لینے کو اپنا جائز حق سمجھتے تھے، سودی لین دین دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک عام وبا کی صورت میں پھیل چکا تھا، سونے چاندی کے سکے ہر جگہ چلنے لگتے تھے، عورتوں کو لونڈیاں بنا کر رکھنے اور انہیں بازاروں میں فروخت کرنے کا فیشن بھی بہت عام تھا۔ وحشی قومیں اور قبیلے اپنے دشمنوں کی عورتوں کو لونڈیاں بنا کر رکھنا اپنا جائز حق خیال کرتے تھے، لیکن ان کی اپنی عورتیں بہت آزاد تھیں اور مردوں سے واجبی عزت کراتی تھیں۔

اس دور میں یورپ، شمالی افریقہ اور مشرقِ ادنیٰ میں عیسائیت نے بہت ترقی کی۔ ان ملکوں کے آبادیوں نے بھاری تعداد میں دینِ مسیح قبول کر لیا جو مصر کے یونانی حکمرانوں کے معتقدات کے زیرِ اثر آ کر تثلیث پرستی کی صورت اختیار کر چکا تھا، عیسائیت کو پرجوش مبلغوں، راہبوں اور روحانی پیشواؤں کی کوششوں کے باعث بہت فروغ حاصل ہوا اور اس دین کے پیروؤں کے منظم سلسلے قائم ہوگئے جو کلیسا چرچ کہلائے، بعض کلیساؤں کے پیرو اپنے معبدوں میں حضرت مریم اور حضرت مسیح کے بت بھی رکھنے لگے اور تثلیث کے عقیدہ کے باعث عیسائیوں میں خدا، روح، حضرت مریم اور حضرت مسیح کی الوہیت کے متعلق بہت سی فلسفیانہ بحثیں پیدا ہونے لگیں۔ اس دور کے آخر میں روم کے قیصر عیسائیت کو اپنا سرکاری دین قرار دے چکے تھے اور اس کی ترویج و ترقی کے لیے بہت کوشش کرنے لگے تھے، دینِ مسیح

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی سرپرستی کے منصب کو یہ بادشاہ اپنی شاہی اثر واقتدار کے لیے بھی استعمال کرتے تھے، عیسائیوں میں ہم مذہب ہونے کے باعث ایک دوسرے سے ہمدردی کرنے کا احساس ترقی کر رہا تھا، اس طرح دنیا میں ایک نئی برادری قائم ہونے لگی، جس کی بنیاد نسل یا ملک کے بجائے مذہبی عقیدہ کی یکسانی پر قائم تھی، عیسائیت کے مبلغ عام لوگوں کو حلم، رافت، محبت اور بردباری سے زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتے تھے، یہودی مذہب یعنی دین موسیٰ کے پیرو دنیا کے تمام ملکوں میں منتشر ہوگئے تھے......

علمی اور فنی حیثیت سے اس دور میں انسان نے کسی جگہ بھی کوئی کارہائے اور نمایاں ترقی نہیں کی اور نہ کوئی نئی دریافت یا ایجاد حاصل کی جو اس دور کا طغرائے امتیاز بن سکتی۔ رومی قیصروں اور ایرانی شہنشاہوں کو صرف حکومت کرنے سے غرض تھی۔ چین کے لوگ اس دور میں بدامنی اور طوائف الملوکی کا شکار بنے رہے، اس دور کے آغاز میں اسکندری (مصر) کے یونانیوں اور مصریوں میں جو تھوڑی بہت علمی سرگرمیاں نظر آتی تھیں وہ مصر پر رومیوں کا اقتدار چھا جانے کے باعث ماند پڑگئیں، اسکندری کا کتب خانہ اور تجربہ گاہ بھی انہی انقلابات میں تباہ ہو کر رہ گئے، ہندوستان میں برہمن مت کے از سر نو زندہ ہونے کے باعث سنسکرت زبان نئے سرے سے زندہ ہوئی اور کالیداس ایسے ڈراما نویس اور شاعر پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں نے علم حساب اور علم نجوم کو ترقی دینے کے لیے بھی اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

علم طب کو عیسائی راہبوں اور ہندو یوگیوں کے باعث اس دور میں تھوڑی سی ترقی حاصل ہوئی، ان استثنائی کیفیات کے دنیا بھر میں جہالت عام تھی جسے دور کرنے اور تحریر کے فن کو ترقی دینے اور نئے نئے مقامات پر رائج یا روشناس کرنے کے لیے عیسائیت اور بدھ مت کے مبلغوں نے کوششیں جاری رکھیں، لیکن یہ کوشش صرف اس حد تک بار آور ہوئیں کہ بادشاہوں، جاگیرداروں اور امیروں کو اپنا حساب کتاب رکھنے اور خطوط لکھوانے کے لیے منشی، متصدی میسر آنے لگے۔'' (۳)

اس وقت کی بین الاقوامی دنیا کی حالت پر روشنی ڈالنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس وقت کرۂ ارض پر ممالک موجود تھے، لیکن ان کی سیاسی، سماجی و معاشرتی حالت کبھی عروج اور کبھی زوال سے ہمکنار رہیں۔ اس وقت مختلف ممالک کے درمیان مختلف عناصر کی وجہ سے تعلقات قائم رہے ہیں اور انہوں نے ان تعلقات کو برقرار رکھنے کے لیے خاطر خواہ کوششیں بھی کی ہیں۔ تو اب ان ہی ممالک کے آپس میں خارجہ تعلقات زیر بحث آئیں گے۔ سب سے پہلے قبل از نبوت ایک معروف ریاست ایران سے بحث کرتے ہیں۔ کہ ان کے دیگر اقوام سے تعلقات کی نوعیت قبل از

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبوت کیا تھی؟ اور اس کے ساتھ اس دور کے سیاسی، اقتصادی، تمدنی احوال پر بھی روشنی ڈالیں گے۔

مملکتِ ایران

قبل از نبوت عرب کے پڑوس ایک حکومت قائم تھی جس کا شمار اس وقت کے طاقت ور ترین ممالک میں ہوتا تھا۔ اگرچہ موجودہ دور میں وہ اس نام سے موسوم نہیں تھا، بلکہ کسی اور نام سے پہچانا جاتا تھا۔ ممالک کے درمیان تعلقات کے تناظر میں جب موجودہ قدیم ایران کا تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ایران کی سیاسی، تہذیبی، تمدنی، معاشی و معاشرتی اعتبار سے ابھی تک محققین نے کوئی ایسا جامع و مانع جائزہ پیش نہیں کیا ہے جس کو مدنظر رکھ کر ان کے احوال درج کیے جائیں۔ البتہ جو معلومات دستیاب ہوتی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس خطے میں منفی رویوں کو فروغ حاصل رہا ہے جو بادشاہوں کے حالات زندگی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ قبل اس کے ایران کے قدیم سیاسی تعلقات پر نظر کی جائے ایران کے قدیم پس منظر کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔

لفظ ایران کی قدیم تحقیق

قبل از نبوت ایران فارس کے نام سے مشہور تھا۔ اس سے قبل ایران کا ایک ''قدیم نام پرسس Persis یا پرشیا persia تھا۔''(۴) اس کے علاوہ ایران کا لفظ زردتشت کی مذہبی کتاب ''اوستا'' میں اے ران یا اے ریانہ ہے جو آریہ قوم کا سرسبز و شاداب ملک تھا۔''(۵)

ایران کا قدیم جغرافیہ

قبل از نبوت یعنی چھٹی صدی عیسوی میں ایران کا نقشہ وہ نہیں تھا جو اَب ہے۔ موجودہ دور کی آزاد مملکتیں اس وقت ایران کی زیر نگیں اور باج گزار تھیں: سلطنتِ ایران ''بلوچستان، کیچ، مکران، کرمان، غور، بامیان، ہندوکش، سیستان، زابلستان، خراسان، ماوراء النہر، رشت، اصفہان، مازندران، استرآباد، گرگان، فارس، لارستان، خوزستان، افغانستان، کابلستان، پنجاب، کردستان، شیروان، بابل، موصل اور دیار بکر پر مشتمل تھی۔''(٦)

ایرانیوں کی آمد

قبل از نبوت ایرانی قوم مختلف علاقوں میں آباد تھے، لیکن نویں صدی قبل مسیح میں ان کی ایک نسل آئی اور سرزمین ایران پر آباد ہوئے جو اس وقت زاغروس کے نام سے معروف تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نویں صدی قبل مسیح میں آریائی نسل کی ایک شاخ جنوبی روس سے چل کر مغربی ایران کے سلسلۂ کوہ زاغروس کے وسطی علاقہ میڈیا میں آباد ہوئی اور اسی جغرافیائی نسبت سے یہ لوگ "ماذ" کہلائے، اسی نسل کی ایک شاخ مشرقی ایران میں وارد ہوئی، یہ لوگ صوبہ کرمان سے ہوتے ہوئے پارس، (فارس) آئے اور پارسی کہلائے۔" (۷)

ایران مذہبی تناظر میں

قدیم ایران کے مذہبی عقائد کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں، کیونکہ ایران میں ایک خدا کا تصور مفقود تھا اور ہر ایک نے اپنی سوچ کے مطابق اپنے لیے خدا کا تصور قائم کیا تھا۔ قبل از نبوت اہل ایران کے عقائد کے بارے میں علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں کہ:

"ایرانیوں کے مذہب کو مشدائیت یا مجوسیت کہا جاتا ہے، مجوسیت سے پہلے صابئیت یا ستارہ پرستی کا رواج تھا جو بابلیوں کا مذہب تھا، ملکی روایت یہ تھی کہ اژدہاک (عربی کا ضحاک) کے عہد میں ستارہ پرستی کا آغاز ہوا، صابئی سات سیاروں کی مورتیاں بنا کر اپنے معبدوں میں رکھتے تھے، آفتاب یا نیر اعظم خداوند خدا تھا۔ ہر معبود کے پجاری جداگانہ تھے۔ ایک سیارے کا پرستار دوسرے کے معبد میں جانے کا مجاز نہ تھا۔ معبد کو پیکرستان شیداں کہتے تھے جو کیوان، ہرمز، بہرام، آفتاب، ناہید، تیر اور چاند کی عبادت کے لیے تعمیر کیے گئے تھے، ہر سیارے کی مورتی دھات کی بنائی جاتی تھی اور ہر ایک کی شکل وصورت، لباس، رنگ روپ اور خواص جداگانہ تھے، ناہید (زہرہ، حسن وعشق کی دیوی) کا معبد عورتوں کے لیے مخصوص تھا، ہر معبد کے نام کے ساتھ لفظ شت بولا جاتا تھا جیسے نام کے ساتھ حضرت یا ہندو شری بولتے ہیں، ہندی آریائی قبائل کے جدا ہونے سے پہلے ایران کے آریاؤں کے دیوتا کے دو گروہوں میں منقسم تھے۔ دیوا (بہ معنی رخشندہ) اور اہوار (آقا یا مالک سنکرت کے اسر) جدا ہونے کے بعد دیو ایران میں عفریت بن گئے اور وید میں عفریتوں کو اُسر کہنے لگے۔ اس ابتدائی دور میں آریا کھلے میدان میں آگ جلا کر اس کی تقدیس کرتے تھے۔" (۸)

اس کے بعد ایران میں زردشت مذہب رواج پذیر ہوا اور اس نے قدیم صابئیت کی اصلاح کی اور ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ جس کی وجہ سے ایران کے اونچے طبقات میں زرتشی مذہب رائج تھا۔ اسی وجہ اس مذہب کو زیادہ فروغ حاصل ہوا اور یہ ریاستی مذہب بن گیا، ایک معروف مفکرہ لیلیٰ احمد لکھتی ہے کہ:

"The paramount religion among the upper clases

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

was Zoroastrianism, a monotheistic religion perhaps dating as far back as the first millennium B.C.E .Duringb the Sasanian period Zoroastrianism grew in power and influence and eventually became the state religion."(9)

"اعلیٰ طبقوں میں زرتشتی مذہب سب سے بڑا مذہب تھا، یہ توحید پسند مذہب شاید حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہزار سالہ دور سے موجود تھا، ساسانی دور میں زرتشتی مذہب کو طاقت اور اثر کے لحاظ سے بہت فروغ حاصل ہوا اور واقعتاً یہ ریاستی مذہب بن گیا۔"

ایرانی طرزِ معاشرت

عہد نبوت سے قبل ایرانی طرزِ معاشرت بڑا زرخیز تھا، ایرانی عہد کے ساسانی بادشاہ خسرو پرویز کی عیش کوشی اور جاہ وجلال کے اظہار پر عوام کی کمائی انتہائی بے دردی سے خرچ کی جاتی تھی اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اس سے باز پرس کر سکے، سید علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں کہ:

"اس کے حرم میں بارہ ہزار منتخب پری چہرہ کنیزیں تھیں، جن کی گل سرسبد عیسائی کنیز شیریں تھی۔ خسرو شیریں اور شیریں فرہاد کے معاشقے فارسی شاعری کی تلمیحات بن چکے ہیں۔"(۱۰)

ایسے ہی انہوں نے عالیشان سر بفلک محل، اعلیٰ درجہ کے آبزن، نفیس حمام، نظر افروز پائیں باغ، سواری کے نمائشی جانور، خدمت کے لیے خوبصورت غلام اور حسین باندیاں اپنی زندگی کے لوازم بنا لیے اور مقصد حیات صرف یہ سمجھ لیا کہ صبح وشام عیش ونشاط کی محفلیں ہوں، بادشاہوں اور امیروں کی بڑی عیاشانہ زندگی رہی، لیلیٰ احمد ایک ایرانی بادشاہ کے طرزِ معاشرت کو واضح کرتی ہیں، وہ لکھتی ہیں کہ:

" Darius consisited of the kings mother and wife , each travelling in her own car and attendher own troop of women on horse back ; fifteen carriages carrying the king's children ,their nurses,and a crowd of eunuchs; and more carriages carrying darius's 365 concubines. (By this time the custom of seluding women wasin place :the carriagescarrying them were closed."(11)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"داریوس کا حرم بادشاہ کی ماں اور بیوی پر مشتمل تھا جو اپنے رتھوں میں علیحدہ سفر کرتی تھیں اور ان کے ساتھ گھڑ سوار عورتوں کے دستے ہوتے تھے، پندرہ گاڑیاں بادشاہ کی اولاد ان کی آیاؤں اور خواجہ سراؤں کی، اور داریوس کی ۳۶۵ داشتاؤں سے بھری ہوئی دوسری گاڑیاں تھیں۔"

اس صورت حال میں عوام الناس کی یہ حالت تھی کہ وہ اس ظلم کے معاشرے میں رہتے ہوئے صرف پیٹ پالنے کی فکر میں رہتے تھے اور اس امر کی توجہ نہیں دیتے تھے کہ مرنے کے بعد کی اخروی زندگی کیسی ہوگی؟ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ پورے معاشرے میں کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہوتا تھا کہ جو حصول معاش کی کشمکش یا عیش و عشرت کی دلفریبیوں سے نکل کر کائنات کی حقیقت اور اخلاقی سعادت کے بارے میں غور و فکر کر سکے۔ دوسری طرف اس وسیع سلطنت اور مال و اسباب کے ہوتے ہوئے اس آمرانہ ملوکیت کے باعث ایران کے حکمرانوں سے ایسی اخلاق سوز غلطیاں سرزد ہوئی جنہیں پڑھ کر شرافت آج بھی سر جھکا لیتی ہے۔

ایران کے سیاسی حالات

جب ایران کے سیاسی حالات کا جائزہ لیتے ہیں، تو ایران کے سیاسی حالات پر مؤرخین نے کتب تاریخ میں کافی مواد جمع کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارس کی تاریخ قدامت تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بہت قدیم و طویل ہے، کیونکہ روم کی طرح فارس میں بھی شخصی، موروثی اور مطلق العنان بادشاہت تھی، اور یہی ایرانی نظام فکر و سیاست میں محور کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ "اس بات کے مدعی تھے کہ ان کی رگوں میں خدائی خون ہے اہل ایران بھی انہیں اسی نظر سے دیکھتے تھے کہ گویا کہ وہ خدا ہیں۔ ان کا اعتقاد تھا کہ ان سلاطین کی فطرت میں ایک مقدس آسمانی چیز موجود ہے، چنانچہ یہ لوگ ان کے آگے سر بسجود ہوتے، ان کی الوہیت کے ترانے گاتے تھے اور انہیں قانون، تنقید سے، بلکہ بشریت سے بالاتر تصور کرتے تھے۔" (۱۲)

ایران کی سیاسی تاریخ آٹھ ادوار پر تقسیم ہے، مگر ہم ان میں سے ان کے تین عہد جن کا شمار ایران کے روشن عہدوں میں ہوتا ہے، اس کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) ہخامنشی عہد۔ (۲) اشکانی عہد۔

(۳) ساسانی عہد۔

ایران کے مندرجہ بالا روشن ادوار میں سے ساسانی عہد نبوت سے قریب تھا، اس لیے اس عہد پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساسانی عہد حکومت

ایران میں قائم ساسانی عہد حکومت ایران کا زریں دور رہا ہے۔ ساسانی عہد حکومت میں ایک پاپک نامی شخص ریاست کا حکمران تھا اور اصطخر میں قیام پذیر تھا اس کا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ ساسان جو ایک چرواہا تھا، اس سے پاپک نے ایک خواب کی وجہ سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی جس کے بطن سے اردشیر پیدا ہوا، جس نے ایران میں عہد ساسان کی بنیاد رکھی۔ اس خاندان کے اہم بادشاہوں کے نام یہ ہیں: شاپور اول (۲۴۰ تا ۲۷۲) جس نے ۲۵۸ میں ایشیائے کوچک پر چڑھائی کر کے انطاکیہ کو فتح کیا اور قیصر ولیرین (Velirien) کو ہزاروں یونانیوں سمیت گرفتار کر لیا۔ شاپور اعظم (۳۰۹ تا ۳۷۹) بہرام گور، (۴۲۰ تا ۴۴۰) قباد (۴۸۷ تا ۵۳۱) جو مزدک کے عقائد سے متاثر ہوا، نوشیروان عادل (۵۳۱ تا ۵۷۹) خسرو پرویز (۵۹۰ تا ۶۲۸) جسے نبی کریم ﷺ نے نامہ مبارک ارسال فرما کر دعوت اسلام دی اور یزدگرد سوم (۶۳۴ تا ۶۵۲) جسے عربوں نے پے در پے شکست دے کر ساسانی عہد خاتمہ کیا۔

عہدِ ساسان کی سیاسی و خارجہ پالیسی

ساسانی عہد حکومت کا ایک اہم شخص اردشیر بادشاہ بننے سے قبل ایک ذیلی ریاست کا وارث تھا جو اردوان کے ماتحت تھی۔ اس نے ہمت کر کے کرمان پہ قبضہ کیا اور بعد میں پارتھیا کی بادشاہت کا خاتمہ کر کے ساسانی شہنشاہیت کی بنیاد رکھی، پھر آہستہ آہستہ اس نے تمام ایران پہ قبضہ کر لیا۔ ''اس نئی سلطنت کے بانی اردشیر بابکان کی اولوالعزمانہ امنگیں کہاں تک پوری ہوئیں۔ یہ ایران کی تاریخ کی ایک چیستان ہے۔ ایران کی سیاسی آزادی، یعنی اس کی قومی زندگی تو بحال ہو گئی، لیکن معاشرتی اور مذہبی زندگی اس حد تک زوال پذیر ہو چکی تھی کہ اس کا احیاء حکمرانوں کے بس میں نہ تھا۔'' (۱۳)

سیاسی طور ساسانی بادشاہوں میں سے ایک زیرک سیاستدان تھا۔ اردشیر جب فتوحات سے فارغ ہوا، اس کے فوراً بعد اردشیر نے تخت نشینی اور تاج پوشی کا عظیم الشان جشن منایا اور اس روز اس نے اپنی رعایا کے سامنے اپنی حکومت کا منشور پیش کیا۔ اردشیر کے منشور کو علامہ مسعودی نے مروج الذہب میں یوں نقل کیا ہے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَصَّنَا بِنِعَمِهٖ وَشَمَلَنَا بِفَوَائِدِهٖ وَ مَهَّدَ لَنَا الْبِلَادَ وَقَادَ اِلٰی طَاعَتِنَا الْعِبَادَ. نَحْمَدُهٗ حَمْدَ مَنْ عَرَفَ فَضْلَ مَا اَعْطَاهُ وَنَشْكُرُهٗ شُكْرَ الدَّارِیْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بِمَا مَنَحَهُ وَاصْطَفَاهُ أَلَا وَإِنَّا سَاعُونَ فِي إِقَامَةِ الْعَدْلِ وَإِدْرَارِ الْفَضْلِ وَتَشْيِيدِ الْمَآثِرِ وَعِمَارَةِ الْبِلَادِ . وَالرَّأْفَةِ بِالْعِبَادِ وَرَمِّ أَقْطَارِ الْمَمْلَكَةِ وَرَدِّ مَا تَخَرَّمَ فِي سَائِرِ الْأَيَّامِ مِنْهَا . فَلْيَسْكُنْ طَائِرُكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنِّي أَعُمُّ بِالْعَدْلِ الْقَوِيَّ وَالضَّعِيفَ وَالدَّنِيَّ وَالشَّرِيفَ وَاجْعَلِ الْعَدْلَ سُنَّةً مَحْمُودَةً وَشَرِيعَةً مَوْرُودَةً وَسَتَرَوْنَ فِي سِيرَتِنَا مَا تَحْمَدُونَنَا عَلَيْهِ وَتُصَدِّقُ أَفْعَالُنَا أَقْوَالَنَا . وَالسَّلَام." (۱۴)

"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنی نعمتوں کے ساتھ ہمیں مخصوص فرمایا اور اپنی مہربانیوں سے ہمیں گھیرے میں لے لیا اور ملکوں کو ہمارے لیے مسخر کر دیا، بندوں کو ہماری فرمانبرداری کی طرف رہنمائی کی ہم اس کی حمد کرتے ہیں اس شخص کی حمد کی طرح جس نے اس فضل کو پہنچانا جو اس پر اس نے کیا۔ اور ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں اس آدمی کی طرح جو ان عطیات کی قدر و منزلت کو پہنچانتا ہے جو اس پر کیے گئے ہیں۔ اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا ہے۔ خبردار! ہم عدل قائم کرنے میں، فضل و احسان کرنے میں، شاندار کارنامے انجام دینے میں، ملکوں کو آباد کرنے میں، بندوں کے ساتھ لطف و احسان کرنے میں اور مملکت کی حدود کو مستحکم بنانے میں اور جو کچھ گزشتہ دنوں میں برباد ہو چکا ہے، ان کو درست کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں گے۔ اے لوگو! تمہارے دل مطمئن ہونے چاہئیں، کیوں کہ میں ہر طاقتور اور کمزور، ہر فرو تر اور شریف، سب کے درمیان عدل کروں گا۔ اور ایسا گھاٹ بناؤں گا جس پر سب وارد ہوں گے، تم ہماری سیرت میں ایسی چیزیں دیکھو گے جن پر تم ہماری ثناء کرو گے، ہمارے افعال ہمارے اقوال کی تصدیق کریں گے، والسلام۔"

اردشیر کا یہ خطبہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے جس میں انہوں نے رعایا کے ساتھ زبردست طریقے سے انصاف قائم کرنے پر زور دیا ہے، کیونکہ جس بھی ریاست اور مملکت میں عدل وانصاف بلا کسی تفریق کے ریاست کے ہر شہری کو حاصل ہوگا تو ظاہر بات ہے وہ ریاست امن وامان کا گہوارہ بنے گا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اردشیر بہت زیرک، عادل، اپنی رعایا کے آرام کا طلبگار تھا۔ اس نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالنے کے ساتھ ساتھ ایرانی قوم کے اندر یہ شعور بھی پیدا کیا کہ دفاع کو کس طرح سے بہتر بنایا جائے اور کس طرح سے ملک میں انصاف قائم کیا جائے؟ اس کا ایک قول ہے جو زبان زد عوام ہے:

"There can be no power without an army ,no army

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

without money ,no money without agriculture & no agriculture without justice."(15)

''فوج کے بغیر کوئی طاقت نہیں ہو سکتی، پیسے کے بغیر فوج نہیں رکھی جا سکتی، زراعت کے بغیر پیسہ نہیں مل سکتا، انصاف کے بغیر زراعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔''

ساسانی عہد حکومت کے اپنے ہمسایہ دیگر ممالک کے ساتھ خارجہ تعلقات رہے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ ایران کے خارجہ تعلقات کے بارے میں رقم طراز ہے کہ:

''ساسانی سلطنت کے اپنے عرب ہمسایوں سے تعلقات ہمیشہ اہمیت کے حامل رہے ہیں، ایک طرف اگر ایرانیوں نے شمالی، مشرقی اور جنوبی عرب کے بعض علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی نو آبادیاں قائم کر لی تھیں تو دوسری طرف بہت سے عرب قبائل بھی ایرانی علاقوں دور تک گھسے بیٹھے اور برس ہا برس گزرنے کے بعد کم وبیش ان کی آبادی کا حصہ ہی بن گئے تھے۔''(۱۶)

الغرض ساسانی عہد حکومت میں ساسانیوں نے اپنی کامیاب حکمت عملی سے سیاسی کامیابیاں حاصل کی ہیں اور اس سیاسی کامیابیوں نے ان کے دیگر ممالک واقوام کے ساتھ تعلقات بنائے، جس نے ان کے خارجہ پالیسی کو کامیاب بنایا اور اس کامیاب خارجہ پالیسی کی وجہ سے وہ اپنے عوام کے نظروں میں مقبول رہے۔

مملکتِ یونان

قبل از نبوت ایران کے بعد دوسری بڑی سلطنت یونان تھی۔ مملکتِ یونان کرۂ ارض پر قدیم زمانے کے طاقت ورترین ممالک میں سے ایک اہم ملک ہے۔ یونان نے اپنی آمد کے ساتھ تہذیب وتمدن، تصور خدا، انسانی معاشرت، عیش وعشرت کے نئے انداز واطوار دنیا میں رائج کیے تھے۔ وراثتی اعتبار سے رومی جیسے طاقت ورممالک یونانیوں کے جانشین بنے، اس لیے ان کے سیاسی، سماجی، معاشرتی حالات کا جاننا بھی اہم اور ضروری ہیں۔

یونان کی جغرافیائی حالت

یونان کا خطہ بحر روم کے شمالی ساحل پہ واقع ہے، یونان مختلف پہاڑوں کے سلسلوں کا مجموعہ ہے جن کے درمیان وادیاں ہیں۔ جن میں کھیتی باڑی کی جا سکتی ہے۔ یونان ایک چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مشتمل تھا۔ یونان میں ایک متحدہ حکومت کا قیام اس لیے ناگزیر تھا، کیوں کہ دشوار گزار راستوں کی وجہ سے وہاں کا نظام مواصلات اور آمدورفت کے ذرائع بہت ناقص تھے، مگر اپنے داخلی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور خارجی معاملات میں کافی حد تک آزاد تھے۔ یونان کا جغرافیہ پس منظر اور نقشہ علی عباس جلالپوری نے یوں کھینچا ہے:

''یونان یورپ کے جنوب بحیرہ روم واقع ہے اس میں بحیرہ ایجین کے بے شمار چھوٹے چھوٹے جزیرے بھی شامل رہے ہیں۔ بحیرہ ایجین کے مغرب میں ترکیہ کا ملک ہے، قدیم زمانے میں یہاں فریگیاں، لیڈیا اور میسا والوں کی راج دھانیں تھیں، شاہ پرائم کا مشہور شہر ٹرائے میسیا میں تھا، یونان کے مغرب میں بحیرہ آلونین ہے جو آلونین قبیلے کے نام سے موسوم ہے۔ ملک یونان کا نام اسی قبیلہ کے نام پر رکھا گیا، شمال میں مقدونیہ کی راج دھانی تھی، جسے فلپ اور اس کے نامور بیٹے سکندر نے شہرت بخشی، جنوب میں جزیرہ کریٹ ہے جہاں کے ترقی یافتہ تمدن نے نووارد یونان کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔''(۱۷)

یونان کے معاشی حالات

یونان کے معاشی حالت کا جائزہ لینے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ یونان معاشی طور پر خوشحال نہ تھا، کیونکہ یونان کا زیادہ تر حصہ پہاڑیوں پر مشتمل تھا، اسی وجہ سے وہاں کسانوں کی تعداد بھی بہت کم تھی۔ البتہ جو کسان اپنی زمین پر زیتون کی کاشت کرتے ان میں اکثریت مفلوک الحال لوگوں کی تھی۔ جن کے پاس ٹکڑا زمین بہت کم ہوتا، وہ زیتون کی کاشت کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے تھے، جس کی بنا پر وہ دولتمند ہمسایوں سے قرض لینے پر مجبور ہو جاتے، لیکن جب وہ ادائیگی قرض سے مجبور ہو جاتے تو انہیں اپنا غلام بنا لیتے، برٹرینڈ رسل یونان کی زراعتی حیثیت یوں واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''یونان کی سرزمین پہاڑی اور زیادہ تر غیر زرخیز ہے، تاہم بعض زرخیز وادیاں ہیں جو مسلسل سمندر تک پہنچتی ہیں، لیکن درمیان میں پہاڑیوں کے باعث زمینی راستوں سے منسلک نہیں ہیں۔ ان وادیوں میں چھوٹی چھوٹی الگ الگ بستیاں ہو گئیں۔ یہ زراعت پر گزارہ کرتے ہیں یہ بستیاں کسی ایسے شہر کے اردگرد ہوتیں جو عموماً سمندر کے قریب ہوتا۔ ان حالات میں یہ فطری بات تھی کہ جب کسی بستی کی آبادی اپنے داخلی وسائل کی حد سے بڑھ جاتی اور جن کا زمین پر گزارہ کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ ملاح بن جاتے۔''(۱۸)

اسی طرح مرتضیٰ احمد خان اقوام عالم میں لکھتے ہیں کہ:

''یونانیوں کی تجارتی سرگرمیاں بہت تیز ہو رہی تھیں، کیونکہ یونان کی سرزمین کی پیداوار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گزارے کے لیے کفایت نہیں کرتی تھی، انہیں اپنے باغات کی پیداوار زیتون کا تیل اور انگوری شراب بیچنے کے لیے اور اپنے لیے غلہ، دھاتیں اور دیگر ضروریات حاصل کرنے کے لیے دوسرے ملکوں سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت تھی۔ ساحل شام کے فونیشی تاجر اس بحری تجارت میں یونانیوں کے حریف تھے اور ان کے بحری بیڑوں کے ساتھ یونانیوں کے بحری بیڑوں کے تصادم کی وارداتیں آئے دن ظہور پذیر ہوتی رہتی تھیں۔" (۱۵)

بہر حال یونان کی معاشی حالت نے دو نئے طبقے پیدا کر دیئے ایک تاجروں، جہاز کے مالکوں، بافندوں، کمہاروں اور لوہاروں کا تھا۔ دوسرا جہازوں پر قلیوں اور ملاحوں کا گروہ تھا۔ دونوں طبقے بڑے باہمت اور پر جوش تھے وہ اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ سیاسی اختیارات صرف امراء اور بڑے مالکان اراضی کے ہی ہاتھ میں رہیں۔

یونان کا سیاسی جائزہ

یونان میں بادشاہ جو کہ تمام سیاسی اختیارات کا مالک تھا اور مذہبی پیشوا مانا جاتا تھا وہ اپنے امراء کی مدد و مشوروں سے سیاست کی باگ دوڑ چلاتا تھا۔ یونان کے بادشاہوں کی خاصیت یہ تھی کہ وہ اور اس کی ملکہ عام لوگوں کی طرح کام کرتے تھے۔ اوڈیسوس نامی بادشاہ کو بھی اس بات پہ فخر تھا کہ وہ اپنے کھیتوں میں کام کرتا ہے۔ یونان وہ واحد ریاست ہے جس نے ہر فن، ہر نظم میں جدت پیش کی ہے۔ ایسے میں جب مملکت کی سیاسی نظم کی بات کی جاتی ہے تو یہ تصور بھی سیاسی طور پر یونان نے سب سے پہلے پیش کیا ہے، کیونکہ قدیم زمانہ میں جو جتنا اختیار کا مالک ہوا کرتا وہ اسی پر اپنے مملکت کی عمارت تعمیر کرتا تھا۔ یونان نے سب سے پہلے منتشر ریاستوں کو یکجا کیا اور ان پر تنظیم حکومت قائم کی، جنہوں نے منتشر سیاسی اداروں کی حیثیت سے کام کیا۔ علامہ بستانی یونان کی اس نئی تخلیق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"وكانت ثيوس احب ملوك اثينا إلى الشعب ويقال إنه هو الذي جعل الاثنتى عشرة فئة أو مدينة التى كانت اثينا منقسمة إليها تتحد معا وتكون يدا واحدة فى الأمور السياسية وأقام أساسا للقوانين والنظامات التى أصلحها سولون فيما بعد وكانت أكثر قبولا عند حزب الديمقراطين ومما خلد ذكرهُ فى القرنة التابعة الهيكل الجميل الذى بناه وسمى ثيسيوم باسمه ولايزال محفوظا إلى الآن بحالة أحسن من سائر أبنية المدينة." (۲۰)

"اور ان گھائیوں کے بادشاہوں میں سے ثیوس بہترین بادشاہ تھا جس کے بارے میں کہا جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس نے بارہ منتشر گروہوں اور شہروں کو آپس میں متحد کیا جس سے امور سیاسیہ ایک ہاتھ میں جمع ہو گئیں اور ان کے لیے بنیادی قوانین اور نظم وضع کی گئیں، جس کو بعد میں دیمقراطیوں اور اس کے قریب کے زمانے کے لوگوں نے قبول کیا، مملکت کی تنظیم اتنی خوبصورتی سے کی گئی تھی کہ وہ بادشاہ تیسیوم کے نام سے موسوم ہو گیا۔ اگرچہ ابھی وہ محفوظ نہیں رہا، لیکن اس کے وقت کے تمام مملکتوں کے نظموں میں سے بہترین نظم مملکت تھا۔"

سیاسی طور پر یونان کے جن شہروں کو زیادہ شہرت نصیب ہوئی ہے، ان میں اہم ترین شہر "ایتھنز کو سب سے زیادہ شہرت اور عظمت نصیب ہوئی، پریکلیز کے دو حکومت کو بجا طور پر یونان کی تاریخ کا دورِ زریں کہا جاتا ہے، اس زمانے میں فلسفہ، تمثیل نگاری، فن تعمیر اور سنگ تراشی معراج کمال کو جا پہنچی تھی، انگریز شاعر شیلے نے پریکلیز کی پیدائش اور سقراط کی موت کے درمیانی دور کو تاریخ عالم کا یادگار زمانہ کہا ہے۔" (۲۱)

یونان میں ایک مطلق العنان حکمران ہومر تھا۔ اس کے دور کے بعد امراء کے طبقے نے بادشاہوں کے اختیارات حاصل کر لیے بادشاہ یا تو ناپید ہو گئے یا برائے نام رہ گئے، اس لیے پرانی بادشاہی کی جگہ حکومت عدیدہ (OLIGARCHY) عالی گارچی نے لے لی تھی، یعنی چند افراد کا مجموعہ حکمران بن گیا تھا۔ ساتویں صدی میں عدیدی حکمرانوں کا تختہ الٹ دیا گیا اور زمام اختیار فردِ واحد کے ہاتھ میں آ گئی ان حکومتوں کو استبدادی حکومت کہا جانے لگا۔

یونان کی خارجہ پالیسی و تعلقات

۔ یونان کی دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات رہے ہیں، لیکن یونانی قوم بڑے فخریہ انداز میں آنے والے دیگر اقوام پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے تھے اور یہ فخر ان میں بے جا بھی نہ تھا، کیونکہ وہ اس دور کی متمدن قوم تھی، یونان میں سیاسی طور پر جمہوری طرز حکومت تھی کہ "عوام کی حکومت خود عوام ہی کے ذریعے "راست" ہوا کرتی تھی یعنی شہری عام اسمبلی کے لیے اپنے نمایندوں کا انتخاب نہیں کرتے تھے، جیسا کہ دور حاضرہ کی جمہوریتوں میں ہوا کرتا ہے، بلکہ ہر شہری یہ حق رکھتا تھا کہ خود اسمبلی میں شریک ہو کر اس کام میں حصہ لے، اس طرح یہ لوگ قوانین بنائے، عہدہ داروں اور مجسٹریٹوں کا انتخاب کرنے اور خارجی تعلقات کا تصفیہ کرنے میں مدد دیا کرتے تھے۔" (۲۲)

قبل از نبوت خارجی تعلقات کے تناظر میں جب عرب اور یونانیوں کے تعلقات کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ "یونانیوں اور عربوں میں صرف تاجرانہ تعلقات تھے، مصر چوتھی صدی (ق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

م) سے یونانیوں کے قبضہ میں تھا، اسکندریہ اس وقت تجارت کا مرکز تھا، اس زمانہ میں معدنیات اور لوبان وغیرہ خوشبودار چیزوں کی تجارت خاص عرب تاجروں کی ملکیت تھی۔'' (۲۳)

قدیم یونان کو مہذب بنانے اور مصر کے ساتھ آزادنہ خارجی تعلقات پر جان جی جیکسن نے اپنی کتاب انسان، خدا اور تہذیب میں انگلش مؤرخ ووڈریڈ کا ایک اقتباس نقل کر کے بہت اچھی طرح سے روشنی ڈالی ہے، لکھتے ہیں کہ:

''مصر پرانے وقتوں سے ہی یونانی زبان کی یونیورسٹی رہا تھا، روایت کے مطابق اور فیس اور ہومر (یونانی بادشاہ) بھی وہاں گئے...... اور اب ہر دانش ور یونانی اس ملک میں ضرور گیا، مصر جانے کو تعلیم کا ایک حصہ خیال کیا گیا، ہماری نظر میں مصر نہایت دلچسپ سرزمین ہے، لیکن بہر حال وہ عجائب گھر، آثار قدیمہ اور سوکھی ہڈیوں کی ایک وادی جیسا ہے، یونانیوں نے اسے جیتا جاگتا دیکھا...... وہ لیبرنتھ کی بھول بھلیوں میں گھومے پھرے، انہوں نے زرد ریت میں بیٹھے ہوئے دیو قامت ابوالہول کے اگلے پنجوں کے درمیان ایک معبد بنے دیکھے، وہ کارناک کے عظیم ہال میں گئے جو جنگل کی مانند ستونوں سے بھرا ہوا تھا...... کچھ لوگ تو تہذیب کی طرح ڈالنے اور یونانی ادب کی تیزی سی افزائش کو مصر اور یونان کے درمیان آزادنہ تجارتی تعلقات سے منسوب کرتے ہیں۔ یونان اپنا سارا کاغذ مصر سے منگواتا تھا اور کاغذ کے بغیر چند ایک ہی کتابیں لکھی جا سکتیں۔'' (۲۴)

یونانی چونکہ اپنے آپ کو دیگر اقوام سے برتر سمجھتے تھے اور تلوار کے زور پر حکمرانی کرنے کو پسند کرتے تھے، ان کے تعلقات کی بنیاد جنگیں اور فتوحات تھیں۔ اس دور میں متمدن دنیا کے بیشتر حصے رومی سلطنت کے زیر سایہ تھے، انہوں نے مفتوح اقوام کے ساتھ امن معاہدے بھی کیے جس سے زیادہ تر مفتوح اقوام پر فاتح قوم کی برتری نمایاں نظر آتی ہے۔

مملکت روم

یونان کا تعلق قبل مسیح سے تھا، اس لیے عہد نبوی سے قبل روم کے کیا حالات تھے اور اس کے اثرات باقی اقوام پر کتنے تھے، یہ ہم روم کے حالات سے جانتے ہیں۔ روم فارسی اور ترکی زبانوں میں بوزنطینی سلطنت کا نام، روم کے معنی ہیں بلاد الرّومان یا بوزنطیوں کی سرزمین۔ وسط ایشیاء میں روم کا لفظ سلطنت روما کے لیے بھی استعمال ہوتا گیا، لفظ روم زمانہ قدیم ہی سے قدیم یونانیوں کے لیے استعمال ہوتا تھا، روم کا مطلب عام طور پر ترکی بھی ہے۔ اس حوالے سے پیغمبرِ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسلام ﷺ کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

''عربی زبان نے لفظ ''روم'' محفوظ کر لیا تھا، لیکن صورت حال یہ تھی کہ رومی سلطنت آغازِ اسلام کے وقت پہلے ہی موجود نہیں تھی۔ جو کچھ بچا تھا وہ محض سلطنت کا مشرقی حصہ تھا، جسے بعد ازاں بازنطینی سلطنت کا نام دیا گیا، جب کہ مغربی صوبوں حتیٰ کہ دار الخلافہ روم پر بھی شمال کی جانب سے جرمن اور دوسرے حملہ آوروں نے قبضہ کر لیا تھا۔'' (۲۵)

روم جغرافیائی تناظر میں

روم کا محل وقوع بہت اہمیت کا حامل تھا، یہ شہر سات پہاڑیوں کے اس مقام پر آباد تھا جہاں دریائے ٹائبر پہ پل بنایا گیا تھا۔ دفاعی نقطۂ نظر سے بہت مستحکم تھا جس میں آسانی سے قلعہ بندیاں کی جا سکتی ہیں، جس کی وجہ سے کسی بھی حملہ آور فوج سے اس کی حفاظت باآسانی ہو جاتی تھی۔ اٹلی آب و ہوا اور زمین کے اعتبار سے بہت سے عمدہ خصائص اپنے اندر رکھتا ہے، اگرچہ اس کی زمین بڑی زرخیز ہے اور رقبہ بہت وسیع ہے۔

روم کے معاشرتی و معاشی حالات

روم کی آبادی دو طبقوں میں منقسم تھی اور ان دو طبقوں کے درمیان واضح فرق محسوس کیا جاتا تھا۔ ان میں سے ''ایک طبقہ بادشاہوں، شاہزادوں، اہل دربار، ان کے خاندان، عزیزوں اور ان کے متعلقین و وابستگان اور جاگیرداروں اور دولتمندوں کا تھا، یہ لوگ سدا بہار پھولوں کی سیج کی زندگی گزارتے، ان کے گھر کے لوگ اور بچے سونے چاندی سے کھیلتے اور دودھ اور گلاب میں نہاتے، یہ اپنے گھوڑوں کی نعلیں بھی جواہرات سے جڑتے اور در و دیوار کو بھی ریشم و کمخواب سے سجاتے تھے۔

دوسرا طبقہ کاشتکاروں، کاریگروں، اہلِ حرفہ اور چھوٹے تاجروں کا تھا، جن کی زندگی سراپا کلفت و مصیبت تھی، یہ زندگی کے بوجھ، ٹیکسوں اور زندانوں کے بار سے کچلے جا رہے تھے، ان کا جوڑ جوڑ اور بند بند مطالبات کے اندر جکڑا ہوا تھا، وہ اس جال کو توڑنے کی جس قدر کوشش کرتے اور جس قدر ہاتھ پاؤں مارتے وہ جال اور کس جاتا، اس کٹھن اور پر مصیبت زندگی پر دوسری مصیبت یہ تھی کہ وہ اونچے طبقہ کی بہت سی باتوں میں نقل اتارنے کی کوشش بھی کرتے جس سے اور زیادہ پریشان ہوتے، ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں ان کو وہ دقت اور پریشانی لاحق نہ ہوتی جو اس کی نقالی اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اونچے طبقہ کی ریس کرنے میں ان کو پیش آتی، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کی زندگی تلخ اور سراپا کوفت تھی، ان کا دماغ ہر وقت پریشان و پراگندہ رہتا اور ان کو حقیقی سکون اور اطمینان قلب کبھی میسر نہ آتا۔'' (۲۶)

رومی عوام کی معاشرتی حالت انتہائی خستہ حال تھی، لیکن شاہی خاندان اور حکومت کے افسران اور رؤساء کی عیش کوشی کی داستانیں پڑھ کر انسان ششدرر رہ جاتا ہے ان کے عالیشان محل، دیوان خانے، ناؤنوش کی مجلسیں، عیش وعشرت کے ساز وسامان کی انتہاء نہ تھی۔ ان کی عیش وعشرت کی برپا ایک مجلس کا نقشہ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ:

''میں نے دس باندیاں دیکھیں جن میں پانچ وہ جو روم کی بربط پر گا رہی تھیں اور پانچ وہ تھیں جو اہلِ حیرہ کی دھن میں گا رہی تھیں، جنہیں عرب سردار ایاس بن قبیصہ نے تحفہ بھیجا تھا، اس کے علاوہ عرب کے علاقہ مکہ وغیرہ سے بھی گویوں کی ٹولیاں جاتی تھیں۔ جبلہ جب شراب نوشی کے لیے بیٹھتا تو اس کے نیچے فرش پر قسم قسم کے پھول، چنبیلی، جوہی وغیرہ بچھا دیئے جاتے اور سونے کی طشتریوں میں مشک خالص لایا جاتا، اگر جاڑوں کا زمانہ ہوتا تو عود جلایا جاتا۔ اگر گرمیوں کا موسم ہوتا تو برف بچھائی جاتی اور اس کے ہم نشینوں کے لیے گرمیوں کا لباس آتا جس کو وہ اپنے اوپر ڈال لیتے۔ جاڑوں میں سمور، قیمتی کھالیں اور دوسرے گرم لباس حاضر کیے جاتے۔'' (۲۷)

رومیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ بہت سنگدل قوم تھی انسانیت کی وہ توہین کی جاتی تھی، جو موجودہ صورت حال میں شاید ممکن نہ ہی، لیکن مشکل ضرور معلوم ہوتا ہے۔ ایک مفکر رومیوں کے معاشرتی حالت کے بارے میں یوں رقم طراز ہے کہ:

''رومی بہت جابر قاہر اور سنگ دل لوگ تھے، اقتدار کی زمام کار ان کے ہاتھ میں تھی جن کی کونسل سلطنت کا انتظام کرتی تھی، جنگوں کے وقت ڈکٹیٹر مقرر کیے جاتے تھے، اس رسم نے مطلق العنانی کے رجحانات پیدا کیے، رومیوں کی تفریح کے لیے ایسے دنگل اور تماشے منعقد کیے جاتے تھے جن میں مسلح انسان خود نقاب اور زرہ بکتر پہن کر ایک دوسرے سے لڑتے تھے جب ایک پہلوان دوسرے کو گرا دیتا تو تماشائی اپنے ہاتھ کے انگوٹھے نیچے کی طرف کر دیتے تھے جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اسے قتل کر دو یا اس کا گلا گھونٹ دو، اس کے علاوہ نہتے انسانوں اور شیروں کو بھی آپس میں لڑایا جاتا تھا، ایسے تماشے دکھانے کے لیے باقاعدہ کمپنیاں بن گئیں تھیں جو لڑاکے پہلوانوں کو ملازم رکھتی تھیں، جنگی قیدی، مقہور غلام، مصیبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زدہ لوگ اور من چلے سرفروش ایسے تماشے دکھانے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے، یہ رومیوں کی تفریح تھی جوان کی سنگ دلی اور شقاوت قلبی پر دلیل ہے۔"(۲۸)

جب رومیوں نے شام کو فتح کر کے اپنی مملکت کا ایک صوبہ بنالیا تو انہوں رعایا پر بے تحاشا ٹیکس عائد کیے اور ٹیکس وصول کرنے کا اختیار ٹھیکداروں کے سپرد کیا، جس کا کچھ حصہ ریاست اور باقی ٹھیکداران وصول کر کے عیاشی کرتے اور اپنی مرضی کے ٹیکس لاگو کرتے، شامی رعایا کا حال کچھ اس طرح نظر آتا ہے:

"شامی رعایا پہ لازم تھا کہ وہ حکومت کا ٹیکس ادا کرے اور اپنی تمام پیداوار اور آمدنی کا دسواں حصہ اور راس المال کا ٹیکس داخل کرے۔ فی کس ایک رقم مقرر تھی جس کا ادا کرنا لازمی تھا، اس کے علاوہ رومی قوم کے کچھ دوسرے اہم ذرائع آمدنی تھے، مثلاً چونگی، کانیں، محاصل اس کے علاوہ جو قطعات گندم کی کاشت کے قابل ہوتے، اور چراگاہیں ٹھیکے پر اُٹھادی جاتیں، ان ٹھیکیداروں کو "عشارین" کہتے تھے یہ لوگ حکومت سے تحصیل وصول کے اختیارات خرید لیتے اور رعایا سے مطالبات وصول کرتے، ہر صوبہ میں ان ٹھیکیداروں کی متعدد کمپنیاں قائم تھیں، ہر کمپنی کے پاس کچھ منشی اور محصل ملازم تھے جو اپنے افسروں اور مالکوں کے انداز میں پیش کرتے اور جس قدر ان کو لینے کا حق تھا، اس سے زیادہ وصول کرتے، وہ لوگوں کو فراغت وراحت کے وسائل سے محروم کرتے اور اکثر ان کو غلاموں کی طرح فروخت بھی کر دیتے۔"(۲۹)

روم کے سیاسی حالات

ابتدا میں بیرونی حکمران جزیرہ نما اٹلی پر حکومت کرتے تھے، لیکن لاطینی قبیلے ان اجنبی حکمرانوں سے بہت نفرت کرتے تھے اور اس موقع کی تلاش میں تھے کہ وہ ان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں۔ چنانچہ ۵۰۹ (ق م) میں رومیوں نے آخری بیرونی بادشاہ مغرور ٹاکیون (TARQUIN THE PROUD) کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اس کو نکال باہر کیا اس وقت سے ان کی آزادی کا دور شروع ہوا۔

جب رومیوں نے اپنی خود حکومت قائم کیں تو جمہوریت کے ابتدائی ایام میں رومیوں کے لیے لازم تھا کہ وہ اپنے ملک کی دفاع کے لیے فوجی خدمات سرانجام دیں۔ رومہ کے جمہوری حکمرانوں نے فوج میں فولادی نظم ونسق برقرار رکھا۔ فوجی نظم ونسق کے علاوہ یہ اپنے افواج کی کامیابیوں کو انعام واکرام اور ناکامی پر وحشیانہ سزاؤں کے اہل ہوتے تھے۔ اس جمہوری حکومت کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترقی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے برطانیہ سے مصر تک ماریطانیہ سے آرمینیا تک اپنے ملک کا پرچم لہرایا تھا اور رومی باشندے اس بات پر فخر کرتے تھے کہ وہ عظیم مملکت روم کا حصہ ہیں۔

روم میں جمہوریت کا آغاز

ابتدائی رومی جمہوریت کی حکومت، حکومت عدیدہ تھی (OLIGARCHY) اولی گارچی) امراء کا ایک چھوٹا سا طبقہ تمام حکومتی کلیدی سرکاری عہدوں پر مسلط تھا۔ جب کہ عوامی نمائندوں کو امراء کی حکومت پسند نہ تھی اس کے لیے انہوں نے تحریک کا آغاز کیا اور اپنے مطالبات پیش کیے۔ جس کے نتیجے میں یہ مطالبات عوامی مصلحت کے پیش نظر منظور ہوئے۔ عوامی نمائندوں کو یہ شکایت تھی کہ روم کا قانون تحریری شکل میں نہیں ہے، امراء طبقہ نے ایک کمیشن قائم کیا جس میں پہلی مرتبہ ۴۴۹ ق م میں رومی قانون کو تحریری شکل میں مرتب کیا گیا اسے بارہ تختیاں کہتے ہیں، کیوں کہ یہ لکڑی کی بارہ تختیوں پر لکھا گیا تھا۔ زمانہ اپنی رفتار سے چلتا رہا اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رومی سلطنت کے اندر انتظامی و عمرانی خرابیاں پیدا ہونے لگیں، ہر سالارِ فوج جو کسی علاقے کو فتح کرتا بے اندازہ اختیارات کا مالک بن جاتا اور من مانی کرنے سے باز نہیں آتا، ظاہری طور پر جمہوری حکومت اپنے تمام اداروں پر قائم تھی، لیکن اس کے ادارے رفتہ رفتہ کمزور ہوتے چلے گئے۔ جس کے نتیجے میں ان کی اندرونی قوت جاتی رہی تاکہ وہ بیرونی حملہ آوروں کے درمیان کوئی بند باندھ سکیں اور نہ ان کے اندر یہ صلاحیت رہی کہ وہ اندرونِ ملک بے چینی کی اٹھنے والی لہروں کو قابو میں لاسکیں۔ سپہ سالار ماریس جس نے شمالی افریقہ اور ''گال'' کی مہموں (۱۱۲ ق م۔ ۱۰۱ ق م) فوجی شہرت حاصل کی تھی ۱۰۸ ق م میں قونصل منتخب ہوا اور اپنی غیر قانونی سرگرمیوں کے باعث جمہوریت کو مطلق العنانی کے راستہ پر چلانا شروع کر دیا اس کے بعد ''سُلا'' ماریس کی وفات ۸۶ ق م اور متھری دائز پر فتح ۸۴ ق م کے بعد ڈکٹیٹر بن گیا اور ماریس کے حامیوں کو کچل ڈالا۔

نئے حکمرانوں میں جولیس سیزر جو روم سب سے قابل مگر انتہائی حریص شخص تھا، اس نے اپنی وسیع فتوحات سے (۵۸ ق م۔ ۵۰ ق م) میں فوجی شہرت حاصل کی، سیزر اٹلی سے یونان مقدونیہ اور وہاں سے مصر گیا وہاں اس نے مصر کی ملکہ کلیوپیٹرا کی محبت کا شکار ہوا جس کے بطن سے بیٹا پیدا ہوا، مگر اس نے اپنی مہمات کو جاری رکھا، اس نے آخری مخالف کو بھی ہسپانیہ میں شکست دی۔ یونانی آمروں کی مانند سیزر کو عوام کی حمایت حاصل تھی جو بدنظمی سے تنگ آئے ہوئے تھے، اس کی بعض پالیسیاں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بڑی دانشمندانہ اور تعمیری تھیں، اس نے قدیم اور غلط تقویم کی جگہ ۳۶۵ دن کا نیا سال جاری کیا، جس میں ہر چوتھے سال میں ایک دن کا اضافہ کر دیا جاتا ہے، اس نے اٹلی کے شہر کو مزید حقوق خود اختیاری عطا کیے، اس طرح اس نے رومی شہریت کی توسیع کو بامعنی بنا دیا، مرکز کے بعض اختیارات صوبوں کو منتقل کر دیے جن کی انہیں اشد ضرورت تھی۔

ان اچھی باتوں کے برعکس سیزر نے جمہوری اداروں کو معطل کر دیا، قونصل عوام کے ٹریبون ڈکٹیٹر اور اعلیٰ مذہبی پیشوا چاروں کے اختیارات سنبھال لیے اور سینٹ کو مجبور کر دیا کہ اس کی پیش کردہ تجاویز کو کسی بحث وتمحیص کے منظور کر لیا جائے۔ اور ساتھ ہی یہ حکم بھی جاری کیا کہ سکندر اعظم اور مصری بطلیموسیوں کی طرح خود اس کی بھی پرستش کرے۔ دشمنوں نے سیزر کو سینٹ میں قتل کر دیا۔ سیزر کا جانشین آکٹوین بنا جو اس کی بھانجی کا بیٹا تھا، مصر کو بھی رومی سلطنت میں شامل کر لیا گیا آکیٹوین نے رومہ میں اقتدار کامل حاصل کر لیا اس نے جمہوری اوضاع کو قائم رکھا۔ اس نے ''جمہوریت پرستی کا کردار قائم کرنے کے لیے وہ ہر نمائش سے احتراز کرتا، ایک سادہ سے مکان میں رہائش پزیر رہا، اس کے بچے عام بچوں کی طرح گھریلو کام کاج سیکھتے، سرکاری دعوتوں میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھتا، وہ اپنے آپ کو شہنشاہ معظم یا سیزر کی طرح دیوتا کا بیٹا کہلانے کے بجائے جمہوریت کا پہلا شہری ہونا کہلانا پسند کرتا تھا، آخر اسے آگسٹس کے لقب سے ملقب کیا گیا، یعنی محترم ومعظم۔ اور تاریخ میں اسی لقب سے پہچانا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ بادشاہوں کی پرستش شروع ہوگئی رعایا کے مختلف گروہ آگسٹس کو دیوتا کی طرح پوجنے لگے۔ مشرقی ممالک میں لوگ اپنے بادشاہوں اور شہنشاہوں کی پرستش کیا کرتے تھے، یہاں بھی ان کی نقل کرتے ہوئے بادشاہوں کی پوجا شروع ہوگئی اور اسے حب الوطنی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔'' (۳۰)

لیکن ایک وقت ان پر ایسا بھی آیا کہ عروج کا زمانہ ان سے برداشت نہ ہوسکا اور خود خدا اور برگزیدہ بننے کی کوشش میں لگ جس سے ان کے اندر غرور وتکبر پیدا ہوا اور انسانیت سے وحشیت پر مائل نظر آئے۔ بہرحال ''ان وحشی اور غیر مہذب لوگوں نے بتدریج رومی عیسائیت کو قبول کیا۔ لیکن بین الاقوامی قانون کا تاریخ داں ارنیسٹ (NysErnest) ہمیں بتاتا ہے کہ ان شمالی خانہ بدوشوں نے اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تبلیغ کردہ امن وسلامتی کے مذہب کو قبول کر لیا تھا، مگر انہوں نے کفار کی نسبت زیادہ ظالمانہ رویہ اختیار کیا۔ مزید یہ کہ یہ علاقہ سینکڑوں ریاستوں میں منقسم ہوگیا جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر وقت ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتی تھیں۔" (۳۱)

روم کے خارجہ تعلقات

رومیوں کی سیاسی پالیسی اور طرزِ عمل کے حوالے سے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "اچھا گلہ بان وہ ہے جو اپنی بھیڑوں کا اون کاٹ لیتا ہے نوچتا نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ دو صدیاں گزر گئیں اور شہنشاہان روم اپنی مملکت کے باشندوں کا اون کاٹتے رہے (نوچنے کی کوشش نہیں کی) وہ ان سے بہت بڑی دولت وصول کرتے رہے، لیکن اس کے ساتھ بیرونی دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے رہے۔" (۳۲)

شام اور فلسطین کی سرزمین جو عرب کی سرزمین سے بالکل متصل ہے "اس علاقے پر اس زمانہ میں رومیوں کی حکومت تھی مگر اس وقت سخت اندرونی خلفشار میں مبتلاء تھے اس سے فائدہ اُٹھا کر ایرانیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان علاقوں سے ان کو بے دخل کر دیا۔ یہ واقعہ ۶۱۴ء یعنی نبی کریم ﷺ کی بعثت کے چھٹے یا ساتویں سال پیش آیا۔" (۳۳)

لیکن اس قبل جب ہم روم کی سیاسی حالات اور بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مملکت روم کے دیگر ممالک کے ساتھ خارجہ تعلقات رہے ہیں، کیونکہ "جب رومیوں کا یونانیوں کے ساتھ پہلا رابطہ ہوا تو انہیں اس بات کی آگاہی ہوئی کہ وہ یونانیوں کے مقابلے میں وحشی اور اجڈ ہیں، یونانی بہت پہلوؤں میں رومیوں سے بے انتہاء برتر ہیں، یعنی دستکاری اور کاشتکاری کے ہنر میں، ان علوم میں جو اچھے سرکاری اہل کار کے لیے لازمی ہیں، گفتگو کرنے اور زندگی سے لطف اندوز ہونے کے فن میں، ادب وفلسفہ میں، رومی صرف فن سپاہ گری اور معاشرتی استحکام قائم رکھنے میں یونانیوں سے برتر تھے، رومیوں کا یونانیوں کے ساتھ تقریباً ایسا ہی تعلق تھا جو 1814 اور 1815 میں اہل پروشیا کا فرانسیسیوں کے ساتھ تھا۔" (۳۴)

لیکن رومیوں کے یونانیوں کے ساتھ طویل جنگوں اور اندرونی خلفشار کی وجہ سے ملک کے اندر سیاسی استحکام ناپید ہو چکا تھا اور اسی وجہ سے دیگر ممالک کے ساتھ ان کے تعلقات بھی خاطر خواہ نہ رہے۔ آخر ایک مرتبہ پھر "اسی اثنا میں جنگوں، عوام کی شورشوں اور بڑھتی ہوئی عیش پسندی اور بدکاری کے باوجود بہر صورت رومیوں کی دانائی نے انسان انسان کے درمیان باہمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعلقات کی توضیح کے کام کو استقلال کے ساتھ جاری رکھا چنانچہ اس کی وجہ سے ایک عظیم مجموعہ قانون مدون ہو گیا۔ یہ مجموعہ نہ صرف شہریوں کے کام آتا تھا، بلکہ رومیوں اور غیر ملکیوں کے باہمی مقالات میں بھی کارآمد تھا۔" (۳۵)

رومی جب سیاسی طور پر انتہائی منظم ہو گئے تو انہوں نے دیگر اقوام کے ساتھ تجارت کی آڑ میں منظم تعلقات قائم کیے اور ان سے خوب استفادہ کیا۔ خارجی تعلقات کا ایک اہم عنصر تجارت بھی ہے اور اس کے لیے لازمی ہے کہ شہر جدید طرز تعمیر سے آراستہ ہو، رومیوں نے اسی طرز کو زیادہ اختیار کیا اور شہر کو عمرانی طور پر ترقی سے ہمکنار کیا۔ اس کے لیے انہوں نے "شہر آباد کیے، منڈیاں بنائیں، بازار آراستہ کیے، سڑکیں قائم کیں، مندر بنوائے اور بیرونی تجارت کی حوصلہ افزائی کی جو دوسری قوموں کے ہاتھ میں تھی، اس زمانے میں جنوبی ہند (دکن) اور رومی سلطنت کے درمیان تجارتی تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ عرب تاجروں کی جہاز ملیبار کی بندگاہوں تک آتے تھے اور ہندوستان کے تجارتی مال کو عرب لے جا کر کاروانوں اور قافلوں کے ذریعے فلسطین کی منڈیوں اور بندرگاہوں تک پہنچاتے تھے، وہاں سے رومی سلطنت کے تاجر یہ مال خرید لیتے تھے اور نفع دینے والی منڈیوں تک پہنچاتے تھے۔ قیصر آگسٹس اور قیصر ٹائبیریئس کے طلائی اور نقری سکے دکن کے آثار قدیمہ سے دستیاب ہوئے ہیں جو ہندوستان اور رومی سلطنت کے باہمی تجارتی تعلقات کو ظاہر کر رہے ہیں۔" (۳۶)

بین الاقوامی تعلقات کے تناظر میں جب ہم ملکوں کے درمیان تعلقات کی بات کرتے ہیں تو نظریہ بھی تعلقات کے بنانے اور بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے جب زمانہ بعثت نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں اہل روم پر غلبہ اہلِ فارس کو حاصل ہوا اور اہل فارس عقیدہ کے لحاظ سے مشرک تھے اور مشرکینِ مکہ جو عقیدۂ مشرک تھے انہوں نے اہل فارس کی فتح پر خوشی کے شادیانے بجائے، کیوں کہ دونوں کا عقیدہ ایک تھا اور اسی عقیدے کی بنیاد پر ان کی ہمدردی انہی کے ساتھ تھی۔ یہی وجہ کہ مشرکین مکہ اس فتح پر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اس موقع پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے

www.kitabosunnat.com

مسلمانوں سے کہا کہ:

"تم بھی اہل کتاب ہو اور عیسائی بھی اہل کتاب ہیں اور ہم امی (یعنی بے کتاب) ہیں۔ ہمارے فارسی بھائی تمہارے رومی بھائیوں پر غالب آ گئے۔ اگر تم نے بھی ہم سے لڑو گے تو ہم بھی تم پر غالب آئیں گے۔" (۳۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن قرآن حکیم نے ان کے غرور کے دعوے کو چکنا چور کرتے ہوئے یہ پیشنگوئی کی کہ دوبارہ رومیوں کو غلبہ حاصل ہوگا، اور قرآن مجید کی یہ پیشنگوئی بہت مختصر عرصے میں حرف بحرف سچی ثابت ہوئی، کیونکہ ''ایرانیوں پر رومیوں کی فتح اور جنگ بدر میں مشرکین پر مسلمانوں کی فتح کا زمانہ ایک ہی تھا، اس لیے مسلمانوں کو دوہری خوشی حاصل ہوئی۔ یہی بات ایران اور روم کی تاریخوں سے بھی ثابت ہے، ۶۲۴ء ہی وہ سال ہے جس میں جنگ بدر ہوئی اور یہی وہ سال ہے جس میں قیصر روم نے زرتشت کا مولد تباہ کیا اور ایران کے سب سے بڑے آتش کدہ کو مسمار کر دیا۔'' (۳۸)

مشہور ماہر سیاسیات ڈاکٹر حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ پر یوں تبصرہ کرتے ہیں کہ:

''آگ کے پجاری ایرانیوں نے نینوا کے مقام پر بازنطینیوں سے بھاری شکست کھائی، یہ شکست اس قدر بھیانک تھی کہ اس سے ایرانی تخت کے قابضین اور ممکنین میں بے شمار اور تیز ترین تبدیلیاں آئیں۔ ایران اس سے کبھی بھی پھر سنبھل نہ سکا اور نہ ہی بازنطینیوں نے اس سے کوئی عظیم مفاد حاصل کیا، کیوں کہ ملک صدیوں پرانی بیرونی جنگوں سے تباہ ہو چکا تھا اور اندرونی طور پر مذہبی ظلم و ستم اور ایذا رسانی کا شکار تھا۔ اعلیٰ و ارفع عالمانہ و فاضلانہ مذہبی بحثیں بازنطینی عوام میں سرایت کر چکی تھیں اور وہ انہیں اس حد تک اہمیت دیتے تھے کہ ایک عقیدے پر یقین رکھنے والوں کا وجود تک برداشت کرنے کو تیار نہیں تھے۔ وقتاً فوقتاً حکمرانوں نے حتیٰ کہ ایک ہی نسل میں اپنا ذہن اور خیالات بدلے اور غیر جانب دار انصاف کے بجائے ان کی مذہبی ایذا رسانیوں اور تشدد نے عوام کی حالت تکلیف دہ، اذیت ناک اور قابلِ رحم کر دی، مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ غیر سرکاری عقائد و رسومات کے حامل عیسائیوں نے اپنے سے علیحدہ جدا عیسائی فرقے کی حاکمیت پر غیر ملکی حکمرانی کو ترجیح دی اور یقینی طور پر انہوں نے جلد ہی مسلمانوں کو آزادی دہندہ کی حیثیت سے خوش آمدید کہا۔'' (۳۹)

مملکت مصر

مصر کا شمار قدیم ترین مملکتوں میں ہوتا ہے، کیونکہ مصر کے قدیم تاریخ کے مطالعہ سے جو نقشہ ذہن میں ابھرتا ہے، وہ کچھ اس طرح سے ہے کہ مصر میں آباد لوگ زمانہ قدیم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے یہودا کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں جو فلسطین کے ایک علاقہ بنام ''یہودیہ'' میں آباد ہوئے۔ چونکہ ''فلسطین کے ایک علاقہ کا نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہودیہ تھا اور اس علاقے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہودا اور بنیامین کی نسل آباد تھی اور وہ یہودی کہلاتے تھے۔'' (۴۰)

ایسے ہی تمام تہذیبوں میں سب سے قدیم تہذیب مصر کی ہے مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہی وہ تہذیب ہے جو سب سے قدیم ہے۔ یہی وہ ملک ہے جہاں تمدن وثقافت کی پہلی شمع روشن ہوئی۔ مصریوں کے آثار قدیمہ، ان کی فنی تعمیر میں مہارت اور علم ریاضی میں یدِ طولیٰ رکھنے کے شاہد عادل ہیں، دریائے نیل ان کے لیے قدرت کا ایک عظیم عطیہ تھا جس کھیت میں اس کا پانی پہنچ جاتا وہاں فصلیں لہلہانے لگتیں اور اس کی سرسبزی وشادابی کو دیکھ کر دلوں کو مسرت اور آنکھوں کو تازگی نصیب ہوتی۔

مصر کے مذہبی، سیاسی ومعاشرتی حالات

اس وقت کے دیگر ممالک کی طرح قدیم مصر میں بھی بادشاہ کو دیوتا تصور کیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ اس کے لیے قدیم آداب پرستش بھی بجالائے جاتے تھے۔ ''قبیلہ کا سردار دیوتا کے نمائندے کی حیثیت سے زمین کو ہر سال دریائے نیل میں طغیانی کے بعد اپنے قبیلے کے افراد میں تقسیم کرتا تھا اور اس کے احکامات کو دیوتا کے احکامات سمجھ کر تسلیم کیا جاتا تھا، بادشاہت کے قیام کے بعد یہ طاقت فراعین کو حاصل ہوگئی اور وہ دیوتاؤں کے نمائندے سمجھے جانے لگے۔ مصریوں کی عام دیوتاؤں کی تعداد تو رفتہ رفتہ بڑھتی گئی، لیکن دو دیوتا ایسے تھے جو دوسروں سے ممتاز تھے اور جو زیادہ طاقت ور مانے جاتے تھے: ایک عوسیرس (OSIRIS) تھا جو دریائے نیل کی برتری، طاقت اور زرخیزی کا مظہر تھا۔ دوسرا دیوتا راع (RA) تھا جو سورج کی زندگی بخش شعاعوں کی نمائندگی کرتا تھا۔'' (۴۱)

مصر میں ابتداء میں ایک خدا کا تصور پایا جاتا تھا ہر قبیلے کا خدا ہوتا تھا اور ہر قبیلہ صرف ایک ہی خدا کی پوجا کرتا تھا، کسی دوسرے قبیلے کے خدا کو پہلے قبیلے والے اپنا خدا تسلیم نہیں کرتے تھے، اس طرح محدود قسم کا توحید کا تصور پایا جاتا تھا۔ اگر ہم ان کے خداؤں کو قسموں کے لحاظ سے تقسیم کریں تو یہ چار قسمیں بنتی ہیں:

۱:- ایک وہ خدا جن کا تعلق حیوانات سے تھا۔

۲:- ایک وہ خدا جن کا تعلق انسانوں سے تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳:۔ایک وہ خدا جن کا تعلق نظام شمسی سے تھا۔

۴:۔وہ خدا جو مادہ اور صورت سے مجرد تھے، جیسے: وہ دیوتا جو باپ تھا، وہ دیوی جو ماں تھی، پیدا کرنے والا خدا۔ سچائی کا خدا، وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال مصر جب تاریخ کے دور میں داخل ہوا تو اس کے اہم دیوتا یہ تھے: ہرموپولس، مین بن ہاس اور لق لق کی پرستش ہوتی تھی۔اس کے علاوہ مصریوں نے ہر حیوانات یا انسانوں کو اپنا معبود بنایا، مگر اخناتون نے ان کے تمام خداؤں کی خدائی کے عقائد کا تختہ الٹ دیا اور صرف آتین (آفتاب) کے خدائے واحد تسلیم کیا، اس نے یہ بھی کوشش کی کہ مصری قوم صرف سورج دیوتا کی پوجا کرے، اس میں یہ تصور تھا کہ سورج دیوتا ہی انسان کی سمت کامل کا مالک ہے، نیکی پیدا کرنے والا، امن پسند لوگوں کو زندگی بخشنے والا ہے۔

نظم مملکت کے اعتبار سے مصر میں وزیر اعظم بادشاہ مصر کے برعکس ایک انسان ہی ہوتا تھا، مصر کی تقسیم دو حصوں میں تھی، ایک مصر بالا اور دوسری مصر زیریں، ہر ایک کا وزیر الگ الگ ہوتا تھا، وزارت بھی موروثی چیز ہوتی تھی، مگر جو بادشاہ طاقتور تھے وہ وزیروں کو اتنا با اختیار ہونے نہیں دیتے تھے کہ وہ بادشاہ کے لیے وبال جان بن جائیں، ان کے اختیارات میں حدود و قیود کی شرائط عائد کی جاتی تھیں۔اور سرکاری خزانے کا خزانچی مالیاتی معاملات میں آزاد ہوتا تھا ان کے علاوہ بادشاہ کے دیگر خصوصی آفیسر ہوتے تھے، جن کو بادشاہ کے کان اور آنکھ کہا جاتا تھا۔ان کا فرض یہ تھا کہ وہ وزیر اعظم اور خزانچی کی کارکردگی پر نظر رکھیں اور نگرانی کریں اس کے علاوہ مصر میں وزیر اعظم انتظامی امور کے علاوہ عدلیہ کا چیف جسٹس بھی ہوتا تھا۔

مصر قدیم کے ترقی کے دور پر جب نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ”مصر نے ترقی کے ان مدارج کو طے کر لیا تھا، جو کسی بھی ملک کو تہذیب یافتہ بنانے کے لیے بہت ضرور تھے۔اس ایک ہزار سال کے زمانے میں وہ بنیادی چیزیں جو تہذیب کی ترقی کے لیے ضروری تھیں، مصر میں افراط سے ہونے لگی تھیں، ایک تو زراعت بڑے پیمانے پر ہونے لگی تھی اور دوسرے مختلف دھاتوں کا علم اور ان کا استعمال عام ہو گیا تھا۔ان دو باتوں کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ مصر میں غلہ کی پیداوار میں بے حد اضافہ ہو گیا اور وادی نیل میں بسنے والے کو کی زندگیاں ان انسانوں کی زندگیوں سے مختلف ہو گئی تھیں جو خانہ بدوش تھے اور غذا کی تلاش کے لیے مارے مارے پھر رہے تھے۔مصر میں زمین کی زرخیزی اور

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دریائے نیل کی طغیانی نے آب پاشی کے نئے طریقوں کو رائج کیا، نہریں اور بند بنائے گئے اور دریائے نیل کے دونوں طرف کا علاقہ خوب زرخیز اور گنجان آباد ہو گیا۔ یہ ساری باتیں اسی وقت ممکن ہوئی جب طاقت ور بادشاہوں نے ملک میں نظم و نسق قائم کیا اور ایسی حکومت بنائی جسے قومی ضروریات اور قومی مسائل سے دلچسپی پیدا ہوئی۔" (۴۲)

مصریوں کی تمام خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی یہ ہے کہ دیگر کئی اقوام کی طرح باہر سے نہیں آئیں اور نہ ان کو کسی نے آباد کیا۔ مؤرخین طویل تحقیق اور بحث کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مصری ہی وہ واحد قوم ہے جو اپنے مٹی کی اولاد کہلائے جاتے ہیں، مؤرخین کا تبصرہ کچھ قلمبند کیا گیا ہے:

"اہل ایتھوپیا اولین انسان تھے اور ان کے مطابق اس بیان کے ثبوت بہت واضح ہیں، کیونکہ وہ اپنے علاقے میں باہر سے مہاجرین کے طور پر نہیں آئے تھے، بلکہ یہیں کے باشندے تھے اور اسی لیے بجا طور پر autochthones (مٹی کی اولاد) کہلائے۔" (۴۳)

قبل از بعثت مصر کے خارجہ تعلقات

چوتھی قبل مسیح تک مصریوں کے تیس خاندان مصر پر حکومت کرتے رہے، پھر مصر پر سکندر نے قبضہ کر لیا۔ اور بطلیموسیوں کا یونانی شاہی خاندان مصر پر حکومت کرتا رہا۔ ۶۴۰ء مسلمانوں کے فتح مصر تک مصر رومیوں کے زیرِ نگین رہا۔ یہاں کیوں کہ رومی خود بت پرست تھے، اس وجہ سے مصری بھی اپنے معبودوں کی پرستش کرتے رہے۔ مگر چوتھی صدی کی ابتداء میں قسطنطین نے عیسائیت قبول کی اور کافی حد تک عیسائیت کو سرکاری مذہب قرار دیتے ہوئے مصر میں عیسائیت کو پھیلا دیا۔ پیر کرم شاہ "ضیاء النبی (ﷺ)" میں قبل از بعثت مختلف ممالک کے احوال و کیفیت میں مصر کے خارجی احوال سے متعلق یوں رقم طراز ہیں کہ:

"اگرچہ مصر کے قبطیوں نے عیسائیت کو قبول کر لیا تھا اس کے باوجود رومی حکمرانوں اور مصری محکوموں کے تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ رومی اور مصری الگ الگ نسل سے تعلق رکھتے تھے اور نسلی تعصب باہمی فتنہ و فساد کا سبب بنتا رہتا تھا، لیکن اس سے بھی زیادہ مؤثر وجہ یہ تھی کہ اگرچہ قبطیوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا، لیکن رومی عیسائیوں اور قبطی عیسائیوں کے فرقے الگ الگ تھے۔ رومی عیسائیوں نے کالیسڈن کی کونسل کے اہم فیصلے کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تسلیم کر لیا تھا کہ مسیح کی ذات میں دو فطرتیں ہیں ایک الٰہی اور ایک انسانی، یہ فرقہ ملکانیہ کہلاتا تھا، لیکن مصریوں نے کالیسڈن کی اس قرارداد کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، وہ اس بات کے قائل تھے کہ مسیح ایک فطرت کے حامل ہیں یہ عقیدہ رکھنے والے فرقہ کو نسطوری فرقہ کہا جاتا تھا۔ اس اختلاف کے باعث مسیحیت کے ان دو فرقوں میں شدید بغض وعناد پیدا ہو گیا، ان میں اکثر فتنہ فساد کے شعلے بھڑکتے رہتے، باہمی خونریزی کے باعث خون کے دریا بہنے لگتے، ایک مذہبی اجتماع میں اسکندریہ کے اسقف اعظم نے جو رومی حکومت کا نمائندہ اور ملکانیہ فرقہ کا پیروکار تھا، اس نے قربان گاہ پر کھڑے ہو کر نسطوری فرقہ (مصری قبطی) کے قتل عام کا اعلان کیا۔ اس کے حامیوں نے گرجا میں عبادت میں جمع ہونے والے قبطیوں کو اس بے دردی سے تہ تیغ کرنا شروع کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور خون کی ندیاں رواں ہو گئیں اور گرجے کی عمارت ان کے خون سے رنگین ہو گئی۔'' (۴۴)

خسرو پرویز نے رومی مملکت کو تباہ برباد کر دیا اور بیت المقدس پہ قبضہ کر کے نوے ہزار عیسائیوں کو مارا، اس نے رومی سلطنت کے بہت سے صوبے فلسطین، شام، مصر وغیرہ پر اپنا قبضہ جما لیا، اس تباہ حالی کے بعد ہرقل نے جرأت و بہادری سے ایرانیوں سے مقبوضات کو چھڑایا، جس سے عیسائی دنیا میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

جب مسلمانوں نے بابیلون (مصر کے ایک شہر) کا محاصرہ کر لیا، رومی محاصرہ کی شدت کی تاب نہ لا سکے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور وعدہ کیا کہ وہ تین دن کے اندر شہر کو خالی کر کے چلے جائیں گے جس روز مسلمانوں نے بابیلون پر حملہ کیا وہ گڈ فرائیڈے (۱۶ اپریل ۶۴۱ء) کا دن تھا۔ یہ عیسائیوں کا ایک مقدس دن تھا اور عیسائیوں سے وہاں سے اخراج کی تاریخ ایسٹر منڈے تھی۔ یہ دن بھی عیسائیوں کا ایک مقدس مذہبی تہوار تھی۔

مملکت ہندوستان

قدیم ہندوستان پ کے سیاسی حالت پر نظر کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ہندوستان کو کس نے اور کس طرح آباد کیا گیا؟ تو معلوم ہوتا ہے کہ آج سے قریب دو، تین یا چار ہزار سال قبل آریاؤں کی ہندوستان آمد ہوئی اور انہوں نے یہاں کے باشندوں کو اپنے اندر سمو لیا اور خود یہاں کے رسوم ورواج کو اپنے اندر جذب لیا۔ اس سے قبل ہندوستان میں دراوڑی نسل کے لوگ آباد تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لفظ ''ہند'' کی وضاحت

قدیم زمانے میں ہندوستان کا کوئی ایک معین نام نہیں تھا کہ جس کا اطلاق پورے ہندوستان پر کیا جاتا، قدیم ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے قبل کوئی ایسا نام نہ تھا جس کا اطلاق پورے ملک پر ہو، بلکہ ہر صوبے کا اپنا الگ الگ نام تھا، سید سلیمان ندوی ہند کے قدیم نام سے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ ''جب اہل فارس نے اس ملک کے ایک صوبے پر قبضہ کرلیا تو اس دریا کا نام جسے اب دریا سندھ کہتے ہیں، اور جس کا نام عربوں کی زبان میں مہران ہے، ہندھور کھا، پرانی ایرانی زبان اور سنکسرت میں ''س'' اور ''ہ'' کو آپس میں بدلا کرتے ہیں، اس کی متعدد مثالیں ہیں، اس لیے فارس والوں نے اس کو ''ہندھو'' کہہ کر پکارا، اور اس سے اس ملک کا نام ہند پڑ گیا عربوں نے جو سندھ کے علاوہ اس ملک کے دوسرے شہروں سے بھی واقف تھے انہوں نے سندھ کو سندھ ہی کہا، لیکن اس کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں کو ہند قرار دیا اور آخر یہی نام تمام دنیا میں مختلف صورتوں میں پھیل گیا، اور ''ہ'' کا حرف ''الف'' ہو کر فرنچ میں ''اندا'' (Ind) اور انڈیا (India) اور اس کی مختلف صورتیں ہو کر تمام دنیا میں مشہور ہو گیا اور خیبر سے آنے والی قوموں نے اس کا نام ''ہندوا ستھان'' رکھا، جسے فارسی تلفظ میں ''ہندوستان'' بولا جاتا ہے۔''(۴۵)

ہند کی قدیم جغرافیائی تحقیق

ہندوستان کا قدیم نام مورخین نے ہند ذکر کیا ہے، لفظ ہند کا اطلاق سندھ کے مشرقی علاقوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، اسی طرح ہند سے مراد مشرق ایشیا کے ممالک بھی مراد لیے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب قدیم زمانہ میں ''ہند کا بادشاہ اور ہند کے علاقہ کہا جاتا تھا تو اس سے صرف ہند ہی مراد نہ تھا، بلکہ اس میں انڈونیشیا، ملایا وغیرہ بھی شامل سمجھے جاتے تھے اور جب سندھ کہا جاتا تھا تو اس میں سندھ مکران، بلوچستان، پنجاب کا کچھ حصہ بھی شامل سمجھے جاتے تھے۔''(۴۶)

ہندوستان کی مذہبی تاریخ

ہندو مذہب کی تاریخ کے بارے جب تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا کہ ہندو مذہب کا دنیا کے قدیم مذاہب میں شمار ہوتا ہے۔ ہندو مذہب کے رواج سے قبل ہندوستان میں دراوڑی نسل کے لوگ آباد تھے، لیکن آریاؤں ان کو تہہ وتیغ کرنے بعد ہندوستان پر قبضہ کیا اور اپنے مذہب کو ترویج دی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"آریا سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے: عالی مرتبہ "معزز افراد" یہ لفظ مہاجرین کے ایک گروہ پر لاگو ہوتا ہے جو دوسری صدی مسیح میں ایران کے خطوں سے وادی سندھ میں آئے،......۱۷۵۰ اور ۱۲۰۰ قبل مسیح کے درمیانی عرصہ میں آریائی وادی سندھ میں نقل مکانی کر کے آئے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس خطے کی اعلیٰ تہذیب یافتہ شہری ثقافتیں ختم ہو چکی تھیں، کیونکہ انہیں آریاؤں نے بہ آسانی فتح کر کے اپنی ثقافت میں جذب کر لیا تھا۔" (۴۷)

جب آریاؤں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت تقریباً ایک ہزار سال قبل ہندوستان فتح کیا تو انہوں نے اپنے مذہب کو رواج دیا۔ ایک مشہور ماہر سیاسیات آریاؤں کے عقیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کا عقیدہ تھا کہ:

"دنیا سے قطع تعلقی ہی انسانیت کی تکمیل کا واحد ذریعہ ہے اور ان کے تناسخ (آواگون) پر ایمان کا یہ نتیجہ نکلا کہ مفتوحین نے اچھوتوں کی حیثیت سے اپنی غیر انسانی قسمت پر رضا کارانہ اطاعت قبول کر لی، ان سب عوامل نے ہندوؤں کو معاشرے کے لیے ایک خطرہ بنا دیا۔ کنفوشس کے ہم عصر گوتم بدھ نے ہندوستان میں برہمنوں کی (روحانیت کے بجائے) ظاہریت و مادیت پرستی پر احتجاج کیا، لیکن اس کی تعلیمات کا رخ مبالغہ آرائی کے ذریعے دوسری طرف موڑ دیا گیا۔ بدھ مت نے انسانیت کے لیے عمومی طور پر کوئی قطعی حکم وضع نہ کیا، بلکہ یہ ایک قدم کی پیش رفت تھی، ہندوستان کے لیے اس نے بہت اچھا کام کیا۔ یہ بتدریج ارتقاء و اصلاح کی صلاحیت رکھتا تھا، تاکہ نہ صرف منتخب افراد، بلکہ عام آدمی کے لیے بھی معیاری و مثالی زندگی تلاش کی جا سکے، بدقسمتی سے برہمنیت نے جلد ہی اپنے حلیف سے نجات حاصل کر لی اور بڑے ظالمانہ طریقے سے اسے اپنے ہندوستان سے نکال باہر کیا۔" (۴۸)

مذاہب کی تاریخ ہندو مذہب ایک ایسا مذہب ہے جس کی کوئی مستند تاریخ دستیاب نہیں کہ جس کے پیش نظر اس بارے میں کوئی حتمی اور یقینی رائے قائم کی جا سکے کہ یہ مذہب، کب اور کن بنیادوں پر قائم ہوا؟ ایس ایم شاہد ہندو مذہب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"خیال یہ ہے کہ ہندو مذہب کا آغاز ۱۵۰۰ قبل مسیح میں ہوا اور ویدوں کی تصانیف اسی زمانے میں ہوئی، آریا جب ہندوستان میں داخل ہوئے تھے اس وقت مظاہر پرست تھے، لیکن بعد میں ان کے عقائد ہندوستانی باشندوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، لیکن فاتح آریا اپنے ساتھ کچھ نظریات اور عقائد لائے جو مقامی مذہب میں شامل ہوئے، چند خدا دراوڑی نظریے کے مطابق ہندوستان میں پہلے ہی موجود تھے اور کچھ آریا اپنے ساتھ لائے۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان میں بہت سے خداؤں کی پوجا ہونے لگی۔ چونکہ آریا پھر اسی علاقے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آباد ہوگئے، جہاں دراوڑی نسل کے لوگ رہتے تھے، اس لیے فاتح اور حکمران آریاؤں نے دراوڑی لوگوں کے عقائد ورسوم کو کافی حد تک متاثر کیا، یہاں کی آب وہوا، اس کی زرخیزی، بلند وبالا ہیبت ناک پہاڑوں اور جنگلوں کے مرعوب کردینے والے اثرات، طوفان خیز بارشیں، بجلی کے لرزا دینے والے گرج اور چمک اور پیداوار وغیرہ نے قدیم ہندوستان کے باشندوں کے عقائد اور نظریات کو متاثر کیا، اس لیے انہوں نے ان تمام طاقتوں کو دیوتا کا درجہ دے دیا جن سے وہ متاثر ہوتے یا جن سے ان کے مفاد وابستہ نظر آئے۔'' (۴۹)

احمد عبداللہ المسدوسی اس بابت ہندو مذہب کے بنیادی عقائد کے ابہام پر یوں رقم طراز ہیں کہ:

''یہ کہنا مشکل ہے کہ ہندو مذہب کیا ہے؟ اور کن بنیادی عقائد پر یقین رکھنا اس مذہب کے ماننے والے کے لیے لازمی ہے، کیونکہ یہودیت، نصرانیت اور اسلام کی طرح نہ تو اس کے کسی پیغمبر کا وجود ہے نہ کسی ایک الہامی کتاب کا اور نہ کسی معین عقیدہ کا ...... ہندو مذہب کا کوئی بانی نہیں جو اس کو ایک بنیادی پیغام دے، اس کا کوئی ابتدائی رہنما بھی نہیں جو زرتشت مسیح یا محمد (ﷺ) کے مقابلہ میں پیش ہوسکے۔'' (۵۰)

ہندومت، ہندوستان کا ایک قدیم مذہب ہے، اس مذہب کو ہندوستان میں پھیلانے اور عام کرنے میں اگرچہ کسی مذہبی رہنما یا مقدس کتاب کا نام نظر نہیں آتا، لیکن پھر بھی یہ مذہب ہندوستان کا ایک بڑا مذہب رہا ہے اور آج بھی دنیا کے بڑے مذاہب میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

ہندوستان کے اقوام سے خارجہ تعلقات

ہندوستان کے بادشاہ اپنے تعلقات کو بڑھانے اور مختلف صناع کو اپنے خطہ میں بلاتے تھے جس طرح سے اشوک کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایران سے سنگ تراش بلوا کر وہ کام کرائے جن کے جاننے والے ہندوستان میں نہیں مل سکتے تھے اور ان غیر ملکی صناعوں کے کام ایرانی، یونانی، اشوری اور بابلی اثرات نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے صناعوں کے باہر سے آکر ہندوستان میں آباد ہونے کا سلسلہ جاری رہا ہوگا۔ بھارھت کے جنگلے اور دروازے میں کئی جگہ سنگ تراشوں کے نشان کھروشتی رسم خط میں ہیں، جو اس وقت افغانستان اور کہیں کہیں شمال مغربی ہندوستان میں رائج تھا۔ یہاں کی منبت کاری میں وضع کا بھی خاصا فرق ہے، مہابودھی مندر کے جنگلے کی منبت کاری میں بعض صورتیں بین طور پر غیر ملکی معلوم ہوتی ہیں۔ سانچی کے دروازوں میں سیمرغ کی شکلیں اور کئی آرائشی بیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بوٹیاں غیر ملکی اثرات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ان کاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ "اشوک کی حکومت ایک نہایت ہی عظیم الشان حکومت تھی جو شمال میں کشمیر، نیپال اور افغانستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ مغرب میں بلوچستان، سندھ، گجرات اور مالوہ کے علاقے اس حکومت میں شامل تھے۔ مشرق میں بنگال اور اڑیسہ تک اس حکومت کو وسعت حاصل تھی اور جنوب میں بنگلور، شمالی مدراس، اندھریہ تک یہ حکومت پھیل چکی تھی صرف مدراس کا کچھ جنوبی علاقہ جو چیرا، چولا، پانڈیا کہلاتا تھا شامل نہ تھا۔ ان علاقوں پر ہندوستان کے قدیم باشندے دراوڑ حکومت کر رہے تھے، سلطنت کا انتظام نہایت مکمل تھا۔ مرکزی حکومت پاٹلی پتر یعنی پٹنہ میں قائم تھی، جس کے ماتحت صوبے تھے۔ ہر صوبہ ایک گورنر کے ماتحت تھا اور گورنر کے ماتحت ضلع شہروں اور قصبوں کے حکام نہایت باقاعدگی کے ساتھ فرائض انجام دے رہے تھے۔ فوجداری اور دیوانی عدالتیں ہر جگہ قائم تھیں۔ بڑے بڑے شہروں میں میونسپل نظام بھی قائم تھا۔ بڑی بڑی سڑکیں سایہ دار درختوں سے ڈھکی ہوئی سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ سڑکوں پر مسافر خانے بھی قائم تھے۔ ملک کے اندر اندرونی نظم کو قائم رکھنے کے لیے پولیس اور جاسوس یعنی خفیہ پولیس کا بھی جال پھیلا ہوا تھا۔ تعلیم کے لیے بے شمار مدارس کھلے ہوئے تھے، بدھ مذہب کے مندروں سے بھی درس و تدریس کا کام لیا جاتا تھا۔ رعایا نہایت خوشحال تھی، کیونکہ ایک طرف صنعت و حرفت کے معاملہ میں ملک کافی ترقی کر رہا تھا۔ دوسری جانب خشکی کے راستہ سے وسط ایشیا اور یورپ سے نہایت وسیع پیمانہ پر تجارت کی جا رہی تھی۔" (۵۱)

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ شمال مغربی ہند میں یونانیوں کی سلطنت تھی اور یونانی بادشاہوں کے ہندوستانی راجاؤں سے تعلقات ہوں گے ٹیکسلا کے یونانی بادشاہ آنٹی آلیکد اس (NTIALIDAS) کے سفیر ہیلی اوڈورس (HELIODORUS) نے بھیلسا کے قریب بیس نگر میں واسودیو (وشنو) کے اعزاز میں ایک ستون تعمیر کرایا تھا (۴۰ ق م) جو اب تک موجود ہے، یہ ستون سانچی کے دروازے سے زیادہ پرانا ہے۔ اور اس کا مقام سانچی سے کچھ دور بھی نہیں۔

۲۵۰ ق م کے قریب ہندوکش کے شمال میں سکندر اعظم کے بسائے ہوئے یونانی خودمختار ہو گئے اور اس طرح باختر کی مملکت وجود میں آئی، اس کا دارالسلطنت بلخ تھا۔ باختر کے بادشاہوں نے دوسری صدی ق م کے شروع میں شمال مغربی ہندوستان پر قبضہ کیا اور اس کے بعد اس نے آگے بڑھنا چاہا، مگر مملکت کے اندرونی فساد نے ان کو اس منصوبے میں کامیاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہونے دیا۔ اسی فساد کی وجہ سے ان کی مملکت کے دو ٹکڑے ہو گئے: ایک کا مرکز بلخ رہا اور دوسری کا ساگلہ (سیالکوٹ) ہو گیا۔ اس مشرقی مملکت کا سب سے مشہور بادشاہ مینانڈر تھا جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ بدھ کا پیرو ہو گیا تھا۔

اسی دوران میں ایران کی پارتھی سلطنت ترقی کر رہی تھی۔ پارتھی بادشاہ مشرق میں یونانیوں سے اور شمال میں خانہ بدوش قبیلوں سک قبیلوں سے برابر لڑتے رہے اور مغربی ہندوستان پر لشکر کشی کر کے انہوں نے سندھ کو فتح کیا اور ۱۳۵ ق م میں سک قبیلوں نے باختر کی یونانی مملکت کا خاتمہ کر دیا اور پھر افغانستان بلوچستان اور سندھ پر قبضہ کر لیا پہلے سک سردار پارتھی بادشاہوں کے صوبہ داروں کی حیثیت سے حکومت کرتے رہیں، بعد کو خود مختار ہو گئے شمال مغربی ہند کے یونانی کا مقابلہ نہ کر سکے اور ۵۸ ق م میں سک سردار آزلیس اول مغربی پنجاب کا بادشاہ ہو گیا، متھرا اور اجین ایک عرصے تک سک حکمرانوں کے مرکز رہے۔

سک قبیلے وسط ایشیاء میں اپنے وطن کو چھوڑنے پر اس لیے مجبور ہوئے تھے کہ خانہ بدوشوں کی ایک قوم نے جسے یوٗ یہ جی کہتے ہیں اور جو چین کے شمال مغربی صوبہ کان سو میں آباد تھی ہُن قبیلوں سے شکست کھائی (۱۶۵ ق م) اور نئی چراگاہوں کی تلاش میں گوبی کے ریگستان کا چکر لگا کر سر دریا کے شمال میں پہنچی، جہاں سک آباد تھے اور وہاں سے انہیں نکال بھگایا۔ سیاسی اعتبار سے ہندوستان کی حالت بھی روم و ایران سے کچھ کم خراب نہیں تھی۔ ایک مصنف کا بیان ہے کہ:

"قرونِ وسطیٰ کے آخری حصہ ہندوستان کی ملکی حالت بہت قابلِ اطمینان نہ تھی۔ چھوٹے چھوٹے راج بنتے جاتے تھے ہرش اور کیشی کے بعد تو ان کی سلطنتیں کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی تھیں۔ سولنکی، ال، سین، رتیہار، جادو، گوھل، راٹھور، متعدد خاندان اپنی اپنی ترقی میں کوشاں تھے، اس لیے ہندوستان کی مجموعی طاقت کوئی نہ تھی۔ صد ہا ریاستوں کے بٹ جانے کے باعث ملک کی طاقت بکھری ہوئی تھی قومیت کا احساس بالکل نہ تھا ان راجاؤں میں برابر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اور سیاسی کیفیت روز بروز نازک ہوتی جاتی تھی۔ ملک کی سیاسیات اور دیگر انتظامی شعبہ جات پر ان حالات کا اثر پڑنا لازمی تھا سب ریاستیں رفتہ رفتہ زیادہ آزاد اور مطلق العنان ہوتی گئیں۔ راجاؤں کو رعایا کی بہبود کا خیال نہ رہا۔ رعایا کی رائے پیروں سے ٹھکرائی جانے لگی۔ آس پاس کی لڑائیوں سے اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ رعایا کی آسائش کا خیال کریں۔ ہاں! جب لڑائیوں کے لیے روپے کی ضرورت ہوتی تو رعایا پر محصول میں اضافہ کر دیا جاتا تھا۔" (۵۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں سیاسی افراتفری کی وجہ سے حالات انتہائی ابتر ہو گئے تھے اور کوئی بھی بیرونی طاقت ہندوستان پر حملہ کر کے اس کو اپنا محکوم بنا سکتی تھی اور پھر ایسا ہی ہوا۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں ایرانیوں نے ہندوستان کی سیاسی افراتفری کو دیکھتے ہوئے ہندوستان پر حملے شروع کر دیئے اور دریائے جہلم تک قبضہ کرتے ہوئے آ پہنچے۔ لیکن دوسری طرف ایران یونانیوں سے بھی جنگ میں مصروف تھے اور اس طرف سے ان کو شکست ملنے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے اور ہندستان پر یونانیوں نے قبضہ کر لیا۔ ''پہلا یونانی حکمران جس نے ہندستان کو عبور کیا سکندر اعظم تھا، سکندر کے حملے کے بعد ہی ہندستان کی تاریخ کا صحیح طور پر آغاز ہوتا ہے۔ ۳۲۷ ق، م میں ایران کی فتح کے بعد سکندر دریائے سندھ کو عبور کر کے بآسانی ٹیکسلا پہنچ گیا۔ جہاں کے راجہ نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ ٹیکسلا کے بعد پنجاب کے راجہ پورس کی ریاست پر سکندر نے حملے کی تیاریاں کیں۔ دریائے جہلم عبور کر کے سکندر کی فوج نے راجہ پورس کی فوج پر حملہ کیا، دونوں طرف سے ہزاروں سپاہی میدان جنگ میں کام آئے، مگر آخر کار راجہ پورس کی شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو کر سکندر کے سامنے پیش ہوا۔ راجہ کی بہادری اور جرات کا سکندر پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے پورس کی حکومت واپس کر دی اور اس سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔'' (۵۳)

ہجرت مدینہ سے پہلے ہندوستان میں وسطی ایشیاء کے سفید خانہ بدوشوں کے شاہی سلسلہ کی حکومت رہی۔ لیکن پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ۵۶۵ء میں پیدائش (جو کہ جیسٹن کی تاریخ وفات بھی ہے) سے چار سال پہلے انہوں نے دریائے آکسس کے کنارے شکست کھائی جوان کے ہندوستانی مقبوضات کے نقصانات کا باعث بنی۔ بعدازاں بادشاہ تھنیسر (Thanesar) کا بیٹا ہرش (Harash) شمالی ہندوستان پر قبضہ کرتا ہوا نظر آتا ہے (606-648) تھوڑا تھوڑا کر کے اس نے آسام، بنگال، نیپال، ملوہ، گجرات اور کاٹھیاوارڈ وغیرہ کو فتح کر لیا، لیکن ۶۱۰ء میں (رسول اللہ ﷺ) کی اعلان نبوت سے چند ماہ بعد) بادشاہ ہرش نے جنوبی ہندوستان میں دکن پر حملہ کیا اور وہاں دریائے نربودا پر شاہی سلسلہ چلوکیہ سے تعلق رکھنے والے بادشاہ پلیکسن دوم (ulikesan ii) سے شکست کھائی، ہرش کی کوئی اولاد نہیں تھی اس کی عظیم فتوحات کے ساتھ ساتھ اس کی پرسکون سلطنت نے اس کے عوام کی زندگیوں کو آرام دہ اور محفوظ و مامون بنا دیا۔ ہرش کی وفات کے ساتھ ہی اس کی سلطنت تباہ و برباد ہو گئی اور خانہ جنگیوں کی بدولت ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ چلوکیہ نے شمال کی جانب سے ہرمشیوں کے حملوں کے خلاف فاتحانہ دفاع کیا، لیکن جنوب کی جانب سے پڑوسیوں کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حملوں کی مزاحمت نہ کرسکے۔ اس طرح صدیوں تک نیم ہمالیاتی براعظم (ہندوستان) میں ابتری، بے یقینی اور بدنظمی کا دور دورہ رہا۔

مملکت چین

ممالک کی تاریخ میں چین کا شمار قدیم ممالک میں کیا جاتا ہے۔ چینی تہذیب وتمدن آغاز کے حوالے سے کچھ کہنا بعید ہے، کیوں کہ اس کی قدیم تاریخ کی ابتدا کے بارے میں صحیح تعین نہیں کیا جاسکتا اس کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا برنائیکا میں لکھا ہے کہ ''چین کی تہذیب اور اس کا تمدن اتنا قدیم ہے کہ صحیح معنوں میں اس کے آغاز کا تعین اب تک نہیں ہوسکا'' (۵۴) لیکن مؤرخین اپنے طور کوشش کرکے چین کے تاریخی دور کی ابتداء کے بارے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ''یاؤ'' (yao) کے زمانہ میں ہوئی، یہ ۲۰۸۵ تا ۲۰۰۲ (ق م) تک چین پر حکومت کرتا رہا اور س کے ظہور کے ساتھ تاریخ چین کے خرابی ورق کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور واقعی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔'' (۵۵)

چین کا مذہبی نظریہ

قدیم چین میں مذہبی نظریہ رہا ہے، لیکن ان کا نظریہ مذہب ایک نہیں تھا۔ قدیم چین میں شروع ہی سے وہی نظریہ تھا جو دیگر قوموں میں چلا آرہا ہے کہ ہر ایک اپنے آباء و اجداد کے دین پر قائم رہے۔ ایسے ہی ''چین قدیم کا ابتدائی مذہب آباء پرستی پر مبنی تھا، ۱۹۰۰ (ق م) تک کے آباء کی فہرستیں اور شجرے دستیاب ہوئے جنہیں لوگ سینت سینت کر رکھتے تھے۔ بعد میں تین بڑے بڑے مذاہب صورت پذیر ہوئے۔ (۱) تاؤمت (تاؤ، کا صحیح لفظ 'داؤ' ہے) جس کا بانی لاؤتسے تھا۔ (۲) کنفیوشس کا مسلک جسے مذہب کے بجائے دستور عمل کا نام دینا زیادہ مناسب ہوگا، کیوں کہ خاندان، احباب اور حکومت کی طرف صحیح طرز عمل کی تلقین کرتا تھا۔ (۳) بدھ مت جو ہندوستان سے آیا تھا۔ یہ مہایانہ بدھ فرقہ تھا جس میں بے شمار دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھی اور جس میں ہندومت کے عقائد وتوہمات تناسخ ارواح وغیرہ نفوذ کرگئے تھے۔'' (۵۶)

چین کی سیاسی حالت

چین میں ہان (Han) خاندان کی حکومت تھی۔ ہان کا پہلا فرمانروا کوٹی (kao-Ti) تھا۔ اس کے زمانے میں ملک کی علمی اور سیاسی قوت نے فروغ پایا، اس خانوادہ کو تیسری صدی عیسوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک حکومت کا موقع ملا، لیکن آغاز سے کچھ ہی عرصے بعد ضعف وانحطاط کا عمل جاری ہو گیا تھا، رفتہ رفتہ خانہ جنگیاں بغاوتیں اور دوسرے فتنے بڑھ گئے۔ اور ''ایک بڑا سپہ سالار بادشاہ ہیانگ ٹی (Hiong.Ti) سے باغی ہوا اور ۲۲۱ء میں اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔'' (۵۷)

اس کی وجہ سے اندرونی خلفشار اور افراتفری مزید بڑھ گئی اور صورت حال اس حد تک خراب ہو گئی کہ چالیس سال سے زائد عرصہ تک تخت شاہی خالی رہا اور وہاں کوئی حکومت قائم نہ ہو سکی۔ ''آخر کار ۲۶۵ء میں خاندان شی چیو (Shee-cheu) کے بانی نے ان مختلف عناصر کے سر کچل کر اپنی حکومت قائم کر لی تھی جو چھٹی صدی عیسوی تک رہی۔'' (۵۸)

سیاسی طور پر چین میں بھی دیگر ممالک کی طرح آمریت اور شہنشاہیت کا دور دورہ تھا اور ہر آنے والے حکمران کی حکومت شخصی استبدادی وموروثی تھی، بادشاہ ان کا فرمانروائے مطلق تھا، اسی کو تمام اختیارات حاصل تھے، اس کا حکم قانون تھا اور اس کا ایوان ملک کی سب سے بڑی عدالت تھی۔ ''اہل چین اپنے بادشاہ کو شہنشاہ فرزند آسمان کہتے تھے، کیوں کہ ان کا عقیدہ تھا، آسمان نر ہے اور زمین مادہ، اور کائنات کو انہی دونوں نے جنم دیا ہے اور شہنشاہ ختا اول زمین و آسمان جوڑے کی پہلی ہے۔'' (۵۹)

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت چین میں سوئی خاندان اقتدار پر فائز تھا اور تانگ خاندان کے پاس زمام حکومت تھی، لیکن اس وقت بھی میں سیاست کا نظام اتنا مستحکم نہیں تھا، بہر حال کے تانگ خاندان سے چین کی سیاست میں نئے دور کا آغاز ہوا۔'' (۶۰)

لیکن چین میں اور ممالک کی طرح اتنی زیادہ شاہ پرستی ہونے کے باوجود بعثت نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے قبل چین میں سلطنت کو استحکام حاصل نہیں ہو سکا تھا، خانہ جنگیاں معمول بن چکی تھیں اور بیرونی حملہ آوروں نے پورے نظام سیاست کو برباد کر رکھا تھا۔

چین کے خارجہ تعلقات

چین نے دیگر ممالک کے ساتھ خارجی دستانہ اور تاجرانہ تعلقات کئی صدیاں قبل قائم کی تھیں۔ یہ معلوم کرنا کہ چین وعرب کے درمیان تعلقات یا چین اور ایران کے درمیان تعلقات، چین اور مغربی ایشیاء کے درمیان خارجہ تعلقات کب قائم ہوئے؟ تو مؤرخین نے اپنے طور پر تحقیق کی ہے کہ چین کے اپنے دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات کا ذریعہ صرف اور تجارت تھا، ایک مصنف اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہ تجارت، تعلقات چین ودیگر ممالک ایشیا کا ذریعہ تھا، اس کے متعلق چین کی قدیم تاریخ سے کچھ شہادت مل سکتی ہے، جس زمانہ میں ان تجارتی تعلقات کا آغاز ہوا تھا، وہ خاندان چاؤ (Choo Dynasty) کا آخر زمانہ ہوگا، خاندان چاؤ نے سرزمین چین میں ۹۰۰ سے زیادہ سال (۱۱۲۲- ق م، ۲۴۶ ق م) حکومت کی تھی، اس کی حکومت چین کی سب سے بڑی حکومت تھی اور مدت کے لحاظ سے اس کی مدت سب سے لمبی تھی ...... چین اور دیگر ممالک ایشیا کے تجارتی تعلقات جو تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہو سکتے ہیں، وہ خاندان ہان (Haudynasty) کے چھٹے حکمران ''ووٹی'' (Wu.Ti) کے زمانہ سے (۱۴۰ ق م۔ ۶۸ ق م) شروع ہوتے ہیں۔'' (۶۱)

چین کی تاریخ قدیم میں ایک انتہائی مصدقہ روایت ملتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''چین کے تجارتی تعلقات مغربی ایشیا کے ساتھ کیونکر شروع ہوئے، اس قول کے مطابق بادشاہ ووٹی (Wu.Ti) نے ...... ایک بڑے امیر کو سفیر کے طور پر وسط اور مغربی ایشیا کے ان تاتاریوں قبائل کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے بھیجا تھا، جو کبھی یکا یک چین کی حدود پر حملہ کرتے تھے اور وہاں کے تجارتی شہروں کو لوٹتے تھے۔'' (۶۲)

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ معلوم ہوا کہ چین اور عرب ممالک کے درمیان تعلقات چاہے پھر وہ تجارتی تعلقات ہو، سیاسی یا دفاعی تعلقات، اس کا آغاز پہلے صدی مسیح میں شروع ہو چکا تھا اور آہستہ آہستہ یہ تعلقات وسیع اور مضبوط ہوتے گئے، یہاں تک کہ ''تیسری اور چوتھی صدی میں چین میں ایرانی اور عرب تاجروں کا کافی اثر رہا۔'' (۶۳)

مملکتِ حبشہ

حبشہ ایبے سینیا کا مترادف لفظ ہے اور اسی طرح ایبے سینیا کے مکین عربی میں حبش کہلاتے تھے، پہلی صدی عیسوی میں جب یمن میں حمیر خاندان کی حکومت قائم ہوئی تو حبشہ کے باشندوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور اکسوم کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ اس وقت سے یہاں بھی عیسائیت کو قبول کر لیا گیا، نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت یہاں عیسائیت رائج تھی اور یہاں کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حبشہ کی مذہبی حالت

حبشہ پر بہت سارے بادشاہ گزرے ہیں، ان میں سے ایک بادشاہ جس کی بادشاہت کا زمانہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے قریب تھا، ذونواس بن اسعد تھا۔ ذونواس بن اسعد دین یہودیت پر قائم تھا۔ جب ذونواس کو یمن کی بادشاہت ملی تو اس نے آتے ہی اعلان کیا کہ یا تو دین مسیح کو ترک کر کے یہودی بن جاؤ، ورنہ سارے قتل کیے جاؤ گے تو جو لوگ اس کے اس اعلان ڈر گئے، انہوں نے یہودیت کو قبول کر لیا اور جو لوگ اپنے دین پر برقرار رہے، ان سب کو زندہ جلا ڈالا اور ان کا قتل عام کیا۔ تاریخ یعقوبی میں لکھا ہے کہ:

”وبلغ ذانواس، فجعل يطلب من قال بهذا الدين، ويحفر لهم في الأرض الأخدود، ويحرق بالنار، ويقتل بالسيف، حتى أتى عليهم۔“ (٦٤)

”جب ذونواس کو یہ بات پہنچی کہ (یمن میں سارے دین مسیح کے قائل ہیں) تو انہوں نے لوگوں کو طلب کیا اور دین کے بارے میں پوچھا تو جو لوگ دین سے نہ پھرے، ان کے لیے آگ کا خندق کھودا اور آگ میں جلا ڈالا اور تلوار سے قتل کیا، یہاں تک کہ سارے لوگ اس کے دین پر آ گئے۔“

اسی طرح اخبار الطوال میں اس پورے واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح سے بیان کی گئی ہیں:

”وافلت دوس ذو ثعلبان، فسار إلى ملك روم. فاعلمه ما صنع ذو نُواس بأهل دينه من قتل الأساقفة. و إحراق الإنجيل، وهدمه البيع، فكتب إلى النجاشي ملك الحبشية، فبعث بارياط في جنوده عظيمة، وركب البحر حتى خرج على ساحل عدن، وسار إليه ذونواس، فحاربه، فقتل ذونواس، ودخل ارياط صنعاء، و اسمها دمار وإنما صنعاء كلمة حبشية. أي وثيق حصين، فبذلك سميت صنعاء.

فلما اطمأن ارياط وقتل اليهود و ضبط اليمن، درت عليه الأموال. فجعل يؤثر بها من يحب، فغضب حاشية الحبشة من ذلك، فأتو أبا يكسوم ابرهة، وكان أحد قادتهم، فشكو إليه الذي يصنع ارياط، وبايعوه. وانصرفت الحبشة فرقتين، أحدهما مع ارياط، والاخرى مع ابرهة، واصطفوا للحرب، فدعاه ابرهة للبزار. فبرز اليه، فدفع ارياط عليه حربته، فوقعت في وجه ابرهة، فشرمته، لذالك سميّ الاشرم، وضرب ابرحة ارياط بالسيف على مفرق رأسه، فقتله وانحازت الحبشة اليه، فلكهم،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

واقره النجاشي على سلطان اليمن ، فمكث على ذلك أربعين عاما."(٦٥)

''ان عیسائیوں میں سے دوس ذوثعلبان بچ نکلا اور شاہ روم کے پاس پہنچ کر اسے بتایا کہ ذونواس نے اس کے اہل دین کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، کس طرح اس کے پادری قتل کر دیئے ہیں انجیل جلا دی ہے اور گرجے گرادیئے ہیں، چنانچہ شاہ روم نے شاہ حبش یعنی نجاشی کو لکھا اور اس نے ارياط کو ایک جرار لشکر دے کر روانہ کر دیا، ارياط کشتیوں پر سوار ہوا اور ساحل عدن پر آن سر نکالا، وہاں سے ذونواس کا رخ کیا شدید جنگ ہوئی ذونواس مارا گیا، اور ارياط نے صنعاء پر جس کا نام ومار تھا قبضہ کر لیا۔ صنعاء حبشی لفظ ہے جس کا معنی ہے مستحکم و پختہ، اسی سبب سے اس کا نام صنعاء پڑ گیا۔ جب ارياط سنبھل گیا اور اس نے یہودیوں کو قتل کر کے یمن کا نظم وضبط درست کر لیا تو اس کے پاس بے شمار مال و زر پہنچنے لگا، مگر جو کچھ آتا وہ خود ہی ہڑپ کر جاتا، دوسروں کو کچھ نہ دیتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے حبشی حاشیہ نشین بگڑ گئے اور اس نے ایک سپہ سالار ابو یکسُوم ابرہہ کے پاس جا کر ارياط کے طرز عمل کی شکایت کی اور اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی۔ اس طرح حبشی دو گروہوں میں بٹ گئے، ایک گروہ ارباط کا معاون تھا اور دوسرا ابرہہ کا۔ آخر صف جنگ بچھ گئی اور ابرہہ نے ارياط کو دعوت مبارزت دی۔ ارياط ابرہہ کے مقابلے پر نکلا اور نیزہ مار کر جو ابرہہ کی ناک کترتا ہو نکل گیا، اسی وجہ سے اس کو نکٹا ابرہہ کہا جاتا تھا۔ جواباً ابرہہ نے ارياط کی کھوپڑی پر تلوار کا وار کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ارياط کی موت کے بعد سارے حبشی ابرہہ کے پرچم تلے اکٹھے ہو گئے اور وہ ان سب کا بادشاہ بن گیا۔ نجاشی نے بھی اسے یمن کی حکومت پر بحال رکھا اور پھر وہ یمن پر چالیس سال تک حکمرانی کرتا رہا۔''

تعمیر معبد کدہ

اپنے قدیم تہذیب وتمدن کے ہمرکاب حبشہ نے اپنی قوت و طاقت کے بل بوتے پر عربوں سے ان کا زرخیز صوبہ ''یمن'' چھین لیا تھا، بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے سال حبشہ والوں نے شمالی عرب کے خلاف یمن سے ایک بہت بڑی مہم منظم کی، جس کی سربراہی یمن کا گورنر ابرہہ کر رہا تھا۔ جب اس کی حکومت یمن میں مستحکم ہوگئی تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ ایک ایسا عالیشان عبادت خانہ تعمیر کرے کہ عربوں کے بنائے ہوئے خانہ کعبہ (جس کی مرکزیت سے وہ خائف تھا) کی جگہ لوگوں کی آمد و رفت یمن بن جائے اور اس نے کثیر سرمائے سے معبد تعمیر بھی کیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر وہاں کسی عرب نے گندگی پھیلا دی، علامہ ابن ہشامؒ لکھتے ہیں کہ:

"فخرج الكنعاني حتى اتى القليس، فقعد فيها." (٦٦)

"ایک کنعانی گھر سے نکلا اور معبد میں آیا، اس میں گندگی کر دی۔"

جس کا ابرہہ نے انتقام لینے کے لیے خانہ کعبہ پر چڑھائی کی، وہاں اس کی ملاقات عبد المطلب سے ہوئی، جنہوں نے ابرہہ کے سامنے اپنے اونٹوں کی بابت سوال کیا جو ابرہہ کی فوج نے لے لیے تھے، اسے حیرت ہوئی کہ میں خانہ کعبہ کو منہدم کرنے جا رہا ہوں اور یہ اپنے اونٹوں کا سوال کر رہا ہے جس پر عبد المطلب نے بڑی خود اعتمادی سے جواب دیا کہ میں تو اونٹوں کا مالک ہو (اس لیے اس کی فکر کرتا ہوں) اور جو گھر کا مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ جس پر ابرہہ نے کہا کہ وہ مجھ سے کہاں بچ سکتا ہے۔ اس پر عبد المطلب نے جواب دیا:

"انت وذاک." (٦٧)

"یہ تم جانو اور اس گھر کا مالک جانے۔"

جب ابرہہ نے انتقام لینے کے لیئے خانہ کعبہ پہ چڑھائی کی، وہاں اس کی ملاقات ہاشم سے ہوئی جس سے وہ بہت متاثر ہوا، لیکن اپنی حرکت سے باز نہیں آیا۔ آخر کار ابرہہ کو شکست فاش ہوئی۔ قرآن حکیم نے اس کو واقعہ کو اپنے مخصوص انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے کہ:

"أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ. أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ. وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ. تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ. فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ." (٦٨)

"کیا تم نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا، ان کا داؤں غلط نہیں کیا، اور ان پر جھگڑ کے جھگڑ کے جانور بھیجے جو ان پر کنکھر کی پتھریاں پھینکتے تھے تو ان کو ایسا کیا جیسے کھایا ہوا بھس۔"

یعنی اس ہاتھیوں والوں کو چھوٹی چھوٹی ابابیلوں نے کس طرح اللہ کے حکم سے ختم کیا؟ تو اس کو اس طرح تشبیہ دی گئی ہے کہ گویا کھایا ہوا بھوسہ۔

مملکتِ حبشہ کے خارجہ تعلقات

قریش گرمی وسردی میں سفر کرتے تھے اور ان کے اہم تجارتی مراکز شام، عراق، ایران، مصر اور حبشہ تھے۔ خانہ کعبہ میں پورے سال زائر آتے رہتے تھے، لیکن موسمی اجتماع میں خاص کر دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دور سے لوگ آتے تھے، منڈیاں لگتی تھیں، کاروباری قافلے میدانوں اور پہاڑوں پر ڈیرے لگاتے تھے، معزز لوگ اپنے دوستوں کے گھروں میں قیام کرتے تھے۔ یمن، شام، حبشہ و مصر، عراق و ایران، سندھ و ہند کے نامور تاجر امراء مکہ کے مہمان خصوصی ہوتے تھے، ان میں خبروں کا تبادلہ ہوتا، ملک ملک کے احوال معلوم ہوتے، باہمی معاہدات کی بات چیت ہوتی، یہ لوگ وطن جا کر مکہ والوں کے بارے میں اپنے ملک کے تاجر و رہنماؤں کو باخبر کرتے، سربرآوردہ اشخاص اور عوام کے کردار سے مطلع کرتے اور خاص خاص دوستوں کا تعارف کرواتے۔ حبشہ کی خانہ جنگی کے دوران ایک شہزادے کو ۶۰۰ درہم کے عوض ایک عرب تاجر کو فروخت کر دیا گیا، یہ شہزادہ جو بعد میں حبشہ کا بادشاہ بنا۔

حبشہ کے ضمن میں کہا جاتا ہے کہ ''حضرت ہاشم ایک مرتبہ وہاں گئے تھے اور وہاں کے حاکم نجاشی سے ملے تھے، اس ملاقات میں انہوں نے قریش کو کچھ تجارتی مراعات بھی دلائے تھے، ان کے تجارتی سامان پر کچھ ٹیکس بھی معاف کروایا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ قبل از نبوت ہی ہاشم اور ان کی اولاد کو دربارِ سرکار میں رسائی حاصل تھی اور بڑے بڑے بیوپاری ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اس کا ایک ثبوت حضرت ابو طالب کے وہ خط ہیں جو انہوں نے شاہ حبشہ کو لکھے تھے، حبشہ والے عیسائی مذہب کے پرستار تھے۔''(۶۹)

حبشہ کے عربوں کے ساتھ ہمیشہ خارجی تعلقات رہے ہیں، چونکہ بیت اللہ کے خادم اور پڑوسی تھے، اس لیے ان کو عزت و احترام کا ایک خاص درجہ حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ''ان کا کاروبار بہت وسیع ہو گیا تھا اور انہوں نے پڑوسیوں کے ساتھ کیے کاروباری معاہدے اور دوستانہ عہد و پیمان قائم کر لیے تھے۔''(۷۰)

حبشہ کے بین الاقوامی برادرانہ تعلقات کی وجہ سے جب مسلمانوں پر مکہ کی زمین تنگ کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو وہاں جانے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا:

''لو خرجتم إلی الحبشه، فإن بها ملكا لا يظلم عنده أحد، وهی أرض صدق، حتى يجعل الله لكم فرجاما أنتم فيه۔''(۷۱)

''وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ملک میں کسی سے ظلم نہیں ہوتا، وہ سچائی کی سرزمین ہے وہاں خدا تعالیٰ آپ کے بچاؤ کا راستہ نکالے گا۔''

الغرض یہ کہ قبل از اسلام حبشہ سے برادرانہ تعلقات ہی نے اسلامی تحریک کے تخم کو اپنے اندر سمیٹا، کیونکہ اس کی جڑیں پہلے ہی سے وہاں محفوظ تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرب وسیع علاقوں کا ایک تجارتی مرکز

اسلام سے قبل عرب کی معاشی تاریخ بیرونی دنیا سے الگ نہیں تھی، بلکہ عرب وسیع علاقوں کا تجارتی مرکز تھا'' اُس زمانے میں چین، ہندوستان اور دوسرے مشرقی ممالک کی اور اسی طرح مشرقی افریقہ کی جتنی تجارت بھی مصر، شام، ایشیائے کوچک، یُونان اور روم کے ساتھ ہوتی تھی، وہ سب عربوں کے واسطے سے ہوتی تھی، اس تجارت کے تین بڑے راستے تھے۔ ایک ایران سے خشکی کا راستہ جو عراق اور شام ہوتا ہوا جاتا تھا، دوسرا خلیج فارس کا بحری راستہ جس سے تمام تجارتی سامان عرب کے سواحل پر اترتا اور دومۃ الجندل یا تدمر (peimure) ہوتا ہوا آگے جاتا تھا، تیسرا بحر ہند کا راستہ جس سے آگے جانے والے تمام اموال تجارت حضر موت اور یمن سے گزرتے تھے۔ یہ تینوں وہ راستے تھے جس پر عرب آباد تھے، عرب خود بھی ایک طرف مال خرید کر لے جاتے اور دوسری طرف اسے بھی فروخت کرتے تھے، حمل ونقل کا کاروبار (Carrving trade) بھی کرتے تھے اور اپنے علاقے سے گزرنے والے قافلوں سے بھاری ٹیکس لے کر انہیں باحفاظت گزارنے کا ذمہ بھی لیتے تھے۔ ان تینوں صورتوں سے ہمیشہ بین الاقوامی تجارت کے ساتھ ان کا گہرا تعلق رہا ہے۔ ۲۷۰۰ برس قبل مسیح سے یمن اور مصر کے تجارتی تعلقات کا صاف ثبوت ملتا ہے۔ ۱۷۰۰ برس قبل مسیح میں بنی اسماعیل کے تجارتی قافلوں کی سرگرمیوں پر تورات شہادت دیتی ہے۔ شمالی حجاز میں مدین (مدیان) اور ددان (Dedan) کی تجارت ڈیڑھ ہزار برس قبل مسیح اور اس کے بعد کئی صدی تک چلتی نظر آتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے زمانے (ایک ہزار قبل مسیح) سے یمن کے سبائی قبائل اور ان کے بعد حمیری قبیلے ابتدائی مسیحی صدیوں تک مسلسل تجارتی نقل وحرکت کرتے رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ مسیح ﷺ سے لگ بھگ زمانے میں فلسطین کے یہودی عرب آکر خیبر، وادی القری (موجودہ العلاء) تیماء اور تبوک میں آباد ہوئے اور ان کے دائمی تعلقات مذہبی اور ثقافتی بھی اور تجارتی بھی، شام کے فلسطین کے یہودیوں کے ساتھ برقرار رہے۔ عرب میں شام اور مصر سے غلہ اور شراب درآمد کرنے کا کام زیادہ تر یہی یہودی کرتے تھے۔ پانچویں صدی سے قریش نے عرب کی بیرونی تجارت غالب حصہ لینا شروع کیا اور نبی ﷺ کے عہد تک ایک طرف یمن اور حبش سے دوسری طرف عراق سے، اور تیسری طرف مصر وشام سے ان کے وسیع تجارتی تعلقات تھے۔ مشرقی عرب میں ایران کی جتنی تجارت یمن کے ساتھ تھی، اس کا بڑا حصہ حیرہ سے یمامہ موجودہ (ریاض) اور پھر بنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تمیم کے علاقے سے گزرتا ہوا نجران اور یمن جاتا تھا۔

عرب کے سیاسی وثقافتی رابطے

ان تجارتی تعلقات کے علاوہ سیاسی اور ثقافتی اعتبار سے بھی عرب کے لوگوں کا اپنے گردو پیش کی مہذب دنیا سے گہرا رابطہ تھا۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں شمالی حجاز کے مقام تیماء کو بابل کے بادشاہ نبیو نیدوس (nabonidus) نے اپنے گرمائی دارالسلطنت بنایا تھا۔ کیسے ممکن تھا کہ بابل میں جو معاشی قوانین اور طریقے رائج تھے، ان سے حجاز کے لوگ بے خبر رہ گئے ہوں۔ تیسری صدی قبل مسیح سے نبی ﷺ کے عہد تک پہلے بطرا (petra) کی نبطی ریاست پھر تدمر کی شامی ریاست اور اس کے بعد حیرہ اور غسان کی عربی ریاستیں عراق سے مصر کے حدود تک اور حجاز ونجد کے حدود سے الجزیرہ اور شام کے حدود تک مسلسل قائم رہیں۔ ان ریاستوں کا ایک طرف یونان و روم سے اور دوسری طرف ایران سے گہرا سیاسی، تمدنی، تہذیبی اور پھر معاشی تعلق رہا ہے، پھر نسلی رشتوں کی بنا پر اندرون عرب کے قبائل بھی ان کے ساتھ وسیع تعلقات رکھتے تھے۔ مدینہ کے انصار اور شام کے غسانی فرمانروا ایک ہی نسل کے تھے اور ان کے درمیان پیہم تعلقات قائم رہے۔ عہد نبوی میں آپ ﷺ کے خاص شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ غسانی اُمراء کے ہاں آتے جاتے تھے، حیرہ کے امراء سے قریش والوں کا بہت میل جول تھا، حتیٰ کہ قریش کے لوگوں نے لکھنا پڑھنا بھی انہی سے سیکھا اور حیرہ ہی سے وہ رسم الخط انہیں ملا جو بعد میں خط کوفی کے نام سے مشہور ہوا۔ مزید برآں عرب کے ہر حصے میں شیوخ، اشراف اور بڑے بڑے تاجروں کے پاس رومی، یونانی اور ایرانی لونڈیوں اور غلاموں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ ایران و روم کی لڑائیوں میں دونوں طرف کے جنگی قیدی غلام بنائے جاتے تھے ان میں سے زائد از ضرورت تعداد کو کھلے بازار میں فروخت کر دیا جاتا تھا، اور عرب اس مال کی بڑی منڈیوں میں سے ایک تھا۔ ان غلاموں میں ایک اچھے خاصے پڑھے لکھے مہذب لوگ بھی ہوتے تھے اور صنعت پیشہ اور تجارت پیشہ لوگ بھی۔ عرب کے شیوخ اور تجار ان سے بہت کام لیتے تھے۔ مکہ، طائف، یثرب اور دوسرے مرکزوں میں ان کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور یہ کاریگروں کی حیثیت سے اپنے آقاؤں کی قیمتی خدمات بجالاتے تھے۔

الغرض عربوں کے دیگر ممالک کے ساتھ سیاسی، معاشی اور دیگر خارجی تعلقات بعثت نبوی سے قبل قائم تھے اور بعثت کے بعد وہ تعلقات برقرار رہے ہیں۔ پانچویں تا گیارھویں صدی تک عربوں کے دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے جان جی جیکسن McCabe کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اقتباس نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ:

''کوئی بھی جدید شائستگی پانچویں تا گیارھویں صدی کے یورپ کے بدبختی میں سے کسی کو بھی بازیاب نہیں کرتی اور ایک مرتبہ پھر جنوب کے ہی گہرے رنگت والے آدمیوں نے تہذیب کو بحال کیا۔ ۱۰۰۰ عیسوی میں ایک ایسی حالت سے دوچار تھا جسے اگر ہم یورپی نہ ہوتے، ہم بلاہچکچاہٹ بربریت کہتے، تاہم اس دور میں عربوں کے پاس سپین، سسلی (صقیلہ) شام، مصر اور فارس میں ایک شان دار تہذیب موجود تھی اور اس کا تعلق ہندوستان اور چین کی تہذیبوں سے جڑا ہوا تھا، ہم یورپ یا قرون وسطی کی تاریخ لکھتے ہیں، لیکن خود کو محض ایک چھوٹے سے غلیظ خطے تک ہی محدود کر لیتے ہیں (تب تک روس اور پروشیا مہذب نہیں بنے تھے) اور سپین مورش تھا اور پرتگال سے لے کر چینی سمندر تھا، محیط عالی شان تہذیب کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔'' (۷۲)

عرب کی معاشی صورت حال

عرب کسی بھی زمانے میں بھی نہ تو خوراک کے معاملے میں خود کفیل رہا ہے اور نہ وہاں ایسی صنعتوں کو فروغ نصیب ہوا ہے، جن سے تمام ضرورت کے سامان ملک ہی میں فراہم ہو جاتے ہوں، اس ملک میں اشیائے خوردنی بھی باہر سے درآمد ہوتی رہی ہیں اور ہر طرح کی مصنوعات بھی، حتیٰ کہ پہننے کے کپڑے تک زیادہ تر باہر ہی سے آتے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے قریب کے عہد میں یہ درآمدی تجارت زیادہ تر دو گروہوں کے ہاتھ میں تھی: ایک قریش اور بنی ثقیف، دوسرے یہود۔ لیکن یہ لوگ مال درآمد کر کے صرف تھوک فروشی ہی کرتے تھے۔ اندرون ملک کی چھوٹی چھوٹی بستیوں کی خردہ فروشی کرنا ان کا کام نہ تھا، نہ ہو سکتا تھا اور نہ قبائل اس بات کو گوارا کر سکتے تھے کہ سارے تجارتی فائدے یہی لوگ لوٹ لے جائیں اور ان کے اپنے آدمیوں کو اس اجارہ داری میں گھسنے کا راستہ نہ ملے، اس لیے تھوک فروش کی حیثیت سے یہ لوگ اندرون ملک کے خردہ فروش تاجروں کے ہاتھ لاکھوں روپے کا مال فرخت کرتے تھے اور اس کا ایک معتدبہ حصہ ادھار فروخت ہوتا تھا۔

بعثت نبوی (علی صاحبہا السلام) اور عرب کی سیاسی حالت

بعثت نبوی سے قبل عرب سرزمین کی سیاسی حالت کے بارے میں مؤرخین نے تجزیہ کیا ہے کہ بعثت نبوی سے قبل قطعہ ''عرب ہر طرف ظالم سلطنتوں سے گھرا ہوا تھا اور خود ملک کے اندر ہمسایہ قوموں کا امپیریلزم نفوذ کر چکا تھا۔ آپ ﷺ کی پیدائش سے چند ہی روز قبل حبشی فوجیں یلغار

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہوئی خاص اس شہر تک پہنچ گئی تھیں جس میں آپ پیدا ہوئے تھے۔ عرب کا سب سے زرخیز صوبہ یمن پہلے حبشیوں کے اور پھر ایرانیوں کے تسلط میں جا چکا تھا۔ عرب کے جنوبی و مشرقی سواحل ایرانیوں کے زیرِ اثر تھے۔ عراق عرب کا علاقہ نجد کے حدود تک ایرانیوں کے اثر میں تھا، شمال میں عقبہ اور معان تک، بلکہ تبوک تک سلطنت روم کے اثرات پہنچے ہوئے تھے۔ دونوں ہمسایہ سلطنتیں عرب کے قبائل کو اپنی اغراض کے لیے ایک دوسرے سے لڑاتی تھیں اور اندرون عرب میں اپنے اثرات پھیلا رہی تھیں۔ متعدد مرتبہ قسطنطنیہ کا قیصر مکہ کی چھوٹی سی ریاست کے معاملات میں مداخلت کر چکا تھا۔ عربی قوم کو ہر ملک گیر طاقت اپنے قبضے میں لانا چاہتی تھی، کیوں کہ اس قوم کا ملک بنجر تھا مگر قوم بنجر نہ تھی۔ جہانگیری کے لیے بہترین سپاہی اسے فراہم ہو سکتے تھے۔" (۷۳)

مختصر یہ کہ اس دور میں ہم جس جانب بھی نظر کریں ہم صرف جنگیں، نسل، رنگ، زبان یا علاقہ کے حوالے سے احمقانہ امتیازی احساسات کے ساتھ ساتھ چند امیر افراد میں دولت کی غلط تقسیم کی وجہ سے باقی ماندہ آبادی کی غربت دیکھتے ہیں۔ لوگ بھول چکے تھے کہ وہ سب ایک ہی جوڑے (آدم وحوا) کی اولاد ہیں اور ان کی بھائی سے نفرت اور قتل وغارت نے ان کو حیوانوں سے بھی نیچے لا کھڑا کیا تھا۔ کئی افراد نے مادہ پرستی پر عمل کیا جو کہ صرف بھیڑیوں کو ہی زیب دیتا ہے، کئی نے اپنے آپ کو ریاضت کے لیے وقف کرتے ہوئے دنیا سے رشتہ ناطہ توڑ لیا تھا، اس میں شک نہیں کہ وہ فرشتوں سے مشابہ ہو گئے تھے، لیکن ان کا مفاد صرف ذاتی تھا اور انسانی معاشرہ کو ان سے بمشکل ہی فائدہ پہنچ رہا تھا۔ ہر شخص یہ بھول گیا تھا کہ انسان بیک وقت جسم وروح سے بنایا گیا ہے۔ ایسے میں انسانیت کو ایک رہنما اور رہنمائی کی ضرورت تھی، اور ایک ایسے مذہب کی بھی جو ان کی عمومی رہنمائی کرتے ہوئے ان کو مادی و روحانی دونوں راستے دکھائے، جو انسان کے ان دونوں پہلوؤں کے درمیان ایک رابطہ، ایک توازن قائم کرتے ہوئے اسے ہم آہنگ ترقی کا راستہ بتائے۔ انسان نہ شیطان ہے اور نہ ہی فرشتہ اور نہ ہی تھر ہے، وہ اچھے اور برے اعمال کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، لیکن وہ وجہ دلیل بھی رکھتا ہے جس کی بنیاد پر وہ برے ارادے اور جذبات کو کنٹرول کرتا ہے۔ اس زمانے میں انسان کو یہ تعلیم دینے کی اشد ضرورت تھی کہ اس کے صرف حقوق ہی نہیں ہیں، بلکہ ان کے متعلقہ فرائض بھی ہیں اور یہ کہ اس نے جو کچھ اس دنیاوی زندگی میں کیا ہے، اس سب کی ذمہ داری چاہے خیر ہو یا شر اس پر ہی عائد ہو گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

خارجہ پالیسی کے بنیادی ...... قرآنی اُصول

ہر نظام اور ادارہ اصولوں و مقاصد کی بنیاد پر استوار ہوتا ہے، کیونکہ بغیر اصولوں کے ادارے کے حدود و اہداف کا تعین انتہائی مشکل امر ہے، کیونکہ اصول ہی وہ اہم چیز ہے جو ادارے کو چار چاند لگاتی ہے۔ جس ادارے کے اصول جس قدر واضح ہوتے ہیں اس ہی طرح اس کے اہداف تک رسائی بھی آسان ہوتی ہے۔ ریاست خود ایک ادارہ ہے اور اس ادارے کے اہم اجزاء میں سے ایک جز ''خارجہ'' کا ہے۔ جس طرح ریاست کے قیام عمل میں لانے کے کچھ اصول وضوابط متعین کیے جاتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ حالات ومواقع کے اعتبار سے ان قوانین میں ردوبدل بھی کیا جاتا ہے، تاکہ ریاست کو کسی بھی لمحہ کسی غیر یقینی صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ایسے میں خارجہ پالیسی کے تشکیل کے بھی کچھ اصول متعین ہیں اور ان میں وقت اور زمانہ کے لحاظ سے تبدیلیاں رہی ہیں اور ہوتی رہے گی۔ اس فصل میں ریاست کا ایک اہم ادارہ ''خارجہ'' اصول سے بحث کی جائی گی، تاکہ یہ بات واضح ہوسکیں کہ وزارت خارجہ ریاست کے ترقی میں کس قسم کا کردار ادا کرتی ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے؟ ذیل میں ریاست اس اہم ادارے کے یعنی خارجہ پالیسی کے اصول پیش خدمت ہے۔

دین اسلام کے تناظر میں قران مجید روئے زمین پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سب آخری اور جامع کتاب ہے۔ قرآن حکیم روئے زمین پر قائم تمام اداروں چاہے اس کا تعلق فرد کی اصلاح سے ہو یا فرد کی ترقی سے، معاشرتی قوانین ہو یا معاشی، سیاسی نظام کے اصول وقواعد ہو یا ایک ادارہ کے اصول وضوابط، یعنی ہر ادارہ، نظم، انجمن کے بارے میں بہترین راہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اسلامی ریاست و نظام حیات کی مکمل رہنمائی کے ساتھ دوسری ریاستوں حکومتوں اور غیر مسلم لوگوں کے ساتھ معاملات وتعلقات کی پالیسی کی وضاحت بھی کرتا ہے۔

سیاست خارجہ کے اصول کے بارے میں سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف نظر کرتے ہیں کہ وہاں سے خارجہ پالیسی کی تشکیل سے متعلق کیا اصول ذکر کیے گئے ہیں، کیوں کہ قرآنی اصول تبدیل نہیں ہوتے، بلکہ اس پر عمل کے طریقے مختلف زمانوں میں مختلف ہوتے ہیں، جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دورِ حکومت میں انہوں نے معاشی ضروریات کو سمجھتے ہوئے وزیر خزانہ جیسے اہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عہدے کو اپنے پاس رکھا، اور نظام و سماج کی فلاح و بہبود میں اہم کردار ادا کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے ریاست مدینہ جن اصولوں پر قائم کی تھی، اس میں آپ ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کا اتنا اثر تھا کہ معاشرہ کا مزاج ہی یکسر تبدیل ہو گیا، کیونکہ اسلام پورے نظامِ حیات کی تعمیر ہی اخلاقی اصولوں پر کرتا ہے، اس لیے تعلقات کی بنیاد قرآنی اصولوں کو بنا کر دوستی اور دشمنی کی اساس عقلی اور انسانی اُصولوں پر رہنا چاہیے جو ہمیشہ برقرار رہتے ہیں اور طبعی عوامل کو اعتدال میں رکھ کر فتنہ و فساد کا دروازہ بند کر دیتے ہیں، بلکہ انہی اصولوں کی روشنی میں دشمنی اور دوستی کا تعین بھی ہوتا ہے۔ چناں چہ قرآن حکیم ہی ان اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے، گناہ اور سرکشی کی صورت میں مدد نہ کی جائے، اسلامی تصور کے تحت انسانی خون محترم ہے اور اسے بغیر حق کے نہ بہایا جائے، عدل و انصاف کرنا تمام بنی نوع کا بنیادی حق ہے، اس لیے حالات خواہ کیسے بھی ہوں، ہر صورت میں انصاف کا دامن مضبوطی سے تھاما جائے، کمزوروں، معذوروں اور بے کسوں کی مدد کی جائے، ظلم و ستم کا قلع قمع کیا جائے اور عہد کا احترام کیا جائے۔

کیونکہ ''اسلامی نصوص کے مطالعہ سے ہمیں کچھ ایسی اقدار حاصل ہوتی ہیں جو مسلم رجحان اور اندازِ فکر کے نقوش متعین کرتی ہیں اور مسلم شعور اور حکمت عملی پر اثر انداز ہوتی ہیں، جس کے تحت انہوں نے بشمول خارجہ تعلقات، زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمانوں کے عمل کے لیے کچھ طے شدہ اور تغیر نا آشنا طریقے مقرر کیے ہیں۔'' (۷۴)

چنانچہ ''اسلامی آئیڈیولوجی صرف ریاست اور اس کے اندرونی مسائل ہی کے متعلق ایک واضح پالیسی نہیں دیتی، بلکہ یہ بھی واضح کر دیتی ہے کہ ملت، اور ریاست کے تعلقات دوسرے ممالک اور اقوام سے کن بنیادوں پر استوار ہوں اور اس لائحہ عمل کو جو یہ آئیڈیالوجی بین الاقوامی تعلقات کے لیے بھی ایک واضح لائحہ عمل دیتی ہے، اسے ہم سیاست خارجہ کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔'' (۷۵)

قرآنی اُصولِ خارجہ

قرآن مجید اپنے آفاقی پیغام کے ساتھ دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جو انسانی زندگی کے بعد گروہی زندگی اور ان سب کے مجموعہ ایک ریاستی نظام کے لیے وہ بنیادی اصول وضوابط فراہم کرتا ہے جو عین انسانی فطرت اور مزاج کے مطابق ہوتے ہیں۔ کسی بھی مملکت یا ریاست کے ماتحت اہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ سیاست خارجہ، تعلقات، بین الاقوامی مفادات کا حصول بھی ہوتا ہے، اس لیے قرآن مجید اس ادارے کے لیے گراں قدر اصول، قواعد وضوابط سے سیاست انسانی کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔ شعبہ سیاست خارجہ کے لیے قرآن حکیم کے بنیادی اصولوں پر آپ ﷺ نے عملی نمونہ داخلہ اور خارجہ دونوں تعلقات کے قیام میں پیش فرمائی ہیں۔ ایک ریاست کی خارجہ پالیسی کے مندرجہ ذیل اصول ہونے چاہئیں۔

(۱) عہد و پیمان کا احترام

اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا پہلا اصول یہ ہونا چاہیے کہ عہد و پیمان کا احترام کیا جائے، اگر کسی دوسری ریاست یا حکومت سے کیا گیا کوئی معاہدہ توڑنا ناگزیر ہو جائے تو دوسری فریق کو خبردار کر دینا چاہیے، تاکہ وہ اپنے طور پر معاہدہ کے خاتمے سے باخبر رہے۔ ایفائے عہد مسلمانوں کی اولین صفات میں سے ہیں، اور اسلامی اصول خارجہ میں اس کی بڑی اہمیت ہے، چناں چہ عہد و پیمان سے متعلق قرآن حکیم واضح اصول فراہم کرتا ہے۔ ارشادات قرآنی ہیں:

”وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ.“(۷۶)

”وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے ہیں۔“

”وَأَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا.“(۷۷)

”اور اللہ کا نام لے کر جب تم آپس میں ایک دوسرے سے اقرار کرو تو اس کو پورا کرو اور قسموں کو پکی کر کے نہ توڑو۔“

”فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔“(۷۸)

”جب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ نبھائیں تم بھی ان سے وفاداری کرو یقیناً اللہ پرہیز گاروں کو پسند کرتا ہے۔“

اس لیے اگر کسی قوم یا مملکت، جس سے تمہارا عہد و پیمان ہوا ہو اور تمہیں اس کی طرف سے عہد و پیمان کے توڑنے کا خطرہ پیدا ہو تو اس میں بھی جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس میں برابری کو ملحوظ رکھو اور اللہ تعالیٰ ایسے انسانوں کو پسند نہیں کرتا جو عہد کا پاس نہیں رکھتے، لیکن اگر تم لوگوں نے بدعہدی کے بعد زیادتی کی تو تم ان کے ساتھ برابر کے شریک ہو جاؤ گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ۔“(۷۹)

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت (بدعہدی) کا اندیشہ ہو جائے تو ان کی طرف پھینک دو (ان کا عہد) برابری ملحوظ رکھ کر، یقیناً اللہ خائنوں کو ناپسند کرتا ہے۔''

اسی طرح اگر (دشمن کے علاقہ کے مسلمان) تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تمہارا فرض ہے، مگر یہ مدد کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں کی جا سکتی جس سے تمہارا معاہدہ ہو، کیونکہ کی عہد کی پابندی انسان میں وہ بہترین صفات پیدا کرتی ہے جو اس کو دیگر لوگوں میں ممتاز کرتی ہے، مثلاً عہد کا پابند انسان اپنی ہر بات کہنے سے قبل اس کے متعلق سوچ و بچار کرتا ہے، پھر وہ جس چیز کا عہد کرتا ہے، اس کے بارے میں جھوٹ، وعدہ خلافی سے پرہیز کرتا ہے اور اپنے ارادے میں مصمم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام عہد و پیمان کے احترام کا حکم دیتا ہے اور اگر فریقین کے درمیان طے پانے والا عہد نامہ یا معاہدہ کسی وجہ سے توڑنا ناگزیر ہو جائے تو عہد نامہ توڑنے کا باقاعدہ اعلان کیا جائے، اس لیے کہ اعلان کے بغیر عہد نامہ کی شرائط کی خلاف ورزی کرنا اخلاقی ہی نہیں، بلکہ قانونی جرم بھی ہے۔

عہد کے پاسداری سے متعلق ذخیرہ احادیث میں ایک روایت میں رسالت مآب ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

''عن انس قال قلما خطبنا رسول اللّٰه ﷺ : ألا قال لاإيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له۔''(۸۰)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے کہ حضور ﷺ نے بہت کم کوئی ایسی تقریر کی جس میں آپ ﷺ نے یہ نہ فرمایا ہو کہ وہ شخص ایمان سے محروم ہے، جو امانت دار نہیں اور وہ شخص دین سے خالی ہے جو اپنے عہد کا پابند نہیں۔''

اس لیے بدعہدی کسی بھی مذہب میں مستحسن نہیں ہے، اس کے علاوہ بین الممالک تعلقات میں عہد اور وعدے کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے، اس لیے کہ یہی وہ بنیاد ہے جو تعلقات میں استحکام اور اعتماد کا رشتہ استوار کرتی ہے۔ ایک معروف مسلم مفکر بدعہدی چاہے وہ مسلم ممالک کے درمیان ہو یا غیر مسلم ممالک کے ساتھ، اس کے بارے میں انتہائی اہم ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جو لوگ اسلامی بلاک سے معاہدے کرتے ہیں اور بعد میں اپنے عہد توڑ دیتے ہیں، وہ اس کرۂ ارض پر بدترین جانور ہیں، لہٰذا اسلامی بلاک کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ان کی سبق آموز تربیت کرے اور ان کو ایسا سبق سکھائے کہ یہ لوگ اور ان کے بعد آنے والے یا ان کی پشت پر جو قوتیں کھڑی ہوں، ان کے لیے بھی وہ اچھی عبرت ہو۔ نیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قریظہ نے جو بدعہدی کی آنحضرت ﷺ نے ان کو سزا دی وہ تاریخ میں روشن ہے۔
جن معاہد اقوام سے اسلامی حکومت کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ وہ بدعہدی کریں گی یا عہد میں امانت داری کے مقابلے میں خیانت کریں گی تو اسلامی قیادت کا یہ حق ہوگا کہ وہ اس عہد کو ان کے سامنے دے اور اعلان کر دے کہ اس کی اب کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس کے بعد اگر اسلامی حکومت ان کو سرزنش کرے تو وہ آزاد ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو خوفزدہ کر سکے جو اسلامی حکومت کے خلاف سرگرم ہوں اور تیاریاں کر رہے ہوں کہ حملہ کر دیں۔'' (۸۱)

مگر واقعہ یہ ہے کہ عہد جدید کی سیاسی پیچیدگیوں نے ایسے ہی ڈپلومیسی کو اپنا کر انسانیت کو بے شمار دکھ سہنے پر مجبور کیا ہے۔ پہلے تو مخصوص مقاصد کے تحت معاہدے کیے جاتے ہیں اور ان کے پردے میں انتہائی درجے کی مکاری، فریب اور دھوکہ سے اپنے مفادات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ فریق مخالف کے مسائل کو کچھ ہوا دی جاتی ہے، جب حالات بگڑ جاتے ہیں تو ان سے خود فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں نہ تو کسی معاہدہ کی شرائط کی خلاف ورزی کے مرتکب ہونے کی پرواہ کی جاتی ہے اور نہ بروقت معاہدے سے الگ ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ قوموں و ریاستوں نے معاہدوں کی موجودگی میں بھی بلا اعلان ان شرائط کی خلاف ورزی کر کے اپنے مخالف فریق کو نقصان پہنچایا ہے، لیکن اسلام اس طریقہ سیاست کو باطل قرار دیتا ہے کہ اگر معاملات سے متعلق کوئی اہم معاہدہ یا عہد کیا جائے تو اس کا احترام کیا جائے اور اگر کبھی اس سے الگ ہونا ضروری ہو جائے تو فریق مخالف کو اطلاع دینے کے لیے معاہدہ سے علیحدگی کا اعلان کیا جانا چاہیے۔

اسلامی ریاست بھی اپنی خارجہ پالیسی میں اس اصول پر عمل کرتی ہے کہ جب بھی کوئی معاہدہ کیا جائے تو اس کی پابندی ضروری ہے اور جب تک فریق مخالف اس کی خلاف ورزی نہ کرے، اسلامی حکومت اس کی پابندی کرتی رہے گی، بلکہ اسلامی حکومت عہد ناموں کی پابندی کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد کرتا ہے، یہاں تک کہ اگر دوسری غیر مسلم ریاست میں مسلمانوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہو اور وہ اسلامی ریاستوں سے مدد طلب کرے تو اسلامی ریاست ان کی مدد کرنے کی پابند ہونے کے باوجود بھی ایسی اسلامی ریاست جس سے ان کا معاہدہ ہو مسلمانوں کی مدد نہیں کر سکتی۔ اس طرح ایک اور پالیسی بھی بیان کر دی کہ اگر کسی غیر مسلم قوم و ملک جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ اور خارجہ تعلقات ہیں، وہاں کے باشندے آپ سے مدد طلب کریں تو ان مسلمانوں کی مدد نہیں کی جائے گی، جس سے اس معاہدے کی خلاف ورزی ہو رہی ہو۔ ہاں! ان کی مدد کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خارجہ حکمت عملی کو بروئے کار لایا جائے گا۔ جو بین الاقوامی اصول کے دائرے میں ہو اور ساتھ ان کی مدد کی جائے گی۔ اس بارے میں قرآنی پالیسی کچھ یوں نظر آتی ہیں:

"وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ." (۸۲)

ترجمہ: "اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارے لیے ان کی ولایت میں کچھ بھی نہیں، یہاں تک کہ وہ ہجرت کر لیں، اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں، تو تم پر اُن کی مدد کرنا لازم ہے، مگر مقابلہ میں اُن لوگوں کے کہ اُن میں اور تم عہد ہو۔"

قرآن حکیم کی یہ آیت اسلامی دستوری قانون کا ایک اہم دفعہ ہے، اس میں ایک اصول مقرر کیا گیا ہے کہ: "ولایت کا تعلق صرف ان مسلمانوں کے درمیان ہو گا جو دارالاسلام کے باشندے ہوں، یا باہر سے ہجرت کر کے دارلاسلام میں آ جائیں، باقی رہے وہ مسلمان جو اسلامی ریاست کی حدارضی سے باہر ہوں، تو ان کے ساتھ مذہبی اخوت قائم رہے گی، لیکن ولایت کا تعلق نہ رہے گا۔ قانون اسلام نے اس جھگڑے کی جڑ کاٹ دی ہے جو بالعموم بین الاقوامی پیچیدگیوں کا باعث بنتی ہے، کیوں کہ جب کوئی حکومت اپنی حدود سے باہر رہنے والی بعض اقلیتوں کا ذمہ اپنے سر لے لیتی ہے تو اس کی وجہ سے ایسی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کو بار بار کی لڑائیاں بھی نہیں سلجھا سکتیں۔" (۸۳)

گویا اسلامی ریاست ہر اس اقدام سے انکار کرتی رہے گی، جس سے بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہوں، اور جس کی وجہ سے اسلامی اصول متنازع بنے اور اسلام کے آفاقی اصولوں پر کوئی حرف آئیں۔

(۲) دیانت داری

خارجہ تعلقات میں راست بازی و دیانت داری کا اہم حصہ ہے، کیونکہ دین اسلام جس طرح ذاتی زندگی میں ایمان داری اور دیانت داری پر زور دیتا ہے، ایسے ہی جب بین الاقوامی معاملات ہو تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات کے فروغ میں دیانت داری کے وصف کی وجہ سے انسان کی اپنی شان بھی بلند ہوتی ہے اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کا ذریعہ بھی، اس لیے کسی بھی مکروفریب سے اجتناب کیا جائے۔ بین الاقوامی تعلقات میں ایک دوسرے کے ساتھ دیانت دارانہ برتاؤ بہت اہم ہیں، قرآن حکیم کہتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''وَلَا تَتَّخِذُوْا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ۔''(۸۴)

''اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکروفریب کا ذریعہ نہ بناؤ۔''

''یعنی کوئی شخص اسلام کی صداقت کا قائل ہو جانے کے بعد محض تمہاری بداخلاقی دیکھ کر اس دین سے برگشتہ نہ ہو جائے اور اس وجہ سے وہ اہل ایمان کے گروہ میں شامل ہونے سے رُک جائے کہ اس گروہ کے جن لوگوں سے اس کو سابقہ پیش آیا ہو، ان کو اخلاق اور معاملات میں اُس نے کفار سے کچھ مختلف نہ پایا ہو۔''(۸۵)

(۳) عدل وانصاف

قرآن حکیم بنیادی طور پر اجتماعیت کی بات کرتا ہے اور کسی قسم کی تخصیص کا روادار نہیں۔ قرآن حکیم عدل وانصاف کے معاملے میں اونچے اور نچلے طبقے کی تفریق، چھوٹے بڑے کی تمیز، سیاسی اور غیر سیاسی منفعت، یہاں تک کہ اپنی ذاتی خواہش کو بھی عدل وانصاف کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتا۔ قرآن حکیم کے نزدیک عدل وانصاف کا بلند ترین درجہ یہ ہے کہ دوسروں کے مفادات کو نقصان پہنچانے کے بجائے اُن کی حفاظت اور نگہداشت کریں۔ اسی طرح عدل واحسان کے معاملے میں چاہے اپنا ہو یا پرایہ، عدل کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ قرآن حکیم میں ارشادات خداوندی ہیں کہ:

''إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ۔''(۸۶)

''اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا''۔

''وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى۔''(۸۷)

''جب تم بات کرو تو انصاف سے کرو خواہ وہ تمہارے رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔''

''وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔''(۸۸)

''اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو۔''

''وَأَقْسِطُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔''(۸۹)

''اور انصاف کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اسلام عدل وانصاف سے متعلق ذمہ داری اور پابندی کو خارجہ پالیسی اور خارجہ تعلقات میں یکساں دیکھنا چاہتا ہے جو بین الاقوامی تعلقات کے دائرے میں متعلقہ فریق کے باہمی سمجھوتہ کے ذریعے طے ہوں گے، اس لیے اگر کسی دشمن قوم یا فرد سے بھی کوئی جرم سرزد ہو جائے تو بحیثیت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انسان سب پر لازم ہے کہ وہ انصاف کریں اور زیادتی سے گریز کریں۔ اسی اصول کی طرف بلیغ انداز میں یوں اشارہ کیا ہے کہ:

''وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ۔ ''(۹۰)

''اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو، کیوں کہ یہی خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔''

انسانی جذبات اکثر عدل کی راہ حائل بن جاتے ہیں، اس لیے عدل وانصاف کے معاملے میں جذبات کی اتباع نہ کی جائے، کیونکہ جذبات میں انسان ظلم اختیار کر لیتا ہے اور ناانصافی کا شکار ہو جاتا ہے، اس لیے قرآن حکیم انتہائی جذبات کے عالم میں بھی عدل کا درس دیتا ہے:

''فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا۔ ''(۹۱)

''پس انصاف کے معاملے میں جذبات کی اتباع نہ کرو۔''

اسلامی ریاست میں ان ملکوں، ریاستوں اور قوموں کو جو صلح پسند ہیں اور بھلائی کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے، اس لیے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور جو قوم دوسری قوموں کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے، اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جانا چاہیے۔ اسلامی ریاست اپنی خارجہ پالیسی میں اس اصول کو بہت اہمیت دیتی ہے، تاکہ دنیا میں اس کے دوست ممالک کی تعداد میں اضافہ ہو، کیونکہ اسی وجہ سے بین الاقوامی برادری میں دوست ممالک کا ایک مؤثر کردار ہوتا ہے۔

اس تناظر میں جب ریاست مدینہ کی خارجہ پالیسی کا جائزہ لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس اصول کو اپنائے رکھا اور اسی وجہ سے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں دین اسلام کا ناقابل یقین پھیلاؤ ہوا، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے بطور سربراہ ریاست خارجہ حکمت عملی میں عدل وانصاف سے متعلق قرآنی اصول کو دشمن ممالک کے ساتھ سے بھی روا رکھا، کیوں کہ اسلامی ریاست ہی عالمی سطح پر اسلام کی ساکھ بلند کرنے کی ذمہ دار ہے، نہ یہ کہ اس کو عالمی سطح پر مجروح کرے۔ نبی کریم ﷺ نے اس عالمی امن اور انصاف کے عملی مظاہرے دنیا کے سامنے پیش کیے ہیں، جو آج بھی تاریخ میں روشن مثال ہیں۔

اسلامی ریاست چونکہ عدل وانصاف کی داعی اور بین الاقوامی عدل کی مبلغ ریاست ہوتی ہے، اس لیے عالمی برادری میں قوم اور ریاستوں کے درمیان تعلقات کی بنیاد بھی یہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصول قائم کرتی ہے۔ حقوق افراد کے ہوں یا قوم و ریاست کے، ان کا تحفظ اجتماعی زندگی کا مقصدِ اولین ہونا چاہیے، نہ کہ وہ اپنے مفادات کے خاطر ساری انسانیت پر ظلم وستم ڈھائے اور نا انصافی کی فضا پیدا کر کے بنی نوع انسان کو تباہی کی طرف لے جائیں۔ سید قطب شہید لکھتے ہیں کہ:

> ''اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس بات سے روکا تھا کہ وہ کسی قوم کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے کہ انہوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکا تھا، بے انصاف کرنے سے ہاتھ کھینچ لیں اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ کر بیٹھیں ضبط نفس اور رواداری کی یہ انتہا تھی جہاں اللہ تعالیٰ ان کو پہنچانا چاہتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت مضبوط منہاج تربیت تھا، یہاں بھی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اس بات سے روکتے ہیں کہ وہ دشمنی کی وجہ سے عدل سے نہ رک جائیں، یہ ایک نہایت ہی اعلیٰ چوٹی ہے اور اس قدر مشکل اور دشوار ہے کہ اس پر چلنا مشکل اور دشوار گزار راہ ہے، یعنی نفس انسانی کو ایسے مبغوض اور قابل نفرت لوگوں کے ساتھ انصاف کرنے پر مجبور کرنا۔'' (۹۲)

(۴) غیر جانب داری کا احترام

بین الاقوامی تعلقات کے تناظر میں اگر ایک ملک کے دوسرے ملک کے ساتھ تعلقات خراب ہو جائے اور نوبت جنگ تک پہنچ جائے تو دورانِ جنگ جو لوگ غیر جانب دار ہے، ان کی غیر جانب داری کا پورا احترام کیا جائے اور غیر جانب داروں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ قرآن کہتا ہے:

> ''إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ۔'' (۹۳)
>
> ''مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملے ہوں جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو۔''

اس آیت کی رو سے ''ایک وہ جو کسی ایسی قوم اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جن کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ صلح ہے، ایسے لوگوں کی جان بخشی محض معاہدے کے احترام میں کی گئی، اس لیے کہ معاہدہ کے قیام تک ان کے کسی فرد کو گرفتار یا قتل کرنا عہد شکنی ہوگی، عام اس سے کہ وہ کافر ہے یا منافق، دوسرے وہ لوگ جو اپنی کمزوری اور پست ہمتی کی وجہ سے مسلمانوں کے پاس غیر جانب داری کی درخواست لے کر آئیں، نہ وہ اپنی قوم اور قبیلے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہوں اور نہ مسلمانوں میں شامل ہو کر اپنی قوم سے جنگ کے لیے آمادہ ہوں، ان کو مہلت دیئے جانے کی یہ مصلحت واضح فرمائی کہ ایسے کمزور لوگوں کی طرف سے یہ غیر جانب داری کا رویہ بھی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

غنیمت ہے۔ آخر یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ اللہ ان کو جرأت دے دیتا تو یہ کھلم کھلا دشمن بن کر تم سے جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے تو جب تک یہ تم سے تعرض کرنے سے کنارہ کش رہے، تم سے جنگ نہ کرے، تمہارے ساتھ صلح جو یانہ روش رکھے، تم بھی ان خلاف کوئی اقدام نہ کرو۔" (۹۴)

(۵) صلح پسندی

دین اسلام اپنی تعلیمات میں کبھی بھی جنگ کا روادار نہیں رہا اور نہ ہی خالق کائنات کی پالیسی یہ رہی ہے کہ انسانی معاشرہ جنگوں کا شکار ہو۔ اسلام جنگ کے بجائے امن، صلح کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، کیونکہ جنگوں کی وجہ سے معاشرہ ظلم، زیادتی اور فساد کا شکار ہوتا ہے جس میں بلاتفریق پوری انسانیت کا نقصان ہے اور ویسے بھی دین اسلام نے اپنی آفاقی تعلیمات میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی نوبت پیش آجائے کہ جنگ کرنا ناگزیر ہو تو اس میں ممکنہ حد تک جنگ سے پہلے یا جنگ کے بعد صلح پر زور دیتا ہے، تاکہ اگر جنگ ہوئی بھی ہے تو اس کو روک کر صلح کی طرف معاملہ کو لے جایا جائے۔ ایسے ہی ممالک کے درمیان اگر جنگ کی نوبت پیش آئے تو اول تو کسی بھی سطح پر صلح کرنے کے راستے تلاش کیے جائیں، اگر جنگ ہو بھی جائے تو جنگ کے فوری بعد یا دوران جنگ اگر کوئی ایسی نوبت بنے کہ صلح ہو سکتی ہے تو صلح کی جانب قدم بڑھانا جنگ سے بدرجہا بہتر اور لائق تحسین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے خارجہ تعلقات میں صلح پسندی کے فروغ پر زور دیا ہے۔ ارشادِ قرآنی ہے:

"وَ إِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا." (۹۵)

"اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے

"والصُّلْحُ خَيْرٌ۔" (۹۶)

"اور صلح بہر حال بہتر ہے۔"

قرآن حکیم اور دین اسلام کی تعلیمات ایک مکمل صلح کی حیثیت سے ظاہر ہوئی ہیں، تعلیمات قرآنی جبر، شدت کے منافی ہے اور صریح نص قرآنی بھی ہے۔ قرآن مجید انسان کو یہ پیغام دیتا ہے کہ اپنی خوبیوں اور اچھائیوں کو زبان اور عمل سے ثابت کرو۔ پھر اس کو تسلیم کرنے والے پر چھوڑ دو کہ وہ مانے یا نہ مانے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں دین اسلام کی امن پسندی کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلم اسکالرز اور تاریخ دانوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔

اگر غیر مسلموں میں سے کوئی اسلامی کیمپ کے ساتھ معاہدہ امن کرنا چاہے اور وہ اسلامی حکومت کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے تو اسلامی حکومت کی قیادت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اسے قبول کر لے اور معاہدہ کر لے۔ اگر وہ کوئی خفیہ سازش کرنا چاہتے ہیں اور بظاہر دھوکے کی کوئی علامت نظر نہیں آتی ہو تو ان کا فرض ہے کہ ان کے خفیہ ارادوں کو اللہ پر چھوڑ دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس قسم کے فریب کاروں کے شر سے بچانے والا ہے۔

(۶) باہمی تعاون کا فروغ

باہمی تعاون کا فروغ بین الاقوامی تعلقات کی ناگزیر شرائط میں سے ہے۔ اسلام باہمی معاملات میں دیانت و راست بازی کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ باہمی تعاون کے فروغ پر بھی زور دیتا ہے، اس لیے معاملات خواہ افراد کے درمیان ہو یا افراد اور ریاست کے مابین، تعلقات میں باہمی تعاون کا فروغ ہی دوستی اور امن کو فروغ دیتا ہے، دھوکہ، فریب اور جھوٹ جیسے معاملات کی بنیاد نفرت پر ہے اور نفرت بنی نوع انسان کی تعمیر کے بجائے تباہی کا سامان مہیا کرتی ہے۔ تعلقات صاف واضح اور اصول پسندی پر مستحکم ہونے چاہیے۔ دین اسلا تعاون علی الخیر میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی تعاون میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔''(۹۷)

''یعنی نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔''

انسان مدنی الطبع ہے، یعنی گروہی شکل میں رہنے کو زیادہ پسند کرتا ہے، اب جب اس کو گروہی شکل میں مل جل کر رہنا ہے تو اس کو کئی قسم کے لوگوں سے معاملات کرنے ہیں، کیونکہ ایک انسان دوسرے کے سہارے کے بغیر نہیں چل سکتا، لہٰذا قرآن حکیم افراد کے ساتھ ریاست کو بھی اس بات کا پابند کرتا ہے کہ ان معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو جو قوانین خداوندی کے خلاف نہ ہو:

''وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔''(۹۸)

''(خدائی قوانین کے سامنے) جھکنے والوں کے ساتھ تم بھی جھکو۔''

اس لیے جو بھی ریاست یا بحیثیت فرد کے کسی کے ساتھ برائی میں یا معاشرہ میں فساد میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شامل ہوگا تو وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔ قرآن حکیم جس طرح باہمی اچھے کاموں کے فروغ میں مدد کا حکم دیتا ہے، ایسا ہی وہ برے کاموں میں شرکت اور اس میں تعاون سے باز آنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشادِ قرآنی ہے:

''مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا.''(۹۹)

''جو اچھے کام میں کسی کے ساتھ کھڑا ہوگا اس میں اس کا بھی حصہ ہوگا اور جو برے کام میں کسی کے ساتھ کھڑا ہوگا اس جرم میں وہ بھی شریک ہوگا۔''

قرآنی اصول خارجہ پالیسی اس اصول کو خصوصی اہمیت کے ساتھ اپنانے کا حکم دیتی ہے کہ باہمی تعاون کو ہر حال میں زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے، کیونکہ یہی صورت بین الاقوامی عدل و انصاف، تعلقات کو بہتر اور وسیع کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف میدانوں میں مسلمانوں کے درمیان تعاون کو فروغ دیا جائے گا۔ اس تعاون کی ابتدا اور آغاز اقتصادیات، ثقافت، ذرائع ابلاغ اور دفاع سے ہونی چاہیے۔

(۷) نظریہ حق کی شہادت

یہ وہ بنیادی اصول ہیں جو ملتِ اسلامیہ کو ایک خاص امتیازی حیثیت عطا کرتا ہے کہ اسلامی ریاست پوری دنیا کے سامنے ایک خدائی دین کی علم بردار ہے اور اس کی داعی، لہٰذا کوئی بھی ریاست کوئی ایسا پروگرام یا پالیسی نہیں بنا سکتی جو اس کے منصب شہادت حق اور اس کے قول و عمل کے منافی ہو۔ ایسے ہی اسلامی خارجہ پالیسی میں کوئی ملک ایسا کوئی رویہ نہیں اپنا سکتی جو اس ریاست کی مقصد وجودی کے خلاف ہو یا اس کے وجود مقصدی کو مجروح کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی خارجہ حکمت عملی میں نظریہ حق کی بڑی اہمیت ہے اور دین اسلام بھی حق اور اس کا نظریہ بھی حق ہے تو ریاست بھی نظریہ حق کی بنیاد پر قائم ہونا چاہیے، تاکہ اس کے جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ ساتھ نظریاتی حفاظت بھی ممکن ہو سکیں۔ قرآن حکیم نظریہ حق کو یوں بیان کرتا ہے:

''كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ.''(۱۰۰)

ترجمہ: ''اس طرح خدا حق (نظریہ حق) اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے سو جھاگ (باطل) تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور پانی (حق) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں ٹھہرا رہتا ہے۔"

نظریہ حق کے باقی رہنے کے ساتھ یہ بات بھی انتہائی اہم ہے کہ حق و باطل میں مفاہمت نہیں ہوسکتی اور دین اسلام نظریہ حق کی بنیاد پر دنیا میں نازل ہوا ہے اور نازل احکم الحاکمین ذات کی طرف سے ہوا ہے تو خدائی قوانین حق ہوتے ہیں اور وہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ"۔(۱۰۱)

"خدا اپنے قوانین کے ذریعے حق کو حق ثابت کرتا ہے اگرچہ مجرمین کو برا لگے۔"

ان ہدایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام ایک سچا دین اور ایک حق نظریہ ہے اور اس کے قوانین نظریہ حق کی شہادت دیتے ہیں، اس لیے تعلقات بین الممالک میں نظریہ حق کو مقدم رکھنا چاہیے اور کسی بھی باطل نظریہ کی وجہ سے اسلام کے نظریہ حق پر حرف نہیں آنا چاہیے۔

کیونکہ ہر ملک اپنے مفاد کے حوالے ایک نظریے کی پرچار کرتی ہیں، لیکن اس میں ضروری ہے کہ وہ نظریہ باطل اصول پر استوار نہ ہو، نہ وہ اس طور پر ہو کہ وہ اس خطے کے رہنے والے کے لیے مفید ہو، بلکہ دیگر ممالک کے ساتھ تعلق کی وجہ سے دیگر انسانوں کے لیے بھی اس میں فائدہ کا عنصر شامل ہونا لازمی ہے، کیونکہ دنیا میں رہنے والے ہر انسان کو اس کا پورا کا پورا حق اس وقت ہی مل سکتا ہے جب اس ملک کے قوانین واصول فطری اور خدائی قوانین کے خلاف نہ ہو، ورنہ وہ باطل نظریہ ہوگا اور باطل نظریہ کا انجام آخر کار براہی ہوتا ہے اور تادیر قائم بھی نہیں رہ سکتی۔ خارجہ تعلقات کے قرآنی اصول میں نظریہ حق اس طرح ظاہر ہونا چاہیے کہ مجموعہ انسان اس کے حق ہونے کی شہادت دے سکے اور بلحاظ انسانی عالمگیر دنیا کے لیے اس میں فوائد بھی مضمر ہو، تاکہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر ہو۔

(۸) رواداری کا قیام

زمین پر آباد اقوام چاہے اس کا تعلق کسی بھی فرقہ، مسلک، قوم، زبان سے ہو اس کا تعلق صرف انسانی شناخت سے ہے، کسی پر جبر کے ذریعہ اپنا نظریہ مسلط کرنا یا اپنے آپ کو برتر اقوام میں سے سمجھنا معلوم دنیا کی تاریخ میں کسی کے ہاں بھی پسندیدہ نہیں، بلکہ یہ اس انسانی معراج کے خلاف ہے جس پر انسان کو تخلیق کے عمل سے گزارا گیا ہے، اس لیے روئے زمین پر دوران قیام ہر اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے جس کا واحد مقصد زمین پر محض بڑائی قائم کرنا، کسی کی توہین کرنا، عدم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برداشت کا رویہ پیدا کرنا، فساد برپا کرنا ہو۔ زمین پر کسی قسم کا ناروا عمل پوری انسانیت کے ساتھ ساتھ مخلوق خدا کی بستی میں رہنے والے ہر مخلوق کے لیے نقصان دہ عمل ہے اور اسلام اپنے اصول وقواعد میں جس طرح انسانوں کی بھلائی چاہتا ہے، ایسے ہیں دیگر مخلوقات کی بھلائی بھی اس سے مخفی نہیں۔

رواداری چاہے مخلوق کے درمیان ہو یا مذاہب واقوام کے درمیان، تمام ملل واقوام نے اس پر زور دیا ہے اور فساد پیدا کرنے والوں کی بیخ کنی کی ہے۔ زمین میں ہر طرح کے فساد کو روکنے کے لیے قرآن حکیم اپنے اظہارِ بیان کے ذریعے یوں اظہار خیال کرتا ہے:

''وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ۔''(۱۰۲)

''اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔''

''وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا.''(۱۰۳)

''اور دنیا میں صلح وامن چھا جانے کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔''

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

''تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ.''(۱۰۴)

''وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں اپنی برتری نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں نیک انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔''

رواداری کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ تفرقہ بازی سے اجتناب کیا جائے اور ساری انسانیت کے بھلائی کے لیے بلا امتیاز مسلک، مذہب، زبان وقوم کی بنیاد پر کام کیا جائے اور تعاون کو فروغ دیا جائے، کیونکہ تفرقہ بازی ہی انسانی معاشرہ کے امن وسکون کو غارت کرتا ہے اور دنیا میں فتنہ وفساد کا موجب بن جاتا ہے۔ تفرقہ بازی سے اجتناب کے متعلق قرآن حکیم یوں ہدایت دیتا ہے:

''إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ.''(۱۰۵)

''وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور گروہ گروہ ہوگئے تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔''

(۹) اُخوت

اسلام کی سیاست خارجہ کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ وہ پوری امت کی وحدت کا داعی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ریاست کو ایسی تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہے جو تمام انسانوں کو جوڑنے والی اور ان میں تعاون اور بھائی چارہ قائم کرنے والی ہو۔ یہ ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کی بہت سی ریاستیں ہوں، لیکن ان کو اپنی ایسی ''دولت مشترکہ'' بنانی چاہیے جو ہر حیثیت سے ان کو ایک دوسرے کا معاون و مددگار بنا دے۔ اصول خارجہ کے اس اصول کے بارے میں ارشاد قرآنی ہے:

''وَإِنَّ هٰذِهٖٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ أَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔''(۱۰۶)

''اور دیکھو! یہ تمہاری امت فی الحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تقویٰ اختیار کرو۔''

''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ ''(۱۰۷)

''سب مل کر اللہ کی رسی مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ۔''

''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ ۔ ''(۱۰۸)

''بے شک تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

روئے زمین پر جہاں جہاں مسلمان بستے ہوں، ان سب کو ایک امت واحدہ سمجھا جائے گا۔ اسلامی عقیدہ، اسلامی شریعت اور اسلامی اخوت نے ان کو ایک رشتے میں منسلک کر دیا ہے، نسل و رنگ، زبان و وطن اور خاندان و طبقہ کی بنیاد پر ان کے درمیان اختلاف و امتیاز نہیں ہوگا، وہ ایک دوسرے کی حفاظت کریں گے اور باہم مل کر دوسروں کی مدد کریں گے۔ ایسی طاقتوں سے دوستانہ برتاؤ کیا جائے، جنہوں نے نہ تو مسلمان کے ساتھ زیادتی کی ہو اور نہ ہی وہ اسلامی ریاست سے جنگ کرنے کے خواہش مند ہوں۔ ارشاد قرآنی ہے کہ:

''لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔''(۱۰۹)

''اللہ تم کو اس بات سے نہیں روکتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا ہے، ان کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اس لیے سب سے پہلے مسلم ممالک کے درمیان تعلقات کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی یا ابتدائی طور پر ان کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی جائے گی، تاکہ ان کے درمیان دوستانہ روابط کو مضبوط بنایا جائے اور باہمی اخوت کے رشتہ کو مستحکم کیا جائے،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے "سیاست خارجہ کا ایک خاص مقصد پورے عالم اسلام کی سیاسی آزادی ہے، مسلمان آزاد رہنے اور صرف خدا کی غلامی کے لیے پیدا ہوا ہے اور اگر دنیا کے سینہ پر ایک مسلمان بھی غیر اللہ کی غلامی میں گرفتار ہے تو یہ سارے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کو طاغوت کے نظام سے آزاد کرائیں۔" (۱۱۰)

(۱۰) قیامِ امن کا عالمگیر اصول

اسلام فتنہ اور فساد کو ختم کرنے اور امن قائم کرنے لیے آیا ہے اور خارجہ پالیسی کا مقصد بھی عالمی امن کا قیام ہے، اس لیے اسلامی ریاست کو ایسے تمام معاملات میں ملوث ہونے سے اجتناب کرنا چاہیے جس سے بین الاقوامی دنیا کے امن کو خطرہ لاحق ہو اور جس کا مقصد زمین پر خوف اور دہشت پیدا کرنا ہو، قرآن کی زبان میں:

"تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔" (۱۱۱)

"وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں اپنی برتری نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں نیک انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے۔"

فساد فی الارض کی تشریح مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے یوں کی ہے کہ "فساد سے مراد انسانی زندگی کے نظام کا وہ بگاڑ ہے جو حق سے تجاوز کرنے کے نتیجے میں لازماً رونما ہوتا ہے خدا کی بندگی کرو اور اس کے قوانین کی اطاعت سے نکل کر آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ سراسر فساد ہی فساد ہے۔" (۱۱۲)، کیونکہ قرآن پاک اور تعلیمات اسلامی انسانی خون بہانے کو گناہ عظیم قرار دیتا ہے، الا یہ کہ حق کے ساتھ ہو۔

"أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔" (۱۱۳)

"جس کسی نے سوائے اس کے کہ قصاص لینا ہو یا ملک میں فساد پھیلانے والوں کو سزا دینی ہو کسی انسان کو قتل کیا تو اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس کسی نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دی۔"

دین اسلام کا مقصد انسانی زندگی کو سکون کی دولت سے مالا مال کرنا ہے، لیکن اسلام نے صرف اتنی بات کہہ کر معاملہ ختم نہیں کر دیا ہے، بلکہ اسلام نے ان اسباب کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو امن کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں، اس لیے کہا گیا ہے کہ طاغوت کی طاقت وقوت زمین سے بالکل مٹادو، تب ہی حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے:

''وَقَاتِلُوْاهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔'' (۱۱۴)

''اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ فساد نابود نہ ہو جائے اور اگر وہ فساد سے باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔''

اس طرح اسلام ان اسباب کو بھی دور کرتا ہے جو امن کو تہ و بالا کرنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے ''علمائے قانون نے سب سے پہلے جو قواعد بنائے۔ وہ امن و صلح سے متعلق تھے۔ تا کہ باہمی تعاون اور رفاقت، اور باہمی تبادل و منافع انسانی امکانی واستطاعت کے مطابق درجہ کمال تک پہنچ جائے، انہوں نے یہ بھی طے کر دیا کہ باہمی تعلقات صلح امن کی بحالی کی تمام تدبیریں ناکام نہ ہوان قواعد کی رو سے ایسے احکامات مرتب کر دیے گئے کہ غیر حکومت کے مقابلہ میں ہر حکومت کے حقوق و واجبات واضح ہو گئے، تا کہ ہر ممکن طور پر اسباب اختلاف کا ازالہ اور انقطاع ہو جائے۔ اسی طرح ان علماء قانون جنگ و پیکار کے زمانہ کے قواعد وضوابط بھی بنائے کہ جب اختلاف رونما ہی ہو جائے اور لڑائی چھڑ جائے تب بھی جہاں تک ممکن ہو شر اور فتنہ کا وقوع کم سے کم ہو۔'' (۱۱۵)

(۱۱) عالمی طاقتوں کے ساتھ دوستانہ رویہ

دنیا میں کہیں کمزور ریاستیں ہوتی ہیں اور کہیں طاقت ور، بعض طاقت ور ریاستیں ایسے بھی ہوتی ہے جو دنیا پر اپنا دھاک اور سکہ جمانے کے لیے کمزور یا حریف ملکوں پر جبر وتشدد کر کے ان کو اپنے ماتحتی میں یا اپنے مفادات کے مطابق تابع کرنے کی کوشش کرتی ہیں، جب کہ بعض ایسے ممالک بھی ہوتے ہیں جو طاقت ور ہونے کے باجود جنگ وجدال سے دور رہنے کی کوشش کرتی ہے تو ایسی عالمی طاقتوں سے دوستانہ برتاؤ کیا جائے جنہوں نے نہ تو مسلمان کے ساتھ زیادتی کی ہو اور نہ ہی وہ اسلامی ریاست سے جنگ کرنے کے خواہش مند ہوں۔ قرآنی حکیم ایسے ریاستوں اور عالمی طاقتوں کے بارے میں تعلق اور روابط کے بارے میں یوں رہنمائی کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لَا یَنْهٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِي الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْهِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔'' (۱۱۶)

ترجمہ: ''اللہ تم کو اس بات سے نہیں روکتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملہ میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

قرآن حکیم کی اس آیت میں ان عالمی طاقتوں کا ذکر ہے جو عقیدتاً تو مسلمان نہیں، بلکہ کافر ہے۔ لیکن'' جو مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ و قتال کر رہے ہوں اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے میں کوئی حصہ لے رہے ہوں، اُن کے بارے میں ارشاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ موالات اور دوستی سے منع فرماتا ہے اس میں برّ و احسان کرنے کا معاملہ نہیں، بلکہ صرف قلبی دوستی اور دوستانہ تعلقات کی ممانعت ہے اور یہ ممانعت کچھ ان میں برسرِ پیکار دشمنوں کے ساتھ نہیں، بلکہ اہل ذمہ اور اہل صلح کافروں کے ساتھ بھی قلبی موالات اور دوستی جائز نہیں، مشہور مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ حربی یعنی برسرِ جنگ کفار کے ساتھ عدل و انصاف تو اسلام میں ضروری ہے ہی، اور ممانعت صرف موالات یعنی دوستی میں کی گئی، برو احسان کی ممانعت نہیں کی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محسنانہ سلوک برسرِ پیکار دشمنوں کے ساتھ بھی جائز ہے، البتہ دوسرے نصوص کی بنا پر شرط ہے کہ ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے سے مسلمانوں کو نقصان و ضرر کا خطرہ نہ ہو، جہاں یہ خطرہ ہو، وہاں برّ و احسان اُن پر جائز نہیں، ہاں عدل و انصاف ہر حال میں ہر شخص کے لیے ضروری اور واجب ہے۔''(۱۱۷)

(۱۲) مساوات

مساوات خارجہ پالیسی کا ایک اہم اصول ہے اور ایسا امتیاز ہے جو ابتداء سے ہی پوری وضاحت اور قطعیت کے ساتھ اس میں پایا جاتا ہے۔ مساوات کے تناظر میں یہ بات انتہائی اہم ہے کہ بحیثیت انسان تمام انسان اللہ کے مخلوق ہے کسی انسان کو ذات، قبیلہ، دنیاوی ثروت کے اعتبار سے کسی دوسرے انسان پر کوئی مسابقت حاصل نہیں۔ دین اسلام اپنی تعلیمات میں کسی امتیاز کا روادار نہیں، بلکہ وہ تمام مخلوق کو اللہ کا کنبہ سمجھتے ہوئے یکساں تعلیمات دیتا ہے، دین اسلام صرف اپنی تعلیمات کا نفاذ چاہتا ہے، نہ کہ اس میں کوئی طبقاتی تقسیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل عالم انسانیت کو ایک ہی جوڑے سے پیدا کیا جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ۔''(۱۱۸)

''ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''کامل و مکمل مساوات کا یہ نظریہ وحی الٰہی کی رہنمائی سے رسول اللہ ﷺ نے ایسے حالات میں اور ایسی قوم کے درمیان پیش فرمایا جس کی زندگی کی بنیاد ہی آپس میں فخر وغرور اور بڑائی جتانے پر تھی، مال و جاہ کا اور رنگ و نسل پہ تفاخر کا جذبہ اُن کے خمیر میں تھا، وہ اپنے سلسلہ نسبی پر فخر کرتے تھے اور قبیلہ و جنس پہ گھمنڈ ان کا شیوہ تھا اس لحاظ سے اسلام کا یہ نظریہ مساوات اس وقت کے اجتماعی حالات اور سوسائٹی کی ضروریات کی پیداوار نہیں تھا، بلکہ ایک طرف اگر سوسائٹی کو بلند سطح پر پہنچانے اور اسے ترقی کی راہ پر ڈالنے کی ضرورت اس کی محرک تھی، تو دوسری طرف ایک کامل و مکمل اور دائمی شریعت کے مزاج کا بھی یہ تقاضا تھا کہ وہ ہر اعتبار سے مکمل اور سارے ہی اصول و نظریات کی حامل ہو۔''(۱۱۹)

اس لیے کہ اگر کسی قوم نے زیادتی کی ہے تو زیادتی کرنے والوں کے ساتھ اتنی ہی زیادتی کی جائے جتنی انہوں نے کی ہے تاہم ساتھ ہی قرآن ہدایت کرتا ہے اگر زیادتی کرنے والے کو معاف کیا جائے تو یہ اور زیادہ اچھا ہے، ورنہ مساوی جوابی کاروائی کی جائے قرآن کی زبان میں:

''وَ إِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ.''(۱۲۰)

''اور اگر بدلہ لو تو اتنا لو جتنا تمہیں ستایا گیا ہو اور اگر تم صبر کرو تو وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔''

''فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ.''(۱۲۱)

''پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اسی پر اتنی ہی زیادتی کرلو جتنی اس نے کی تھی اور اللہ سے ڈرو، اور جان رکھو بیشک اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔''

اس لیے ''دعوت اسلامی کا دفاع کرنا اور اس معاملے میں اعتدال کا رویہ اپنانا، یہ تحریک اسلامی کے وقار اور عزت کا باعث ہوگا لوگوں کے دلوں میں یہ کوئی بے وقعت دعوت نہ ہوگی کوئی ایسی دعوت جس کا وقار نہ ہو لوگ اسے ہرگز قبول نہیں کرتے نہ لوگوں کو یہ یقین آتا ہے کہ یہ دعوت دین ہے، نیز اللہ کا یہ منشاء نہیں ہے کہ وہ دعوت اسلامی کو یوں بے وقار اور لاچار چھوڑ دے جو اپنی عزت و وقار کا دفاع نہ کرسکتی ہو، اس لیے اہل ایمان جب تک وہ اللہ کے دین کے داعی ہوں، ذلت ہرگز برداشت نہیں کرسکتے نیز داعی کا یہ منصب ہے کہ وہ کرۂ ارض پر سچائی کا امین ہے، اس نے لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنا ہے اور اس نے ہی انسانیت کی قیادت راہِ راست کی طرف کرنی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے، وہ یہ کام ہرگز نہیں کر سکتے، اگر ان کو سزا دی جائے تو بدلہ نہ لے سکیں گے، اور وہ دست درازی کرنے والے کی مناسب سرزنش نہ کر سکیں۔" (۱۲۲)

اسی طرح ایک اور مفسر قرآن اپنی تفسیر میں اس اصول کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ:

"اگر تم بدلہ لینا چاہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ کیا گیا جرم اور سزائے جرم میں عدم توازن نہ ہو یہ نہ ہو کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہو، علاوہ ازیں منہیات سے اجتناب مسلمان کے لیے ہر صورت لازم ہے، اگر مخالف ہمیں گالیاں دے تو ہم گالیاں نہیں دے سکتے۔" (۱۲۳)

اس اصول سے یہ معلوم کہ بدلہ لینے کا جو قانونی حق دیا گیا، وہ اس طور پر کہ جو آپ پر ظلم کرے، آپ کو بھی اس سے اپنا بدلہ لینا جائز ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ ہو، جتنا ظلم اس نے کیا ہے اُتنا ہی بدلہ لیا جائے:

"وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔" (۱۲۴)

"برائی کا بدلہ اس کی برائی ہو سکتا ہے۔"

اس طرح برائے کو نیکی اور اچھے احسان کے برتاؤ سے دور کرنے کو لفظ احسن سے تعبیر کیا گیا ہے ارشاد قرآنی ہے:

"اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔" (۱۲۵)

"تم بدی کو اُس نیکی سے دفع کرو۔"

ان آیات کی روشنی میں سیاست خارجہ کا ایک اصول یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کو دوسرے ممالک سے بدلہ لینے کی اجازت ہے، لیکن حسن سلوک کی پالیسی قابل ترجیح ہے۔

(۱۳) مظلوم کی حمایت

ہر وہ خطہ ارض جہاں مسلمان بستے ہوں، جہاں اسلامی شعائر اور قوانین نافذ ہوں، جہاں موذن تکبیر و تہلیل کی آواز بلند کرتے ہوں، ایک اسلامی ملک ہوگا اور اس کی حمایت و دفاع تمام مسلمانوں پر واجب ہوگا۔ ان سب کو ایک امت واحدہ سمجھا جائے گا۔ اسلامی عقیدہ، اسلامی شریعت اور اسلامی اخوت نے ان کو ایک رشتے میں منسلک کر دیا ہے، نسل و رنگ، زبان و وطن اور خاندان و طبقہ کی بنیاد پر ان کے درمیان اختلاف و امتیاز نہیں ہوگا، وہ ایک دوسرے کی حفاظت کریں گے اور باہم مل کر دوسروں کی مدد کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو اسلامی ملک ظلم و زیادتی کا شکار ہو، وہ تمام مسلمانوں کی مادی و اخلاقی امداد و نصرت و حمایت کا مستحق ہے حتیٰ کہ وہ ملک اپنی آزادی حاصل کر لے اور اپنے دشمن پر غالب آ جائے۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں بسنے والی مسلم اقلیتیں ہمارے وجود کا حصہ ہیں، کیوں کہ ہم مسلمان بھائی بھائی ہیں لہٰذا وہ ہماری معاونت اور حمایت و نصرت کے مستحق ہوں گے اور ہماری یہ ذمہ داری ہوگی کہ ہم کمزوروں کی ہر ممکن قوت کے ساتھ مدد کریں، خواہ انہیں کفار و فجار کی سرکشی اور ظلم و تعدی سے نجات دلانے کے لیے فرمان الٰہی کے مطابق ہتھیار ہی کیوں نہ اٹھانا پڑیں۔

''وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ.''(۱۲۶)

''اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے۔''

(۱۴) موثر ابلاغی کردار

خارجہ کردار کے اہم اصولوں میں سے ایک اصول ابلاغ کا موثر کردار ہے کہ آپ کا پیغام دنیا کے دیگر اقوام کو اس انداز میں پہنچے کہ دنیا آپ کے پیغام سے متاثر ہو اور آپ سے تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہو جائے، کیونکہ ماہرین ابلاغ پیغام کے قابل قبول ہونے کے حوالے سے جو بنیادی شرائط ذکر کرتے ہیں، اس بارے میں ان کا کہنا ہے کہ اگر ان شرائط کے ساتھ آپ کا پیغام پہنچ جائے تو وہ نہ صرف اثر پذیر ہوگا، بلکہ اس کے نتائج بھی حسب منشاء ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو ابلاغی حکمت عملی اختیار فرمائی تھی وہ اتنی جامع اور متاثر کن تھی کہ اس نے ایک مختصر عرصے میں اپنے تمام اہداف حاصل کر لیے۔ اس بات کی تصدیق ''صحیح البخاری'' کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں آپ ﷺ کے ایلچی نے دعوت دین کے حوالے سے پہنچنے والے پیغام کی تصدیق کی۔

ملت اسلامیہ اور اسلامی ریاست کی حیثیت پوری دنیا کے سامنے خدا کی شریعت کی علمبردار اور اس کے پیغام کے داعی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اپنے اس داعی گروہ کو بہترین گروہ قرار دیا ہے اور اس کی دعوت کو یوں بیان کی ہیں:

''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔‘‘(۱۲۷)

’’تم وہ بہتر امت ہو جو عالمِ انسانی کی طرف برپا کی گئی ہے اور تم نیکی کا حکم کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

اسلام کی طرف سے غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینا، دعوت اسلامیہ پر فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی ایک جماعت پیام و دعوت لے کر کھڑا ہو جائے تو یہ فرض باقی امت پر سے ساقط ہو جائے گا اور اگر کوئی فریق بھی اس پیغام کو لے کر نہ کھڑا ہو تو ساری امت اسلامیہ گناہگار ہو گی، اس لیے کہ محمد ﷺ کی رسالت عام ہے وہ خدا کی طرف سے تمام آدمیوں کے لیے بھیجے گئے تھے، اس میں کسی امت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے نہ اس کا امتیاز ہے کہ کوئی رسول ﷺ کے زمانہ گرامی میں موجود تھا اور کون ان کے اس دنیا سے پردہ فرمائے جانے کے بعد، عام ہست و بود میں آیا؟ رسالت سب کے لیے ہے مدعوسب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا جو کچھ ان کے رب کی طرف سے نازل ہو، اس کی تبلیغ فرمائیں، چنانچہ آپ ﷺ اپنی حیات گرامی کے زمانہ میں دعوت تبلیغ پہ قائم رہے۔

’’مَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا الْبَلَاغُ۔‘‘(۱۲۸)

’’رسول کے ذمے تو فقط (احکام خداوندی کا) پہنچانا (بلاغ) ہی ہے۔‘‘

’’يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ.‘‘(۱۲۹)

’’اے اللہ کے پیغام پہنچانے والے! آپ کے پروردگار کے پاس سے جو کچھ آپ کی طرف اترا ہے اسے پہنچاؤ، اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور آپ کو اللہ لوگوں سے بچا لے گا۔‘‘

اسی طرح ارشاد رسول ﷺ ہے:

’’بلغوا عنی ولو آیة.‘‘(۱۳۰)

’’مجھ سے لے کر آگے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

الغرض مندرجہ بالا اصول خارجہ یہی وہ بنیادی اصول ہے جو بین الاقوامی تعلقات کے تناظر میں بہترین اصول اور راہنما ہے۔ دین اسلام کے انہی اصولوں کے بنا پر جب رسول اللہ ﷺ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ریاستِ مدینہ کے سربراہِ مملکت بنے تو آپ نے انہیں اصولوں کو مدنظر رکھ کر اپنی خارجہ پالیسی تشکیل دی اور اس خارجہ پالیسی کی بدولت انتہائی کم عرصے میں اپنا کا پیغام اور آپ کا نظریہ بین الاقوامی منشور بنا، جس نے عرب کے دور دراز کے لوگوں کے ساتھ دیگر والیانِ ریاست کو بھی آپ کی طرف متوجہ کیا اور آپ ﷺ کی انہی تعلیمات کے بدولت وہ پیشنگوئیوں پر مجبور ہوئے کہ عرب کا یہ شخص پوری دنیا پر اپنا کامیاب خارجہ پالیسی کا لوہا منوائے گا اور سارے عرب کا تاج اسی کے سر سجے گا۔

خلاصہ کلام

خارجہ پالیسی کے تناظر میں اسلام سے قبل دیگر ممالک کے خارجہ تعلقات اور ان کے پالیسی کو سمجھنا انتہائی اہم ہے۔ جب ہم اس باب کے پہلے فصل پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام سے قبل ممالک کے درمیان تعلقات رہے ہیں۔ اگرچہ ان تعلقات کی بنیاد ہمیں کہیں سیاسی نظر آتی ہے کہیں تجارتی، کہیں سماجی اور کہیں عقیدہ ونظریہ کے بنیاد پر۔ یہی وجہ ہے کہ ان ممالک کے درمیان تعلقات پائیدار اصولوں کی بنیاد پر زیادہ دیر قائم نہ رہ سکیں اور جنگ وجدال اور فساد کی نوبت تک پیش آئی اور پھر ایسا ہوا کہ جب وہ ریاست کچھ کمزور ہوئی تو اس کی خارجہ پالیسی بھی کمزور ہوگئی جس کے بعد روئے زمین سے اس کا نقشہ ہی مٹ گیا اور اس پر دیگر طاقتیں قابض ہوئی اور وہاں کے عوام کو اپنا محکوم بنا کر ان کے ساتھ دلدوز واقعات پیش آئیں۔

دین اسلام کے ظہور کے بعد اسلام نے ریاست کے لحاظ سے نہیں، بلکہ انسانیت کو مدنظر رکھ کر اصول جاری فرمائے اور ان اصولوں کی وجہ سے بحیثیت انسان کے اس کا اس اعلیٰ مقام ومرتبہ بتایا گیا، اس کو اس کے حقوق سے روشناس کیا گیا، انسانی کردار اور رویہ کی وضاحت کردی، بدی کے مقابلے میں اچھائی کو اختیار کرنے کی تلقین کی گئی، طبقاتی نظام کا استحصال کردیا اور انسان کو اس کی انسانیت سے پہچان کرائی گئی۔

دین اسلام کو جب عین انسانی فطرت کے مطابق اپنی تعلیمات کے ذریعے شان وشوکت ملی اور کرہ زمین کے ایک ٹکڑے پر اپنے اصول وقوانین جاری کرنے اجازت حاصل ہوئی تو پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک انسان جو بلک بلک کر ایک کونے سسکیاں لے رہا تھا اس کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کیا اور اس کو ذات پات کے تفریق سے نکال باعزت مقام پر افروز نشین کیا۔ اسلام کے انہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصولوں کی بنیاد پر ۲۳ سالہ کم عرصے میں اس نے وہ لازاول نظیر قائم کیں جس کی آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ہمارے موجودہ زمانے میں ڈنکا بجتا ہے۔ ضروری ہے کہ اسلام کے انہیں اصولوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے، تاکہ عالم انسانیت کو بحیثیت فرد، معاشرہ، ریاست کے اس کا جائز مقام حاصل ہو سکیں۔

حوالہ جات..... باب دوم

(۱) سید قطب شہید، فی ظلال القرآن،، ج ۵، ص ۳۰۱، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ۱۹۹۷ء

(۲) ایضا، ج ۵، ص ۲۰۲۔

(۳) مرتضی احمد خان، تاریخ اقوام عالم، ص ۳۴۸، ۳۵۲، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۵۰ء

(۴) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لفظ ایران،، ص ۶۲۷، دانش گاہ پنجاب لاہور،، ۱۹۶۸ء

(۵) کانپوری، محمد عبدالرزاق، البرامکہ، ص ۳۱، نفیس اکیڈمی بلاسیس اسٹریٹ کراچی، ۱۹۶۱ء

(۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لفظ ایران، ص ۶۲۷، بحولہ بالا

(۷) دائرہ معارف اسلامیہ اردو، لفظ ایران، ج ۳، ص ۶۳۵، بحولہ بالا

(۸) جلالپوری، علی عباس، روایات تمدن قدیم، ص ۱۶۳، خرد افروز، جہلم، ۱۹۹۱ء

(۹) لیلی احمد، "women and Gender in islam Historical Roots of a Modern Debate" ص: ۱۹ یونیورسٹی پریس، لندن

(۱۰) جلالپوری، علی عباس، روایات تمدن قدیم، ص ۱۵۵، بحولہ بالا

(۱۱) لیلی احمد، "women and Gender in islam Historical Roots of a Modern Debate" ص: ۱۷، بحولہ بالا

(۱۲) ندوی، ابوالحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص ۴۳، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۹۲ء

(۱۳) سید، امیر علی، روح اسلام، مترجم، محمد ہادی حسین، ص ۲۷، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۳ء

(۱۴) المسعودی، ابی الحسن علی بن حسین، مروج الذھب،، ج ۱، ص ۲۳۳، مطبعہ السعادہ، مصر، ۱۹۴۸ء

(۱۵) Col.T.M.SYKES ,A History of persia ,The MACMILLAN NEW YORK ,1915,pg,397

(۱۶) حمید اللہ، ڈاکٹر، Le prophete de 1 islam، مترجم، پروفیسر، خالد پرویز،، ص ۳۵۷، بیکن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۳ء

(۱۷) جلالپوری، علی عباس، روایات تمدن قدیم، ص ۱۲۲، بحولہ بالا

(۱۸) برٹرینڈ رسل، فلسفہ مغرب کی تاریخ، مترجم، محمد بشیر، ص ۳۳، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء

(۱۹) مرتضی احمد خان، تاریخ اقوام عالم، ص ۲۴۹، ۲۵۰، بحولہ بالا

(۲۰) بستانی، بطرس، دائرۃ المعارف، ج ۲، ص ۵۰۹، ۵۱۰، مطبعہ المعارف، بیروت ۱۸۷۷ء

(۲۱) جلالپوری، علی عباس، روایات تمدن قدیم، ص ۱۳۶، بحولہ بالا

(۲۲) جان ایس، ہائی لینڈ، مختصر تاریخ تمدن، مترجم، سید مبارز الدین رفعت، ص ۶۹، ۷۰، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۵۶ء

(۲۳) ندوی، مولانا، سید سلیمان، تاریخ ارض القرآن، ص ۲۱۴، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س ن،

(۲۴) جان جی جیکسن، انسان خدا اور تہذیب، مترجم، یاسر جواد، ص ۲۸۹، ۲۹۰، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۵) ندوی، ابوالحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص ۷۶، محولہ بالا
(۲۶) ایضاً ۸۰، ۸۱
(۲۷) ندوی، ابوالحسن علی، بعثتِ محمدی سے پہلے، مشمولہ نقوش، رسول نمبر، ج ۳، ص ۱۲۲، ۱۲۳، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۳ء
(۲۸) تاریخ اقوام عالم، مرتضیٰ احمد خان، ص ۲۸۸، محولہ بالا
(۲۹) ندوی، ابوالحسن علی، بعثت محمدی سے پہلے، نقوش، رسول نمبر، ج ۳، ص ۱۲۴، ۱۲۵، محولہ بالا
(۳۰) ازہری، پیر، کرم شاہ، ضیاالنبی، ج ۱، ص ۱۲۲، ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۵ھ
(۳۱) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام، ص ۲۷ تا ۲۸، محولہ بالا
(۳۲) ندوی، ابوالحسن علی، بعثت محمدی سے پہلے، مشمولہ نقوش، رسول نمبر، ج ۳، ص ۱۲۵، محولہ بالا
(۳۳) اصلاحی، امین احسن، تدبر القرآن، ج ۶، ص ۴۷، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۴ء
(۳۴) برٹرینڈ رسل، فلسفہ مغرب کی تاریخ، ص ۳۳۸ تا ۳۳۹، محولہ بالا
(۳۵) مختصر تاریخ تمدن، جان ایس، ہائی لینڈ، مترجم، سید مبارز الدین رفعت، ص ۹۳، محولہ بالا
(۳۶) مرتضیٰ احمد خان، تاریخ اقوام عالم، ص ۳۱۶، ۳۷۷، محولہ بالا
(۳۷) عثمانی، مجددی، پانی پتی، محمد ثناءاللہ، تفسیر مظہری،، ج ۹، ص ۱۸۹، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۷۸ء
(۳۸) ابوالاعلیٰ، سید، مودودی، تفہیم القرآن،، ج ۳، ص ص ۳۱، ۳۲، ۷، اردو پریس، لاہور، ۱۹۶۲ء
(۳۹) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام، ص ۲۸، ۲۹، محولہ بالا
(۴۰) چودھری، غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص ۳۵۴، علمی کتاب خانہ، لاہور، ۲۰۰۶ء
(۴۱) پروفیسر، عمر زبیری، قدیم تہذیبیں اور مذاہب، دارالشعور، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۸
(۴۲) ایضاً ص ۳۹، ۴۰
(۴۳) جان، بی جیکسن، انسان خدا اور تہذیب، مترجم، یاسر جواد، ص ۲۴۴، محولہ بالا
(۴۴) ازہری، پیر، کرم شاہ، ضیاالنبی، ج ۱، ص ۱۴۹، ۱۵۰، محولہ بالا
(۴۵) ندوی، سید، سلیمان، عرب وہند کے تعلقات، ، ص ۸، مشعل بکس، لاہور، س ن
(۴۶) دائرۃ المعارف اسلامیہ، لفظ ''ہند''، ج ۲۳، ص ۱۷۳، محولہ بالا
(۴۷) لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا، مترجم، یاسر جواد، ص ۱۶۲، نگارشات، لاہور، ۲۰۰۰ء
(۴۸) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، (Le prophete de l islam) پیغمبر اسلام ﷺ، ص ۲۵، ۲۶، محولہ بالا
(۴۹) ایس، ایم، شاہد، تعارف مذاہب عالم، ص ۱۰۱، ۱۰۲، نیو بک پیلس، لاہور، س ن
(۵۰) المسدوسی، احمد عبداللہ، مذاہب عالم ایک معاشرتی وسیاسی جائزہ، ص ۳۱۵، مکتبہ خدام ملت، کراچی، ۱۹۵۸ء
(۵۱) شوکت علی فہمی، مفتی، ہندوستان پر اسلامی حکومت، ، ص ۲۲، ۲۳، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۱۲ء
(۵۲) ہیرا چند اوجھا، قرون وسطیٰ میں ہندستانی تہذیب، مترجم، منشی پریم، ص ۱۹۳، ۱۹۴، ہندستانی اکیڈمی، الٰہ آباد، ۱۹۳۱ء
(۵۳) پروفیسر، عمر زبیری، قدیم تہذیبیں اور مذاہب، ص ۸۶، محولہ بالا
(۵۴) Benton William (ed), Encyclopidaedia Baritannic, Encyclopidaedia, vol, v p,574, Britannica Inc, Chicago, 1970
(۵۵) چینی، بدرالدین، مولوی، چین وعرب کے تعلقات اوراس کے نتائج، ص ۲، ۳، انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۴۹ء
(۵۶) جلالپوری، علی عباس، رسوم اقوام، ص ۲۵۵، محولہ بالا
(۵۷) چینی، بدرالدین، مولوی، چین وعرب کے تعلقات اوراس کے نتائج، ص ۱۱، محولہ بالا،
(۵۸) ایضاً ص ۱۱
(۵۹) ندوی، ابوالحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص ۶۶، محولہ بالا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۶۰) چینی، بدرالدین، مولوی، چین و عرب کے تعلقات اور اس کے نتائج، ص ۱۲
(۶۱) چینی، بدرالدین، چینی مسلمان، ص ص ۴، ۵، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۳۵ء
(۶۲) چینی، بدرالدین، مولوی، چین و عرب کے تعلقات اور اس کے نتائج، ص ۱۵ بحولہ بالا
(۶۳) چینی، بدرالدین، چینی مسلمان، مطبع معارف، ص ۷، بحولہ بالا
(۶۴) یعقوبی، احمد بن یعقوب، تاریخ الیعقوبی، ص ۱۹۹، دار صادر، بیروت، ۱۹۶۰ء
(۶۵) الدینوری، ابی حنیفہ، احمد بن داؤد، اخبار الطوال، ص ۶۲، دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ، ۱۹۶۰ء
(۶۶) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۴۷، مطبع المصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶ء
(۶۷) ایضاً، ج ۱، ص ۵۱
(۶۸) القرآن: ۱۰۵: ۱تا۵
(۶۹) نقوش رسول نمبر، ج ۳، ص ۵۷۷، بحولہ بالا
(۷۰) وھبہ الزحیلی، ڈاکٹر، بین الاقوامی تعلقات، ص ۱۰ بحولہ بالا
(۷۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۳۴۴ بحولہ بالا
(۷۲) جان جی جیکسن، انسان خدا اور تہذیب، ص ۲۹۷ بحولہ بالا
(۷۳) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ اول، ص ۹۵، اسلامک پبلیکشنز، لاہور، س، ن
(۷۴) ابوسلیمان، عبدالحمید احمد، اسلام اور بین الاقوامی تعلقات منظر و پس منظر، ص ۲۵۴، دہلی کلاسیکل پرنٹس، ۱۹۸۹ء
(۷۵) خورشید احمد، اسلامی آئیڈیولوجی، مشمولہ چراغ راہ نمبر، نظریہ پاکستان نمبر، ص ۷۱، دفتر چراغ راہ کراچی، دسمبر ۱۹۶۰ء
(۷۶) القرآن: ۸: ۲۳
(۷۷) القرآن: ۱۶: ۹۱
(۷۸) القرآن: ۹: ۷
(۷۹) القرآن: ۸: ۵۸
(۸۰) احمد بن حنبل، امام، مسند احمد، ج ۳، ص ۵۴۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۳ء
(۸۱) قطب، سید، شہید، فی ظلال القرآن، ج ۳، ص ص ۳۵۲، ۳۵۳، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، س، ن
(۸۲) القرآن: ۸: ۷۲
(۸۳) مودودیؒ، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۱۶۲، اردو ڈائجسٹ پرنٹرز، لاہور، ۱۹۷۰ء
(۸۴) القرآن: ۱۶: ۹۴
(۸۵) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۵۶۹ بحولہ بالا
(۸۶) القرآن: ۱۶: ۹۰
(۸۷) القرآن: ۶: ۱۵۲
(۸۸) القرآن: ۴: ۵۸
(۸۹) القرآن: ۴۹: ۹
(۹۰) القرآن: ۵: ۸
(۹۱) القرآن: ۴: ۱۳۵
(۹۲) قطب، سید، شہید، فی ظلال القرآن، ج ۲، ص ۴۴۴ بحولہ بالا
(۹۳) القرآن: ۴: ۹۰
(۹۴) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ج ۲، ص ۱۳۱، دار الاشاعت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۱ء
(۹۵) القرآن: ۸: ۶۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۹۶) القرآن،۴: ۱۴۸
(۹۷) القرآن: ۵: ۴
(۹۸) القرآن: ۳: ۴۳
(۹۹) القرآن: ۴: ۸۵
(۱۰۰) القرآن: ۱۳: ۱۷
(۱۰۱) القرآن: ۱۰: ۸۴
(۱۰۲) القرآن: ۲: ۶۰
(۱۰۳) القرآن، ۷: ۵۶
(۱۰۴) القرآن: ۲۸: ۸۳
(۱۰۵) القرآن: ۶: ۱۵۹
(۱۰۶) القرآن: ۲۳: ۵۲
(۱۰۷) القرآن: ۳: ۱۰۳
(۱۰۸) القرآن: ۴۹: ۱۰
(۱۰۹) القرآن: ۶۰: ۸۱
(۱۱۰) خورشید احمد، اسلامی آئیڈیولوجی، ''چراغ راہ نمبر نظریہ پاکستان نمبر''، ص ۲۷، بحولہ بالا
(۱۱۱) القرآن: ۲۸: ۸۳
(۱۱۲) مودودی، ابوالاعلی، سید، تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۶۶۵ بحولہ بالا
(۱۱۳) القرآن: ۵: ۳۲
(۱۱۴) القرآن: ۲: ۱۹۳
(۱۱۵) ندوی، جعفری، رئیس احمد، سیاست وشرعیہ، ص ۱۵۲، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۹ء
(۱۱۶) القرآن: ۶۰: ۸
(۱۱۷) مفتی محمد شفیع، مولانا، معارف القران،، ج ۸، ص ۴۰، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۳۹۳ھ
(۱۱۸) القرآن: ۴۹: ۱۳
(۱۱۹) ڈاکٹر، عبدالقادر عودہ شہید، اسلام کی فلسفیانہ بنیادیں، ص ۱۲۱، چراغ راہ اسلامی قانون نمبر، مرتب، خورشید احمد، دفتر چراغ راہ، کراچی، ۱۹۵۸ء
(۱۲۰) القرآن: ۱۶: ۱۲۶
(۱۲۱) القرآن: ۲: ۹۴
(۱۲۲) شہید، سید قطب، فی ظلال القرآن، ج ۲، ص ۲۵۹ بحولہ بالا
(۱۲۳) اصلاحی، امین احسن، تدبر القرآن،، ج ۲، ص ۳۶۴، فاران فاؤنڈیشن لاہور، پاکستان
(۱۲۴) القرآن: ۴۲: ۴۰
(۱۲۵) القرآن: ۴۱: ۳۴
(۱۲۶) القرآن: ۴: ۷۵
(۱۲۷) القرآن: ۳: ۱۱۰
(۱۲۸) القرآن: ۵: ۹۹
(۱۲۹) القرآن: ۵: ۶۷
(۱۳۰) ترمذی، ابوعیسی، جامع الترمذی، ابوب العلم، ص ۱۹۲۰، موسوعۃ الحدیث الشریف، ریاض، ۲۰۰۰ء

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

سیاستِ خارجہ اور اُسوۂ نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)

یہ باب دو فصول پر مشتمل ہے

فصل اول

عہدِ نبوی میں سلطنتِ مدینہ کے سیاست خارجہ کے اصول

فصل دوم

عہدِ نبوی کی سیاست خارجہ اور شعبہ جات

(سفارت کاری، مکتوبات، وفود، خطوط)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بابِ سوم

سیاستِ خارجہ اور اُسوۂ نبوی

نقل مکانی انسان کی فطرت ہے تاریخ شاہد ہے کہ جہاں انسانوں کو سبزہ پانی نظر آتا ہے وہیں اپنے زندگی شروع کر دیتے تھے، دریاؤں کے کنارے بہت سی قدیم تہذیبیں وجود میں آئیں۔ مگر جب کبھی حالات نے سنگینی دکھائی تو وہاں کے باشندے کے جان و مال کو شدید خطرات لاحق ہو گئے اور ان کا وہاں جینا دوبھر ہو گیا تو وہ اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور آباد ہو گئے۔ تاریخ میں نقل مکانی انفرادی بھی رہی ہیں اور اجتماعی بھی۔ فرد اور گروہوں کے نقل مکانی کے اسباب و محرکات مختلف رہے ہیں، کبھی قحط اور آسمانی آفت کے خوف، کسی نے روزگار کی تلاش میں اور کوئی سیر و سیاحت کی غرض سے نکل پڑا ہے، اس کے علاوہ ایسا بھی ہوا کہ کئی لوگوں کو غلام بنا کر دوسرے علاقوں میں فروخت کر دیئے، کسی نے مفتوح ہونے کے بعد جنگی قیدیوں کی شکل میں سزا کے طور پر نئے خطوں میں بسائے، کئی دشمن کے خوف سے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور بعض دفعہ ایمان و عقیدہ کے تحفظ کی خاطر لوگ نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔ جس طرح ان ہجرتوں کے اسباب و مقاصد مختلف تھے، اسی طرح ان کے اثرات و نتائج بھی مختلف تھے۔ کئی واقعات کے نتیجے میں جنگیں ہوئیں اور قومیں تباہ و برباد ہوئیں، لیکن بعض ہجرتیں ایسی بھی ہوئیں جنہوں نے انسان کی فلاح و بہبود اور تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں خاص طور پر مثبت کردار سرانجام دیا۔

اگر انسانی ہجرت کا سرسری جائزہ لیں تو انسان کی پہلی ہجرت آدم و حوا علیہما السلام کی تھی، جب انہوں نے وہ شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا اور اللہ کی نافرمانی کے نتیجے میں جنت کی بلندیوں سے نکال کر زمین کی طرف بھیج دیا۔ پھر حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے اکٹھے ہونے پر انسانی زندگی کا پھیلاؤ شروع ہوا، جو عقل، علم، ارادہ اور جذبات و احساسات کی بنا پر اشرف المخلوقات قرار دی گئی۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام آئے اور انہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا، مگر چند کے علاوہ کوئی ایمان نہ لائے اور وہ اللہ کے غیظ و غضب میں گھر گئے اور طوفان نوح میں غرقاب ہوئے سوائے ان لوگوں کے جو کشتی میں سوار تھے۔ یہ کشتی کوہ جودی پہ جا کر ٹھری۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں جو بستی بسائی وہ تاریخ میں "سوق الثمانین" کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے تین سو سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے شہر 'ار' میں مبعوث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے، ان کے والد آزر بت فروش تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفر و شرک سے بیزاری کا اظہار کیا اور کفر کے خلاف نعرہ حق بلند کیا تو گھر سے نکال دیئے گئے اور نمرود کی آگ میں جھونکے گئے۔ اللہ کی رحمت سے آپ محفوظ رہے، لیکن وطن چھوڑنا پڑا اور فلسطین کی طرف چلے گئے۔ پھر یہیں اہل و عیال کو چھوڑ کر دین حنیف کی خاطر مصر کی طرف ہجرت کی۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے حسد کی وجہ سے کنویں میں ڈال دیا تھا، جس کے نتیجے میں گزرنے والے قافلے نے ان کو کنویں سے نکال کر مصر کے بازار میں بیچ دیا اور پھر ایک وقت تک قید رہے اور اس کے بعد عزیز مصر کے وزیر بنے اور آخر کار مصر کی حکومت سنبھال لی۔

الغرض ان مختلف واقعات کے تاریخی پس منظر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہجرت کرنے والے علاقوں، خطوں اور ملکوں کی معاشرت، معیشت اور سیاست پر اس طرح سے اثر انداز ہوتے ہیں کہ بعض اوقات ملکوں کا جغرافیہ تک بدل جاتا ہے، کئی قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں، کئی ایک جنم لیتی ہیں، کئی خطے برباد ہوتے ہیں، تو کئی آباد۔ ہجرت کے واقعات کے تحت ان مختلف پہلوؤں کا تعلق براہ راست ملکوں کی اندرونی سیاست سے بھی ہے اور بیرونی سیاست سے بھی۔

ایسے ہی خاتم النبیین، سرور کائنات حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا اور اہل مکہ کو توحید کا پیغام پہنچایا تو کفار مکہ اپنے بتوں کی مخالفت برداشت نہ کر سکے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہو گئے اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ جب ان مظالم کا سلسلہ دراز ہونے لگا، اور دعوت حق کے لیے مکہ کے حالات سازگار نہ ہوئے تو آپ نے دین اسلام کی بقا و سلامتی کی خاطر اپنے گھر بار کو چھوڑ کر مدینہ تشریف لائے۔ ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی باقاعدہ آبادکاری کیا جس کا اہم ترین سیاسی فائدہ یہ نکلا کہ باقاعدہ پہلی اسلامی مملکت معرض وجود میں آئی۔ جس کے سربراہ خود رسول اللہ ﷺ تھے۔ اس اسلامی ریاست کے تحت عالمگیر تبدیلیاں وجود میں آئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مملکت کے تشکیل بعد قرآنی اصول کے تحت ریاست مدینہ کے خارجہ اصول بنائے اور اور سیاست خارجہ کے دیگر شعبہ جات کو منظم کیا اور ان شعبوں کی اعلیٰ کارکردگی نے پوری عرب اور غیر عرب دنیا کو اس جانب متوجہ کیا۔ الغرض باب سوم دو فصول پر مشتمل ہے:

- ☆ پہلی فصل میں ریاست مدینہ کے نبوی حکمت عملی کے تحت تشکیل دیئے گئے اصول ذکر کیے جائیں گے۔
- ☆ دوسری فصل میں ان اصولوں کے تحت خارجہ شعبہ جات کی تقسیم، حکمت عملی، کردار و اثرات قلم بند کیے جائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

عہد نبوی میں سلطنت مدینہ کے سیاستِ خارجہ کے اصول

ریاست مدینہ میں افراد کی آبادکاری اور ان کے درمیان اخوت پیدا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرب وجوار میں آباد گروہوں اور قبائل کے درمیان ایک حلف نامہ تشکیل دیا جس کو تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ریاست مدینہ اندرونی طور انتہائی محفوظ و مامون ہوگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیرونی خطرات کے سدباب کے لیے تعلقات کی وسعت کے بارے میں متفکر ہوئے اور آپ نے قریب اور بعید ممالک سے تعلقات استوار کرنے شروع کیے۔ وہ تعلقات آپ ﷺ نے کن اصولوں کے تحت استوار کیے وہ اس باب کا اہم ترین موضوع اور فصل اول ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی تشکیل دینے کے اصول ذکر کیے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے اُصولِ خارجہ

رسول اللہ ﷺ کی حیثیت و منصب چونکہ ایک نبی اور رسول کے ہیں۔ آپ ﷺ کی ایک ایک ادا کی اتباع راہ نجات ہے اور اس میں کامیابی و کامرانی کے سنہرے اصول مضمر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ جیسے ایک فرد کے لیے ذاتی زندگی میں مشعل راہ ہے اس طرح ملک کے تناظر میں بھی اس میں سامان ہدایت موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سلطنت مدینہ کے والی اور حاکم تھے، آپ ﷺ نے اس مملکت کے دیگر اداروں کے تشکیل وارتقاء کے ساتھ ساتھ ریاست کا ایک ادارہ وزارت خارجہ بھی تشکیل دیا تھا اور اس کے لیے سنہری اور انمول اصول وضوابط بھی وضع کیے ہیں۔ ممالک کے تناظر میں اگر سیاست خارجہ کے ان اصولوں کے مطابق خارجہ پالیسی تشکیل دی جائے تو ریاست نہ صرف بیرونی خطرات سے مامون ومحفوظ رہ سکتی ہے، بلکہ اقوام عالم میں اپنا ایک نمایاں اور بہتر مقام بھی بنا سکتی ہے۔

تاریخ کے لیے ہر دن نیا ہوتا ہے صدیاں بیت جانے کے باوجود ان اصولوں کے آج بھی دوست ودشمن یکساں طور ثناخواں اور مدح خواں رہیں گے اور فلاح وکامیابی کے قابل تقلید ونمونہ بن جائیں گے۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے خارجہ پالیسی کے لیے جو بنیادی اصول وضع کیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

بین الاقوام دعوتِ توحید

قرآن حکیم کے تناظر میں روئے زمین مبعوث کیے گئے تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ پیغام ایک ہی رہا ہے اور وہ توحید کی دعوت ہے۔ خالق کائنات کا دنیا کی تخلیق کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ وہ اسی کا اپنا خالق و مالک و معبود مانے، تا کہ ہر انسان اپنے ہر حق سے کما حقہ مستفید ہو سکے۔ اسی لیے تمام انبیاء کرام نے قوموں اور گروہوں کو اس ایک نکتہ پر جمع کرنے کی کوشش کی اور اس کے دعوت میں سالہا سال منہمک رہے۔ توحید کی یہ دعوت گروہ انبیاء کے سردار حضرت محمد ﷺ کی دعوت، سیاست، معاشرت اور معیشت میں ہر اول مقصد رہا آپ نے سلطنت مدینہ کے تشکیل کے وقت بھی ارد گرد آباد قوموں کو خالص توحید کی دعوت پر جمع کیا اور جب آپ بیرونی دنیا کی طرف بڑھے تو اس وقت بھی آپ نے اس کو مقصد اول رکھا، اسی بنیاد پر دعوت توحید رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی کا اولین اور بنیادی اصول تھا۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کے مقاصد بعثت سے میں اہم مقصد ہی یہ تھا کہ آپ ﷺ اسلام کی آفاقی دعوت کو طول عرض میں پھیلائیں اور وہ دعوت کلمہ توحید ہے، یعنی لا الہ الا اللہ۔

اسی دعوت توحید سے متعلق قرآن پاک کے مختلف مقامات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَإِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَـٰنُ الرَّحِيمُ.“(۱)

”تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اس رحمان اور رحیم کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔“

”شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.“(۲)

”اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں اور (یہی شہادت) فرشتوں اور سب اہل علم نے بھی دی ہے وہ انصاف پر قائم ہے اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے۔“

دعوتِ توحید کی حیثیت ایک مرکز کی سی ہے، اس کے بغیر کسی بھی نبی کی شریعت و رسالت تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی، کیونکہ ”اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز ایمان باللہ ہے، باقی جتنے اعتقادات و ایمانیات ہیں سب اسی ایک اصل کی فروع ہیں۔ اور جتنے اخلاقی احکام اور تمدنی قوانین ہیں سب اسی مرکز سے قوت حاصل کرتے ہیں۔“(۳)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خود خالق کائنات نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد توحید کو قرار دیا ہے، تاکہ بنی نوع کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک خدا کی غلامی میں دیا جائے، ظلمت کے اندھیروں سے نکال کر روشنیوں کی طرف لایا جائے، قرآن پاک میں ہے کہ:

"كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ." (۴)

"یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے اے رسول تم پر نازل کی ہے، تاکہ تم انسانیت کو پروردگار کے حکم سے ظلمت سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ، اس رب کے راستے کی طرف جو غالب اور ستودہ صفات ہے۔"

رسالت مآب ﷺ کی خارجہ پالیسی کا جب بنظر غائر جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات انتہائی عیاں ہوتی ہے کہ توحید کا یہ اصول ہمیشہ اور ہر حالت میں قائم رہا۔ چاہے حج کا موقع ہو یا تجارتی میلوں کی رونق، جنگ کا پڑاؤ یا غیر ملکی وفود کی آمد، ہر موقع پر اس دعوتِ حق کو لوگوں تک پہنچانا آپ ﷺ کا مقصودِ اول رہا ہے، حتیٰ کہ غیر ملکی سربراہان مملکت کو بھی دعوتی خطوط میں اس مقصد کو خط اول میں نمایاں رکھا۔

خارجہ دفاع ریاست

ریاست کا دفاع جتنا داخلی استحکام میں پوشیدہ ہے، اتنا ہی ریاست کا دفاع خارجی طور پر ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے سلطنت مدینہ کو داخلی طور پر مستحکم بنایا، اس کے بعد آپ ﷺ خارجی استحکام سے بھی غافل نہ رہے، اس لیے آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی کا دوسرا اور اہم اصول ریاست کا تمام بیرونی حملوں سے بچاؤ تھا، جس کے لیے نبی کریم ﷺ نے فوری اقدامات کیے۔

اس غرض کے لیے آپ ﷺ نے فوری طور پر بیرونی طاقتوں کے ساتھ تعلقات قائم کیے اور ان سے امداد و تعاون بھی حاصل کیا، کیوں کہ اس وقت ریاست مدینہ کو شدید خطرات لاحق تھے، ایک طرف قریش مکہ تھے جو دین سے بیزار اور ہجرت کے بعد ان کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے، اس لیے مسلمانوں کو ہر وقت مکہ والوں سے خطرہ رہتا تھا کہ وہ کب حملہ کر دیں؟ ان حالات میں ناگزیر تھا کہ وہ اطراف کے لوگوں سے میل جول قائم کریں ان سے دفاعی معاہدات کیے جائیں، ان کو دین اسلام کی طرف راغب کیا جائے، اس بارے میں ایک مشہور ماہر سیاست لکھتے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مدینے کی حفاظت کے لیے علاوہ اندرونی استحکام کی ضرورت تھی کہ آس پاس کے قبائل سے دوستی کی جائے، چنانچہ ہجرت کے چند مہینے بعد ہی رسول اللہ ﷺ مدینے کے جنوب مغربی اور ساحل سے متصل علاقے کا بار بار دورہ کرتے ہیں۔''(۵)

رسول اللہ ﷺ نے قبائل سے خصوصی تعلق پیدا کیا جن کے علاقوں میں سے قریش مکہ کے تجارتی قافلے گزر کر عراق، شام یا مصر کی طرف آتے جاتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ ان قبائل کے ساتھ بیرونی حملہ کے خلاف باہمی فوجی امداد کی بنیاد پر دفاعی معاہدے کرنے میں کامیاب رہے۔

بین الاقوامی امن

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع کی ہدایت کے لیے ہر دور میں رسول بھیجے، تاکہ وہ اللہ کے دین کی تعلیمات کو عام کریں مگر یہ انبیاء علیہم السلام خاص زمانے میں آئے اور سب نبی ایک خاص خطۂ زمین، ایک خاص قوم کے لیے آئے، ان میں سے کسی کی بھی شریعت عالمگیر نہ تھی، ان میں سے کسی کا پیغام سارے زمانوں کے لیے نہیں تھا۔ لیکن محمد ﷺ کی نبوت و شریعت کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ کسی خاص قوم یا زمانے تک محدود نہیں تھی، بلکہ تمام نوع انسانی کے لیے تھی۔ آنحضرت ﷺ کا سیاست خارجہ کا محور یہ تھا کہ ایک ایسا عالمی معاشرہ قائم ہو جو امن و سلامتی پر مبنی ہو، کیونکہ اسلام امن و فروغ اور سلامتی کی ترویج کو عزیز رکھتا ہے اور قرآن عظیم میں ہے کہ:

''وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔ ''(٦)

''اللہ ان کے خوف کو امن میں تبدیل فرمادے گا۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں امن و امان کے فروغ پر زور دیا ہے، کیونکہ دنیا میں امن کے قیام کے بعد کوئی خوف میں نہیں رہے گا۔ خود حضور ﷺ نے دنیا میں قیام امن کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا میں امن کا قیام کس طرح ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''اللہ امن و سلامتی کے قیام میں کچھ اور اس طرح کا حامی و مددگار ہوگا کہ گھر کی چار دیواری میں زندگی گزارنے والی پردہ نشین خاتون تن تنہا کسی محافظ و معاون کے بغیر مدینہ سے الحمرہ کا اس سے بھی لمبا سفر بلا تامل کر سکے گی، اور کوئی چور راہزن اسے خوفزدہ نہ کر سکے گا۔''(۷)

''اسلام کے نزدیک سلامتی اور امن کے راستے دراصل روشنی کے راستے اور صراط مستقیم ہیں اور وہ راستے جو فتنہ و فساد اور خونریزی کی طرف جاتے ہیں اللہ کے نزدیک بنی نوع کی گزرگاہ بننے کے قابل نہیں۔''(۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تنازعات سے پرہیز

معاشرہ میں آباد تمام انسان اگرچہ نسلی، لسانی، مذہبی، ثقافتی اعتبار سے مختلف گروہوں میں تقسیم ہے، لیکن بحیثیت خلقت اور بحیثیت مجموعی گروہ انسانیت آپس میں ایک دوسرے کے ہم سفر اور ہم زاد ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ کل کائنات میں آباد انسان ایک ہی جوڑے کی نسل میں سے ہے اگرچہ ہر ایک کے مفادات و مقاصد ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتے ہیں، لیکن ان کا بنیادی مقصد دنیا میں قائم معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ جب والی ریاست کے حیثیت سے دنیا پر نمودار ہوئے تو آپ نے ہر قسم کے خاندانی، لسانی اور عصبی جھگڑوں کو اول وقت میں ختم کیا۔ آپ ﷺ کے سیاست خارجہ کے تناظر میں یہ بات عیاں ہیں کہ آپ نے بلاوجہ کے کسی بھی تنازع کا حصہ بننے سے انکار کیا ہے اور ہمیشہ تنازع سے دور رہتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ معاشرہ کی آبادی اور خوشحالی بھائی چارے میں پوشیدہ ہے، اس لیے آپ نے خود بھی اپنی تعلیمات اور قرآنی تعلیمات میں گروہ انسانی کو آپس میں بھائی چارے کا درس دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ "(۹)

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔"

دین اسلام اور خود رسول اللہ ﷺ نسل انسانی وحدت کے پیامبر ہے، اس لیے آپ کی کوشش یہ تھی کہ ایک عالمی انسانی برادری قائم کی جائے، اور بلاوجہ کے تنازعات سے پرہیز کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں کئی مواقع ایسے آئیں کہ لوگوں نے آپ کو مشتعل کرنے کی کوشش کی، آپ کے خلاف ناجائز ہتھکنڈے استعمال کیے گئے یہاں تک کہ اپنے مفادات کے لیے آپ کو قتل کرنے تک کی کوشش کی، لیکن آپ نے انتہائی صبر و تحمل و بردباری سے حالات کا مقابلہ کیا اور کسی جھگڑے میں نہ پڑے۔ اس کے علاوہ بین الاقوام یا گروہوں کے درمیان کوئی معاملہ پیش آیا تو آپ ﷺ نے کسی جانب کو ترجیح نہیں دی اور نہ ہی ان کے جھگڑے میں پڑنے کی کوشش کی، بلکہ آپ ﷺ نے ہر موقع پر فریقین کو صبر و تحمل کی تلقین کیں جس کی مثالیں حیات طیبہ میں جابجا موجود ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاونت حق اور اجتنابِ ظلم

رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ حق کی حمایت کی اور ظلم کی مخالفت کی۔ مسلمانوں کو جنگ کی اس لیے اجازت دی گئی کہ ظلم اور زیادتی کو روکا جائے۔ دین کی آزادی برقرار رہے اور دعوت اسلامیہ کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت ممکن ہو سکے۔ اسلام نے جہاں جنگ کی اجازت دی ہے وہاں طمع، انتقام اور کمزوروں پر ظلم و زیادتی سے بھی منع کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ امن اور سلامتی برقرار رہے، حالات سازگار اور پرامن ہوں اور عدل و انصاف کے زیرِ سایہ آدمی زندگی گزار سکے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

''وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا.''(۱۰)

''اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتال نہیں کرتے ہو اور ان کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کی راہ میں نہیں لڑتے ہو جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس آبادی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی دوست و مددگار مقرر فرمادے۔''

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن اللّٰه أن يبعث عليكم عقابا منه فتدعونهٗ فلا يستجيب لكم.''(۱۱)

''واللہ! تمہیں ضرور نیکی کا حکم دینا ہوگا، برائی سے روکنا ہوگا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیجے گا پھر تم اس سے دعا کرو گے اور وہ تمہاری دعا کو قبول نہیں کرے گا۔''

دفاعی وسائل میں ترقی و استفادہ

اگر کوئی مکمل اور مضبوط فوج حکومت کے پاس نہ ہو تو وہ ہر دشمن کے لیے ایک نہایت آسان شکار ہے۔ دشمن اس کے بارے میں آس لگائے رکھتا ہے اور اس کی قوت و شوکت سے خائف نہیں ہوتا، لیکن اگر ایک مضبوط اور قوی فوج موجود ہو تو دشمن بھی اس کی سنتا ہے اور اس کا احترام کرتا ہے اور وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اپنے شوقِ جور و ستم کا اسے نشانہ بنائے۔

اسی طرح اپنے طاقتور دشمن کو بے بس کر دینے اور اس کی خونریزی کو کم ترین حد تک گھٹا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دینے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی طرح فنون حرب میں اتنا کمال حاصل کیا جائے کہ حریف مقابلہ پر ہی نہ آئے۔ تاکہ امن وامان برقرار رہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

”وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ.“(۱۲)

”ان کے مقابلے کے لیے جتنی طاقت مجتمع کر سکتے ہو کرلو اور گھوڑے پالو۔ اس طریقے سے اپنے اور خدا کے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھا دو، اور اپنے ان دشمنوں کو بھی مرعوب کرو جنہیں تم نہیں جانتے خدا جانتا ہے، اور تم جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر کسی طرح ظلم نہ ہونے پائے گا۔“

جنگ کے سلسلے میں دین اسلام نے قوت وطاقت کے ساز وسامان اور دوسرے رباط کا بندوبست یعنی اسلحہ وسامان پر زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً.“(۱۳)

”کافر تو یہی چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ اور سامان سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر ایک ہی دفعہ ٹوٹ پڑیں۔“

اس طرح اسلام اسلحہ سازی کے لیے سامان حرب بنانے کی بھی ترغیب دیتا ہے اور فولاد و آہن کا بطور خاص اس سلسلے میں ذکر کرتا ہے کہ عسکری اغراض کے لیے ان سے استفادہ کیا جائے۔ قرآن میں ہے کہ:

”وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ.“(۱۴)

”اور ہم نے لوہا اتارا جس میں شریک جنگ کا (زور) بھی ہے اور لوگوں کے لیے منافع بھی، تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسل کی مدد کرتا ہے، بیشک خدا قوی اور غالب ہے“۔

نبی کریم ﷺ فوجی تربیت کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرماتے تھے، آپ ﷺ خود بہ نفس نفیس گھڑ دوڑ کے میدان میں جاتے اور جیتنے والوں میں انعامات تقسیم فرماتے، تیر اندازوں کو نشانہ بازی کی مشق کرائی جاتی، پتھر پھینکنے کی تربیت دی جاتی اور اسی طرح کے دوسرے فنون حرب میں نوجوانوں کو مہارت دلائی جاتی۔ رسول خدا ﷺ ایسے مواقع پر اکثر موجود ہوتے جس سے نوجوانوں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کی زبردست حوصلہ افزائی ہوتی۔ نیز رسول اکرم ﷺ نے ہر جنگ سے پہلے پوری طرح سامان مکمل کیا اور اپنے مادی و معنوی انتہائی طاقت اکٹھی کرنے میں کبھی تردد سے کام لیا۔ اسلحہ سازی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرما کر بھی مسلمانوں کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ:

"قال من علم الرمی ثم ترکه فلیس منا أو قد عصیٰ." (۱۵)

"جو شخص تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس کو ترک کر دے وہ ہم میں سے نہیں ہے یا فرمایا اس نے نافرمانی کی۔"

تیر اندازی سے مراد ہر اس اسلحہ اور ہتھیاروں کی مشق ہے جن کا اس دور میں رواج ہو، اس لیے اس دور کے مسلمانوں پر جدید فوجی تکنیک کو سیکھنا اور اس کی مشق کرنا ضروری ہے جس طرح پہلے تیر اندازی کا سیکھنا ضروری تھا۔ عربوں میں صف بندی کا رواج نہیں تھا مگر آپ ﷺ نے سپاہیوں میں صف بندی کو شروع کیا۔ جنگ بدر میں آپ نے سپاہیوں کی صف بندی شروع کی اور پھر آگے پیچھے گھوم کر اس کا معائنہ کیا۔، تاکہ کم عمر رضا کار یا سواری یا اسلحہ نہ رکھنے والے یا اور دیگر اطوار پر نامناسب افراد کو چیک کیا جائے، فتح مکہ کے موقع پر صف بندی کے لیے باقاعدہ ایک افسر مقرر تھا، اور یہی صف بندی کیفیت نماز میں بھی کی جاتی ہے، تاکہ فوجیوں کو صف میں کھڑے ہونے کی مشق ہو۔ اسی طرح روزوں میں جس طرح بھوک کو برداشت کیا جاتا ہے وہ بھی سپاہی کے لیے لازمی ہے کہ دوران حرب اس کو بھوک پیاس برداشت کرنے کی عادت ہو اور حج میں بھی اس کی عملی تربیت دی جاتی ہے کہ بے آب گیاں زمین پر کوچ و قیام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے جنگ بدر میں بھی سپاہیوں کو ہدایات کی گئی کہ جب تک حکم نہ دیا جائے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے گا، دشمن اگر فاصلے پہ ہو تو بے کار تیر چلا کر ضائع نہیں کیا جائے گا، بلکہ اگر زد پہ آ جائے تو مارے اگر دشمن قریب ہو تو تیر کی جگہ پتھر پھینک کر مارا جائے۔ خیبر کی لڑائی میں منجنیق کا استعمال جب دشمنوں نے کیا تو مسلمانوں نے اس فن حرب کو سیکھا اور طائف کے موقع پر منجنیق اور دبابے استعمال کیے۔

خبر رسانی (جاسوسی)

ہر ملک کی یہ بنیادی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ افراد و ممالک کے عزائم و منصوبوں سے باخبر ہو اور یہ تحفظ کی بنیاد بھی ہے۔ جاسوسی اور خبر رسانی کا ہر دور میں خاص اہتمام رہا ہے اور ملک کی استحکام اور سالمیت میں اس کا اہم کردار بھی ہے، اس لیے جس ملک کا یہ نظام جس قدر قوی اور مضبوط ہوگا اتنا ہی وہ ملک محفوظ و مامون رہ سکے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے سلطنت مدینہ کے قیام کے بعد بیرونی جارحیت سے نمٹنے کے لیے فطری اور موثر تدبیر کا طریقہ اپنایا۔ آپ کو جب کسی گروہ یا فرد کی طرف سے مملکت کے خلاف کسی سازش کی خبر معلوم ہوتی تو آپ فوراً اس کے خلاف اقدام کرتے اور سیرت رسول میں اس کی کئی نظریں موجود ہے۔

جب دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کو انجام تک پہنچانے کے لیے دشمنان اسلام اور دشمنان سلطنت مدینہ نے متفقہ طور پر ایک سازش کی جس کو تاریخ اسلام میں غزوہ احزاب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب دشمنوں کی ان تیاریوں کا علم ہوا تو آپ نے دشمنوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے فوراً اپنے ایک مخبر کو روانہ کیا جو دشمنوں کے حالات کی خبر لائے۔ آپ نے اس کام کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بطور جاسوس روانہ ہونے کا حکم دیا۔

”فقلت: أخشى أن أوسر قال: إنك لن تؤسر، قال: ودعا لي، فقال: اللّٰهم احفظه من بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله ومن فوقه ومن تحته، فأذهب اللّٰه عزوجل عني القر والفزع، فقال: ياحذيفه! لاتحدث في القوم شيئًا حتى تأتيني، فدخلت عسكرهم فإذا الريح فيه لاتجاوز. “(١٦)

”میں نے عرض کیا: میں کہیں پکڑا نہ جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو ہرگز گرفتار نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی، اے اللہ! اس کے آگے، پیچھے، اوپر، نیچے، دائیں، بائیں سے حفاظت فرما۔ اور فرمایا: حذیفہ! واپس آنے تک کوئی نئی بات نہیں کرنا، اس کے بعد وہ چل پڑے۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ جب میں کفار کے لشکر میں پہنچا تو ہوا اس قدر تیز تھی کہ کوئی چیز نہیں ٹھہرتی تھی۔“

آخر کار اس کامیاب خبر رسانی سے دشمنان اسلام کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ فرار پر مجبور ہوئے اور مسلمان فتح یاب ہوئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ قبیلہ بنی ہوازن نے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو آپ نے فوراً اپنے جاسوس کو روانہ کیا اور تحقیق احوال کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مہم کے لیے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”ولما سمع بهم نبي اللّٰه ﷺ، بعث إليهم عبداللّٰه بن أبي حدرد الأسلمي، وأمره أن يدخل في الناس، فيقيم فيهم حتى يعلم علمهم، ثم يأتيه بخبرهم، فانطلق ابن أبي حدرد، فدخل فيهم حتى سمع وعلم ما قد جمعوا له من حرب رسول اللّٰه ﷺ وسمع من مالك وأمر هوازن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ما هم عليه، ثم أقبل، حتى أتى رسول الله ﷺ فاخبره الخبر. "(١٧)

''جب رسول اللہ ﷺ نے سنا تو آپ نے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ کو بھیجا اور انہیں لوگوں میں داخل ہو جانے کا حکم دیا، وہ ان میں داخل ہو گئے اور نبی کریم ﷺ سے جنگ کرنے کے جو کچھ انہوں نے تیاری کر رکھی تھی۔ تمام احوال سنے اور مالک سے بھی (تمام باتیں) سنیں اور ہوازن کے ارادے معلوم کر کے واپس آئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات کی خبر دی۔''

آپ ﷺ نے اپنے تمام اعمال میں راز داری سے کام لیا اور مسلمانوں کو اپنے راز محفوظ رکھنے کی ترغیب دی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس دشمن کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا پورا بندوبست موجود تھا۔ اسلامی مملکت کے شعبہ اطلاعات کو خاص طور پر فروغ دیا گیا۔ ملک کے اندر اور باہر نامہ نگار مقرر کیے گئے جو مکہ، نجد، طائف اور متعدد دوسرے مقامات کے اسلام کے زیرنگین آنے سے قبل بھی رسول اللہ ﷺ کو پل پل کی خبریں ارسال کرتے رہتے تھے۔ موجودہ دور میں دشمن سے مامون رہنے کے لیے ضروری ہے کہ ''اپنی قوت اور مواصلات کی نگہبانی کی جائے، دشمن کو معلومات حاصل کرنے سے روکا جائے نیز دشمن کی فوجی تیاریوں اور سیاسی چالوں کا بھی بروقت پتہ لگایا جائے، تاکہ دشمن اچانک حملہ نہ کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی فوجوں کی حفاظت کے لیے تمام غزوات میں انتظام کیے اور اپنی کوشش پوری طرح صرف کر دی کہ دشمن کو معلومات حاصل نہ ہو سکیں اور اسی طرح وہ امن میں رہ سکیں۔'' (١٨)

معاشی دباؤ یا ناکہ بندی

رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عناصر کا خون بہانے کی بجائے اسے بے بس کر دیا جائے، تاکہ وہ تعاون کرے یا مزاحمت چھوڑ دے۔ یہ کلیہ خاص طور پر قریش مکہ کے خلاف اپنایا گیا، یہ مدینہ چونکہ قریش کی معروف تجارتی گزرگاہ کے سرے پر واقع تھا اور یہ سب جانتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کو کس طرح تکلیفیں دے کر ترک وطن پر مجبور کیا تھا، آپ ﷺ نے مختلف اقدامات فرما کر قریشی کاروانوں کا راستہ بند کر دیا۔ تاکہ معاشی دباؤ میں آ کر وہ مسلمانوں کی دشمنی ترک کر دیں۔

دشمنوں کی مالی مدد (تالیف قلبی)

سیاسی مقاصد کے لیے مملکت کی خفیہ سروس، نومسلموں اور غیر مسلموں کی امداد و اعانت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گنجائش اسلام میں رکھی گئی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد سلطنت میں دشمن کی طرف سے آئے افراد کی خوب مالی معاونت اوران کو ہدیہ اوراحترام دیتے ہیں۔تاکہ وہ آپ سے اورآپ کے لائے ہوئے دین سے متاثر ہوکر دین اسلام میں داخل ہو جائیں۔اس سلسلے میں آپ کے پیش نظر قرآن حکیم یہ آیت ہے جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ. ''(۱۹)

''زکوۃ مفلسوں کے لیے ہے اور محتاجوں (غیر مسلموں میں) کے لیے۔اور وہ ان کے لیے جواس (کی اصولی) کا کام کرتے ہیں۔اوران کے لیے جن کی تالیف مطلوب ہے۔اور اسیروں اور غلاموں کی گردن چھڑانے (آزاد کرانے) کے لیے،اور قرضہ داروں کے قرض ادا کرنے کے لیے،اور اللہ کی راہ میں (صرف کرنے کے لیے) اور مسافروں کے لیے،یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا (فرض) ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

محسن انسانیت نے تالیف قلبی کے اصول کے تحت دشمنوں تک مدد فرمائی،تاکہ ان میں مسلمانوں کی بہی خواہ پیدا ہوں اور مختلف مواقعوں پر ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

دشمن کے بچوں اور عورتوں کا احترام

رسول اللہ ﷺ نے اپنی جنگوں میں ہمیشہ انسانیت کے احترام کا اصول مقدم رکھا،اور کسی بے گناہ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی اور ہمیشہ بے گناہوں کے مال اور جان کی حفاظت کے خواہشمند رہے۔مسلمان غزوہ موتہ پر جانے لگے تو رسول اللہ نے وصیت فرمائی کہ:

''نھی رسول اللہ ﷺ عن قتل النساء والصبیان۔''(۲۰)

''رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ''عہد نبوی میں دس سال میں دس لاکھ مربع میل سے زیادہ کا علاقہ فتح ہوا جس میں یقیناً کئی ملین آبادی تھی۔اسی طرح روزانہ تقریباً ۲۷۴ مربع میل کے اوسط سے دس سال تک فتوحات کا سلسلہ ہجرت سے وفات تک جاری رہیا۔ان فتوحات میں دشمن کے ماہانہ دو سے کم آدمی قتل ہوئے۔اسلامی فوج کا نقصان اس سے بھی کم ہے۔''(۲۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بین الاقوامی اصولوں کی پاسداری

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد میں سلطنت مدینہ کے قیام کے بعد بین الاقوامی اصولوں اور قوانین کے پوری پوری پاسداری کی اور بین الاقوام کسی ایسے اصول سے ہٹ کر کوئی کام نہیں کیا جس اسلام اور مسلمانوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ انہی بین الاقوامی قوانین واصولوں میں سے ایک اصول غیر اقوام کے سفیروں کو امن اور ان کی جان کی پوری حفاظت کرنا تھا، تاکہ انہیں کسی حالت میں بھی کوئی اذیت نہیں پہنچائی جا سکتی۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے سفیر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان کو دین اسلام کے دعوت دی، لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا اگر سفیر کا قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا حدیث نبوی ہے:

"عن ابن مسعود قال: جاء ابن النواحه وابن اثال رسولا مسلمه الی النبی ﷺ فقال لهما اتشهدان انی رسول الله قالا نشهد أن مسلیمه رسول الله، فقال رسول الله ﷺ: آمنت بالله ورسوله لو كنت قاتلا رسولا لقتلتكما . قال عبد الله فمضت السنه ان الرسل لا تقتل." (۲۲)

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کے طرف سے سفیر بن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: کیا تم دونوں گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو دونوں نے کہا کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر، اگر سفیر کا قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: دستور چلا آ رہا ہے کہ سفیر کو قتل نہیں کیا جاتا۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد رسول ﷺ ہے:

"وكانت تقدم عليه رسل أعدائه، وهم على عداوته، فلا يهيجهم ولا يقتلهم." (۲۳)

"نبی کریم ﷺ کے پاس مخالف اقوام کے سفیر آتے، وہ آپ ﷺ کے خلاف دشمنی کا اظہار کرتے، آپ ﷺ نہ ان کے خلاف جارحانہ اقدام کرتے اور نہ ہی قتل کرتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ ہمیشہ ہر معاملے میں اپنے سے قبل کے لوگوں کے خیالات کے بارے میں ضرور آگاہی حاصل کرتے، تاکہ آپ کی کسی فعل سے دنیا میں رائج بین الاقوامیت کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔ اسی تناظر میں آپ مخالف قوم کے سفیر یا دیگر معاملات میں بین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاقوامی قوانین کے روشنی میں رویہ اور معاملات بجالاتے تھے۔

الغرض رسول اللہ ﷺ نے سلطنت مدینہ کے خارجہ تعلقات ان ہی اصولوں کی بنیاد پر رکھی تھی اور آپ کے خارجہ سیاست کے یہ وہی اصول ہیں جن کی بنیاد پر آپ نے ۲۳ سال کے قلیل عرصے میں عرب سے لے کر عجم تک کی طاقتوں کو اپنا ہمنواء بنایا اور کئی مملکتیں آپ کی خارجہ پالیسی اور آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے لگیں اور انہوں نے اپنی سلطنتیں آپ کی قدموں میں نچھاور کر دی تھی۔

اقوام وممالک کے تناظر میں اگر ان ہی اصولوں کی بنیاد پر خارجہ پالیسی تشکیل دی جائے تو نہ صرف اس قوم کے ترقی میں معاون ہوگا، بلکہ اس قوم کو دنیا میں ایک باعزت مقام بھی مل سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

عہد نبوی کی سیاست خارجہ اور شعبہ جات

(سفارت کاری، مکتوبات، وفود)

رسول اللہ ﷺ جب سلطنت کے داخلی و خارجی استحکام سے فارغ ہوئے تو آپ جو کہ اب تک تنہا ساری ساری ذمہ داریاں خود نبھاتے تھے اب آپ کی مصروفیات دن بدن بڑھتی چلی گئی، اس لیے آپ نے اپنے ماہر اور زیرک ساتھیوں کے درمیان امور مملکت کو تقسیم کیا۔ کسی کو داخلی ذمہ داری سپرد کی، کسی کو خارجی ذمہ داری دی، کسی کو اپنا مشیر بنایا، کسی کو مذہبی تبلیغ کے لیے قرب و جوار میں بھیجا، کسی کے ذمے خطوط کا کام لگایا، کسی کو جنگوں کی تیاری کی ذمہ داری سپرد کی، کسی کو جاسوسی پر مامور کیا۔ ایسے ہی بعض صحابہ کرام کو بین الممالک سفارت کی ذمہ داری سپرد کیں۔ اس فصل میں رسول اللہ ﷺ کے خارجہ پالیسی کے تشکیل کے بعد شعبہ جاتی تقسیم پر گفتگو ہوگی۔

کسی بھی ملک کی سیاست خارجہ کا اہم موضوع بین الممالک تعلقات ہوتے ہیں، اس لیے خارجہ تعلقات کے تناظر سفارت کاری کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ سیاست خارجہ میں دیگر اقوام و ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات کو پختہ کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام کو اپنی اہمیت سے بھی آگاہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ جس ملک کی خارجہ پالیسی کی تشکیل مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتی ہے وہی ملک طاقت و عروج کی بلندیوں کو جلد از جلد پا لیتی ہے اور جس ملک کی خارجہ پالیسی کی بنیادیں کمزور ہوتی ہے یا اس کی خارجہ پالیسی کی سمت واضح نہیں ہوتی وہ اول یا تو محکوم رہتی ہے اگر محکوم نہ سہی تو کمزور ریاستوں میں اس کا شمار ضرور ہوتا ہے، اس لیے خارجہ پالیسی کو تقویت دینے میں سفارت کاری کے عمل سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ تاریخ کے سیاسی صفحات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مملکتوں کے درمیان تعلقات چاہے وہ سماجی ہو یا سیاسی، اقتصادی ہو یا ثقافتی، ان کے فروغ کے لیے قدیم زمانے سے سفارتی سرگرمیاں ایک مسلمہ حقیقت رہی ہے، کیونکہ یہی وہ سرگرمی ہے جو مختلف ملکوں، قوموں کو ایک دوسرے کے قریب کرتی ہے۔ دنیا میں جب حکومت کا تصور ابھرا تو اس کی اہمیت مزید دو چند ہوگئی اور یہی وہ واحد ذریعہ ٹھہری جو ملکوں کے باہمی مسائل کو آپس میں بیٹھ کر حل کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفارت کاری کا ادارہ اگرچہ زمانہ قدیم میں اس قدر منظم اور ترقی یافتہ نہ تھا اور نہ ہی سفارت خانوں کے مستقل دفاتر مختلف ممالک میں قائم ہوتے تھے، لیکن سیاسی طور پر اسے ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ جب کسی ملک کے ساتھ سفارتی روابطہ پیدا کرنے کی ضرورت پیش آتی تو ایسے فرد کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا جو زیر غور مسئلے کے ہر پہلو کو خوب سمجھتا ہو، اس کے ساتھ وہ ذہین اور سمجھ دار بھی ہوتا کہ اپنی بات کو موثر انداز میں پیش کر سکے اور دوسرے فریق سے اپنی بات منوا سکے۔ یہی وہ واحد سرگرم ادارہ ہے جس نے کئی قوموں اور ملکوں کے درمیان جنگوں کی کیفیت کو امن میں بدل دیا ہے اور حریف کو حلیف بنانے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ الغرض رسول اللہ ﷺ نے کامیاب خارجہ پالیسی کے تشکیل کے لیے تین شعبہ جات قائم کیے تھے۔ جن میں پہلا شعبہ سفارت کاری کا تھا۔ سب سے پہلے شعبہ سفارت کاری کی تاریخ و تحقیق، قبل از اسلام عربوں کی سفارتی سرگرمیاں، حضور ﷺ کی ذاتی سرگرمیاں، سفیر کے اوصاف، سفیر کے حقوق، سفراء رسول ﷺ کا تعارف وغیرہ وغیرہ اہم عنوانات پر تفصیلی ابحاث درج کی جائے گی۔

سفارت کاری کی اہمیت پر روشنی ڈالنے سے قبل سے ضروری ہے کہ ماہرین سیاسیات کے افکار کے روشنی میں لفظ سفیر کے بنیادی مفہوم کو سمجھا جائے، تاکہ اس تناظر میں سفارت کاری کی اہمیت واضح ہو سکے۔ سفارت کاری کے مختلف معنی و مفہوم بیان کیے گئے جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سفارت کاری کا اصل مقصد یہ ہے کہ سفیر اپنی صلاحیت اور تمام تر خوبیوں کے ساتھ دیگر اقوام تک اپنے پیغام کو موثر طریقے سے پہنچائے اور ان کو اپنے ملک کے ترجیحات سے آگاہ کریں۔ سفارت کاری کا مفہوم جاننے سے قبل یہ بھی ضروری ہے کہ جس فرد کو سفارت کاری پر مقرر کیا جاتا ہے اس کو کس نام سے پکارا اور جانا جاتا ہے؟ تو اہل علم نے عربی زبان میں ایسے فرد کے لیے لفظ سفیر کو وضع کیا ہے اور انگلش لغت میں اس کو Ambassador کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

لفظ سفیر کی لغوی تحقیق

لفظ سفیر کا مادہ ''س-ف-ر'' ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے یہ مادہ مختلف معانی کے لیے استعمال ہوا ہے، لیکن جس معنی کے لیے بھی استعمال کیا جائے اس میں کشف اور وضاحت کے معنی پایا جاتا ہے سفر کو بھی سفر، اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں انسان کے اخلاق کھل جاتے ہیں جیسے '' الصبح یسفر '' صبح روشن ہوگئی۔ (۲۴)

علامہ ابن منظور افریقی نے لسان العرب میں لفظ سفیر کے معنی کھولنے کے بیان کیے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے عورت جب وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر کھول دے تو کہا جاتا ہے:

''سفرت المرأة وجهها إذا كشفت نقاب عن وجهها إذا كشفتِ النّقاب عن وَجهِها''(۲۵)

ترجمہ:''عورت نے اپنا چہرہ کھول دیا جب اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔''

اس طرح اس کے معنی کسی چیز سے پردہ اٹھانے کے بھی بیان ہوئے ہیں:

''سفرت بين القوم أسفر سفارة أى كشفت مافي قلب هذا لا صلح بينهم''(۲۶)

''میں نے قوم کے درمیان سفارت کی، اسفر سفارۃ یعنی میں نے دونوں کے دلوں کی بات کھول کر ظاہر کر دی، تاکہ دونوں میں صلح کروادوں۔''

علامہ فیروز آبادی نے سفیر کا معنی بھیجنا بیان کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

''سفره تسفيرا أى ارسله.''(۲۷)''یعنی اس کو بھیجا۔''

علامہ زبیدی نے تاج العروس میں لکھا ہے کہ سفارۃ سین کے کسرہ کے ساتھ بروزن کفالۃ اور کتابۃ اور سین کے زبر کے ساتھ بروزن سحابۃ کے آتا ہے جو بمعنی وسیلۃ کے استعمال ہوتا ہے یعنی وسیلہ بننے کے عمل کو سفارت کہا گیا ہے جیسے''یراد بها التوسط للاصلاح.''(۲۸)

سفیر کی جمع سفراء ہے مسلمان مصنفین سفیر (سفارتی کارندہ) کو یا تو رسول کہتے ہیں جو رسل کی جمع ہے، یا سفیر جو سفراء کی جمع ہے۔ رسول ارسال سے مشتق ہے۔ جس کا لفظی معنی بھیجنا ہے اور کسی خاص مقصد کے لیے کسی کارندے یا نمائندے کو بھیجنے کا مفہوم بھی اس کو شامل ہے۔ یوں تو سفیر اور پیغمبر دونوں اس معنی میں برابر، لیکن اصطلاحی وضع میں دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے۔ رسول چونکہ خالق کائنات کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اور وہ خالق کائنات کی طرف سے دیئے گئے احکامات کی تبلیغ پر مامور ہوتا ہے اور وہ مبلغ اس زمانے کے کل انسانوں تک کے لیے ہوتا ہے۔ جب کہ سفیر ایک ریاستی نمائندے کے تحت اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے جس کا مقصد دو قوموں کا قریب لانا اور اپنے مفادات کو تحفظ دینا شامل ہوتا ہے۔ تاج العروس میں سفیر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے علامہ الزبیدی رقمطراز ہیں کہ:

''أمّا السفير فهو الرسول المصلح بين القوم.''(۲۹)

''سفیر قوم کے درمیان صلح کرانے والا فرستادہ ہے۔''

اور بطور دلیل وہ حدیث پیش کی ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان فرمائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''إِنَّ النَّاسَ قَدْ استفروني بينك وبينهم اي جعلوني سفيراً ، وهو الرسول المصلح بين القوم يقال: سفرت بين القوم اذا سعيت بينهم في الاصلاح.''(۳۰)

''بیشک لوگوں نے مجھے تیرے اور ان کے درمیان سفیر بنایا ہے اور وہ قوم کے درمیان اصلاح کرنے والا پیامبر ہوتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ میں نے قوم کے درمیان سفارت کی جب وہ دونوں کے درمیان صلح کی کوشش کرے۔''

اسی طرح سفیر کو المعجم الوسیط میں دو قوموں کے درمیان وسیلہ بننے کے عمل کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

''المصلح بين قومين۔''(۳۱)

''دو قوموں کے درمیان صلح کرانے والا۔''

محیط المحیط میں سفیر کے منصب کو شعبہ سفارت سے تعبیر کیا گیا ہے جو کہ عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے۔

''وَظِيفَةُ السَّفِير وَمَقَامُهُ في اصطلاح ارباب السَّياسة السفارة.''(۳۲)

''سفیر کا وظیفہ اور مقام ارباب سیاست کی اصطلاح میں سفارت ہے۔''

سفیر کو انگریزی زبان میں Ambassador کہا جاتا ہے اس کی تعریف کچھ یوں ہے کہ:

"Ambassador is a minister sent by one sovereign or state on mission to another."(33)

''سفیر ایسا وزیر ہوتا ہے جو کسی بادشاہ یا ریاست کی طرف سے مشن کی تکمیل کے لیے بھیجتا ہے۔''

انسائیکلوپیڈیا امریکا میں میں سفیر کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ:

''حکومت کا نمائندہ جو کسی دوسری حکومت کے صدر مقام میں رہائش پزیر ہوتا ہے اس کو اپنے ملک کی طرف سے مکمل اختیارات حاصل ہوتے ہیں کہ اہم معاملات میں دوسری حکومت سے گفت و شنید کرے اور اس کو وہاں کے بادشاہ یا صدر مملکت کا حق رہتا ہے۔''(۳۴)

اسی طرح سفارت کاری کو سائنس اور آرٹ سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔

"Diplomacy is a science ,art ,adminstration and direction of international affairs and it is a profession of diffrent specialized functions aiming to serve on behalf of all persons".(35)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

”سفارت ایک سائنس، آرٹ، نظم ونسق، معاملات کی نگرانی اور دیگر تمام افراد کی جانب سے مخصوص مختلف پیشہ وارانہ فرائض کی بجا آوری کا نام ہے۔“

سفارت کاری، Diplomatic/ Diplomacy ایک یونانی لفظ ہے۔ جو لفظ ڈپلومہ Diploma سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے بادشاہ کی طرف سے جاری شدہ وہ لپٹی ہوئی سند ہے جو حامل کو خصوصی مراعات کا حقدار بناتی ہے۔ اس سے مراد ایک سرکاری سند یا سرٹیفکٹ ہے جو ایک ایلچی کے لیے ہدایات اور اس کی ذمہ داریوں پر مشتمل اور سربراہِ مملکت کی جانب سے جاری شدہ سفارت پر مبنی ہوتا ہے، تاکہ حامل اس کو پیش کر کے اپنا استقبال کروا سکے اور مختلف علاقوں میں باسانی نقل وحرکت کر سکے۔ اس سند و سرٹیفکٹ کی ایک مخصوص شکل وصورت ہوتی ہے بعدازاں اس لفظ کا مفہوم کئی معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ جن میں سے: ا۔ پیشہ ۲۔ مذاکرات ۳۔ محبت شائستگی ۔ ۴۔ خارجہ پالیسی بحثیت علم سفارت کاری کے کچھ قواعد بحثیت فن کچھ اصول اور بحثیت پیشہ کچھ روایات ہیں جس کا مطلب ملکوں اور تنظیموں کے مابین تعلقات سے بہتر مقاصد استعمال کیے جاسکیں اور سیاسی اور اقتصادی اور سلامتی سے متعلق عظیم تر مفاد حاصل کیے جاسکیں اور جیسا کہ ”چارلس روز“ نے اپنی کتاب میں فن سفارت کاری میں بیان کیا ہے۔ سفارت کاری کا زیادہ تر انحصار کئی خصوصی قابلیتوں پر ہوتا ہے ان میں سمجھداری، تہذیب وشعور، زیرکی، فراست وحکمت، موقع شناسی، ہوشیاری، تدبر واخلاص شامل ہے۔ اہل دانش اس بات پر متفق ہیں کہ سفارت کاری ایک علم وفن ہے علم اس اعتبار سے کہ اسے پڑھا، سیکھا اور اس کے قوانین واصولوں کو جانا جاتا ہے اور فن اس اعتبار سے کہ یہ ایک حساس پیشہ ہے۔

، کیونکہ سفارت کاری ” ایسے تصورات، قواعد، کارگزاریوں، قوانین، انتظامات اور بین الاقوامی روایات کے مجموعے کا نام ہے جو ملکوں اور مختلف بین الاقوامی اداروں اور سفارت کار نمائندوں کے مابین تعلقات کو مربوط بناتے ہیں، تاکہ ملکوں کی عظیم تر سیاسی، اقتصادی اور سلامتی سے متعلق مفادات کا تحفظ کیا جاسکے اور باہمی روابط، تعلقات سیاسی مذاکرات اور بین الاقوامی معاہدے سرانجام دیئے جاسکیں۔“ (۳۶)

عمل سفارت کاری اور اس کے مرتبے کے متعلق احمد عطیۃ لکھتے ہیں کہ:

”فھو أعلی مراتب السلک الدبلوماسی، وھو رئیس بعثہ دبلوماسیة تعرف بالسفارة۔“ (۳۷)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

"پس وہ ڈپلومیسی کے باب میں اعلیٰ مرتبہ ہے جو سیاسی روابط کا رئیس ہوتا ہے اور سفارت کے نام سے پہچانا جاتا ہے"

سفارت کاری کی تاریخ

لفظ سفیر کے مفہوم کو جان لینے کے بعد اب ضروری ہے کہ سفارت کاری کی تاریخ کے بارے میں بھی معلومات حاصل کی جائے کہ سفارت کاری قدیم زمانے میں رائج تھی کہ نہیں ؟ دین اسلام نے سفارت کاری کے بارے میں کیا تصور دیا ہے؟ اس کے بعد زمانے میں جدت اور ارتقاء آنے کے ساتھ سفارت کاری کو بھی ارتقاء حاصل ہوا؟ تو یہ بات تو معلوم ہے کہ دنیا کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی عمل سفارت کاری شروع ہو چکی، کیونکہ سفارت کاری چاہے دو افراد کے درمیان ہو یا دو قوموں اور ملکوں کے درمیان، اگر چہ اس کی حدود و ہیئت میں کچھ تبدیلی تو ممکن ہو سکتی ہے، لیکن سفارت کاری کے عمل سے اس کو خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سفارت کاری کی تاریخ قدیم ہے اور زمانہ قدیم سے ہی سفارت کاری کا نظام لوگوں اور اقوام میں رائج رہا ہے، کیونکہ اس زمانے میں باقاعدہ سفارت کاری کو ایک درجہ حاصل نہ تھا، بلکہ سفارت کاری ایک جز وقتی عمل ہوتا تھا جس میں سفیر کو جزء وقتی ذمہ داری دی جاتی اور اس ذمہ داری کو مکمل کرتے ہی وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا تھا جیسے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کرانا یا جنگ کے بعد صلح کرانا وغیرہ وغیرہ۔

سفارت کاری کے تاریخ کے بارے میں دو آراء پائی جاتی ہے۔ایک رائے کے مطابق یہ زمانہ قدیم سے رائج ہے جبکہ دوسری تاریخ کے مطابق سفارت کاری کی تاریخ بشپ روم کے زمانے سے شروع ہوئی جس کی تفصیل کچھ یوں ہیں کہ:

> "سفارت کاری زمانہ قدیم سے ہے جس کی تاریخ ابتدائی قبائلی ادوار اور پہلی انسانی جماعتوں تک پہنچتی ہے جب ان کے درمیان اس زمانے کے مخصوص طریقوں اور قوانین کے مطابق جنگ و امن اور صلح کے معاہدے کیے جاتے۔ اس کے نقوش فراعنہ اور آشوری زمانوں کے آثار میں دکھائی دیتے ہیں ان کی جھلک، چین ہندوستان، یونان اور رومن تاریخوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ مشرق قریب کی قدیم تہذیب کی تاریخ بتلاتی ہے کہ سفارت کاری کا سورج دور فراعنہ اور میسوپوٹامیا کی تہذیبوں میں طلوع ہوا۔ان دونوں بین الاقوامی تعلقات مصر، شام، ملک فارس یہاں تک کہ ہندوستان کی جانب سے وضع کردہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خارجہ پالیسی کو کامیاب بنانے کے لیے سرانجام دیئے جاتے اسی طرح تمام عمومی وخصوصی مشکلات کا حل ان معاہدوں کے ذریعے نکالا جاتا جو دونوں جانب کے ایلچی یا فرستادے طے کیا کرتے تھے۔

قدیم چین نے سفارت کاری کو متعارف کروایا اور اپنے فلسفیانہ نظریات کی روشنی میں اس کے اصول وضوابط وضع کیے، پھر اس کو عظمت اور تقدس کا رنگ دیا جس کا منبع بدھ مت براہمن سے پھوٹتا ہے جو ہندومت یا ہندوازم کے نام سے پہچانا جاتا ہے، زیادہ تر ہندوستانی ہندومت ہی کے پیروکار ہیں۔اس کے بعد یونانیوں نے مسائل کے حل کے لیے صلح جوئی اور رضامندی اور علی الاعلان معاہدوں کے ذریعے سفارت کاری رابطوں کا ایک نظام مرتب کیا۔

جب کہ رومی بھی معاہدے کی اہمیت سے باخبر تھے جنہوں نے ان معاہدوں کے احترام وتقدس کو بین الاقوامی تعلقات کے استحکام کے لیے بنیاد قرار دیا، لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ رومیوں نے سفارت کارانہ ذرائع استعمال کرنے کے بجائے طاقت کے استعمال کو فوقیت دی۔ سلطنت روم کے خاتمے کے بعد بازنطینی آئے وہ سفارت کاری میں بہت ماہر نکلے انہوں نے مذاکرات کا راستہ اختیار کیا اور پڑوس، قبائل اور قوموں کو رشوتیں اور تحفے تحائف دے کر ان کی دوستیاں خریدیں، انہوں نے (سفارتی خطاب) کے بجائے (سفارتی مبصرین) کا طریقہ کار اپنایا۔اس طریقہ کار کے لیے ایک ماہر تجربہ کار سفارت کار شخصیت کا سہارا لیا جاتا ہے، بازنطینی وہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے قسطنطنیہ میں خارجہ امور کے لیے ایک باقاعدہ دفتر کی داغ بیل ڈالی، جو ان ممالک جن میں سفیر تعینات ہیں کی داخلی صورت حال کے متعلق رپورٹیں تیار کرتا تھا۔

دوسری رائے کے مطابق سفارت کاری کی تاریخ پشپ روم یعنی (Roman Holy scc Catholic church) کے زمانے سے شروع ہوئی، بایں طور کہ اٹلی میں سفارت کاری کا پہلا قدم بشپ کی سفارت کاری سے رکھا گیا، جس کے لیے اٹلی میں پہلے دفتر کا قیام عمل میں لایا گیا۔" (۳۸)

سفارت کاری کا قدیم زمانے میں اپنا ایک مزاج اور طریقہ تھا، لیکن جب ارتقاء کے عمل نے گردش شروع کی تو ایسے میں سفارت کاری میں بھی جدت اور ارتقاء کا عمل جاری ہوگیا، کیونکہ زمانہ قدیم میں حمل ونقل کے ذرائع مسدود تھے، اس لیے کسی قوم سے متعلق معلومات یا اطلاعات کا حصول کافی مشکل کام تھا اور ایک جگہ سے دوسرے جگہ تک جانا اور ان کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں معلومات حاصل کرنے میں کافی وقت صرف ہوتا تھا۔ اس زمانے میں اطلاعات تک رسائی کا واحد ذریعہ سفیر ہوا کرتا تھا جس کے لیے وہاں جا کر اور معلومات کے حصول تک مقیم رہنا پڑتا تھا۔

قدیم زمانے میں سفیر جب کسی سفارتی عمل کو سرانجام دینے نکل پڑتا تو وہ سفارت کاری کے ساتھ بہت سے اہم چیزیں بھی اپنے ساتھ لے آتا جس میں ''کتابیں، نوادر اور قوموں سے متعلق ایسی اطلاعات بہم پہنچاتے جن کے حصول کا کوئی اور ذریعہ نہ تھا۔'' (۳۹)

لیکن رفتہ رفتہ جب ملکوں میں فاصلے سمٹنے لگے اور لوگوں کا سفر کرنا آسان ہو گیا تو اطلاعات کے ساتھ اور دیگر نایاب معلومات بھی حاصل ہونے لگی۔ مشہور سیاح ابن جبیر اور ابن بطوطہ نے جب ''دنیا کے وسیع چکر لگائے اور طویل دشوار گزار سفروں میں جو معلومات حاصل کیں، ان کی وجہ سے دنیا بھر میں شہرت پائی، اس زمانے میں سفیر بھی ان سیاحوں سے کم عجیب سرزمینیں نہ دیکھتے تھے (جیسے شارلیمن کے سفیر) انہوں نے یقیناً اپنے آقاؤں اور درباریوں کو اپنے دیکھے ہوئے عجائبات کی کہانیاں سنائی ہوگی، یوں سفارتی روابط دوسرے مقاصد کے علاوہ مجلسی اور ثقافتی نشو و ارتقاء کا وسیلہ بھی بنے رہے۔'' (۴۰)

قدیم زمانے میں سفیر مستقل نہیں ہوتے تھے، بلکہ معینہ غرض کے لیے معینہ مدت کے لیے بھیجے جاتے تھے اور کام سرانجام دینے کے بعد واپس آ جاتے تھے اس سلسلے میں امیر علی نے History of saracens میں لکھا ہے کہ:

''مستقل سفیروں کا آغاز یورپ سے دو سو سال پہلے مسلمانوں میں ہوا۔'' (۴۱)

بہر حال یہ بات تو قطعی طور پر یقینی ہے کہ زمانہ قدیم میں سفارت کاری صرف باہمی مفادات کے خاطر قرب وجوار کے لوگوں سے رابطہ استوار کرنے اور ان سے تعلقات کا ایک فعال ذریعہ استعمال تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی شکلیں بدلنے لگی کبھی تجارت کے لیے، کبھی باہمی جنگ وجدال کی کیفیت ختم کرنے کے لیے اس کا استعمال کیا جانے لگا۔ البتہ یہ بات انتہائی اہم ہے کہ ممالک کے درمیان اس ملک کی سفارتی اہمیت زیادہ ہوتی ہے جو اسٹرٹیجک اہمیت کا حامل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب کرہ ارض کے انتہائی اہم خطے پر آباد تھے اور دنیا کے ہر قوم کو ان سے رابطہ استوار رکھنا پڑتا ہے اور عرب نے بھی زمانہ قدیم سے سفارتی تعلقات کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اقوام کے ساتھ تعلقات بنانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے چاہے وہ زمانہ جاہلیت ہو یا زمانہ اسلام یا اس کے بعد کا زمانہ۔ جبکہ موجودہ دور میں سفارت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کاری کی اہمیت سے انکار تو سورج کو آئینہ دکھانے کے مترادف ہے۔

قبل از اسلام عربوں کی سفارتی سرگرمیاں

جب تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عرب نے ہر زمانے میں اپنی خداداد صلاحیت کا لوہا منوایا چاہے وہ سیاسی میدان ہو، مذہبی، معاشی یا معاشرتی میدان۔ عرب نے سیاسی میدان میں اپنے زمانے کے ہر ذریعہ و وسیلہ کو بروئے کار لا کر اقوام میں اپنی اہمیت ثابت کرنے کے ساتھ ایک باعزت مقام بھی حاصل کیا ہے۔ چونکہ سرزمین عرب جغرافیائی لحاظ سے وسط زمین کہلائی جاتی ہے اور مشرق سے مغرب تک یا مغرب سے مشرق تک آمد و رفت کے لیے اس سرزمین سے گزر کر جانا پڑتا ہے، اس لیے جب عرب کو اپنے مفادات کے حصول کے لیے دیگر ممالک و اقوام سے تعلقات کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے نے بھی سفارتی مشن کو استعمال میں لا کر اپنے مفادات کے حصول کو یقینی بنایا۔ اس کے علاوہ عرب چونکہ ایک جنگجو قوم ہیں اور جنگ کے دوران لامحالہ ایک لمحہ مذاکرات کا بھی ہوتا ہے جس کے لیے عرب ایک ذہین اور وجیہہ شخص کا انتخاب کر کے روانہ کرتے جو اپنے مقصد کی بھرپور نمائندگی کے ساتھ اس کا حصول بھی یقینی بنانے کی کوشش کرتا۔ بعثت نبوی سے قبل بھی عربوں کی دیگر سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ سفارتی سرگرمیاں بھی قائم رہی تھی۔ وہ اپنے قبیلہ کے افراد کے ذریعے دیگر قبائل سے پیغامات اور گفت و شنید کا سلسلہ قائم کیے ہوئے تھے۔ اس بارے میں علامہ شبلی نعمانی نے لکھا کہ:

> ''جنگ بعاث میں جب قبیلہ اوس کو شکست ہونے لگی تو انہوں نے ایک وفد ابوالحیسر کی سربراہی میں قریش مکہ کے پاس بھیجا تھا۔ اس وفد میں ایاس بن معاذ بھی تھے قبیلہ اوس نے یہ سفارتی رابطہ، اس لیے قائم کیا تھا کہ قریش مکہ کو اپنا حلیف بنالیں اور جنگ میں ان سے خزرج کے خلاف مدد حاصل کریں۔'' (۴۲)

عہد جاہلیت میں قبیلہ قریش کے سفارتی سرگرمیوں سے متعلق ایک اہم ترین سرگرمی یہ بھی ہے کہ جب ابرہہ نے خانہ کعبہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی اور وہ انہدام کعبہ کے لیے مکہ کے اطراف میں پہنچ چکا تھا جس میں اس کا مقصد لوگوں کو حج بیت اللہ سے روکنا تھا۔ اس وقت چونکہ یمن کا سربراہ وہ خود تھا تو عبدالمطلب اپنے اونٹوں کے معاملے میں سفارت کاری کے غرض سے ان کے پاس گئے۔ علامہ ابن ہشام کے بقول:

''وكان عبدالمطلب اوسم الناس واجملهم واعظمهم ، فلما راه ابرهه

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اجله واعظمه واكرمه عن ان يجلسه تحته، وكره ان تراه الحبشه يجلس معه على وريره ملكه، فنزل ابرهه عن سريره ، فجلس على بساطه ، واجلسه معه عليه الى جنبه، ثم قال لترجمانه :قل له:حاجتک؟فقال له ذلک الترجمان:فقال:حاجتي ان يرد على الملک منتي بعير اصابها لي؛فلما قال له ذلک ، قال ابرهه لترجمانه :قل له:قد كنت اعجبتني حين رأيتک ، ثم قد زهدت فيک حين كلمتني، اتكلمني في منتي بعير اصبتها لک، وتترک بيتا هو دينک ودين آبائک قد جئت لهدمه، لا تكلمني فيه !قال له عبدالمطلب :اني انا رب الابل، وان للبيت ربا سيمنعه؛قال :ما كان ليمتنع مني ؛قال :انت وذاک. "(۴۳)

''ابرہہ نے عبدالمطلب کو داخل ہونے کی اجازت دی جب ابرہہ نے اس کو دیکھا تو اس کے دل میں اس کا رعب طاری ہوا، اور اس کی تعظیم وتکریم کے واسطے دل سے مجبور ہوا (، کیونکہ عبدالمطلب نہایت خوبصورت اور وجیہ آدمی تھے) اور اس واسطے نیچے بٹھلانا نہ چاہا، پس آپ اپنے تخت سے نیچے اتر کر عبدالمطلب کے ساتھ فرش پر بیٹھ گئے، پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب سے اس کی درخواست دریافت کرے، ترجمان نے عبدالمطلب سے دریافت کر کے بتلایا کہ یہ اپنے دوسو اونٹ واپس کیے جانے کی التماس کرتا ہے، ابرہہ نے ترجمان سے کہا: کہ عبدالمطلب کو کہے بادشاہ کہتا ہے کہ میں تمہاری اس درخواست پر بڑا حیران ہوا ہوں تو اپنے اونٹوں کو دیئے جانے کی خواہش کرتا ہے اور اپنے مذہبی گھر کے بارے میں (جو تیرے آباء واجداد کا مقدس مقام ہے) کچھ کلام نہیں کرتا اور اس کے نہ گرائے جانے کی سفارش نہیں کرتا۔عبدالمطلب نے کہا: مجھے اس گھر سے کچھ واسطہ نہیں جو اس کا رب ہے خود اس کی حفاظت کریگا میں تو اونٹوں کا مالک ہوں اس واسطے ان ہی کے واپس کیے جانے کی التجا کرتا ہوں۔''

یہ عبدالمطلب کی وہ کامیاب سفارت کاری تھی جس میں وہ اپنے اونٹوں کو واپس لینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔اس کے بعد ابرہہ نے کعبۃ اللہ پر حملہ کر دیا جس میں وہ ناکام ونامراد ٹھہرا۔یہ واقعہ رسالت مآب ﷺ کی ولادت سے تقریباً ۵۰ یا ۵۵ روز قبل پیش آیا تھا۔

تصورِ سفارت کاری قرآن کی نظر میں

قرآن حکیم دراصل انسان اور اس کے خدا کے درمیان ایک پیغام ہے جو اس کو زندگی گزارنے کے لیے ہر قسم کے اصول اور تعلیمات فراہم کرتا ہے۔دینِ اسلام کے تناظر میں خالق اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے مخلوق کے رشتہ کے اعتبار سے جب انسانوں کو اس کے قبول کرنے کا حکم ہوا تو اسوقت سب سے پہلے حامل قرآن رسول اللہ ﷺ کو اپنے خاندان اور ہم قبیلہ افراد پر پیش کرنے کا حکم دیا گیا۔

قرآن حکیم میں ارشادات خداوندی ہے:

"وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔" (۴۴) "اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ۔"

"لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا۔" (۴۵)

"تم بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اس کے اردگرد پیش رہنے والوں کو خبردار کردو۔"

قرآن حکیم نے آپ ﷺ کی سفارت کاری کو آفاقی قرار دیا ہے کہ آپ منجانب اللہ صرف ایک قوم، قبیلہ یا خاص کسی گروہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سفیر بن کر نہیں آئے، بلکہ آپ کو دیا گیا پیغام پوری انسانیت کے لیے ہے:

"تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا." (۴۶)

"نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا، تا کہ سارے جہان والوں کے لیے خبردار کردینے والا ہو۔"

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا." (۴۷)

"اور (اے نبیؐ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔"

"فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ." (۴۸)

"میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہ تھا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔"

دین اسلام کی سفارت کاری کی بنیاد چند چیزوں پر ہیں جو مندرجہ ذیل ہے:

ایمان بالواحدانیت

دین اسلام سفارت کاری کے ذریعے جو سب سے پہلا مطالبہ انسان سے کرتا ہے کہ ایمان لانے کے لائق صرف ایک ذات ہے اللہ تعالیٰ کی ذات، کیونکہ وہ انسان کو پیدا کرنے والا ہے تو لازمی بات ہے جو جس چیز کو پیدا کرتا ہے اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ اس کو مانے اور سرکشی نہ کریں۔ ایمان باللہ سے متعلق قرآن حکیم میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہے:

"قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ۔" (۴۹)

"مسلمانو کہو کہ ہم خدا پر ایمان لائے۔"

"كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ." (۵۰)

"سب خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں۔"

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِه. "(۵۱)

"مومن تو وہ ہیں جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔"

اللہ تعالیٰ کی عبادت

اسی طرح رب تعالیٰ بذریعہ رسول (سفیر) انسان سے بندگی کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔ اب بندگی کا سارا دارومدار اس بات پر ہے کہ بندگی میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور بندگی صرف اس ذات وحدہ لاشریک کی جائے۔ قرآن حکیم میں بندگی سے متعلق حکم خداوندی ہے:

"قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَاللّٰهَ وَلَا اُشْرِکَ بِه۔"(۵۲)

'کہہ دو کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ خدا ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں۔"

"يَا اَيُّهَاالنَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ۔"(۵۳)

"لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔"

"اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔"(۵۴)

"کچھ شک نہیں کہ خدا ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو۔"

مالک کلی

ایمان اور بندگی کی عبادت سے یہ بات بھی واضح ہوگی کہ یہ زمین یہ آسمان اور کائنات میں موجود ہر چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے وہ کلی طور ان چیزوں کا مالک ہے اس کے بنانے اور چلانے میں اس کا کوئی مددگار اور معاون نہیں اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اسی صفات سے پکارا ہے:

"وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. "(۵۵)

"اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی خدا ہی کو ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔"

"قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ. "(۵۶)

"کہو کہ اے خدا بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔"

"وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ. "(۵۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر خدا ہی کی حکومت ہے۔''

رسول بحیثیت سفارت کار

رسول اللہ ﷺ نے جب سیاسی طور پر سفارت کاری کا ارادہ فرمایا تو اس کی طرف آپ صلح حدیبیہ کے بعد متوجہ ہوئے۔ دین اسلام کو مرتبہ و منزلت سیاسی طور صلح حدیبیہ میں کامیاب سفارت کاری کے ذریعے سے ملی ہے۔ یہ وہ سفارت کاری تھی جس نے اسلام کی قوت غلبہ و شان شوکت کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد آپ دیگر ممالک کو پیغام دینے لیے کھڑے ہوئے۔ لہٰذا آپ نے مختلف شخصیات کے ذریعے مختلف ممالک مثلاً یمن، حضرموت، روم، فارس، حبشہ وغیرہ کے طرف سفراء کے ذریعے پیغام بھیجا۔

سفارت کاری کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے بنیادی طور پر ان کو جو دعوت دی ہیں۔ اس کی اساس اور بنیاد عقیدہ اور دین پر تھا۔ آپ نے اپنے اسی سوچ و فکر کو مدنظر رکھتے ہوئے دین اسلام کے اس بنیاد کی طرف دعوت دی۔ قرآن حکیم اس پیرائے میں رسول اللہ ﷺ سے یوں مخاطب ہوئے ہیں:

''إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْماً عَظِيْماً.''(۵۸)

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کی کبھی مغفرت نہیں فرماتا جو اس کے شرک کرتا اور جو اس کے علاوہ ہے اس کو معاف کر دیتا ہے اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے تو وہ اللہ پر بہت بڑا گناہ گھڑتا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی دین میں جبر سے منع کیا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے کہ:

''لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ.''(۵۹)

''دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔''

ریاست مدینہ کے قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ باقاعدہ سفارتی رابطوں کے نظم کے طرف متوجہ ہوئے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سفارتی رابطوں کی اہمیت سے بخوبی باخبر تھے، اس کے لیے آپ نے اپنے اصحاب میں چند افراد کا انتخاب کیا اور ان کو مختلف سفارتی مہموں پر روانہ کیا، جو درج ذیل ہیں کہ:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس سفیر بنا کر بھیجا اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے خط کو لیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور اپنے تخت سے اترا اور زمین پر بیٹھا پھر وہ اسلام لایا۔ اسی طرح جعفر بن ابی طالب بھی۔ حضرت دحیہ بن الخلیفہ کلبی کو ہرقل عظیم روم کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ بن سہمی کو فارس کے بادشاہ کسریٰ کے پاس اور حاطب بن ابی بلتعہ اللخمی کو اسکندریہ اور مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس بھیجا۔ حضرت عمرو بن عاص کو عمان کے بادشاہوں کی طرف بھیجا۔ حضرت سلیط بن عمرو العامری کو یمامہ کی طرف اور ھوذہ بن علی کو الحنفی کی طرف بھیجا اور شجاع بن الاسدی کو حارث بن شمر ابی الغسانی شام میں البلقاء کے بادشاہ کی طرف بھیجا۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہ المخزومی کو حارث الحمیری کی طرف بھیجا۔ العلاء بن الحضرمی کو منذر بن ساوی بحرین کے بادشاہ کی طرف بھیجا۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری اور معاذ بن جبل کو پورے یمن کی طرف داعیان اسلام بنا کر بھیجا۔''(٦٠)

سیرت نگاروں نے دین اسلام کا پہلے سفارتی سفر حبشہ کو قرار دیا ہے۔ چونکہ مکہ میں مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی گئی، ان پر مذہبی پابندیاں لگائی، سوشل بائیکاٹ کیا گیا اور ان کی جانیں غیر محفوظ ہو گئیں۔ تب رسول عربی ﷺ نے اپنا ایمان اور اپنی جان بچانے کے لیے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ جب مسلمان حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ تو نجاشی نے تحقیق احوال کے لیے مسلمانوں کے نمائندوں کو اپنے دربار میں طلب کیا تو مسلمانوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب آگے بڑھے اور اپنے آنے کا مدعا بیان کیا:

''أیها الملک، کونا قوماً اهل الجاهلیة، نعبد الاصنام، ونأکل المیتة، ونأتی الفواحش، ونقطع الأرحام، ونسی ئالجوار، ویأکل القوی منّا ضعیف فکنّا علی ذلک، حتی بعث اللّٰه علینا رسولاً منا، نعرف نسبه وصدقه وأمانته وعفافه، فدعانا إلی اللّٰه لنوحده هو نعبده ونخلع ما کنّا نعبد وآباء نامن دونه من الحجارة والأوثان، وأمرنا بصدق الحدیث، واداء الأمانة، وصلة الرحم وحسن الجوار، الکف عن المحارم والدماء، ونهانا عن الفواحش، وقول الزّور، وأکل مال الیتیم، وقذف المحصنات وامرنا أن نعبد اللّٰه وحده لانشرک به شیئاً وأمرنا بالصلاة والزکاة والصیام.''(٦١)

''اے بادشاہ! ہم لوگ پہلے سخت جاہل تھے، بتوں کی پرستش ہمارا مذہب تھا، مردار خوری ہم کرتے تھے، فواحش اور گناہ کا ارتکاب ہمارا وتیرہ تھا، قطع رحم اور پڑوس کی حق تلفی اور ظلم و ستم کو ہم نے جائز رکھا تھا، جو زبردست ہوتا وہ کمزور کو کھا جاتا، بس ہم ایسے ہی ذلیل

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم پر کرم کیا اور اپنا رسول ہمارے پاس بھیجا جس کے نسب و شرف اور صدق و امانت اور عفاف سے ہم بخوبی واقف ہیں، اس رسول نے ہم کو توحید و معارفت کی طرف بلایا اور بت پرستی جو ہمارے باپ دادا سے چلی آتی تھی، اس سے ہم کو منع کیا اور صدق مقال اور ادائے امانت اور صلہ رحم اور ہمسائے کے حقوق اور گناہوں سے بچنے اور فواحش کو ترک کرنے کا حکم دیا اور یتیم کا حق تلف کرنے اور عورتوں پر تہمت لگانے سے منع فرمایا اور واحد خدا کی عبادت اور نماز و روزہ اور زکوۃ کو فرض کیا۔"

یہ اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کی پہلی عظیم الشان کامیاب سفارتی کاری تھی۔ جب کہ سلطنت مکہ کی سفارت ان بے خانماں مہاجرین کے مقابلہ میں ناکام ہوگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بھرپور سفارت کاری سرانجام دی۔ رسول اللہ ﷺ اپنی حیات طیبہ میں اخیر تک سفارت کاری کے ذریعے سے ممالک و اقوام کے درمیان معاملات کو نمٹاتے رہے ہیں جو خاص کر پیغامات، خطوط وغیرہ کی شکل میں ہوتا تھا، لیکن باقاعدہ سفارت کاری کا کوئی شعبہ قائم نہیں تھا۔

سفارت کاری کے ادارہ کا قیام باقاعدہ عہد بنوامیہ میں ہوا تھا اور اس کا مقصد صرف یہ ہوتا کہ معاہدات صلح پر دستخط کیے جائیں یا خراج ادا کیا جائے، لیکن نہ معاہدوں کے متن محفوظ کیے گئے اور نہ گفت وشنید کی تفصیلات بتائی گئیں، لیکن سفارتی ادارہ کو عروج عہد بنوعباس میں حاصل ہوا اور "مسلم اور غیر مسلم حکمرانوں کے درمیان بھی سیاسی، تجارتی اور مجلسی مقاصد کے لیے سفیر آتے اور جاتے رہتے تھے، فاطمی اور مملوک حکمرانوں نے یہ معمول جاری رکھا اور ان کے سفیر، یورپ، وسطی ایشیا اور مشرقی ایشیا پہنچتے رہے۔" (٦٢)

سفیر کی خصوصیات

یہ بات تو واضح ہے کہ کسی بھی منصب کے لیے اسی فرد کو چنا جاتا ہے جو اس منصب کا اہل ہو اور اس منصب سے متعلق تمام ضروری قواعد واصول سے واقف ہو۔ اس کے ساتھ ہر منصب کے حامل شخص کے لیے کچھ خوبیوں سے مزین ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ اس منصب سے حاصل ہونے والے فوائد کو بخوبی سمیٹ سکیں۔ سفارت کاری کے باب میں سفیر کے لیے ماہرین سیاسیات نے کچھ خوبیاں اور خصوصیات بیان کیں ہیں کہ منصب سفارت کاری کا حامل چند خوبیوں کا مالک ہونا چاہیے، تاکہ وہ سفیر اپنی ذاتی زندگی کے ساتھ ریاست کا بہتر تصور بھی پیش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر سکیں اور اپنی اعلیٰ ذہانت سے اپنی ریاست کے متعلق دوسری ریاست کی سوچ وفکر کو تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو قریب بھی لا سکیں۔

سفیر میں دو قسم کی خوبیاں ہوتی ہیں ایک جسمانی اور دوسری عقلی۔ جسمانی خوبیاں اس کی ذات کو دلکش اور وجیہ بناتی ہے اور عقلی خوبیاں اس کی سوچ وفکر کو آشکار کرتی ہیں۔ جسمانی اور عقلی خوبیوں میں درج ذیل خوبیاں شمار کی جاتی ہے۔

(۱) ایمان ویقین کامل

اسلامی ریاست کے سفیر، پختہ یقین مومنانہ وداعیانہ جذبے سے سرشار ہونا ضروری ہے، کیوں کہ اگر وہ اس صفت سے آراستہ نہیں ہوگا تو وہ آزمائش کی گھڑیوں میں سلطنت کی صحیح نمائندگی نہیں کر سکے گا اور یہ صفات خود نبی کریمؐ میں موجود تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔“(۶۳)

”آپ کہہ دیجئے کہ میرا طریق یہی ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، دلیل پر قائم ہوں، میں (بھی) اور میرے پیروکار بھی اور پاک ہے کہ اللہ کی ذات اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“

(۲) اتباع شریعت محمدی

ایمان کامل کی شرط یہ ہے کہ اتباع محمدی سے سرشار ہوں اس کا اظہار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر موقع پر کیا ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، آیت قرآنی ہے:

”مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. “(۶۴)

”جس نے رسول کی اطاعت کی در حقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

غزوہ موتہ میں جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امارت کے لیے منتخب کیا گیا۔ تو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہدایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”إن قتل زيد فجعفر وإن قتل جعفر فعبد الله بن رواحة۔“(۶۵)

”اگر زید شہید ہوں تو جعفر اور اگر جعفر بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ اس جماعت کے امیر ہوں گے۔“

اس پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنے تعلقات کی بنا پر یہ توقع تھی کہ شرف امارت انہی کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوگا، اس لیے انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ زید کو مجھ پر سردار بنائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اس کو جانے دو، تم نہیں جان سکتے کہ بہتری کس میں ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کو سن کر دوبارہ اس کا ذکر نہیں کیا۔'' (٦٦)

(۳) دلکش شخصیت

سفیر کی شخصیت باوقار و پرکشش ہو۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے ان سفراء میں ہوتا ہے جو سب سے زیادہ وجیہ اور دلکش شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی کبھی کبھی وحی لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ جس کو صحیح مسلم میں امام مسلمؒ نے بیان کیا ہے:

''وكان جبرئيل ينزل احيانا بصورته۔'' (٦٧)

''اور کبھی کبھی جبرئیل ان کی صورت میں تشریف لایا کرتا تھے۔''

(۴) بہترین نام سے موسوم

سفیر خوبصورت نام سے موسوم ہو، اس لیے کہ نام کے فرد پر جسمانی اثرات ہوتے ہیں اور بسا اوقات اس سے ایک اچھا فال بھی لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع مشرکین مکہ کی طرف سے وفد لے کر سہیل سفیر کی حیثیت سے تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ انتہائی خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کے نام سے بہترین فال لیا اور فرمایا:

''لقد سهل لكم أمركم.'' (٦٨)

''درحقیقت اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملے کو آسان کردیا۔''

(۵) زبان و بیان پر عبور

سفیر جس ملک میں سفارت کار بن کر جارہا ہوں وہاں کی زبان پر اس کو مکمل عبور حاصل ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اپنا مدعا بیان کرنے اور سمجھانے کا بھی ماہر ہو۔ یہی وجہ کہ جب اسلام کو شان و شوکت ملی اور رسول اللہ ﷺ تبلیغ دین کے لیے عرب کی سرزمین سے ہٹ کر عجم کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کے پاس مختلف ممالک کے سفراء اور ان کے خطوط آنے لگے تو آپ نے صحابہ کرام میں سے حضرت زید بن ثابتؓ کو فارسی سیکھنے کا حکم دیا:

''زيد بن ثابت قال: قال لي رسول الله ﷺ: انه ياتيني كتب من اناس لا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

احب ان یقراھا احد ، فھل تستطیع ان تعلم الکتاب العبرانیہ او قال السریانیہ ، فقلت نعم قال فتعلمتھافی سبع عشرۃ لیلۃ. "(۶۹)

"حضرت زید بن ثابت نے فرمایا کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اس لوگوں کے خطوط آتے ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اسے کوئی اور پڑھے کیا آپ یہ استطاعت رکھتے ہیں کہ عبرانی زبان سیکھ لیں یا آپ نے یہ فرمایا کہ سریانی زبان سیکھ لیں میں نے کہا ہاں، فرماتے ہیں کہ میں نے سترہ دنوں میں وہ زبان سیکھ لی۔"

(۶) علمی و جسمانی قد کا اثر

سفیر کی ذاتی خوبیوں میں سے ایک اس کا جسمانی قد بھی شمار کیا جاتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسکندریہ کے بادشاہ کے سفیر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب فرمایا، کیونکہ آپ طویل القامت اور خفیف الجسم شخصیت کے مالک تھے اور آپ کی داڑھی بھی فطری طور پر چھوٹی تھی جس میں آپ انتہائی خوبصورت اور پر اثر شخصیت نظر آتے تھے اس کے ساتھ آپ بلا کے ذہین فطین بھی تھے اور جب آپ سفیر بن کر اسکندریہ کے بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو آپ نے ان کے ساتھ زبردست مناظرہ کیا جس پر مقوقس اسکندریہ بڑے متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا:

"انت حکیم جاء من عند حکیم۔"(۷۰)

"تم تو حکیم اور حکیم کے پاس سے آئے ہو۔"

(۷) شجاعت و بہادری

سفیر کے ذاتی اوصاف میں سے ایک اہم وصف شجاعت و بہادری بھی ہے، کیونکہ بعض اوقات سفیر کو غیر معمولی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص ایک بہادر سپہ سالار ہونے ساتھ انتہائی زیرک لوگوں میں سے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ اہل عرب کے سفیر ہوا کرتے تھے، لیکن جب آپ نے دین حق کو قبول کرلیا تو نبی کریم ﷺ آپ کی بہادری اور سمجھداری کی وجہ سے ہمیشہ آپ کو اپنے قریب بٹھاتے۔ آپ کو شاہ عمان کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا جہاں آپ نے اپنے بہترین سفارت کاری سے شاہ عمان اور اس کے بھائی دونوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہوگئے اور پھر تا حیات آپ وہیں رہے۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ:

"بعث عمرو بن العاص إلى عبید وجیفر ابنی الجلندی بکتاب أنهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يدعوهما إلى الاسلام ......فاسلما ودعوا العرب هناک إلى الاسلام فأجابوا إليه ورغبوا فيه. "(۷۱)

"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو عبید وجیفر عمان کے حاکموں کے پاس خط لے جانے کی خدمت سپرد ہوئی، ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی۔ دونوں اور اس وقت کے اہل عرب سب نے اسلام قبول کیا اور آپ کو ان میں رغبت ہوئی۔"

سفیر کا خاص حق اور پذیرائی

قدیم زمانے میں جب ایک سفیر اپنے ملک سے دوسرے ملک میں سفارتی ذمہ داریوں کے ساتھ جاتا تو اس کی آؤ بھگت اور خاص خاطر و تواضع کی جاتی اور اس کی بات کو سنا جاتا، کیونکہ سفیر کا مقصد صلح کا پیغام دینا ہوتا یا جنگ کا، سفیر کو ہر حالت میں چاہے وہ زمانہ جنگ ہو یا امن، جان و مال کا تحفظ حاصل ہوتا تھا، لیکن سفیر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس ملک میں سفارت کار بن کر جا رہا ہے وہ کچھ ایسے افعال جو ممنوع ہوتے ہیں ان سے باز رہیں جیسے جاسوسی کرنا یا یا دارالحرب کے لیے سامان جنگ خریدنا۔ اگر سفیر اگر کسی غیر مسلم ملک کی طرف مسلم ملک میں سفیر بن کر جائیں تب بھی دین اسلام نے اس کو خاص مراعات دینے کے حق کو برقرار رکھا۔ وہ خاص مراعات درج ذیل ہیں۔

(۱) جان و مال کی امان

مذاہب اسلام میں شروع دن سے ہی سفیر کو احترام حاصل ہے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف دینا اسلام کا مزاج نہیں۔ دین اسلام سفراء کو مکمل عزت دینے کا روادار ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ. "(۷۲)

"اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اسے پناہ دیجئے، تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر آپ اس کو امن کے جگہ پہنچا دیجئے یہ، اس لیے کہ وہ علم نہیں رکھتے"

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"إن من قدم من دار الحرب إلى دار الاسلام فى اداء رسالة أو تجارة أو طلب صلح أو مهادنة أوحمل جزية أو نحو ذلک من الأسباب وطلب من الامام أو نائبه أمانا أعطى إمانا مادام فى دار الاسلام وحتى يرجع إلى مامنه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ووطنہ۔"(۷۳)

"اگر دارالحرب (دشمن ملک) کا کوئی فرد سفارت کی غرض یا تجارت یا صلح مصالحت کی غرض سے دارالسلام میں سربراہ حکومت سے یا اس کے ذمہ دار سے اجازت لے کر آئیں تو جب تک وہ وطن واپس نہیں جاتا آزادی کے ساتھ پورے ملک میں جہاں چاہے آ اور جا سکتا ہے۔"

اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ کے پاس مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے سفیر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان کو دین اسلام کے دعوت دی، لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر سفیر کا قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ حدیث نبوی ہے:

"عن ابن مسعود قال: جاء ابن النواحه وابن اثال رسولا مسلمه الی النبی ﷺ فقال لهما اتشهدان انی رسول الله قالا نشهد ان مسلیمه رسول الله، فقال رسول الله ﷺ: آمنت بالله ورسوله لو كنت قاتلا رسولا لقتلتكما . قال عبد الله فمضت السنة أن الرسل لا تقتل. "(۷۴)

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کے طرف سے سفیر بن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کیا تم دونوں گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو دونوں نے کہا کہ مسلیمہ اللہ کا رسول ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر، اگر سفیر کا قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دستور چلا آ رہا ہے کہ سفیر کو قتل نہیں کیا جاتا۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد رسول ﷺ ہے:

"وكانت تقدم عليه رسل اعدائه، وهم على عداوته، فلا يهيجهم، ولا يقتلهم. "(۷۵)

"نبی کریم ﷺ کے پاس مخالف اقوام کے سفیر آتے، وہ آپ کے خلاف دشمنی کا اظہار کرتے، آپ نہ ان کے خلاف جارحانہ اقدام کرتے اور نہ ہی قتل کرتے تھے۔"

(۲) ٹیکس کی چھوٹ

اگر کسی غیر مسلم ملک کا کوئی شخص دارالاسلام میں سفیر بن کر جائیں اگر اس کے پاس سامان تجارت نہیں ہے تو ایسے سفیر سے کسی قسم کا ٹیکس نہیں لیا جائے گا امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ولا یوخذ من الرسول الذی بعث بہ ملک الروم، ولا من الذی قد اعطی امانا عشر، إلا ما کان معھما من متاع التجارۃ، فاما غیر ذلک من متاعھم فلا عشر علیھم." (۷۶)

"اور اس سفیر سے بھی عشر نہیں لیا جائے گا جس کو روم کے بادشاہ نے بھیجا ہو اور نہ ہی اس شخص سے عشر لیا جائے گا جس نے امن مانگا ہو اگر ان دونوں کے پاس مال تجارت ہو، اگر سامان تجارت کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو اس پر کوئی عشر نہیں۔"

(۳) عدالتی تحفظ

سفیر جس ملک میں خدمات سرانجام دینے جاتا ہے اگر وہ وہاں اس سے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو اس کو بحیثیت سفیر قانونی طور عدالتی تحفظ حاصل ہوتا ہے کہ اس کو اس ملک میں سزا نہیں دی جا سکتی، لیکن فقہائے اسلام کا اس بارے میں موقف الگ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک اسلامی ملک میں داخل ہونے والا سفیر چاہے وہ عارضی ہو یا مستقل، وہ اس ملک کے اندر دیوانی اور فوجداری اعمال کے ارتکاب میں قابل مواخذہ ٹھہرتے ہیں، کیونکہ امان لینے والا شخص امن کی طلب اور دارالاسلام میں داخل ہونے کے بعد وہاں کے اسلامی احکامات کا پابند ہو جاتا ہے۔ امام ابو یوسف اس بارے میں کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ:

"لا اقیم علیہ الحد، فان کان استھلک المتاع فی السرقۃ ضمنتہ، فقال لم یدخل الینا لیکون ذمیہ تجری علیہ احکامنا، قال وان قذف رجلا حدتہ وکذلک لو شتم رجلا عزرتہ، لان ھذا حق من الحقوق الناس." (۷۷)

"بعض فقہاء کہتے ہیں کہ سفیر پر کوئی حد جاری نہیں کیا جائے گا۔ اگر اس سے چوری کا سامان ہلاک ہو جائے تو اس سے ضمان لیا جائے گا، بعض کہتے ہیں کہ چونکہ سفیر ذمی ہے، اس لیے اس پر ہمارے احکام جاری ہوں گے، بعض کہتے ہیں اگر سفیر نے کسی پر تہمت لگائی تو اس کو حد لگائی جائے گی اور اسی طرح اگر کسی کو گالی دی تو اس کو تعزیر دی جائے گی، کیونکہ یہ عوامی حقوق کا معاملہ ہے۔"

لیکن علامہ ابوزہرہ اس بارے میں اپنی رائے کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ان العقوبات التعزیریہ اللتی لم یرد فی عقوبتھا نص من کتاب او سنۃ تخضع لھذا العھد بلاریب، لان تقریرھا من حق ولی الامر۔" (۷۸)

"موجود بین الاقوامی دستور کو ملحوظ رکھتے ہوئے امان لینے والے شخص کو ایسی تعزیزی سزاؤں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے نفاذ سے مستثنیٰ ہونا چاہیے جن کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہ ملتا ہو، کیوں کہ تعزیری سزاؤں کا تعین اس کے اپنے حاکم کا کام ہے۔"

الغرض دور حاضر میں ریاستوں کا یہ قانون ہے کہ سفارتی نمائندے پر مقدمہ چلانے کے لیے اسے اس کے ملک کے حوالہ کیا جاتا ہے اور ریاست کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ ایسے نمائندہ کو ناپسندیدہ شخص قرار دے کر ملک بدر کرے، لیکن ریاست اگر اپنی سلامتی کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھے تو اسے گرفتار کیا جاسکتا ہے۔

(۴) تحائف و معاہدات صلح کا اہتمام

ایک ملک دوسرے ملک کے ساتھ اپنے تعلقات خوشگوار بنانے کے لیے سفراء کے ذریعے سربراہان مملکت کو خصوصی ہدایا اور تحفے بھی سفراء کے ذریعے بھیجے جاتے تھے اس کے ساتھ معاہدات صلح پر دستخط بھی سفراء کے ذریعے کیے جاتے تھے۔ سفراء کے خصوصی خیال رکھنے اور ان کو تحفے تحائف اور ہدایا دینے سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت اس کی خصوصی وصیت فرمائی۔ صحیح البخاری میں ہے کہ:

"واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزهم." (۷۹)

"قاصدوں کو اس طرح انعام دینا جس طرح میں دیتا تھا۔"

دین اسلام کے فوری نشر واشاعت کا حامل رسول اللہ ﷺ کا وہ مدبرانہ فیصلہ تھا جو آپ ﷺ نے مخالفین کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر طے کیا تھا جس کا تاریخ اور سیرت نبویہ میں صلح حدیبیہ کے نام سے تذکرہ ملتا ہے۔ رسول اللہ کی سیاسی حکمت عملی کا یہ عظیم الشان مظاہرہ تھا، کیونکہ جنگیں بہت ہو چکی تھی مسلمان بھی جنگوں سے چور تھے اور مخالفین کو کچھ دیر کے لیے آرام درکار تھا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس صلح کے دوران ہر قسم کے شرائط کو مان کر اسلام کے تشہیر و اشاعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ دراصل رسول اللہ ﷺ کا مخالفین کے شرائط کو ماننا ہی وہ حکمت عملی تھی جو جنگوں کو روک کر حکمت و تدبر کے ساتھ تبلیغ دین میں معاون بن سکتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ اس معاہدہ کے طے پا جانے کے بعد جزیرہ عرب سے باہر اقوام عالم اور طاقت ور حکومتوں کو تبلیغ دین کے لیے مصروف عمل ہوئے اور آپ نے اس کام کے لیے اپنے چند اصحاب کو ذمہ داری سپرد کی جو مندرجہ بالا خصوصیات پر کامل طور پر پورا اترتے تھے۔ آپ ﷺ نے دین اسلام کی تبلیغ بذریعہ سفارت کاری کے لیے جن اصحاب کو ذمہ داری دی تھی ان کا مختصر تعارف اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کی سفارتی سرگرمی کا جائزہ کچھ یوں ہیں۔

سفراء رسول ﷺ کا مختصر تعارف

اب جب کہ با قاعدہ مدینہ سلطنت کی شکل اختیار کرنے کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داریاں بھی دوچند ہونے لگی۔ اس سے پہلے ساری سیاسی، مذہبی، معاشرتی سرگرمیوں کو آپ خود دیکھتے تھے۔ اب آپ نے کچھ ذمہ داریوں کو اپنے جانباز اور ہونہار سپاہیوں اور دوستوں میں تقسیم کیا جو آپ کے عین ہدایت کے موافق اس پر عمل کرتے اور بجالاتے۔ ایسے ہی آپ نے چند صحابہ کرام کو مختلف ممالک واقوام میں سفارت کاری پر مامور کیا اور وہ آپ کا سفارتی پیغام لے کر دنیا میں بھر میں پھیل گئے۔

یہ کون کون سے صحابہ کرام تھے؟ کس صحابی کو آپ نے کس بادشاہ کے پاس بھیجا؟ اس سفارت کا نتیجہ کیا نکلا اور وہ واپسی میں کیا پیغام لے کر آیا۔ سلسلہ وار ہر سفیر صحابی کے مختصر حالات قلمبند کرتے ہیں۔

سفیر رسول حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ

صلح حدیبیہ کے بعد مختلف ممالک کی طرف روانہ کرنے والے رسول اللہ ﷺ کے سفراء میں سے ایک سفیر حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت سلیط بن عمروؓ کا تعلق قرشی قبیلے سے تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب علامہ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

"سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر القرشی العامری"۔(۸۰)

اولین مسلمان

حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام وسفراء رسولؐ میں ہوتا ہے جو اسلام کے آغاز میں ہی اسلام سے مشرف ہو چکے تھے۔ انہوں نے اولین دشمنان اسلام اور باشندگان کے ظلم وستم سے تنگ آکر رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ہجرت حبشہ فرمائی پھر مدینہ آئے، بدرو احد، خندق وغیرہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ تاحیات رسول اللہ ﷺ اور شریعت محمدی کے ہمرکاب رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سفر سفارت

۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے جب امراء وسلاطین کو خطوط لکھے تو ہوذہ بن علی حنفی کے پاس خط لے جانے کی خدمت حضرت سلیط بن عمروؓ کے سپرد ہوئی، ہوذہ نے بڑی خاطر مدارت کی، انعام و خلعت سے بھی نوازا۔ ہوذہ نے جب حضرت سلیط بن عمرو کی باتیں سنی تو انہوں نے جواب میں کہا۔

"یا سلیط سودنی من لو سودک تشرفت به وقد کان لی رای اختربه الأمور ففقده فاجعل لی فسحة لیرجع إلی رای فاجیبک۔"

"اے سلیط! مجھ کو اللہ نے سرداری دی ہے۔ اگر یہ تمہیں مل جائے تو تم کو بھی شرافت حاصل ہو جائے۔ میں صاحب رائے ہوں۔ میں کچھ دیر معاملات کو پرکھتا ہوں، مجھے موقع دو کہ میں آخری فیصلہ کرسکوں پھر اس کے بعد میں تمہیں جواب دوں گا۔" (۸۱)

اس کے بعد حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کچھ دن وہاں ٹھہرے رہے، چند دنوں کے بعد ہوذہ نے آپؓ کو بلایا اور نبی کریم ﷺ کے لیے کچھ تحائف بھیجے اور آپ ﷺ کے خط کا جواب دیا، جس کا متن کچھ یوں ہے:

"ما أحسن ما تدعوا الیه واجمله، وانا شاعر قومی وخطیبهم، والعرب تهاب مکانیه فاجعل لی بعض الامر اتبعک۔" (۸۲)

"جس دین کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھا ہے میں اپنی قوم کا شاعر و خطیب ہوں، اس لیے عرب میری بہت عزت کرتے ہیں، اگر آپ مجھے اپنی حکومت میں شریک کرلیں تو میں آپ کی پیروی کے لیے تیار ہوں۔"

جب سلیط بن عمرو یہ خط اور تحائف لے کر روانہ ہو رہے تھے تو ہوذہ نے آپؓ کو نہایت قیمتی کپڑے دیئے۔ سلیط نے جب وہ جوابی خط رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے خط کو کھول کر پڑھنے کا حکم دیا جب آپ نے ان کو جواب سنا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"لو سالنی سیابة من الأرض ما فعلت۔" (۸۳)

"اگر وہ زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی مانگے تو میں نہیں دے سکتا۔"

سفارتی مشن کے نتائج

حضرت سلیط دینِ حق کا پیغام لے کر گئے، لیکن ہوذہ نے اس عظیم سعادت سے منہ موڑ لیا اور کفر پر اس کا خاتمہ ہوا، لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں آنے کے لیے تیار نہیں تھا اس نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام قبول کرنے کے لیے حکومت میں حصے کی شرط رکھ دی جب کی یہ پیشکش آپ ﷺ کے مکتوب میں موجود تھی" واجعل لک ماتحت یدیک "لیکن اس کی لالچ نے اس کو سوچ و سمجھ کو بھی اس طرف متوجہ نہیں کیا۔اور جو دعوت حضرت سلیط لے کر آئے تھے اس کی قبولیت سے وہ محروم رہا۔

شہادت

حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی جواں مرد صحابی تھے اور آپ نے جنگ کے ہر میدان میں اپنے شجاعت کے جوہر دکھائے ۔وفات رسول ﷺ کے بعد جب خلافت حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ملی تو آپ نے بڑی جانفشانی سے ان کا بھی ساتھ دیا۔حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں بعض لوگ دین اسلام سے مرتد ہو گئے اور انہوں نے دین اسلام کے خلاف سازشیں شروع کیں تو خلیفۃ المسلمین نے فوراً ایک دستہ ان شر پسندوں کے خلاف روانہ کیا، تا کہ ان کو راہ راست پر لے آئیں یا انجام سے دوچار ہو جائیں۔عہد صدیق اکبرؓ میں لڑ جانے والی یہ جنگ "جنگ یمامہ" کے نام سے مشہور ہے اور اس جنگ کئی دیگر صحابہ کرام کے ساتھ حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی اور آپ کے والد گرامی حضرت عمرو بھی شہید ہو گئے۔

آپ کی شہادت اور جائے شہادت کے بارے میں علامہ ابن حجر العسقلانی رقم طراز ہیں کہ:

"وشهد سليط مع ابيه اليمامه فاستشهد"(۸۴)

"سلیط اپنے والد کے ساتھ جنگ یمامہ میں شریک تھے اور اسی میں شہید ہو گئے۔"

اولاد

حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کی "اولاد میں ایک لڑکا سلیط بن سلیط تھے۔"(۸۵)

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت نعیم بن مسعود کا شمار بھی رسول اللہ ﷺ کے سفراء میں ہوتا ہے۔آپ کا ذاتی نام نعیم اور کنیت ابوسلمہ تھی۔آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ذکر کیا گیا ہے:

"نعيم بن مسعود بن عامر بن انيف بن ثعلبه بن قنفذ بن حلاوه بن سبيع بن بكر بن اشجع بن ريث بن غطفان غطفاني اشجعي۔"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبل از اسلام

حضرت نعیم بن مسعود کا شمار انتہائی زیرک، چالاک و فہم و فراست والے افراد میں ہوتا ہے۔ آپ نے غزوہ احزاب تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے۔ ۵ھ میں لڑی جانے والی غزوہ احزاب میں آپ اپنے قبیلہ کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف مقابلہ میں نکلے، لیکن رسول اللہ ﷺ سے قدیم شناسائی کی وجہ سے ان کا دل اسلام سے متاثر تھا، غزوہ احزاب میں یہ اثر مکمل طور پر ان پر نظر آ رہا تھا۔

قبول اسلام اور خفیہ سفارت کاری

غزوہ احزاب کے موقع ایک دن اچانک کسی کو اطلاع دیئے بغیر مغرب و عشاء کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت رسول اللہ ﷺ نماز میں مشغول تھے، آپ نے انتظار کیا، جب رسول اللہ ﷺ نماز مکمل کر کے فارغ ہوئے، تو آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو پوچھا کہ کیسے آنا ہوا تو آپ نے عرض کیا کہ حلقہ بگوش ہونے آیا ہوں میرے لائق جو خدمت ہو قبول ہوگی تو آپ ﷺ نے ان کو ان قبائل میں کسی طرح انتشار ڈالنے پر مامور کیا اور انہوں نے اپنا کام بڑی خوبی سے سرانجام دیا۔ طبقات ابن سعد میں کچھ یوں نقل کیا گیا ہے کہ:

”وكان نعيم بن مسعود الاشجعي قد اسلم فحسن اسلامه فمشى بين قريش وقريظى وغطفان وابلغ هؤلاء عن هؤلاء كلاما وهؤلاء عن هؤلاء كلاما يرى كل حزب منهم انه ينصح له فقبلوا قوله وخذله عن رسول الله صلعم واستوحش كل حزب من صاحبه قريظة من قريش الرهن حتى يخرجوا فيقاتلوا معهم فابت ذلك قريش واتهموهم واعتلت قريظه عليهم بالسبت وقالوا لا نقاتل فيه لان قوما منا عدوا في السبت فمسخوا قردة وخنازير فقال ابو سفيان ابن حرب الا اراني استعين باخوة القردة والخنازير. وبعث الله الريح ليلة السبت ففعلت بالمشركين وتركت لا تقر لهم بناء ولا قدرا۔ “(٨٦)

”نعیم بن مسعود الاشجعی اسلام لے آئے تھے انہوں نے اپنے اسلام کو زینت بخشی وہ قریش اور قریظہ اور غطفان کے درمیان گئے ان کی طرف سے ان کو اور ان کی طرف ان کو ایسا کلام پہنچایا جس سے ہر گروہ یہ سمجھا کہ وہ اس کے خیر خواہ ہیں کفار نے ان کا قول قبول کر لیا اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

طرح انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی مخالفت ختم کرادی۔ نعیم ایسی چال چل گئے کہ ہر گروہ سے دوسرے گروہ کو وحشت ہوگئی، قریظہ نے قریش سے ضمانت طلب کی، تاکہ وہ ان کے ساتھ نکلیں اور جنگ کریں مگر قریش نے انکار کیا اور ان کو متہم جانا، قریظہ نے ان سے سبت (ہفتہ) علت بیان کی اور کہا کہ ہم اس روز (ہفتہ) کو نہیں لڑتے ہماری ایک قوم نے ہفتہ کے دن سرکشی کی تھی تو وہ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں اپنے آپ کو کیوں نہیں دیکھتا جو میں سور اور بندر کے بھائیوں سے مدد مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سبت شنبہ کو ایک ہوا بھیجی جو مشرکین کا کام تمام کرگئی، ہوا اتنی تیز تھی کہ نہ تو کوئی خیمہ ٹھہر سکا اور نہ ہانڈی۔"

حضرت نعیمؓ بن مسعود کی اس کامیاب خفیہ سفارت کاری اور کچھ باہمی نااتفاقی اور کچھ موسم کی خرابی کی وجہ سے سب کوچ کرنے لگے اور آپس میں ان کا اعتماد کا رشتہ بھی متزلزل ہو گیا۔ الغرض رسول اللہ ﷺ کی دور اندیشی اور نعیم بن عبداللہ کی مہارت سے دشمنان اسلام اپنے باطل گمان میں ناکام ہو گئے اور نصرت خداوندی سے مسلمانوں کے حق میں پلڑا بھاری رہا۔

ہجرتِ مدینہ

حضرت نعیمؓ بن مسعود نے اس کامیاب خفیہ سفارت کاری بعد دین اسلام کی کھل کر تبلیغ شروع کی اور اس کے لیے حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ حضرت نعیم بن مسعود نے غزوہ احزاب کے بعد تمام غزوات میں شرکت کی ہیں۔ پہلے فتح مکہ کے لیے بنو اشجع کو آمادہ کرنے کے لیے گئے، پھر غزوہ تبوک میں اپنے قبیلے کو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔ جنگ جمل کے وقوع تک آپ حیات رہے اور جنگ جمل کے دوران انتقال ہوا۔ رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن العاص کا شمار انتہائی ذہین فطین، حکمت وتدبر سے مالا مال صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کی شخصیت ہمہ گیر تھی۔ آپ خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ کا پورا نام عمرو، کنیت ابو محمد، والد کا نام عاص اور والدہ کا نام نابغہ تھا، آپ کا جدی سلسلہ نسب کچھ یوں تھا:

"عمرو بن العاص بن وائل بن هاشم بن سعيد بن سلهم بن عمرو بن هصيص بن كعب بن لؤى بن غالب قرشي سهمي۔" (۸۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبل از اسلام

عمرو بن العاص کا خاندان "بنو سہم" زمانہ جاہلیت سے بہت معزز چلا آتا تھا۔ مقدمات کے فیصلہ کرنے کا عہدہ اسی خاندان میں تھا، عمرو بن العاص جب تک اسلام نہیں لائے، اسلام دشمنی میں سب سے آگے اور پیش پیش تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کا پہلا قافلہ جب ہجرت کر کے حبشہ گیا تو قریش کا جو وفدان لوگوں کو حبشہ سے نکلوانے کے لیے گیا تھا اس کے سب سے سرگرم رکن عمرو بن العاص ہی تھے۔ غزوہ خندق میں بھی کفار قریش کے ساتھ مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے آئے تھے۔

اسلام سے متاثر

حضرت عمرو بن العاص اگر چہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے سخت دشمنی رکھتے تھے مگر رفتہ رفتہ اسلام سے متاثر ہونے لگے اور غور وفکر میں وقت گزارتے وہ دنیا اور اس کے انجام اور اس کی تعلیمات پر غور وفکر کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ:

"فاذا حق بين فوقع في قلبي الاسلام فعرفت قريش ذلك مني من أبطائي عما كنت اسرع فيه من عونهم عليه، فبعثوا الي فتى منهم فناظرني في ذلك، فقلت انشدك الله ربك ورب من قبلك ومن بعدك انحن اهدى ام فارس والروم، قال نحن اهدى. قلت فنحن اوسع عيشا ام هم، قال هم، قلت فما ينفعنا فضلنا عليهم ان لم يكن لنا فضل الا في الدنيا وهم اعظم منا فيها امر في كل شئ وقد وقع في نفسي ان الذي يقوله محمد ان البعث بعد الموت ليجزى المحسن باحسانه والمسى باساء ته حق لا خير في التمادي في الباطل." (۸۸)

"اس غور وفکر سے مجھ پر اسلام کی حقیقت واضح ہونے لگی اور اس سے میرا دل متاثر ہونے لگا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں جو مسلمانوں کی مخالفت میں میں پیش پیش رہتا تھا، رفتہ رفتہ کنارہ کشی اختیار کرنا شروع کی، قریش نے اس کو محسوس کیا اور اس کی حقیقت دریافت کرنے کے لیے ایک شخص کو بھیجا اس نے مجھ سے بحث کرنا شروع کی، میں اس سے کہا بتاؤ ہم حق پر ہیں یا فارس والے؟ اس نے کہا ہم۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ ان کو عیش و تنعم میسر ہیں یا ہم کو؟ اس نے کہا ان کو، میں نے کہا کہ اگر اس عالم کے بعد دوسرا عالم نہیں ہے تو ہماری حق پرستی کہاں کام آئے گی؟ جب کہ ہم دنیا میں بھی باطل پرستوں کے مقابلے میں تنگ حال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہے، اور دوسرے عالم میں بھی بدلے کی کوئی امید نہیں ہے، اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم کہ مرنے کے بعد ایک ایسا عالم ہوگا، جہاں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی کس قدر صحیح اور دلنشین ہے۔"

غرض حضرت عمرو بن العاص نجاشی کے لیے تحفے میں بہت سا چمڑا لے کر پہنچے اور شاہی مہمان بنے وہاں انہوں نے عمرو بن امیہ ضمری جو کہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی ضرورت کی بنا پر نجاشی کے پاس بھیجا تھا آئے جب وہ آ کر چلے گئے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جا کر نجاشی کو تحفے میں چمڑا دیا اور پھر ان سے عمرو بن امیہ ضمری کو قتل کرنے کے لیے مانگا کہ اس نے ہمارے شرفاء اور معززین کو بہت تکلیف پہنچائی ہے، لیکن نجاشی کو یہ سخت ناگوار گزرا اور انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حقیقت بتائی۔ نجاشی نے کہا:

"یا عمرو! کیف یعزب عنک أمر ابن عمک فواللہ إنہ لرسول اللہ حقا قال: انت تقول ذلک قال ای واللہ! فاطعنی فخرج من عندہ مہاجرا إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فأسلم قبل عام خیبر۔"(۸۹)

"نجاشی (حبشہ کے بادشاہ) نے عمرو کو کہا: کیسے تو اس کے دین سے منہ موڑتا ہے۔ خدا کی قسم! وہ تو اللہ کا سچا رسول ہے، عمرو نے کہا: کہ کیا تو اس کے بارے میں اس طرح کہتا ہے؟ نجاشی نے کہا: ہاں۔ خدا کی قسم! اس کے بعد عمرو نے ہجرت کی آپ کی طرف، اور خیبر سے پہلے اسلام قبول کیا۔"

غرض حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

اسلام کے لیے خدمات

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قبل از اسلام جس طرح اسلام کے دشمن رہے، بعد از اسلام کفر و شرک کے استیصال میں بھی اسی طرح کمربستہ ہو گئے، گزشتہ مخالفتوں کو یاد کر کے انتہائی غمگین ہوا کرتے تھے۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے اسلام لاتے ہی عزم صمیم کر لیا تھا کہ آئندہ اپنی تمام توتیں اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر دیں گے۔ انہیں اسلام کے شاندار مستقبل پر کامل یقین تھا۔ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے اسی ایمان کامل اور عزم راسخ کو دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''دوسرے لوگ اسلام لائے، لیکن عمروؓ بن العاص ایمان لائے۔''(۹۰)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چونکہ غزوہ احزاب کے بعد اسلام لائے تو بعد کے تمام غزوات میں آپ شریک رہے ہیں۔اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ نے ان کی سرکردگی میں سرایا بھی بھیجے۔جن میں سے سریہ ذات السلاسل، سریہ سواع، فتنہ ارتداد کے خاتمے کے لیے عمان و بحرین کے اسفار، فتوحاتِ شام، مہم فلسطین، اجنادین، دمشق، فحل، یرموک، بقیہ فلسطین، بیت المقدس، مصر، عریش، عین شمس (فسطاط) فتح اسکندریہ، برقہ فسطاط، طرابلس، سبرہ وغیرہ اہم مہمات ہیں۔

فاتح مصر کی شان یہ تھی کہ انہوں نے ہر جنگ میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں، خلیفہ اول اور خلیفہ دوم، خلیفہ سوم کے ادوار میں قدرو منزلت بھی ملی۔ حضرت علیؓ و معاویہؓ کی لڑائی میں انہوں نے جناب امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا۔اسلام کے بعد عمرو کا زیادہ تر وقت میدانِ جنگ میں گزرا، اس لیے سرچشمہ علم و عرفان سے فائدہ اٹھانے کا موقع کم ہی ملا، پھر بھی علم کی دولت سے بالکل تہی دامن نہیں تھے۔قرآن کو بہت صاف اور واضح طریقے سے پڑھتے تھے، آنحضرتؐ کی صحبت کا بھی کم ہی موقع ملا مگر اس کے باوجود جو لمحات بھی میسر آئے اس کا سرمایہ ۳۹ احادیث کی شکل میں موجود ہے اور حدیث کا یہ سرمایہ صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہ رکھا، بلکہ اس کو دوسروں تک بھی پہنچایا۔لوگوں کو تعلیم و تلقین فرماتے ایک دن برسرمنبر آپ یہ تلقین فرمارہے تھے کہ:

''آج تم لوگوں کا یہ حال ہو رہا ہے کہ آنحضرتؐ جن چیزوں سے احتراز فرماتے تھے، تم ان کی طرف راغب ہو رہے ہو، تم لوگ دنیا کی تمنا کرتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس سے کنارہ کشی اختیار فرماتے تھے۔''(۹۱)

آپ رضی اللہ عنہ تمام مسائل میں علی الترتیب قرآن، وحدیث سے رجوع کرتے، مگر جہاں ضرورت ہوتی وہاں اجتہاد سے بھی کام لیتے۔

سفارتی سرگرمیاں

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ کے ہی شہسوار نہیں تھے ان کی عقل و خرد اور ذکاوت و فطانت کے باعث دوسرے اہم کام بھی ان کے سپرد ہو کیے جاتے تھے۔سیاسی امور میں ان کی مہارت و بصیرت کی وجہ سے وہ ایک تجربہ کار سپہ سالار کے علاوہ ایک کامیاب سفارت کار بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے وہ اسلام کے شیدائی بن گئے تھے اور اسلام ان کے رگوں میں سرائیت کر گیا تھا اور دینی امور کو سمجھنے کا ان میں بہترین ملکہ پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میدان جنگ کے شہسوار کے ساتھ ساتھ ماہر سیاست دان اور ایک سچے مومن اور عالم بھی تھے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا بھرپور علم تھا، اس لیے رسول اکرم ﷺ نے ان کے ذمے محض جنگی کام ہی نہیں لگائے، بلکہ سیاسی اور دینی معاملات میں بھی اکثر کام لیا۔

فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک تبلیغی مشن ذی الحجہ ۸ ہجری میں یمن کے ایک شہر عمان بھیجا، عمان جزیرہ عرب کے مشرق میں ایک مملکت تھی۔ یہاں کے لوگ آگ کی پرستش کرتے تھے وہاں دو بھائی حاکم تھے بڑے کا نام جیفر اور چھوٹے کا نام عباد۔ حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ کوئی نہیں تھا، صرف رسول اللہ ﷺ کا ایک تبلیغی خط تھا جو ان دونوں بھائیوں کے نام لکھا تھا، جس میں انہیں اسلام لانے اور توحید و رسالت کی گواہی دینے کی تلقین کی تھی اور ساتھ یہ فرمایا کہ: اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر رہی رک جانا، آپؓ خط لے کر گئے۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ:

"فاوصلا کتاب النبی ﷺ الیھما فاسلما ودعوا العرب ھناک الی الاسلام فاجابوا الیہ ورغبوا فیہ، فلم یزل عمرو وابوزید بعمان حتی قبض النبی ﷺ۔" (۹۲)

"رسول اللہ ﷺ کا خط ان دونوں کے پاس پہنچا وہ دونوں مسلمان ہو گئے اور پورے عرب کو اسلام قبول کرنے کی دعوت تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا پھر عمرو اور ابوزید عمان میں تا حیات نبوی مقیم رہے۔"

فاتح عمرو بن العاص کے مصنف ان کی سفارت کاری کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا خط فوراً ان دونوں بھائیوں کے حوالے نہیں کیا۔ وہ بہت دانشمند انسان تھے اور انہیں معلوم تھا کہ ہر کام حکمت اور غور و فکر سے کرنا چاہیے۔ انہوں نے پہلے دونوں بھائیوں کی شخصیتوں کا مطالعہ کیا۔ مطالعہ کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ چھوٹا بھائی عباد بردباری اور اخلاق میں بڑے بھائی جیفر سے بڑا ہوا ہے، جیفر میں لالچ اور خود پسندی کا مادہ ہے لہٰذا انہوں نے پہلے چھوٹے بھائی سے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا۔" (۹۳)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دونوں بھائیوں سے گفتگو کی، پھر دونوں بھائیوں نے آپس میں گفتگو کی اور آخر کار مشورے سے اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کو یہاں کا عامل مقرر کیا تھا۔

حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام حارث تھا اور والد کا نام عمیر تھا۔ آپؓ کا نسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا۔ حضرت حارث بن عمیر ازدی نے فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ سیرت و سوانح میں آپ سفارت کاری کے باب میں نمایاں ترین لوگوں میں تھے، کیونکہ آپ اسلام کے وہ پہلے سفیر ہیں جن کا دوران سفارت کاری قتل ہوا تھا۔

www.kitabosunnat.com

مقتول سفیر نبی

رسول اللہ ﷺ نے جب سلاطین اور امراء کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو ایک خط شرحبیل بن عمر فرمانروا کے نام لکھا۔ حضرت حارثؓ کو اس کے پہنچانے کی خدمت سپرد ہوئی، یہ خط لیکر مقام موتہ پہنچے تھے کہ شرحبیل سے ملاقات ہوگئی، اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ حارث نے کہا: شام، شرحبیل نے کہا: کہ تم کسی کے قاصد معلوم ہوتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں! رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔ یہ سن کر اس نے حارث کی مشکیں کسوا کے قتل کر دیا، حارث اسلامی تاریخ کے وہ پہلے سفیر ہیں جس نے سفارت کاری کے دوران جام شہادت پیا۔ "رسول اللہ ﷺ کو جب ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور حارث کے خون کے انتقام کے لیے زیدؓ بن حارثہ کی سرکردگی میں ایک سریہ موتہ روانہ کیا، اسی میں حضرت زیدؓ اور حضرت جعفر طیار شہید ہوئے تھے۔" (۹۴)

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ

عمرو نام ہے اور کنیت ابو امیہ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے۔ عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ بن ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن حمزہ بن بکر بن عبد بناۃ بن کنانہ بن کہانی۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی سفارت کاری اور نجاشی کا قبول اسلام

۶ ھ میں آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو نجاشی کے پاس دعوت اسلام کا خط لے جانے پر مامور کیا۔ اس خط میں دعوت اسلام کے علاوہ مہاجرین کی میزبانی کی سفارش اور حضرت ام حبیبہؓ (جو اس وقت مہاجرین حبش کے ساتھ حبشہ میں موجود تھیں) کے ساتھ نکاح کا پیغام بھی تھا، اس دعوت نامہ کے اثر سے نجاشی حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوا، اور رسول اللہ ﷺ کے نامہ مبارک کے جواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں ایک عریضہ لکھا جس میں اسلام کا اقرار قدم بوسی کی تمنا اور مہاجرین کی میزبانی وغیرہ کا ذکر تھا۔

اس کے بعد نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کا حضرت ام حبیبہ کی طرف سے وکیل بن کر نکاح کا پیغام بھیجا اور نکاح منعقد ہوا۔ نجاشی نے شادی کا مہر ۴۰۰ دینار مقرر کیا اور وہ بھی اپنی طرف سے ادا کیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ:

"فانکح أم حبیبه ثم دعا النجاشی بأربعمائة دینار صداقها." (۹۵)

"اس کے بعد نجاشی نے حضرت ام حبیبہ کو آنحضرت کی طرف سے نکاح کا پیام دیا اور خود رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وکیل بنا اور نکاح کے بعد آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر معجل ادا کیا۔"

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام علاء، والد کا نام عبداللہ تھا، نسب نامہ علاء بن عبداللہ حضرمی بن ضماد بن سلمٰی بن اکبر ہے۔ حضرت علاء نسلاً حضرمی اور وطناً یمنی تھے، لیکن ان کے والد عبداللہ حرب بن امیہ کے حلیف بن کر مکہ ہی میں مقیم ہو گئے تھے۔ دعوت اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے۔

بحیثیت سفیر سرگرمی

فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے قرب و جوار کے فرمارواؤں کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ تو منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے پاس خط لیجانے کی خدمت حضرت علاء حضرمیؓ کو سپرد کیں۔ حضرت علاء حضرمی نے بحیثیت سفیر منذر بن ساوی کو خط پہنچایا۔ خط پڑھنے کے بعد منذر نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ جواب لکھ کر بھیجا۔ زادالمعاد میں علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

"فمنهم من أحب الاسلام وأعجبه ودخل فیه، ومنهم من کرهه، وبأرضی مجوس ویهود فأحدث إلي في ذلک الأمر." (۹۶)

"کہ بعض لوگوں نے اسلام کو پسند کیا اور اس میں داخل ہو گئے، البتہ مجوسی اپنے مذہب پر قائم رہے (علاء نے ان پر جزیہ لگا دیا) اور اس کے متعلق عہد نامہ لکھ کر منذر کے حوالے کیا۔"

گورنر بحرین

ان کی اس خدمت کے صلہ میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں بحرین کا عامل بنا دیا، پھر کچھ دنوں کے بعد ان کو معزول کر کے حضرت ابان بن سعید بن العاصؓ کو مقرر کیا۔ حضرت ابان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔علاء کو بحرین کی کا تجربہ تھا، اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے ان کو دوبارہ بحرین کا عامل بنایا۔

عہد فاروقی میں خلیفہ کے فرمان مطابق حضرت علاء کو حکم دیا گیا کہ وہ بصرہ کا انتظام سنبھالیں۔اس حکم پر ”حضرت علاء حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو بکرہ کے ساتھ بصرہ روانہ ہوئے، لیکن فرمان خلافت کے ساتھ ہی پیغام اجل بھی پہنچ گیا اور حضرت علاء راستہ میں مقام لیاس میں انتقال کر گئے۔یہ مقام آبادی سے دور اور بے آب و گیاہ تھا، پانی کی بڑی قلت تھی، حسن اتفاق سے پانی برس گیا، ساتھیوں نے بارش کے پانی سے نہلایا، اور تلوار سے گڑھا کھود کر زمین میں چھپا دیا، اور بحرین و بصرہ کا حاکم اس بے سروسامانی کے ساتھ ایک بے آب و گیاہ میدان میں سپرد خاک کیا گیا۔“(۹۷)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو محمد یا ابو عبداللہ تھی جو لخم بن عدی کا حلیف بتاتے تھے۔بعض انہیں قحطانی النسل بتاتے ہیں۔اصحاب سیر کا عام رجحان یہ ہے کہ ان کا آبائی وطن یمن ہے۔مکہ میں غلامی یا حلیفانہ تعلقات کے باعث سکونت پذیر تھے۔حضرت ”حاطب مکہ معظمہ میں اناج کے تاجر تھے جسے بہت فروغ حاصل ہوا۔انہوں نے شہسواری، نیزہ بازی، تیر اندازی اور شمشیر زنی میں مہارت پیدا کر لی تھی۔زمانہ جاہلیت میں قریش کے مشہور شہسوار اور شاعر مانے جاتے تھے۔“(۹۸)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ قدیم الاسلام صحابی ہے پہلے مرحلے میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔جب رسول اللہ ﷺ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو آپ نے تمام صحابہ کرام میں مواخات قائم فرمائی۔حضرت حاطب کو سلسلہ مواخاہ میں کس کا بھائی بنایا گیا اس بارے میں علامہ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ:

”وكان حاطب بن أبي بلتعة حليف بني اسد بن عبد العزى وعويم بن ساعده أخو بني عمرو بن عوف أخوين.“(۹۹)

”حضرت حاطب بن ابی بلتعہ بنی اسد بن عبد العزی کے حلیف تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کی عویم بن ساعدہ کے ساتھ مواخات قائم کی۔“

فتح مکہ کو شرک کی آلائشوں سے پاک وصاف کر کے اسے امن کا گہوارہ بنانے کے لیے آپ ﷺ نے اس شہر عظیم کو فتح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کو راز میں رکھنے کا منصوبہ بنایا۔آپ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ میں مخبر پھیلا دیئے، تاکہ کسی کو اس واقعہ کی خبر نہ ہو اور صحابہ کرام تیاری کرنے لگے۔

حضرت حاطبؓ نے اجتہاد کرتے ہوئے مکہ والوں پر یہ سوچ کر احسان کیا کہ حضرت محمد ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ اس دین حق کو ضرور غالب فرمائے گا۔ حاطبؓ نے قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو خط دیا کہ یہ مکہ کے سردار کو جا کر دینا اس کے عوض انہوں نے ایک دینار دینے کا وعدہ کیا، لیکن شرط یہ کہ اس خط کا کسی کو پتا نہ چلے اس خاتون نے خط کو اپنے بالوں میں چھپا لیا مگر اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ کو خبر ہوگئی۔ اس عورت کا پیچھا حضرت علیؓ اور حضرت زبیر بن عوام نے کیا اور اس سے وہ خط لاکر حضور ﷺ کو دیا۔ سیرت حلبیہ میں اس خط کی عبارت کچھ یوں منقول ہیں:

"ان رسول اللہ ﷺ قد توجه اليكم بجيش كا لليل يسير كالسيل واقسم باللّٰه لو سار اليكم وحده لينصرنه اللّٰه تعالىٰ عليكم فإنه منجز له ماوعده فيكم فان اللّٰه تعالىٰ ناصره و وليه." (۱۰۰)

"رسول اللہ ﷺ ایک لشکر جرار لے کر سیلاب کی مانند تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں۔ بخدا! اگر وہ اکیلے بھی آپ کی طرف روانہ ہو جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں تم پر غالب کرے گا، اللہ ان کے تمام وعدوں کو پورا کرنے والا ہے جو اس نے تمہارے بارے میں ان سے کیے ہیں، بلاشبہ اللہ ان کا حامی و مددگار ہے۔"

یہ خط جب رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا تو انہوں نے حضرت حاطبؓ سے پوچھا تو انہوں نے اعتراف کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ میرے بارے میں جلد فیصلہ نہ فرمائیں۔ میں اللہ تعالیٰ اور آپ پر پختہ ایمان رکھتا ہوں، میں نے یہ کام کسی کفر ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا ہے اور نہ ہی میں کفر کو پسند کرتا ہوں، میرا یہ مقصد صرف یہ تھا کہ اہل مکہ میرا احسان مانتے ہوئے میرے رشتہ داروں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اللہ جانتا ہے کہ اس کے علاوہ میرا کوئی مقصد نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ سچ ہے اس کے بارے میں خیر و بھلائی کے جذبات اپناؤ۔ حضرت عمرؓ چونکہ جلالی طبیعت کے تھے فرمانے لگے یا رسول اللہ! اس نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑادوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ اے عمرؓ! تمہیں کیا معلوم نہیں ہے کہ یہ بدری صحابہ میں سے ہیں:

"اعملوا ماشئتم قد غفرت لكم." (۱۰۱)

جو چاہے کرو اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت حاطبؓ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ بڑے ماہر تیر انداز تھے انہوں نے غزوات کے دوران بہت جوہر دکھائے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کو مصر کے حکمران مقوقس کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا تو انہوں نے وہاں اپنی فہم وفراست، دانشمندی اور حاضر جوابی سے مقوقس کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ انہوں نے ۳۰ھ میں پینسٹھ سال کی عمر میں مدینے میں وفات پائی۔

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی سفارت

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ حاکم مصر مقوقس کے اسلام کے سفیر و داعی بن کر گئے۔ حاطب رضی اللہ عنہ انتہائی فرض شناس اور حق گو صحابی رسول تھے۔ جب وہ مقوقس کے پاس اسکندریہ پہنچے تو وہ ملک کے ارباب حل وعقد کے ساتھ سمندر میں کھڑے بحری بیڑے میں بیٹھا ہوا ملکی معاملات پر صلاح ومشورے کر رہا تھا، جب اس نے مجلس میں ایک اجنبی کو دیکھا جو ہاتھ میں خط لیے کھڑا تھا تو اس کو حکم دیا کہ اسے میرے پاس لایا جائے، حاطبؓ نے خط لے جا کر مقوقس کو دیا اس نے خط پڑھ کر حاطب کو مخاطب کیا اور سوالات شروع کر دیے۔ حضرت حاطبؓ نے نہایت حکیمانہ جواب دیے جس سے بادشاہ ان کی تعریف پر مجبور ہوا۔ البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیرؒ نے وہ گفتگو اس طرح نقل کی ہے کہ:

''اخبرني عن صاحبك اليس هو نبي؟قلت: بل هو رسول الله، قال فماله حيث كان هكذا لم يدع على قومه حيث اخرجوه من بلده إلى غيرها ؟قال فقلت عيسى بن مريم اليس تشهد انه رسول الله ؟قال بلى . قلت فماله حيث أخذه قومه فأرادوا أن يصلبوه إلا أن يكون دعا عليهم بان يهلكهم الله حيث رفعه إلى السماء الدنيا ؟فقال لي : أنت حكيم قد جاء من عند حكيم.''(۱۰۲)

''ہمیں اپنے ساتھی کے بارے میں بتائیے کیا وہ نبی ہے؟ میں نے کہا، بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ کہنے لگے کہ: اگر وہ واقعی نبی ہیں تو انہیں کس چیز نے روکا کہ جب اس کی قوم نے اس کو اس کے شہر سے نکال دیا ان کے لیے بددعا کرتے؟ یہ سن کر حاطب بن ابی بلتعہ نے فوراً جواب دیا کہ کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ کہنے لگے: کیوں نہیں؟! میں نے کہا: تو اس کی قوم نے جب اس کو پکڑا اور صلیب پر لٹکانا چاہا تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو کس چیز نے روکا کہ ان کے خلاف بددعا کریں؟ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو آسمان دنیا پر اٹھا لیا۔ تو مجھ سے کہنے لگے: کہ تم ایک دانا آدمی ہو اور دانا آدمی کے پاس سے آئے ہو۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد اس نے نبی کریم ﷺ کے خط کو چوما اور اسے خوبصورت ہاتھی کے دانت کی ڈبیا میں بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی۔ مقوقس نے حاطبؓ کی بہت خاطر مدارت کی، انھوں نے وہاں پانچ روز قیام کیا اور واپسی میں ان کو تحائف وغیرہ دیئے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جب حاکم مصر مقوقس سے ملاقات کے بعد واپس لوٹے تو مقوقس نے آپؐ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے قیمتی تحائف بھیجے جن میں کنیزیں بھی شامل تھی۔ علامہ ابی جعفر جریر طبری لکھتے ہیں کہ:

"واهدی المقوقس إلی رسول الله أربع جوار منهن ماريه أم ابراهيم۔"(۱۰۳)

"مقوقس بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے چار کنیزیں ہدیہ کیں، ان میں سے حضرت ماریہ قبطیہ بھی ہے جن کے بطن سے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے تھے۔"

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی سفارت کاری کے نتیجے میں اگرچہ مقوقس نے اسلام قبول نہیں کیا، لیکن سفیر رسول ﷺ کی حد درجہ تکریم کی اور نبی کریم ﷺ کی باتوں کی تصدیق بھی کی۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ

مشہور اور دلکش صحابی رسول ﷺ کا شمار انتہائی ذہین ودانشمند صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ حضرت دحیہ کلبی انتہائی خوبصورت تھے۔ سیرت نگاروں نے آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں بیان کیا ہے:

"دحیه بن خلیفه بن فروه بن فضاله بن زید بن امراء القیس بن عامر بن بکر بن عامر بن عوف بن بکر بن عوف بن عذره بن زید اللات بن رفیده بن ثور بن کلب بن وبره بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعه."(۱۰۴)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کبھی کبھی حضرت دحیہ کلبی کی شکل وصورت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کی خوبصورتی کی تعریف بھی فرمائی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کان جبرئیل یاتینی علی صورة دحیه الکلبی و کان دحیه رجلا جمیلا."(۱۰۵)

"جبرائیل میرے پاس دحیہ الکلبیؓ کی شکل وصورت میں آیا کرتے تھے اور دحیہ ایک خوبصورت شخص تھا۔"

حضرت عوانہ بن حکمؒ کہتے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”أجمل الناس من كان جبرئيل ينزل على صورته.“(۱۰۶)

”لوگوں میں خوبصورت وہی ہے جس کے روپ میں حضرت جبرئیل نازل ہوا کرتے ہیں۔“

حضرت دحیہ کلبی قدیم الاسلام تھے، مگر ان کے اسلام قبول کرنے کے زمانے کا ذکر کے حالات معروف نہیں ہیں۔ایک روایت کے مطابق آپ نے سب سے پہلے غزوہ خندق میں شرکت کی۔غزوہ تبوک میں انہیں مجاہدین کے ایک دستے کا سالار مقرر کیا گیا، چنانچہ آپ کو صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کے جھنڈے تلے جہاد کا بھی شرف حاصل ہے۔حضرت دحیہ کلبی کبار صحابہ کرام میں شامل ہیں۔آپ بڑے با اخلاق تھے۔آپ نے جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔آپؓ سے مروی احادیث بخاری اور مسلم میں منقول ہیں۔

حضرت دحیہ کلبیؓ کا شمار کثیر السفر صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔آپؓ ملک شام کی طرف آتے جاتے رہتے تھے، شاہ روم کے ساتھ ان کی شناسائی تھی۔دحیہ کلبی شاہ روم سے ملنے گئے تھے، اس کے بعد ایک واقعہ پیش آیا۔

”حسمی سرزمین شام میں واقع ایک دیہات کا نام ہے۔اس مقام پر جمادی الاخر ۶ھ میں ایک معرکہ وقوع پزیر ہوا، دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ شاہ روم سے ملاقات کے بعد اس معرکے میں شریک ہوئے، ہنیدی بن عارض اور اس کے بیٹے عارض نے جن کا تعلق قبیلہ بنو جزام سے تھا حسمی مقام پر حضرت دحیہ کلبی کا سارا مال و متاع چھین لیا، یہ خبر جب قبیلہ بنو الصبیب کو پہنچی تو وہ بنو جذام کے پاس گئے اور ان سے دحیہ کا مال و متاع واگزار کرایا اس کے بعد دحیہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ پہنچے اور آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی، اور آپؐ نے زید بن حارثہ کو 500 مجاہدین کا لشکر دے کر حسمی کی طرف بھیجا اور دحیہ کلبی کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا، چنانچہ یہ لشکر حسمی پہنچا اور بنو جذام پر حملہ آور ہوا انہیں تہ تیغ کیا ہنیدی اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا اس معرکے میں ہزار اونٹ، پانچ سو بکریاں اور سو عورتیں اور بچے ہاتھ لگے۔

اس کے بعد زید بن رفاعہ جذامی اپنی قوم کا ایک قافلہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خط پیش کیا اور اسلام قبول کر لیا اور اپنی عورتوں اور بچوں کی رہائی کی درخواست کی۔چنانچہ آپؐ نے حضرت علی بن ابی طالب ؓ کو حضرت زید ؓ کے پاس بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ ان کی عورتوں کو چھوڑ دیں اور انہیں ان کا مال واپس کر دیں۔چنانچہ حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں رافع بن مکیث الجہنی سے ملاقات ہوئی، جنہیں حضرت زید بن حارثہؓ نے کامیابی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کی خوشخبری دے کر نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا تھا، حضرت علیؓ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت زید بن حارثہ سے مدینہ اور ذی المروۃ کے مابین فحلتین بستی میں ملاقات کی۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم ان تک پہنچایا اور تمام لوگوں کا مال و متاع انہیں واپس کر دیا۔" (۱۰۷)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک میں شرکت کی اس جنگ میں ایک لشکر کے سالار بھی تھے، آپ اس لشکر کے قافلے کے سالار تھے جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید کر رہے تھے۔ جب حضرت خالد نے آپ کو لشکر کا سالار مقرر کیا تو شجاعت پیش قدمی اور تجربہ کو پیش نظر رکھا اور یہ خوبیاں حضرت دحیہ کلبیؓ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ نے دمشق میں مزہ نامی بستی میں اپنی زندگی کے آخری ایام میں رہائش اختیار کی، آپ معاویہ بن ابی سفیانؓ کی خلافت تک زندہ رہے۔" آپ نے ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔" (۱۰۸)

شاہ روم کا دربار اور سفیر رسول ﷺ

نبی کریم ﷺ نے آپ نے سفارتی مشن کا آغاز حکمرانوں اور امراء کے خطوط سے کیا۔

حضرت دحیہ کلبی وہ ممتاز صحابی ہیں جنہوں نے رسول اکرمؐ کی طرف سے شاہِ روم ہرقل کے دربار میں سفارت کے فرائض سر انجام دیئے، جب نبی کریم ﷺ نے قیصر روم کو دعوتی و سفارتی خط لکھا تو حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی خط لے کر شام میں پہنچے۔ اس وقت شاہ روم حمص سے بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا، تاکہ بیت المقدس پہنچ کر فتح حاصل کرنے پر اللہ کا شکر ادا کر سکے۔ شاہ روم کے شان وشوکت کا یہ عالم تھا کہ راستے میں جہاں قدم رکھتا زمین پر فرش اور فرش پر پھول بچھائے جاتے تھے۔ اس دوران سفیر رسول حضرت دحیہ الکلبی وہاں پہنچے۔

چنانچہ ہرقل نے سفیر مدینہ کے اعزاز میں ایک بڑا بھاری دربار منعقد کیا اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بہت سی باتیں دریافت کیں۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھا اور دریافت کیا کہ اگر مکہ کا کوئی اور آدمی اس علاقے میں موجود ہے تو اسے پیش کیا جائے۔ اتفاق سے بیت المقدس کے قریب میں قریش مکہ کے تاجروں کا قافلہ مقیم تھا۔ امیر قافلہ ابوسفیان تھے جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے۔ قیصر کے آدمی جا کر قافلے کے لوگوں کو لے آئے۔ قیصر نے ان کی عزت کے ساتھ اپنے سامنے اور ان کے ساتھیوں کے پیچھے بٹھا دیا اور کہا کہ میں ابوسفیان سے بات کروں گا اگر کوئی بات غلط ہو تو مجھے بتا دینا۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر جھوٹ بولنے کی بدنامی کا خوف نہ ہوتا تو میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے متعلق یقیناً جھوٹ بولتا، ابوسفیان کہتے ہیں اس کے بعد ہرقل نے مجھ سے آپ کے بارے میں سوالات کیے تھے۔وہ کچھ یوں تھے۔

"تم لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے؟

میں نے کہا: وہ اونچے نسب والا ہے۔

ہرقل نے کہا: تو کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں کسی نے کہی تھی؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

میں نے کہا: نہیں

ہرقل نے کہا: اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟

میں نے کہا: کمزوروں نے۔

ہرقل نے کہا: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

میں نے کہا: بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اس نے جو بات کہی ہے کیا اسے کہنے سے پہلے تم لوگ اس کو جھوٹ سے مُتّہم کرتے تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟۔

میں نے کہا: نہیں۔ البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح حدیبیہ کی ایک مدت گزار رہے ہیں، معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا۔ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس فقرے کے سوا مجھے اور کہیں کچھ گھسیڑنے کا موقع نہ ملا۔

ہرقل نے کہا: کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

ہرقل نے کہا: تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟

میں نے کہا: جنگ ہم دونوں کے درمیان برابر کی چوٹ ہے۔وہ ہمیں زک پہنچا لیتا ہے اور ہم اسے زک پہنچا لیتے ہیں۔

ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں نے کہا: وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کہتے تھے اس کو چھوڑ دو، اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا:

"فلئن كنت صدقتني ليغلبن على ماتحت قدمي هاتين ولوددت أني عنده فاغسل عن قدميه۔" (۱۰۹)

"جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو میں اس کے دونوں پاؤں دھوتا۔"

ہرقل نے پھر حکم دیا کہ نامہ مبارک دوبارہ مجمع عام کے سامنے پڑھا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا خط پڑھا گیا۔ مگر قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اہل دربار اس سے سخت مشتعل ہو گئے تھے فرمان رسالت کے پڑھے جانے پر اور بھی برہم ہو گئے۔ ہرقل نے بیت المقدس سے حمص پہنچ کر دارالسلطنت کے شاہی محل میں تمام معزز روسا اور امراء کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ اگر تم کو اپنی آئندہ کی بھلائی مقصود ہے اور تم چاہتے ہو کہ تباہی سے بچ کر امن و عافیت اور راحت و سکون کی زندگی بسر کرو تم خود بھی محفوظ رہو اور تمہارا ملک بھی محفوظ رہے، تو میں تمہیں مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم سب اس نبی اور پیغمبر پر ایمان لے آؤ جو عرب میں پیدا ہوا ہے۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور ہر قسم کے شرک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اگر تم لوگ اس نبی پر ایمان لے آؤ گے تو خود بھی فائدہ میں رہو گے اور تمہارا ملک بھی تمہارے پاس رہے گا، انکار کرو گے تو خود بھی تباہ ہو جاؤ گے اور تمہارا ملک بھی ہاتھ سے نکل جائے گا۔

اپنے شہنشاہ کی زبانی اسلام کا یہ پیغام سن کر تمام معززین سلطنت غصے اور طیش میں آ گئے، یہ نظارہ دیکھ کر قیصر پر دنیا اور تخت کی حرص و طمع غالب آ گئی، اس نے لوگوں کو فوراً واپس بلایا اور کہا: مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ تم اپنے دین و ایمان پر پختہ ہو، کوئی لالچ یا طمع تم کو تمہارے مذہب سے نہیں پھیر سکتی۔ میں نے تمہارے استقلال اور مذہبی لگاؤ کا امتحان لیا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ تم اس میں کامیاب ہوئے، چنانچہ وہ لوگ خوش ہو کر چلے گئے۔ اس کے بعد ہرقل نے سفیر رسول ﷺ سے کچھ گفتگو کی اور مشورہ دیا۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ:

"إني لأعلم أن صاحبك نبي مرسل، ولكني أخاف الروم على نفسي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ولولا ذلک لاتبعتهٔ فاذهب إلى ضغاطر الأسقف الأعظم في الروم واذكر لي أمر صاحبک وانظر ما يقول لک۔"

"اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تیرا صاحب نبی اور رسول ہے اور یہ وہی پیغمبر ہے جس کا ہم انتظار کرتے تھے اور جس کا تزکرہ ہمیں اپنی کتابوں میں ملتا ہے، لیکن مجھے اپنی قوم سے ڈر لگتا ہے کہ اگر میں نے آپ ﷺ کی اتباع کا اعلان کر دیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے آپ ایسا کریں کہ یہ خط لے کر پاپائے روم کے پاس جائیں، لوگ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان سے اپنے پیغمبر کا تذکرہ کریں اور دیکھیں کہ وہ کیا کہتے ہیں، بخدا! سرزمین روم میں اس کی حیثیت مجھ سے زیادہ ہے اور وہ لوگ میری نسبت اس کی بات زیادہ مانتے ہیں۔"

چنانچہ دحیہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور کہا کہ میں ہرقل کی طرف اللہ کے نبی کا پیغام لے کر گیا تھا اور اس نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حضرت دحیہ کلبی نے وہ خط ان کی خدمت میں پیش کی جو رسول اللہ ﷺ نے پاپائے روم کے نام لکھا تھا۔ حضرت دحیہ کلبی کی اس سفارت کا یہ نتیجہ نکلا کہ پاپائے روم نے اسلام قبول کر لیا۔ تاریخ الکامل میں ہے کہ:

"ثم اخذ عصاه وخرج على الروم وهم في الكنيسة فقال: يا معشر الروم. قد جاء نا كتاب من احمد يدعو نا الى الله واني اشهد ان لااله الا الله وان محمد عبده ورسوله، قال فوثبوا عليه فقتلوه. فرجع دحيه الى هرقل واخبره الخبر قال قد قلت: انا نخافهم على انفسنا." (۱۱۰)

"اس کے بعد انہوں نے اپنا عصا پکڑا اور رومیوں کے پاس گئے اس وقت وہ گرجے میں جمع تھے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا: کہ اے روم! ہمارے پاس احمد مرسل کا خط آیا ہے، وہ ہمیں اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں، سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جب رومیوں نے پاپائے روم کی زبان سے کلمہ شہادت سنا تو سب یکبارگی ٹوٹ پڑے اور اسے مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دحیہ کلبی نے یہ واقعہ جب آ کر ہرقل کو بتایا تو اس نے کہا کہ: میں نے آپ کو بتلا لیا تھا کہ اگر میں نے اسلام کا اعلان کر دیا تو رومی مجھے نہیں چھوڑیں گے۔"

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کو قیصر ہرقل نے خط لکھا، جس میں اس نے آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا اور آپ ﷺ سے اپنی محبت کا اور ایمان کا اقرار کیا اور رومیوں کی دعوت قبول نہ کرنے کا اقرار کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی سفارت کے نتائج

رسول اللہ ﷺ نے جو سفارتی مشن حضرت دحیہ کلبی کی سربراہی میں روم کی جانب روانہ کیا تھا اس نے اسلام کی تبلیغ واشاعت بھی کی اور سفارتی مقاصد بھی حاصل کیے۔ قیصرِ روم نے اسلام تو قبول نہ کیا، لیکن اس نے دل میں اسلام کی حقانیت کو محسوس کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کا احترام کر کے آپ کی دعوت کی سچائی کو تسلیم کر لیا اور اس کے ساتھ ہی اسلامی ریاست کی شرعی حیثیت کو تسلیم کر لیا۔ تاریخ سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ قیصر روم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفتاً دینار بھی روانہ کیے تھے جن کو آپ ؐ نے تقسیم فرما دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شاہ ایران کسریٰ کی طرف پیغامِ حق پہنچانے کی سعادت حاصل تھی۔ آپ کی والدہ کا نام تمیمہ بنت حرثان اور یہ بنی عبدالحارث بن عبدمناۃ بن کنانہ سے تھیں۔ یہ حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ کے پہلے خاوند خنیس بن حذافہ کے بھائی تھے۔

خنیس بن حذافہ جنگِ بدر میں شریک تھے۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ جنگ بدر میں شریک نہیں تھے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ دو ہجرتیں کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ایک ہجرت حبشہ اور دوسری ہجرت مدینہ۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ غزوہ خیبر کے بعد تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شانہ بشانہ رہے۔ حجۃ الوداع میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ سر زمین شام میں بہت سے معرکوں میں شریک ہوئے۔ آپ بہت بہادر جری اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے ایک معرکے میں رومی فوج نے ان کو گرفتار کر لیا۔ وہ اس طرح کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر روم کی طرف روانہ کیا جس میں حضرت عبداللہ بن حذافہ موجود تھے رومی فوج نے آپ کو گرفتار کر لیا اور بادشاہ روم کے دربار پیش کیا:

''فقال له ملک الروم تنصر اشرکک فی ملکی فابی فامر به فصلب وامر برمیه بالسهام فلم یجزع فانزل وامر بقدر فصب فیها الماء واغلی علیه وامر بالقاء اسیر فیها فاذا عظامه تلوح فامر بالقائه ان لم یتنصر فلما ذهبوا به بکی قال ردوه فقال لم بکیت قال تمنیت ان لی مائة نفس تلقی هکذا فی الله

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فعجب فقال قبل راسی وانا اخلی فقال وعن جمیع اساری المسلمین قال نعم فقبل راسه فخلی بینهم فقدم بهم علی عمر فقام عمر فقبل رأسه۔" (۱۱۱)

"بادشاہ نے ان سے کہا کہ تم نصرانیت قبول کر لو میں تمہیں اپنے اقتدار میں شریک کر لوں گا آپؓ نے انکار کر دیا شاہ روم نے آپ کو پھانسی دینے اور تیر سے نشانہ بنانے کا حکم دیا، لیکن آپ بالکل نہ گھبرائے تو شاہِ روم نے ایک دیگ لانے کا حکم دیا اس میں پانی ڈالا گیا اور اس کے نیچے آگ جلا دی گئی اور ایک قیدی پکڑ کر اس کھولتے ہوئے پانی میں پھینکا گیا جس سے اس کے جسم کا گوشت ہڈیوں سے الگ ہو گیا اس کے بعد پھر شاہ روم نے حضرت عبداللہؓ بن حذافہ کو کہا کہ نصرانیت قبول کر لو ورنہ تمہیں بھی اس دیگ میں پھینک دیا جائے آپؓ نے انکار کر دیا۔ جب آپ کو دیگ میں پھینکنے کے لیے شاہ روم کے کارندے لے کر چلے تو حضرت عبد اللہؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، شاہ روم نے یہ دیکھ کر کہا اسے واپس لے آؤ۔ اور پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ فرمانے لگے میری دلی تمنا ہے کہ میری سو جانیں ہوں اور تمام جانوں کو اللہ کی راہ میں اسی طرح کھولتے ہوئے پانی میں پھینک کر ختم کیا جائے تو شاہ روم یہ بات سن کر بڑا حیران ہوا اور اس نے کہا کہ اگر میرا سر چوم لو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا، آپؓ نے فرمایا کہ کیا سارے قیدی مسلمانوں کو بھی آزاد کر دو گے۔ اس نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے اس کا سر پکڑ کر چوم لیا تو شاہ روم نے سارے قیدی مسلمانوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ تمام قیدی مسلمانوں کو لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچ گئے، حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت عبداللہؓ کے سر پر بوسہ دیا۔"

سفیر رسول ﷺ اور شاہِ ایران کسریٰ

سفیر رسول عبداللہ بن حذافہ ماہ محرم ۷ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کی طرف شاہ ایران کسریٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؓ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کا خط بھی تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ کے نام لکھا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ شاہ ایران کسریٰ کا اصل نام پرویز بن ہرمز تھا۔ اس کے دور حکومت میں ہی رسول اللہ ﷺ کو رسالت کے منصب سے سرفراز فرمایا گیا تھا۔

بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خط حضرت عبداللہ بن حذافہ کو دیتے ہوئے یہ تاکید کی تھی کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جائیں اور ان سے کہیں کہ اسے شہنشاہ ایران تک پہنچا دے۔

"ان رسول اللّٰہ بعث بکتابه الی کسریٰ مع عبد اللّٰہ بن حذافه السهمی فامره ان یدفعه الی عظیم البحرین ، فدفعه عظیم البحرین الی کسریٰ. "(۱۱۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کو خط دے کر کسریٰ کے پاس بھیجا آپ نے عبداللہ بن حذافہ سے فرمایا یہ خط بحرین کے رئیس کو دینا، بحرین کے رئیس نے وہ خط کسریٰ کو دے دیا۔''

جب سفیر رسول حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ فارس پہنچے تو خسرو نینوا میں مقیم تھا۔ فارس کے معمول کے مطابق بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ تخت سلطنت پر مقیم تھا جب درباری نے آواز دی تو جو شخص دربار میں آیا حاضرین نے بڑی حیرت و استعجاب سے اسے دیکھا اتنے معمولی لباس اور بے باکی سے آج تک خسرو کے دربار میں کوئی نہ آیا تھا، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے نامہ مبارک شہنشاہِ فارس کے سامنے پیش کر دیا۔ مگر بادشاہ کے نصیب میں اسلام کو قبول کرنا نہیں تھا اس نے نامہ مبارک کو پڑھتے ہی غصے میں اسے پھاڑ ڈالا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود نہایت سنجیدگی اور متانت سے اہل دربار کو مخاطب ہو کر تے ہوئے مختصر تقریر کی:

''اے اہل فارس! عرصہ دراز سے تمہاری زندگی ایسی جہالت میں گزر رہی ہے کہ نہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب ہے اور نہ کوئی پیغمبر تمہارے پاس مبعوث ہوا ہے جس سلطنت پہ تمہیں ناز و غرور ہے وہ اللہ کی سلطنت کا بہت ہی مختصر ٹکڑا ہے، دنیا میں اس سے زیادہ کہیں بڑی بڑی حکومتیں ہیں۔

اس کے بعد آپ بادشاہ سے مخاطب ہوئے اور کہا:

'آپ سے پہلے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں، ان میں سے جنہوں نے آخرت کو اپنا منتہائے مقصود سمجھا وہ دنیا سے اپنا حصہ لے کر بامراد گیا اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اس نے آخرت کے اجر کو ضائع کر دیا، افسوس کہ میں فلاح و نجات کے جس پیغام کو لے کر آیا ہوں آپ نے اسے حقارت سے دیکھا، حالانکہ آپ کو علم ہے کہ یہ پیغام ایسی جگہ سے آیا ہے جس کا خوف آپ کے دل میں موجود ہے، یاد رہے کہ حق کی آواز آپ کی تحقیر سے دب نہیں سکتی۔

''

جناب عبداللہؓ نے فارس کی صورت حال نبی کریم ﷺ کو سنائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللّٰھم مزق ملکہ۔''(۱۱۳)

''اے اللہ! اس کی حکومت کو پارہ پارہ کر دے''۔

حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ کی سفارت کے نتائج واثرات

بظاہر دیکھا جائے تو یہ سفارت ناکام نظر آتا ہے کہ کسری اور اہل ایران کو اسلام کی عظیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دعوت دی گئی مگر بہ انہوں نے بڑی سختی سے اس دعوت کو مسترد کر دیا، لیکن اس کے اثرات بہت دور رس نکلے۔ شاہِ کسریٰ نے اسی دور میں اپنے ماتحت علاقہ یمن کے گورنر باذان کو خط لکھا جس میں اسے حکم دیا کہ اپنے پاس سے دو مضبوط آدمی حجاز بھیجیں اور وہاں سے دعویٰ نبوت کرنے والے کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں۔ باذان نے بابویہ اور خرخسرہ نامی دو اشخاص کو مدینہ منورہ روانہ کیا، ان دونوں نمائندوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر یمن کے گورنر باذان کا خط رسول اللہ ﷺ کو دیا۔ رسول اللہ ﷺ خط دیکھ کر مسکرائے اور آپ نے ان دونوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی آپ کے سامنے کھڑے وہ دونوں اتنے مرعوب دکھائی دے رہے تھے کہ وہ تھر تھر کانپ رہے تھے آپ نے ان کی حالت زار دیکھ کر فرمایا، تم دونوں آج آرام کرو۔ کل آنا تو میں تمہیں اپنے ارادے سے آگاہ کروں گا، جب وہ دوسرے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے کہا:

"أبلغا صاحبكما أن ربي قد قتل ربه كسرى في هذه الليلة لسبع ساعات منها ، وهي ليلة الثلاثاء لعشر ليال مضين من جمادى الأولىٰ سنة سبع، وأن الله تبارك و تعالىٰ سلط عليه ابنه شيرويه فقتله۔" (۱۱۴)

"اپنے صاحب کو بتادو کہ میرے رب نے اس کے رب کسریٰ کو اس رات سات بجے قتل کر دیا ہے اور یہ ۷ ہجری ۱۰ جمادی الاولیٰ پیر کی رات کا واقعہ ہے، اللہ رب العزت نے اس پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا اور اس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔"

آپ ﷺ کی یہ باتیں سن کر ان دونوں قاصدوں نے کہا کہ جو بات آپ کر رہے ہیں اس کی پوری ذمہ داری آپ لے رہے ہیں؟ ہم یہ بات جا کر باذان سے کہہ دیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں والی یمن سے جا کر کہہ دو اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دینا کہ میرا دین اور میری حکومت بہت جلد کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچ جائے گی۔

باذان کو جب قاصدوں کی زبانی رسول اللہ ﷺ کی حکومت و خط سے حالات پتہ چلے تو اس نے کہا کہ: یہ کوئی دنیوی بادشاہ نہیں ہیں، لیکن ہمیں اس بات کی تصدیق کے لیے ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ کچھ ہی عرصے بعد مرکزی حکومت سے شیرویہ کا خط موصول ہوا جس میں باذان کو حکم دیا گیا کہ وہ شیرویہ کی حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، شیرویہ کے حکم سے باذان کو بڑی حیرت ہوئی اور اس کے منہ سے بے ساختہ کلمہ حق نکلا کہ محمد ﷺ کی بات سچ نکلی گورنر باذان نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی یمن کے باشندے مسلمان ہو گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی ذاتی زندگی اور سفارت کاری کا تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض بڑی جرأت اور دانشمندی سے ادا کیے۔ اپنی حکمت عملی، شجاعت اور مضبوط ارادے کی بنا پر میدان جنگ میں بر وقت فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے، یہ بڑے قابل اور تجربہ کار جرنیل تھے۔ علم وعمل، حسن اخلاق، اور فصاحت و بلاغت سے آراستہ تھے، دینی مسائل پر ان کی گہری نظر تھی۔ انہوں نے سفارت کے فرائض بڑی داشمندی سے ادا کیے، صبر وتحمل دانائی جیسی خوبیاں ان میں قابل رشک انداز میں پائی جاتی تھیں، جیسا کہ شاہِ روم کی قید میں انہوں نے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور اس کی جانب سے نصرانیت قبول کرنے کی بنیاد پر حکومت میں حصہ دار بنانے کی پیشکش کا جواب انتہائی حکمت و دانائی سے دیا۔ یہ مشکل میں سے اپنے ساتھیوں کو نکالنے کے لیے ایسی چال چلتے کہ دشمن دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ انہیں نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور شام ومصر کے تمام قائدین کا اعتماد زندگی بھر حاصل رہا۔'' (۱۱۵)

الغرض سلطنت مدینہ کے یہ وہ کامیاب سفارت کار تھے جنہوں نے ایک نئے دین اور ایک نئے مملکت کے سفیر بن کر دنیا پر اپنے نظام اور شاندار حکمت عملی کا دھاک بٹھا دیا تھا اور اقوام وممالک کو اپنے قریب لا کر ان کے قلب ودماغ کو فتح کیا اور اسلام کا پیغام پوری دنیا میں تیزی سے آگے کی جانب بڑھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے انتہائی اہم اور قریبی دوستوں میں ہوتا ہے۔ سیرت میں آپ کے بڑے فضائل ومناقب بیان ہوئے ہیں۔ آپ کو دین اسلام کے لیے بحیثیت سفیر خدمات ادا کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ حضرت عثمان کا تعلق قریش کے مشہور خاندان بنوامیہ سے تھا آپ سلسلہ نسب پانچویں پشت پہ عبد مناف پر نبی کریمؐ سے ملتا ہے آپ کی والدہ اروی رسول کریمؐ کی پھوپھی ام حکیم بیضاء بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔ بنی امیہ کے خاندان کو زمانہ جاہلیت ہی سے عز وشرف اور اقتدار حاصل تھا قریش کا قومی جھنڈا ''عقاب'' اس خاندان کی تحویل میں رہتا تھا، بعثت نبوی (ﷺ) کے وقت آپ کے والد عفان فوت ہو چکے تھے آپ کی والدہ اروی نے عقبہ بن ابی معیط سے دوسرا نکاح کیا، حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط آپؓ کی ماں جائی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کر کے جانے کے بعد ہجرت کرنے والی سب سے پہلی مسلمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خاتون ہیں جنھوں نے اپنے حقیقی بہن بھائیوں کو چھوڑ کر تنہا ہجرت کی۔ آپ کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ آپ کے اسلام لانے کے بارے میں الاصابہ میں علامہ ابن حجر رقم طراز ہیں کہ:

"کان أبو بكر مولفا لقومه فجعل يدعوا إلى الاسلام من يثق به فأسلم على يديه. "(۱۱۶)

"حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تبلیغ سے متاثر تھے اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے۔"

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے چچا حکم بن العاص نے آپ پر ظلم کی حد کر دی مگر آپ کے پایہ استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ قبول اسلام کے کچھ عرصہ بعد آپ نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ کا عقد آپؓ سے کر دیا، جب مکہ میں مسلمانوں پر ظلم بڑھ گیا تو آپ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا یہ پہلا قافلہ مہاجرین کا تھا جنھوں نے ہجرت فرمائی اس میں حضرت عثمان اور حضرت رقیہ شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جوڑے کے بارے میں فرمایا:

"انهما لأول من هاجر إلى الله بعد لوط. "(۱۱۷)

"یہ دونوں حضرت لوط کے بعد سب سے پہلے لوگ ہیں جنھوں نے اہل وعیال سمیت اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔"

کچھ عرصہ بعد جب کہ حبشہ میں یہ جھوٹی خبر ملی کہ اہل قریش مسلمان ہو گئے ہیں تو تمام مہاجرین واپس آ گئے جن میں حضرت عثمان اور ان کے اہل خانہ تھے مگر جب معلوم ہوا کہ خبر جھوٹی ہے تو مہاجرین حبشہ کی طرف واپس لوٹ گئے مگر جناب عثمانؓ مکہ والوں کی اذیتیں سہتے رہے ان کے واپس حبشہ جانے میں اختلاف ہے۔ مگر بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد آپؓ نے ہجرت عام کا حکم سننے کے بعد حضرت رقیہؓ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی، کیونکہ اس دوران حضرت رقیہ بیمار تھیں، جب بدر کی فتح کی خبر لے کر حضرت زید بن حارثہ مدینہ پہنچے تو حضرت رقیہ کو دفن کیا جا رہا تھا۔ باوجود غزوہ بدر میں آپ شریک نہ تھے مگر دل آپ کا میدان جہاد میں ہی تھا اسی وجہ سے آنحضرت کو بدریوں میں شمار کیا اور ان کو مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا۔

نبی کریم ﷺ حضرت عثمان سے بہت خوش رہتے تھے اور ان کی بڑی عزت بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کی دینی خدمات اور حسن اخلاق کی وجہ سے "اپنی دوسری بیٹی ام کلثومؓ کا آپ سے نکاح فرمایا اور ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کے لقب سے ملقب ہوئے"(۱۱۸)۔ یہ سعادت کسی اور کو نصیب نہ ہوئی۔ اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے غزوہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احد میں بھی شرکت کی۔

صلح حدیبیہ وسفارت عثمان رضی اللہ عنہ

مکہ کی یاد آنحضرت کو بے چین کیے ہوئے تھی اور اسی دوران آپ نے رؤیائے مبارکہ میں اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں طواف کرتے ہوئے پایا، اس کے بعد آپ بیت اللہ کی یاد میں رہنے لگے اور اس خواب کو اشارہ خداوندی سمجھ کر آپ نے چودہ سو صحابہ کے ساتھ ۶ ھجری میں عمرہ کا قصد کیا۔ اپنی عدم موجودگی میں نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو مدینہ میں نائب بنا کر گئے اور مسلمانوں کی کثیر تعداد حفاظت کی غرض سے وہیں رہنے دی۔ اس سے یہ بات واضح تھی کہ آپ جنگ کے ارادے سے نہیں ، بلکہ آپ کا مقصد زیارت کعبہ ہی تھا، آپ نے ذوالحلیفہ میں احرام باندھ لیے اور قربانی کے ستر اونٹ ساتھ لیے۔

آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا، لہٰذا مسلمانوں کے پاس معمولی ہتھیار جو کہ نیام میں تھے، آپ کے جاسوس بسر بن سفیان رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی کہ قریش آپ سے مقابلے پر کمر بستہ ہو گئے ہیں اور خالد بن ولید مقدمۃ الجیش کے طور پر ۲ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقام غمیم پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے وہ راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے سے حدیبیہ پہنچ گئے ۔ آخر اس نازک موقع پر نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ لیا اور سفیر بھیجنے کا ارادہ کیا۔ علامہ حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ:

”ثم انه علیه السلام حاول ان یمتحن صبر قریش مرة اخری، بارسال رسول یفاوضهم، فدعا الیه عمر بن الخطاب کنی یبلغ عنه اشراف قریش ماجاء له . قال عمر :یارسول اللہ! ”انی اخاف قریشا علی نفسی، ولیس بمکة من بنی عدی بن کعب احدیمنعنی، وقد عرفت قریش عداوتی ایاها وغلظتی علیها . ولکنی ادلک علی رجل اعز بها منی :عثمان بن عفان. “(۱۱۹)

” قریش کو ایک اور موقع دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دوسرا قاصد بھیجنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ: قریش مجھ پر جس قدر برہم ہیں آپ سے پوشیدہ نہیں اور میں بھی ان کے حق میں بہتر نہیں ہوں، مکہ میں میرے خاندان بنی عدی میں سے بھی کوئی نہیں اگر آپ عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کو بھیج دیں تو مناسب ہوگا، اہل مکہ ان کی بے حد تعظیم کرتے ہیں۔“

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے سفیر کے طور پر ابوسفیان اور دوسرے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

رؤسائے مکہ کے پاس بھیجا وہ انہیں اس بات کا یقین دلائیں کہ ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں کسی جنگ کے ارادے سے نہیں آئے۔ دوسرے ان کمزور مسلمانوں کو بھی خوش خبری سناویں جو اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام کا اقرار نہیں کر سکتے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اہل اسلام اور اسلام کو فتح و کامرانی عطا کرے گا۔ یہ پیغام لے کر حضرت عثمان اپنے عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور رؤسائے مکہ کو اللہ کے رسول کا پیغام پہنچایا اور کمزور مسلمانوں کو خوشخبری سنائی۔ مکہ میں حضرت عثمان کے عزیز ابان بن سعید نے آپ کو طواف کرنے کے لیے کہا تو آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے طواف کرنے سے منع کر دیا۔

اس بات کا چرچا جب قریش میں ہوا تو وہ سخت برہم ہوئے مگر وہ عشق رسول کو نہیں سمجھ سکے کہ کیسے عثمانؓ خود طواف کر لیں؟ اگر دیکھا جائے تو یہ قریش کا اکرام تھا مگر سفیر رسول ﷺ نے بڑی بہادری سے انکار کیا، کیوں کہ مقصد پیش نظر کچھ اور تھا، ایسی ہی لازوال قربانیوں سے تحریکیں پنپتی ہیں ان کو تازہ ہوا ملتی ہے جس سے وہ چمن زار و فصل بہار بن کر دنیا کے سامنے آتی ہیں۔

قریش مکہ نے عثمانؓ پر سختی شروع کر دی کہ وہ کسی طرح واپس نہ جانے پائیں جبکہ حضرت عثمانؓ بھی اپنی سفارتی مہم سے فارغ ہو گئے تو قریش نے ان کو روک لیا غالباً وہ چاہتے تھے کہ موجودہ مسئلہ پر صلح و مشورہ کر کے کوئی قطعی فیصلہ کریں تو اس دوران لشکر اسلام میں بعض حضرات آپس میں کہنے لگے کہ عثمان نہایت امن وسکون سے طواف کر رہے ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ عثمان اگر ایک عرصہ بھی وہاں رہیں تو وہ اس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک میں نہ کرلوں۔

جب کئی روز گزر گئے تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو بے چینی ہوئی کہ بہت دن ہو گئے اور عثمانؓ کی خبر نہ ملی، وہ مکہ ہی میں تھے کہ ایک دن یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ مکہ میں شہید ہو گئے ہیں، یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ خبر بہت بڑی تھی رسول اللہ ﷺ پر اس کا بہت اثر ہوا آپ ﷺ نے فوراً جماعت صحابہ کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ فیصلہ کن جنگ کے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ عثمان کے خون کا قصاص لینا فرض ہے یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے جانثاری کی بیعت لی۔ حضرت عمرؓ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔" پھر آپ نے صحابہ کرام کو بیعت کی دعوت دی صحابہ کرام ٹوٹ پڑے اور اس بات کی بیعت کی کہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتے، ایک جماعت نے موت پر بیعت کی، یعنی مر جائیں گے مگر میدان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جنگ نہیں چھوڑیں گے سب سے پہلے ابو سنان اسدی نے بیعت کی۔ حضرت سلمہ بن اکوع نے تین بار بیعت کی شروع میں درمیان میں اخیر میں۔ پھر رسول اللہ نے خود اپنا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر جب بیعت مکمل ہوگئی تو حضرت عثمان بھی آ گئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔" (۱۲۰)

یہ بیعت رسول اللہ نے ایک درخت کے نیچے لی تھی۔ جس کا ذکر قرآن حکیم میں بھی موجود ہے:

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" (۱۲۱)

"اللہ مومنین سے راضی ہوا جب کہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔"

حضرت عثمانؓ کی جان اس لیے بھی قیمتی ہوگئی تھی، کیوں کہ وہ منصب سفیر کی حیثیت سے مسلمانوں کی طرف سے گئے تھے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق امر واقعہ یہ تھا کہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کی تفویض کردہ خدمت پر گئے ہیں۔

قریش مکہ کو جب بیعت رضوان کا علم ہوا تو وہ نہایت خوفزدہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا چنانچہ وہ صلح کے لیے آمادہ ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کو مصالحت کا پیغام بھیجا۔

حضرت عثمانؓ کی سفارت ان کے جرات و شجاعت سے قریش مکہ کی طرف سفارت کے فرائض سر انجام دیئے اور اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں مکہ کی طرف بے خوف و خطر روانہ ہو گئے اور مکہ میں بھی مشکل حالات میں بھی ثابت قدم رہے اور اس مشکل وقت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کوئی کمی آنے نہیں دی جس کی مثال طواف سے انکار تھا۔

عہد نبوی کی سفارتی حکمت عملی کے نتائج اور اثرات

جب سفراء کرام کے باب کے تناظر میں دنیا کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سارے حکمت عملی کے پیچھے رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ ذہانت و فطانت کے ساتھ وہ خارجی سوچ ہے جو آپ نے ممالک و اقوام کے تناظر میں اٹھایا۔ حالانکہ ایک نئی سلطنت اور ایک فکر کو اپنے قدم جمانے میں سالہا سال لگتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کی ۲۳ سالہ قلیل عرصہ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ کی حکمت عملی یہ تھی کہ دنیا کو جنگوں اور طاقت کے زور پر زیر کرنے کے بجائے لوگوں کو فکر سے متعلق اپنی ذہنی وسعت کا اندازہ ہو جائے اور اس پیغام پر ان کو سوچنے کا موقع بھی مل سکے اور یہی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ بعض امراء نے تو اسی وقت آپ کے پیغام کو پڑھتے ہی اس نئے نظام کا حصہ بنے اور بعضوں نے سوچ و بچار کے لیے مہلت مانگی۔

مختلف قوموں اور مملکتوں کے درمیان باہمی تعلقات اور دو طرفہ معاہدات کے لیے قدیم زمانے سے سفارتی سرگرمیاں تاریخ میں نظر آتی ہیں۔ جنگی معاملات اور تجارتی امور پر بھی اس ادارہ کے ذریعہ رابطہ قائم کیا جاتا تھا۔ اگرچہ خارجہ معاملات کے لیے کوئی باقاعدہ اور منظم سفارتی سرگرمیاں موجود نہ تھیں، نہ ہی سفارت خانوں کے متعلق دفاتر مختلف ممالک میں قائم ہوتے تھے، لیکن سیاسی طور پر اسے نمایاں مقام حاصل تھا۔

زمانہ جاہلیت میں سفارتی رابطے صرف اس وقت قائم کیے جاتے تھے جب دفاعی معاہدات طے کرنے ہوں یا کوئی اہم مشکل درپیش ہو۔ بعض اوقات محض سیاسی تعلقات بنانے کے بھی رابطہ قائم کیا جاتا تھا، لیکن رسول اکرم ﷺ کے ذمہ جو کام توحید کی اشاعت کا سونپا گیا تھا اس کے لیے ضروری تھا کہ سفارتی ادارہ کو زیادہ فعال اور منظم بنایا جائے۔ اسلام ایک آفاقی دین تھا، جس نے زمان و مکان کی حدود و قیود سے بالاتر ہو کر تمام انسانوں کی فلاح و سعادت کے لیے ایک جامع نظام حیات پیش کیا، اس نظام میں دعوت دین یا نظریہ کی اشاعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، رسول اکرم ﷺ نے سفراء کے فرائض میں دعوت دین کے فریضہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔

ایک نظریاتی مملکت کے سفراء کی ذمہ داریاں بہت اہم ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے انتخاب اور تقرر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اس چیز کا خاص خیال رکھتے تھے کہ وہ پکے مسلمان ہوں، دین کا وسیع علم رکھتے ہوں، اپنے افکار و خیالات کے اظہار کا اچھا خاصا ملکہ حاصل ہو اور اپنی بات مدلل و مؤثر انداز میں پیش کر سکیں، لوگوں کی نفسیات کو سمجھتے ہوں اور جس قوم یا جس ملک میں بحیثیت سفیر جا رہے ہوں وہاں کے حالات اور ان کی زبان سمجھتے ہوں۔

ایک عمدہ سفیر کے لیے کم از کم چار اوصاف لازمی ناگزیر ہیں۔ اعلیٰ فراست و ذہانت، عمدہ زبان و طرز ادا، جاذب نظر شخصیت اور علاقہ تقریری و ادائیگی فرائض کی زبان پر قدرت۔ اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ موقع محل کی مناسبت سے مخصوص و موزوں شخص کا انتخاب کرتے تھے اور اس کی روانگی سے قبل حسب معمول اس کو ہدایات دیتے تھے کہ نرم اور اچھی گفتگو کریں، رحمت و نرم دلی کا مظاہرہ کریں، سختی اور سخت روی سے پرہیز کریں، آسانی پیدا کریں اور اختلاف و تصادم سے گریز کریں، خوشخبری سنائیں، نفرت و عداوت سے اجتناب کریں اور رحمت و اتفاق کا رویہ اپنائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیاست خارجہ کے تناظر میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد میں مختلف سفیروں کو مختلف اغراض و مقاصد کے لیے روانہ فرمایا۔ کچھ سفیر تبلیغ اسلام کے لیے پڑوسی شاہان وقت کو اسلامی دعوت کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت اور صلح کے لیے آمادہ کیا جائے، تاکہ ایک طرف تو اسلام کی عالمگیر تبلیغ کا دروازہ کھلے تو دوسری طرف تصادم و جارحیت کے امکانات یا خطرات میں کمی پیدا ہو۔ نتیجتاً ان سفارتوں نے اپنے اپنے علاقہ کے حکمرانوں میں خیر سگالی اور دوستی کے جذبات پروان چڑھانے میں کافی مؤثر کردار ادا کیا تھا۔

سلطنت مدینہ کے سفراء کا مختصر تجزیہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی ریاست میں کسی سفیر کی پہلی تقرری عسکری یا نیم عسکری مہموں کے دوران ہوئی تھی۔ ۳ھ ۶۲۵ء میں جب بنونضیر کے غزوہ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ اوسی کو سفیر بنا کر بنونضیر کے یہودیوں کے پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو ان معاملہ میں آخری فیصلے سے آگاہ کر دیں۔ دو برس بعد جب مدینہ احزاب کے محاصرہ میں گھر چکا تھا تو تین مسلم سفیروں حضرت سعد بن معاذ اوسی، سعد بن عبادہ خزرجی اور عبداللہ بن رواحہ خزرجی کی تقرری ہوئی تھی، ان کو بنوقریضہ کے پاس بھیجا گیا تھا کہ ان کو ان کے عہدہ و معاہدہ یاد دلائیں جو انہوں نے اسلامی ریاست کے ساتھ کیا تھا اور ان کو احزاب میں شامل ہونے سے روکیں، صلح حدیبیہ کے دوران تین مسلمان سفیروں کو مکہ بھیجا گیا تھا، ان میں حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے، قریش کی جانب سے بھی متعدد سفیر آئے تھے، صلح حدیبیہ کے بعد حضورؐ نے متعدد سفیروں کو جزیرہ نمائے عرب کے مختلف حصوں کے علاوہ بعض پڑوسی ملکوں کے حکمرانوں کے پاس بھیجا تھا۔

حیات نبوی (ﷺ) کے آخری برس مختلف علاقوں کو بھیجے جانے والے سفیروں کی تعداد سولہ تھی۔ غیر مسلم حکمرانوں اور قبیلوں کے پاس جو سفیر بھیجے گئے تھے کہ ان کا مقصد متعلقہ علاقوں یا قبیلوں کو اسلامی ریاست کا مطیع بنانا یا ان سے حلیفانہ تعلقات قائم کرنا تھا۔ مسلم سرداروں کے پاس یا تو اس غرض سے سفیر بھیجے گئے تھے کہ ان سے تبلیغ اسلام کا کام لیا جائے یا ان قبیلہ کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے ان مسلم طبقات کی حمایت اور مدد حاصل کی جائی۔ عموماً ایسی سفارتیں کامیاب ہوئیں۔ سوائے مسیلمہ کذاب اور شاہ بصریٰ حارث بن عمیر غسانی نے سفیر نبوی حضرت حارث بن عمیر ازدی کو قتل کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں اسلامی ریاست کو فوج کشی کرنی پڑی تھی۔

رسول اللہ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء و رسل اس دنیا میں تشریف لائے ان کی رسالت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خاص تھی ان کی اپنی قوم اور قبیلے تک محدود تھی، لیکن یہ امتیاز صرف محمد رسول اللہ کو حاصل ہے کہ آپ کی بعثت روئے زمین کی ہر قوم اور ہر جنس کے لیے ہوئی۔ تمام انسانوں کے لیے، تمام دنیا کے لیے ہوئی، یعنی آپ کی رسالت و نبوت عام ہے اور بعثت، بعثت تام ہے۔ قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی کو کامیاب بنانے میں دوسرا شعبہ مکتوبات کا رہا ہے۔ ذیل میں اس دوسرے شعبہ سے متعلق بحث کی جائے گی۔ جن میں مکتوبات گرامی، اسلوب مکتوب، ذمہ داران مکتوبات گرامی، ان مکتوبات کے اثرات ونتائج سرفہرست ہوں گے۔

شعبہ مکتوبات نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)

مکتوبات نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی تحریر اور اسلوب کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے مختلف مملکتوں میں قائم شاہی نظام جو غیر انسانی بنیادوں پر قائم تھا کو چیلنج کرتے ہوئے اللہ کی توحید کی طرف بلایا۔ اکثر ممالک میں شاہی نظام کی گرفت اتنی سخت تھی کہ عوام کی آزادی ان کے فرمانرواؤں نے مذہبی پیشواؤں کا تعاون حاصل کر کے انسانیت کو اپنے پاؤں تلے روندا۔ مگر دین اسلام نے توحید کی دعوت کے ساتھ انسانیت کے لیے بھلائی اور خیر کا معاملہ کیا اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لے کر آیا اور اس نے رنگ ونسل کے فرق کو ختم کیا، بلکہ سرخ وسفید، کالے اور گورے کو وجہ امتیاز نہیں، بلکہ تقویٰ کو امتیازی شان بخشی۔ اس نے بنی نوع انسان کی شاندار اور تابناک مستقبل کا مژدہ سنایا اور انسانی زندگی کے اجتماعی، معاشرتی، سیاسی، ذہنی اور روحانی پہلوؤں کے متعلق اوامر ونواہی جاری کر کے آزادی، مساوات اور اخوت کا درس دیا۔ یہ درس اس انداز سے دیا کہ آپ کے لب ولہجہ میں ذرہ برابر نیازمندی، ذاتی مفاد، مرعوبیت یا کمزوری نہیں، بلکہ ایک خاص وقار عزم وثبات تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کے اس پراعتماد اور پرخلوص دعوت کے انتہائی اثرات مرتب ہوئے، ہر خط کے آغاز میں بسم اللہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مطلق العنان بادشاہ محض اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے دیئے ہوئے نظام کے دائرہ میں آجائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے مکاتیب میں محض بادشاہوں اور امراء ہی کو مخاطب نہ کیا گیا تھا، بلکہ عوام الناس بھی اس میں شامل تھے۔ مکتوبات مملکتوں کے سربراہوں کے نام لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ بین الاقوامی قوانین کی رو سے خطوط ہمیشہ سربراہان ریاست کو بھیجے جاتے ہیں۔ پھر یہ اس دور کی بات ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ جب عام شہریوں کے حقوق بادشاہوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھے اور انہیں وہ سیاسی آزادی حاصل نہ تھی جس سے کام لے کر وہ اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکیں۔ بادشاہوں وسلاطین کو دعوت اسلام دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے سیاست و تدبر اور بالغ نظری کا حد درجہ ثبوت فراہم کیا آپ نے نہ صرف بڑی طاقتور ریاستوں کو دعوت اسلام دی، بلکہ ان کے زیر اثر اور ماتحت سرحدی ریاستوں کو بھی جھنجوڑا۔ سیاسی لحاظ سے اس مقصد یہ تھا کہ طفیلی ریاستوں کو کسی طرح ان بڑی طاقتور مملکتوں سے علیحدہ کر دیا جائے جن سے وہ قوت پا رہی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مختلف حالات کے پیش نظر شاہان عالم عرب کے حکم رانوں، ہم سایہ قوموں اور قبائلی سرداروں کے نام مکتوبات گرامی ارسال فرمائے۔ سربراہان ریاست کو مکتوب لکھتے وقت رسول اللہ ﷺ نے ایسے بین الاقوامی آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جن کو جدید سفارتی آداب میں شامل کیا گیا ہے۔

جب مکتوبات گرامی کے تناظر میں رسول اللہ ﷺ کی مکتوبات کے تعداد کے بارے میں جاننے کی کوشش کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سینکڑوں خطوط بھیجے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ الوثائق السیاسۃ میں فرماتے ہیں کہ تاریخ نے رسول اکرم ﷺ کے کوئی ڈھائی تین سو خطوط محفوظ رکھے ہیں جب کہ اپنی ایک اور تصنیف میں فرماتے ہیں کہ:

> ''آپ ﷺ کے خطوط کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہونی چاہیے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حکومت دس لاکھ سے زائد مربع میل کے علاقے پر چلتی تھی، اور دس سال تک حکمرانی کے فرائض آپ کو انجام دینے پڑے تھے۔''(۱۴۲)

کسی دور کی تاریخ کو سمجھنے کے لیے مورخین کے بیانات سے زیادہ اس دور کی دستاویزیں قابل اعتماد سمجھی جاتی ہیں۔ مکتوبات نبوی (ﷺ) میں طوالت بیان، عبارت آرائی اور تکلف و تصنع کے ذہنی تلذذ کے بجائے سادگی، بے تکلفی اور اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے ان پیغمبرانہ امانت و صداقت کے انتہائی عزم و یقین کے ساتھ اسلام کی دعوت ہے، اصول دین کی تبلیغ ہے، سیاسی معاہدات ہیں، مقبوضہ املاک کی بحالی کا وعدہ ہے اور اسلام کے احکام و مصالح اور تشریعی مسائل وغیرہ امور کا ذکر ہے۔

عرب میں مہر کا رواج

عرب میں خطوط پر مہر کا رواج نہیں تھا وہ اپنے خطوط یا دستاویزات کو بغیر مہر کے بھیجتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے عرب سے باہر امراء وسلاطین کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ روم وفارس کے امراء وسلاطین بغیر مہر کے خط کو قبول نہیں کرتے تو آپ ﷺ نے مہر بنانے کا حکم دیا جس سے آپ کو یہ اعزاز ملا کہ عرب میں خط پر مہر لگانے کو سب سے پہلے آپ نے رواج دیا اور مہر بنانے کا حکم دیا:

”عن أنس بن مالک قال لما اراد نبی اللّٰہ ان یکتب الی العجم قیل له ان العجم لا یقبلون الا کتابا علیه خاتم فاَطنع خاتماً قال فکانمی انظر الیٰ بیاضعه فی کفه.“(۱۲۳)

”حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب عجم کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو عرض کیا گیا کہ عجم وہ خط نہیں لیتے جب تک اس پر مہر نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اس انگوٹھی کے مہر کی چمک اب بھی دیکھتا ہوں جس کا رخ ہتھیلی کی طرف تھا۔“

رسول اکرم ﷺ نے جب خطوط پر مہر لگانے کے لیے چاندی کی انگوٹھی تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس مہر کی بناوٹ کس طرح کی تھی۔ اس بارے میں علامہ ابن سعد طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ:

”کان خاتم النبی ﷺ نقشه ثلاثة اسطر ، محمد رسول اللّٰہ، محمد فی سطر، ورسول فی سطر واللّٰہ فی سطر.“(۱۲۴)

”رسول اللہ ﷺ کے مہر کا نقش تین سطروں پر مشتمل تھا، محمد ایک سطر میں اور رسول دوسری سطر میں اور اللہ تیسری سطر میں۔“

غرض کہ مہر نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو آپ جب لگاتے جب کاتب آپ کو خط پڑھ کر سناتے اور اس کے لفافہ کو بند کر دیا جاتا۔

اسلوب مکتوبات وہدایات نبوی (ﷺ)

رسول اللہ ﷺ افصح العرب تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ جب بات کرتے تو اشارہ و کنایہ میں بات کرنے سے بالکل گریز فرماتے تھے اور نہ ہی گھما پھرا کر کلام کرنا پسند کرتے۔ ایسے ہی جب آپ ﷺ نے سربراہ مملکت کو خطوط بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو اس میں بھی دعوت قبول کرنے کے لیے اور سیاسی طور پر اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے لیے لمبی چوڑی تمہید کے بجائے نفس مضمون سے آغاز فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے مکتوبات کے اسلوب پر ایک مفکر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”رحمۃ اللعالمین ﷺ کے خطوط میں طوالت بیان، عبارت آرائی، تکلف وتصنع اور لفظ وبیان کی نمائش کے بجائے سادگی، حقیقت پسندی، بے تکلفی اور اختصار کا طرز نمایاں ہے۔“(۱۲۵)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ جب رسول اللہ ﷺ خط بھیجنے کا ارادہ فرماتے تو خط لکھنے کے آداب، خط میں لکھے جانے والے حروف سے متعلق ہدایات بھی جاری فرماتے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ان ہدایات کو اس طرح سے جمع کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"کاغذ کو موڑنے سے پہلے اس کی سیاہی کو ریگ ڈال کر خشک کرلو، یا یہ کہ حرف "س" کے تینوں شوشے برابر کردیا کرو اور اس کو بغیر شوشوں کے نہ لکھا کرو۔"(۱۲۶)

"یعنی (س) غالباً یہ حکم، اس لیے تھا کہ شوشے نہ دینا احتیاط پسندی کے فقدان اور سستی پر دلالت کرتا ہے۔"

اس کے علاوہ کاتب کے لیے بھی ضروری ہے کہ جب اس کو لکھوایا جائے یا یہ کہ لکھتے ہوئے اگر کچھ رکنا پڑ جائے تو کاتب کو چاہیے کہ قلم اپنے کان پر رکھ لے، کیونکہ اس سے لکھوانے والے کی زیادہ آسانی سے یاددہانی ہوجاتی ہے، بولنے میں ذہن منتشر ہوجاتا ہے۔ یہی ہدایت رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو دی تھی۔ حضرت زید بن ثابتؓ کی زبانی پڑھیے کہ:

"قال: كنت اكتب لرسول الله يوما، فقام لحاجة، فقال لي: ضع القلم على اذنك، فانه اذكر للمملي، واقضى للحاجة."(۱۲۷)

"حضرت زید فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ کے لیے لکھ رہا تھا پھر ایک حاجت کے لیے چلا گیا (اور جو لکھتا تھا وہ بھول گیا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قلم اپنے کان پر رکھو جس سے تمہیں بھولا ہوا یاد آجائے گا اور تیری حاجت پوری ہوجائے گی۔"

عہد نبوی (ﷺ) کے شعبہ خطوط کے ذمہ داران

قرآن وسنت کی خط وکتابت کا سہرا صحابہ کرامؓ کا اعزاز ہے انہوں نے اس کام کے لیے حیرت انگیز خداداد صلاحیتوں استعمال کیا اور ان تمام کاموں کے پیچھے ان کی انتھک محنت قربانی اور دین کی خدمت کا جذبہ تھا اس کے لیے انہوں ایک دوسرے کے وسائل کو اختیار کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ عہد نبوی میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا مگر بارگاہ رسالت سے جب کتابت سیکھنے اور سکھانے کا حکم ہوا تو صحابہ کرامؓ جس میں خاص طور پر زید بن ثابت نے حیرت انگیز کارنامے دکھائے۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب دیگر والیان ریاست کو دعوت وتبلیغ کا مرحلہ پیش آیا تو آپؐ نے خطوط بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ ان خطوط کے لکھنے ذمہ داری رسول اللہ ﷺ نے اپنے چند ساتھیوں کے سپرد کی تھی جن میں سرفہرست تین صحابہ کرامؓ کے نام آتے ہیں اور وہ حضرت زید بن ثابتؓ۔ عبداللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن ارقم۔ حضرت معاویہ۔ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کسی سربراہ مملکت کو خط بھیجنے کا ارادہ فرماتے تو ان ہی میں سے ایک سے خط لکھتے اور خط لکھنے کے بعد اس پر مہر لگا کر روانہ کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کے کاتبین پر ایک مختصر سی نظر کچھ یوں ہیں۔

حضرت زیدؓ بن ثابت

نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت زیدؓ بن ثابت کی عمر گیارہ سال تھی اور ان کو سترہ سورتیں یاد تھیں جب سرکار دو عالم نے وہ سورتیں سنیں تو بہت خوش ہوئے اور ایک خاص خدمت جو زیدؓ کے لیے سعادت تھی کا اشارہ فرمایا اور یہودیوں پر عدم اعتماد ظاہر کرتے ہوئے ان کی زبان وتحریر سیکھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ نصف مہینہ میں ہی یہودی زبان وتحریر پر قادر ہو گیا اور اتنا ماہر ہو گیا کہ یہود کی طرف سے جو خط آتے تھے ان کو آپ کے سامنے ہی پڑھتا تھا۔ حضرت زید ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان رسول الله ﷺ أمره ان يتعلم كتاب يهود ليقراه على النبي ﷺ اذا اكتبوا، فتعلمه في خمسة عشر يوما." (۱۲۸)

"کہ رسول اللہ نے ان کو حکم دیا کہ یہود کی زبان سیکھو، تا کہ اس کو نبی ﷺ کے سامنے پڑھے جب وہ خط لکھے پھر میں نے اس کو پندرہ دن میں سیکھ لیا۔"

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے انتہائی قریبی اور چہیتے صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ آپؓ سے حضور ﷺ کو انتہائی محبت وشفقت تھی، کیونکہ آپؓ ہی دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر سب کچھ چھوڑ رکھا تھا۔ خطوط کے تناظر میں آپؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہ کر شاہان ارض کو خط لکھا کرتے تھے آپ کے بارے میں منقول ہے کہ:

"وكان زيد بن ثابت يكتب الى الملوك مع ماكان يكتبه من الوحي." (۱۲۹)

"حضرت زید بن ثابت بادشاہ کے طرف خطوط لکھنے کے ساتھ ساتھ وحی بھی لکھتے تھے۔"

آپ کی سیرت کے انمول زاویے ہیں جس پر سیرت نگاروں نے تفصیل سے لکھا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر معاویہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو یا تین سال رہے۔ پیشکار رسالت کی حیثیت سے جلوت وخلوت میں ساتھ رہے۔ انہیں وحی الٰہی کی کتابت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاویہؓ رسول اللہ ﷺ کے سالے بھی تھے۔ جب خطوط لکھنے کا مرحلہ آیا تو آپؓ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطوط لکھنے والوں میں شامل فرمایا:

"عن عبداللّٰہ بن عمرو انّ معاویۃ کان یکتب بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم." (۱۳۰)

"حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر وحی کے خطوط وغیرہ لکھا کرتے تھے۔"

جناب امیر معاویہ کو اللہ تعالیٰ نے علوم دینیہ میں کامل دسترس دی اور کمال تفقہ دیا اس کی وجہ رسول اللہ ﷺ وسلم کی دعا ہے جو آپ ﷺ نے حضرت معاویہ مانگی۔ دعا کچھ یوں ہیں کہ:

"اللّٰھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب۔" (۱۳۱)

"اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔"

ذخیرہ احادیث میں حضرت معاویہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک سو ترسیٹھ احادیث نقل کی ہے جو مختلف کتب احادیث میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن ارقم کا شمار بھی رسول اللہ ﷺ کے مکتوب گرامی کے لکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن ارقم کے قبول اسلام کے بارے میں الاصابہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ:

"عبد یغوث جدہ و کان خال النبی ﷺ، اسلم یوم الفتح۔" (۱۳۲)

"عبد یغوث ارقم کے دادا اور نبی کریم ﷺ کے ماموں تھے۔ یہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔"

حضرت عبداللہ بن ارقم کے مکتوبات گرامی لکھنے کا سنن الکبریٰ کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کہ ایک مرتبہ رسول اللہ کے پاس ایک خط آیا تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ارقم سے جواب لکھنے کے بارے میں ارشاد فرمایا انہوں نے جواب لکھا تو آپ ﷺ کو ان کا جواب پسند آیا اور آپ ﷺ نے ان کو دعا دی، روایت ہے کہ:

"عن عبداللّٰہ بن عمر قال أتی النبی ﷺ کتاب رجل، فقال لعبداللّٰہ بن أرقم اجب عنی، فتکب جوابہ ثم قراہ علیہ فقال اصبت واحسنت، اللّٰھم وفقہ۔" (۱۳۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک خط آیا تو آپ نے عبداللہ بن ارقم سے کہا میری طرف سے جواب دو، تو عبداللہ بن ارقم نے اس کا جواب لکھا اور اس کو نبی کریم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے اور پسند فرمایا اور دعا فرمائی اے اللہ! خیر کی توفیق عطا فرما۔''

مکتوب لکھنے کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت عبداللہ بن ارقم پر حد درجہ اعتماد تھا روایت ہے کہ:

''انه كان يأمره ان يكتب الى بعض ملوك فيكتب ثم يامره ان يكتب ويختم ولا يقرأه لامانة عنده''(۱۳۴)

''کتابت میں ان کی امانت پر حضور ﷺ کو اس قدر اعتماد تھا آپ کسی بادشاہ کی طرف خط لکھنے کا حکم فرماتے تو وہ لکھ کر مہر لگا کر بند کر دیتے حضورؐ اس کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔''

علامہ زرقانی نے بھی حضرت عبداللہ بن ارقم کو مکتوبات نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) لکھنے والوں میں شمار کیا ہے۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ:

''كان يكتب الرسائل عن رسول الله ﷺ الى الملوك وغيره۔''(۱۳۵)

''حضرت عبداللہ بن ارقم رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بادشاہوں اور دیگر لوگوں کو خطوط لکھتے تھے۔''

عہد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے بعد عہد خلفاء خصوصاً'' حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے دور میں میں خطوط لکھنے کے ذمہ داری آپؓ کے سپرد تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرت عبداللہ بن ارقم سے اپنے امور میں مشورہ بھی لیا کرتے تھے۔''(۱۳۶)

اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن ارقم قبائل کے درمیان معاہدات اور دیگر فرائض بھی لکھتے تھے آپ کے بارے میں ایک جگہ یہ تحریر ملتی ہے کہ:

''وكان عبدالله بن ارقم عبد يغوث وعلاء بن عقبه يكتبان بين القوم فى قبائلهم ومياههم وفى دور الانصار بين الرجال والنساء۔''(۱۳۷)

''حضرت عبداللہ بن ارقم اور علاء بن عقبہ زیادہ تر قبائل کے درمیان معاہدات اور پانی کی تقسیم کے معاہدے، انصار کے مردوں اور عورتوں کے درمیان تصفیے وغیرہ تحریر فرماتے تھے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مکتوبات رسول اور سربراہان مملکت

رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات گرامی پر اگر لکھنا شروع کیا جائے تو مستقل ایک کتاب بن سکتی ہے، لیکن مقالہ نگار کا مقصد صرف خطوط کو جمع کرنا نہیں ہے، بلکہ ان کو خطوط کو زیر بحث لانا ہے جو آپ ﷺ نے بیرونی ممالک کے سربراہان کو بحیثیت سربراہ مملکت بھیجے اور ان کو مشترکہ سیاسی و مذہبی تعلیمات کی طرف دعوت دی۔ تاکہ انسانیت الگ الگ گروہ میں بٹنے بجائے کے ایک مشترکہ عقیدہ پر عمل پیرا ہو اور آپس کے اختلافات ختم ہو کر معاشرہ امن اور سکون کا سانس لے سکیں۔ سربراہان مملکت کو بھیجنے والے خطوط میں حبشہ، روم، فارس، یران، مصر، عمان اور یمامہ کے والی اور سربراہ مملکت شامل ہیں۔ ان خطوط کے سیاسی و مذہبی فوائد، اثرات اور رسول اللہ کے مکتوبات گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

مکتوب گرامی اور سربراہ حبشہ

حبش عرب کے جنوب میں مشرقی افریقہ میں واقع ہے، حبشہ عربی نام ہے یونانی میں اسے اتھوپیا کہتے ہیں۔ بعثت نبوی کے زمانہ میں حبش کے تخت پر اصحمہ نامی بادشاہ متمکن تھا ان کا خاندان چوتھی صدی عیسوی سے حبش پر حکمران تھا یہ خاندان بت پرست تھا مگر بعد میں اسکندریہ کے ایک بشپ نے یہاں اپنے مشن کا ایک مرکز قائم کیا، سب سے پہلے ازینہ شاہ حبش نے عیسائیت قبول کی پھر تمام ملک ہی عیسائی ہو گیا۔

جب مکہ کی زمین مسلمانان توحید پر تنگ ہو گئی اور کفار طرح طرح سے ان کو تنگ کرنے لگے۔ اور قریش مکہ کے مظالم حد سے بڑھنے لگے تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے پانچویں سال ان کو مظلومین مکہ کو ہجرت کر کے حبشہ جانے کی ہدایت کی۔ حبشہ کے بادشاہ کو نبی کریم ﷺ کا مکتوب مہاجرین کے پہلے قافلے کو شاہ حبشہ نجاشی کے نام آپ نے تعارفی خط مرحمت فرمایا جس میں نبی کریمؐ نے شاہ حبشہ کو مسلمان پناہ گزینوں سے فیاضی کا سلوک کرنے کی تلقین فرمائی۔

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. من محمد رسول اللّٰہ الی النجاشی ملک الحبشة اسلم انت فانی احمد الیک اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن، واشھد ان عیسی بن مریم روح اللّٰہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبة الحصینة فحملت بہ فخلقہ من روحہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ونفخه كما خلق آدم بيده وانى ادعوك الى الله وحده لا شريك له والمولاة على طاعته وان تتبعني وتؤمن بالذى جاء نى فانى رسول الله وانى ادعوك وجنودك الى الله عزوجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتى. والسلام على من اتبع الهدىٰ۔''(۱۳۸)

''میں آپ کو اللہ کی حمد و ثناء کے ساتھ مخاطب کر رہا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو قادر مطلق ہے۔ جو پاک (تمام عیبوں سے) ہے جو (سب کا) محافظ ہے اور جو (سب مصائب سے) بچانے والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ مسیح ابن مریم روح اللہ اور اس کا حکم ہیں جسے اس نے پاک باز اور پاک دامن مریم کی طرف القاء کیا اور جنہیں (ابن مریم) اللہ تعالیٰ نے اپنی روح اور اپنی پھونک کے اثر سے (حضرت مریم کو حاملہ کر کے) پیدا فرمایا جیسے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا تھا۔ اما بعد! میں آپ کو خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ آپ میری پیروی کریں اور جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لے آئیں، کیونکہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں اور میں آپ کو اور آپ کی فوج اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کی طاقت اور جس کی شان سب بلند ہے میں نے اللہ کا پیغام آپ کو پہنچا دیا اور نصیحت بھی کر دی اب یہ آپ پر ہے کہ آپ میری نصیحت قبول کریں۔ اور ان تمام لوگوں کو سلام جو سیدھے راستے پر چلیں۔''

قریش مکہ کو یہ بات گوارا نہیں تھی کہ مسلمان وہاں آزادی کے ساتھ رہیں، اس لیے انہوں نے قریش میں ایک وفد نجاشی کے پاس بھیجا، تاکہ ان نومسلموں کو پکڑ کر واپس لایا جائے۔ جب یہ سفارت نجاشی کے پاس پہنچی تو انہوں نے کہا کہ، یہ لوگ عجیب وغریب عقائد رکھتے ہیں جن سے نہ ہم واقف ہیں نہ آپ۔ شاہ حبش نے وفد کی اس شکایت پر مہاجرین سے ان کے عقائد دریافت کیے تو حضرت جعفرؓ نے ان کے سامنے ایمان افروز تقریر کی جس کے نتیجے میں شاہ حبش پر ان کی تقریر کا بڑا اثر ہوا اس نے قریش کے وفد کو صاف جواب دے دیا کہ ایسے پاکیزہ عقائد رکھنے والے نیکوکار لوگوں کو میں واپس کر کے ظالموں کے ظلم وستم کا شکار ہرگز نہ بننے دوں گا۔

اس کے بعد نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب گرامی کا جواب دیا اور ایک بہت خوبصورت خط روانہ کیا۔ خط کی عبارت مشہور مؤرخ علامہ طولون دمشقی کچھ یوں نقل کی ہے۔

''بسم الله الرحمن الرحيم . الى محمد رسول الله من اصمحة النجاشى سلام عليك يا نبى الله من الله ورحمة الله وبركاته . الله الذى لا اله الا هو الذى هدانى الى الاسلام اما بعد فقد اتانى كتابك يا رسول الله فيما ذكرت

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

من امر عیسی فورب السماء والارض ان عیسی لا یزید علی قلت ثفروقا وانه کما قلت ولقد عرفنا ما بعث به الینا ولقد قربنا ابن عمک واصحابه واشهدک ان رسول اللّٰه صادق ومصدوقا وقد بایعتک وبایعت ابن عمک واسلمت علی یدیه لله رب العالمین وبعثت الیک یا بنی ارمی بن الاصحم فانی لا املک الا نفسی وان شئت ان آتیک یا رسول اللّٰه فعلت، فانی اشهد ان ما لقوله حق والسلام علیک یا رسول اللّٰہ۔"(۱۳۹)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اصحمہ نجاشی کی جانب سے، سلامتی آپ پر ہوا ے اللہ کے نبی اور اللہ کی رحمت و برکت ہو، اللہ وہ ذات ہے جس کا کوئی شریک نہیں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ اس کے بعد پس آپ کا خط میرے پاس آیا جس میں حضرت عیسیٰ کے بارے میں ذکر کیا ہے پس اس ذات کی قسم! جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کرتا اور البتہ ہم نے جان لیا جو آپ کی جان مبعوث ہوا ہے اور آپ چچازاد بھائی نے اور بھی قریب کیا اور اس کے دوستوں نے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں نے آپ کی بیعت اور آپ کے چچازاد بھائی کی بیعت کی اور میں نے اسلام قبول کیا اس کے ہاتھ اللہ رب العالمین کا اور میں نے آپ کی طرف ارمی بن اصحم کو بھیجا ہے پس میں میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں مگر اپنی ذات کا اگر آپ چاہے تو خدمت میں حاضر میں ہو جاؤ، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کہتے ہیں وہ حق ہے اور آپ پر سلام ہوا ے اللہ کے رسول ﷺ۔

ایک خط آپ نے نجاشی محرم ۷ ہجری میں عمرو بن امیہ ضمری کی معرفت حبشہ آپ نے بھیجا، یہ نیک دل بادشاہ اصحمہ ایمان لایا اور اس نے مسلمانوں کی مدد بھی کی اور تقریباً ۹ ہجری تک آنحضرتؐ نے حبشہ سے تحائف و سفارت کا سلسلہ جاری رکھا اور اس سے دونوں ممالک کے تعلقات مضبوط ہوئے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اس کے انتقال پر رسول اللہ ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

مکتوب گرامی بنام ہرقل روم

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت روم (رومن امپائر) اور ایران کی حکومتیں اپنی سطوت و جبروت اور طاقت وعظمت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے زیادہ پرشوکت حکومتیں سمجھی جاتی تھیں، روم کی حکومت دارالسلطنت قسطنطنیہ تھا مسلمانوں کو رومی عیسائیوں سے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمدردی تھی اسی لیے رومی ایرانی جنگ میں ایران کے غلبہ کی وجہ سے قریش خوش مگر مسلمان افسردہ تھے، اور غلبت روم کی آیت سے مسلمانوں کو یہ تقویت ملی کہ ایک وقت میں رومی جس طرح سے غالب آ جائے گے اسی طرح قریش پہ مسلمان بھی غالب آ جائیں گے۔ بارگاہ نبوتؐ کے سفیر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی فرمان رسالت لے کر ۶ ہجری کے آواخر میں جب بیت المقدس پہنچے تو آداب شاہی بتائے گئے مگر انہوں نے یہ کہا کہ میں خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ قیصر کے حکم پر ان کو اجازت ملی اور انہوں نے وہ خط ہرقل کے حوالہ کر دیا۔ خط کی عبارت کچھ اس طرح سے ہے کہ:

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم . من محمد رسول اللّٰہ إلیٰ ھرقل عظیم الروم . سلام علی من اتبع الھدیٰ . اما بعد فاني ادعوک بدعایة الاسلام . اسلم تسلم . یوتک اللّٰہ اجرک مرتین . فان تولیت فان علیک اثم الیریسیین . ویا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبدوا الا اللّٰہ و لا نشرک بہ شیئاً . و لا نتخذ بعضا اربابا من دون اللّٰہ فان تولو فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔" (۱۴۰)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل کی جانب جو روم کا عظیم ہے سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تم کو اسلام کے کلمہ کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے اور خدا تم کو دوہرا اجر دے گا، لیکن اگر تم روگردانی کی تو تمہاری تمام جاہل رعایا کا گناہ تم پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب اس بات کی طرف آ ؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفق علیہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ہم میں بعض بعض کو خدا کے سوا مالک نہ بنا لے۔"

ہرقل روم نے یہ خط لکھنے کے بعد تو اس نے حکم دیا کہ عرب کا کوئی آدمی مل جائے تو اسے پیش کیا جائے۔ وہ طویل گفتگو شعبہ سفارت کاری میں گزر چکی ہے۔ اس پوری گفتگو کے بعد ہرقل نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اگر صحیح ہے تو وہ ضرور نبی ہیں، ہم لوگ یہ تو جانتے تھے کہ ایک نبی کا ظہور تم لوگوں میں ہوگا میری خواہش ہے کہ کاش ان کی زیارت ہوتی۔ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کا پیر دھوتا، ان کی حکومت اس مقام تک پہنچے گی جہاں اس وقت میرا قدم ہے۔

ہرقل کچھ حالات و واقعات سے بھی باخبر تھا اور وہ نجوم کا ماہر تھا اور ایک ماہر نجومی نے اس سے کہا بھی تھا کہ ایک نبی کی بعثت ہو چکی ہے، مگر اس کے باوجود وہ دعوت حق کو قبول کرنے سے محروم رہا حالانکہ اس کو معلوم تھا کہ یہ سچ اور حق ہے اور پھر کچھ سالوں بعد ہرقل روم کی اپنی پیشنگوئی صحیح ثابت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئی جب مسلمانوں نے روم کو فتح کیا۔

شہنشاہِ ایران کے نام مکتوب گرامی

رسول اللہ ﷺ نے سربراہان مملکت کو بھیجے جانے والے خطوط میں سے۔ ایک خط سربراہ اور شہنشاہ ایران کو بھی بھیجا تھا جو کہ عبداللہ بن حذافہ السہمی سفیر رسول لے کر گئے وہ کئی بار ایران کا سفر کر چکے تھے انتخاب ہوا، وہ اس علاقے کے معاملات سے بخوبی آگاہ تھے خط مشرقی عرب کے ایک ایرانی گورنر کے توسط سے بھجوایا گیا۔ مگر اس نے خط پورا سنے بغیر ہی پھاڑ ڈالا، کیوں کہ خط کا آغاز اس کے شایان شان نہیں تھا۔ اس کی عبارت مندرجہ ذیل تھی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم . من محمد رسول اللّٰہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ وآمن با للّٰہ ورسولہ و شھدان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ رسولہ ط ادعوک بدعایہ اللّٰہ فانی انا رسول اللّٰہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکفرین اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔" (۱۴۱)

"محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام۔ جو ہدایت پیروی کرے، اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اس پر سلام ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا جو واحد اور لاشریک ہے کوئی معبود نہیں، اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے! خدا نے مجھے تمام دنیا کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، تاکہ ہر زندہ انسان کو خدا کا خوف دلاؤں، اسلام قبول کر لیجیے اور محفوظ ہو جائیے، اگر آپ نے انکار کیا تو تمام مجوسی (زرتشی) قوم کا گناہ بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔"

جب یہ مکتوب گرامی کسریٰ کو پہنچا اور اس نے کھول کر پڑھنے کا حکم دیا تو اس کو اپنے نام سے قبل رسول اللہ ﷺ کا نام ہونے کی وجہ سخت غصہ آیا، کیونکہ ایران کا دستور یہ تھا کہ بادشاہوں کو جو خطوط لکھے جاتے تھے ان میں سب سے پہلے بادشاہ کا نام ہوتا ہے، جس پر کسریٰ نے مکتوب گرامی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، حضور کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے، اس کے بعد ہی کسریٰ مارا گیا۔

مقوقس حاکم مصر کے نام مکتوب گرامی

زمانہ بعثت کے وقت مصر کے حاکم مقوقس تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سربراہان کو ریاست کا خطوط بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمایا تو اس میں سے ایک خط مصر کے حاکم مقوقس کو روانہ فرمایا۔ بارگاہ رسالت (ﷺ) سے یہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ لے کر روانہ ہوئے تھے۔ وہ مسافت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طے کرتے ہوئے اسکندر پہنچے اور مقوقس کے سامنے مکتوب گرامی پیش کر دیا۔اس میں لکھا تھا۔

''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم . من محمد عبداللّٰہ ورسولہ الی 'المقوقس عظیم القبط ، سلام علیٰ من اتبع الھدی '. اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام . اسلم تسلم واسلم یوتک اللّٰہ اجرک مرتین . فان تولیت فعلیک اثم اھل القبط ویا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبدوا الا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئاً . ولا نتخذ بعضا اربابا من دون اللّٰہ فان تولو فقولوا اشھدوا بانا مسلمون. "(۱۴۲)

''محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے مقوقس حاکم مصر کے نام ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو، بعد ازاں، میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجئے اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔اور اگر آپ نے انکار کیا تو سارے اہل قبط کا گناہ بھی آپ پر ہوگا۔اے اہل کتاب! ایک ایسی بات تسلیم کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلم ہے وہ یہ کہ ہم سب خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں، اور نہ اللہ کے سوا ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیئے کہ ہم بہر حال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔''

لیکن اس نے وہ خط لے کر عقیدت وعزت سے لیا اور ایک ہاتھی دانت کے ڈبہ میں محفوظ کر کے رکھا پھر ایک کاتب سے حضور ﷺ کے لیے خط لکھوایا اور ہدیہ میں کپڑا، دو لونڈیاں اور بغلہ دلدل بھیجا اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس نے ایک مثقال سونا دیا۔

مکتوب گرامی حاکم یمامہ کے نام

اسی طرح زمانہ بعثت میں ملک یمامہ کے والی اور سربراہ ہوذہ بن علی تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک مکتوب گرامی ان کے نام روانہ فرمایا تھا اور ان کو اس طرح دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی کہ ایک شخص گویا پوری قوم کی کایا پلٹ سکتا ہے۔خط کچھ اس طرح سے تھی کہ:

''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ الیٰ ھوذہ بن علی. سلام علی من اتبع الھدیٰ ، واعلم ان دینی سیظھر الیٰ منتھی الخف والحافر فاسلم تسلم واجعل لک ماتحت یدیک۔''(۱۴۳)

''جو ہدایت کا اتباع کرے اس پر سلامتی ہے آپ کو واضح ہو کہ میرا یہ دین تمام عرب وعجم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدود تک پہنچ کر رہے گا اور غالب آئے گا! پس آپ کو اسلام قبول کر لینا چاہیے کہ اس میں سلامتی ہے! مجھے آپ کے ملک سے کوئی سرکار نہیں ہے، وہ بدستور آپ کے ہی قبضے میں رہے گا۔"

حاکم یمامہ ہوذہ بن علی کے پاس مہر شدہ خط حضرت سلیط بن عمرو عامریؓ لے کر گئے تھے۔

حاکم یمامہ نے سفیر بڑی عزت دی، پھر خط سنا اور جواب میں "زمین پر اپنے اختیارات برقرار رکھنے کی شرط رکھی کہ ہم جب ہی آپ کا اتباع کریں گے، سفیر رسول کو ہجر کا بنا ہوا کپڑا دیا۔ وہ سب چیزوں کو لے حضور ﷺ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: اگر وہ ایک انگل زمین یا ایک کھجور کے برابر زمین مانگے تو میں نہ دوں۔" (۱۴۴)

حاکم یمامہ ہوذہ کے پاس دمشق کا ایک بہت بڑا نصرانی تھا اس نے ہوذہ سے رسول اللہ کے متعلق سوال کیا تو "ہوذہ نے کہا کہ میرے پاس ان کا خط آیا تھا اسلام کی دعوت دی تھی میں نے قبول نہ کیا پوچھا کیوں؟ ہوذہ نے کہا کہ مجھ کو اپنے دین سے حسن ظن ہے، اور میں قوم کا بادشاہ ہوں ان کی اتباع کر لیتا تو اپنے ملک کا مالک نہ رہتا، نصرانی نے کہا کہ اگر تم ان کی اتباع کرتے تو بلاشبہ وہ تم کو مالک رہنے دیتے، اور تمہاری بھلائی یہی تھی کہ ان کی اتباع کرتے، وہ عرب کے نبی ہیں، عیسیٰ ابن مریم نے ان کی بشارت دی ہے۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔" (۱۴۵)

یہود خیبر کے نام مکتوب گرامی

رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات گرامی میں سے ایک خط وہ ہے جو آپ نے خیبر کے یہود کے سرداروں کے پاس بھیجا تھا اور ان کو ان کی ہی کی تعلیمات میں سے جو توراۃ میں نازل ہوئی تھی کہ ایک نبی مبعوث ہوگا کی روشنی میں اپنی بعثت کا مقصد بتایا تھا۔ چونکہ آپ کی بعثت سے متعلق ماقبل ادیان کے کتب میں تذکرہ میں موجود تھا۔ رسول اللہ نے جو مکتوب گرامی روانہ کیا تھا وہ کچھ اس طرح سے تھی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم . من محمد رسول اللہ صاحب موسی واخیہ والمصدق لما جاء به موسی الا ان اللہ عزوجل قال لکم یا معشر یهود اهل التوراة وانکم تجدون ذلک فی کتابکم ان محمدا رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم الی آخر السورة وانی انشدکم باللہ او بالذی انزل علیکم وانشدکم بالذی اطعم من کان قبلکم من اسباطکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المن والسلوی وانشدکم بالذی ایبس البحر لابائکم حتی انجاکم من فرعون وعمله الا اخبرتمونا هل تجدون فیما انزل الله علیکم ان تومنوا بمحد فان کنتم لا تجدون ذلک فی کتابکم فلاکره لکم علیکم ان تومنوا بمحمد فان کنتم لا تجدون فی ذلک فی کتابکم فلا کره لکم علیکم قد تبین الرشد من الغی وادعوکم الی الله والی نبیه ﷺ (۱۴۶)

''محمد رسول اللہ کی جانب سے جو نبوت و رسالت میں موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح ہیں، اور ان امور کی تصدیق کرنے والے ہیں جو موسیٰ (علیہ السلام) لے کر آئے تھے۔ اے اہل تورات! کیا اللہ نے تورات میں یہ نہیں کہا کہ 'محمد اللہ کے رسول ہیں؟ جو لوگ ان کے ساتھ ہوں گے وہ اللہ کے دشمنوں کے لیے بہت سخت ہوں گے، اور آپس میں وہ ایک دوسرے کے لیے بہت شفقت کرنے والے ہوں گے، وہ اللہ کے سامنے جھکنے اور سجدہ کرنے والے ہوں گے اور وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے طلب گار ہوں گے۔ میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہارے لیے تورات نازل کی، اور جس نے تمہارے بزرگوں کو من وسلویٰ کھلایا اور سمندر کو ان کے لیے خشک کر کے فرعون کے ظلم سے نجات دلائی، کیا تورات میں مجھ پر ایمان لانے کے لیے لکھا ہوا موجود نہیں ہے؟ میری نسبت تورات کی اس تصریح کے بعد کیا ہدایت اور گمراہی واضح نہیں ہو جاتی؟ پس میں تمہیں اللہ اور رسول کی طرف دعوت دیتا ہوں۔''

مکتوب گرامی بدیل بن ورقاء وغیرہ کے نام

جزیرہ نمائے عرب کا ایک صوبہ تہامہ ہے یہ مدینہ منورہ کے شمال مشرق میں بحر احمر اور خلیج فارس کے درمیان واقع ہے، قبیلہ خزاعہ جس نے صلح حدیبیہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا اعلان کیا تھا اس جگہ کا رہنے والا تھا، عہدِ نبوی میں یہ قبیلہ مکہ مکرمہ کے قرب و جوار میں آباد تھا، تہامہ کے قبیلہ بنی عمرو کے سرداروں بدیل بن ورقہ کے نام ہادی عالم علیہ السلام نے مکتوب گرامی ارسال فرمایا۔

''بسم الله الرحمن الرحیم من محمد رسول الله الی بدیل بن ورقه وبسرو سروات بنی عمرو فانی احمد الیکم الله الذی لا اله الا هو، اما بعد فانی لم آثم بالکم ولم اضع فی جنبکم وانّ اکرم اهل تهامه علی واقربهم رحما مّنی انتم ومن تبعکم من المطیبین.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اما بعد فانی قد اخذت لمن هاجر منکم مثل ما اخذت لنفسی ولو هاجر بارضه الا ساکن مکة الا معتمرا او حاجاً فانی لم اضع فیکم منذ سالمت. وانکم غیر خائفین من قبلی ولا محرصین.

اما بعد فانه قد اسلم علقمة بن علاثة وابناهوذة وبایعا علی من تبعهم من عکرمة وانّ بعضنا من بعض فی الحلال والحرام، وانی واللّٰه ما کذبتم ولیحبنکم ربکم۔" (۱۴۷)

"میں اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں! بعد ازاں آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل تہامہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ اور تعلق میں میرے لیے سب سے قریب ہیں مجھے جو کچھ اپنے لیے پسند ہے وہی اس شخص کے لیے بھی کرتا ہوں جو آپ لوگوں میں سے ہجرت کرے اگر چہ وہ ہجرت اپنے ہی علاقے میں کیوں نہ ہو۔

جو لوگ اہل تہامہ کے شریک معاہدہ ہیں میرے نزدیک وہ بھی اسی سلوک کے مستحق ہوں گے۔ جس کے اہل تہامہ مستحق ہیں۔ میں اہل تہامہ کی قدر کرتا ہوں، میری جانب سے کوئی ایسی بات نہیں کی جائے گی جو ان کی شان کے خلاف ہو۔ قبائل عرب سے میری صلح کے وقت آپ لوگوں کو بالکل مطمئن رہنا چاہیے۔ علقمہ بن علاثہ اور ھوذہ کے دولڑکے اسلام قبول کر چکے ہیں اور دونوں نے ہجرت کی ہے، اور اس شرط پر بیعت کی ہے جس پر قبیلہ عکرمہ کے لوگوں نے کی ہے، حلال وحرام میں ہم سب لوگ یکساں ہیں۔ بخدا میں تم سے غلط نہیں کہتا ضرور ضرور تمہارا پروردگار تم سے محبت کرے گا۔"

سربراہ عمان کے نام مکتوب گرامی

ایک خط رسول اللہ علیہ السلام نے حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھ سربراہان عمان کو روانہ کیا تھا۔ خط میں مندرجہ ذیل پیغام دیا گیا تھا۔

"بسم اللّٰه الرحمن الرحیم. من محمد عبد اللّٰه الیٰ جیفر و عبد ابنی الجلندی. سلام علی من اتبع الهدی. اما بعد فانی ادعوکما بدعایة الاسلام، اسلما تسلما. فانی رسول اللّٰه الی الناس کافة لا نذر من کان حیا ویحق القول علی الکفرین فا نکما ان اقررتما باسلام ولینکما. وان ابیتما ان تقربا لاسلام فان ملکما زائل عنکما وخیل تحل بساحتکما وتظهر نبوتی علی ملکما۔" (۱۴۹)

"محمد بن عبداللہ کی جانب سے جیفر اور عبد ودکو جو بیٹے ہیں جلندی کے۔ سلام ہو اس پر جو راہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راست کی پیروی کرے اما بعد میں تم دونوں کو اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دونوں مسلمان ہو جاؤ دونوں سلامت رہو گے۔ میں خدا کا رسول ہوں، تمام انسان کی طرف، تا کہ ان کو خدا کی مخالفت سے ڈراؤں۔ اور خدا کی حجت کافروں پر تمام ہو جائے، تم دونوں نے اگر اسلام کا اقرار کر لیا تو ہم تم دونوں کو تمہارے ملک پر والی رکھیں گے اور اگر تم نے اسلام کے اقرار سے انکار کیا تو تمہارا ملک تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ سوار تمہارے زمین میں داخل ہوں گے اور میری نبوت تمہارے ملک میں آشکارا ہو گی۔"

حضرت عمرو بن العاص ایک ذہین سفیر تھے انہوں نے نہایت حکیمانہ طریقے سے ان دونوں بھائیوں کو سمجھایا جس کے نتیجے میں دونوں مسلمان ہو گئے اور انہوں نے نبی کریم کی رسالت کی تصدیق کی، صدقہ وصول کرنے کا اختیار دیا اور قوم کے تنازعات میں بھی رسول اللہ ﷺ کو حکم تسلیم کر لیا۔

اس کے علاوہ حارث ابن ابی شمر غسانی کے نام بھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت شجاع بن وھب کے ذریعہ سے مکتوب بھیجا تھا۔ خط میں لکھا ہوا تھا کہ:

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم . من محمد رسول اللّٰہ الی الحارث ابن ابی شمر . سلام علی من اتبع الھدی وامن بہ وصدق وانی ادعوک الیٰ وامن بہ وصدق وانی ادعوک الیٰ ان نوء من با للّٰہ وحدہ لاشرک لہ یبقیٰ لک ملکک۔" (۱۴۸)

"اللہ کے رسول کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی جانب۔ سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور اس پر ایمان لائے، اور سچا جانے میں تم کو بلاتا ہوں اس طرف کے خدا پر ایمان لاؤ۔ جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ تو تمہارا ملک تمہارے پاس باقی رہے گا۔"

شعبہ وفود (DELEGATIONS)

وزارت خارجہ کا ایک شعبہ وفود کا بھی ہے جس میں مختلف ریاستوں سے آنے والے وفود کے ساتھ باہم وگفت وشنید، مستقبل کے حوالے سے منصوبہ جات، ایک دوسرے کے مسائل ومعاملات کے حوالے سے امور بات چیت وغیرہ کے ذریعے طے کیے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب مسلمان ایک مستحکم قوت بنے اور معاشرہ میں آپ کا اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کا مذاکرہ شروع ہوا تو کئی وفود آپ کو دیکھنے، کئی آپ کے منشور سے واقفیت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے ان وفود کا بہت اچھا خیر مقدم کیا ان کے سوالات سننے کے بعد ان کو انتہائی پر حکمت جوابات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمائے، مذاکرات ہوئے، جن میں سے بعض تو وہیں مشرف باسلام ہوئے، اور بعضوں نے مہلت مانگی، جب کہ بہت سارے حالات ووقت کا انتظار کرتے رہے کہ فیصلہ کن موڑ آنے تک انتظار کیا جائے اور جب نظر آجائے کہ محمد کا پلڑا بھاری ہے تو پھر اسلام قبول کر لیں گے۔ بہر حال یہ وفود کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے عمر کے آخری حصے تک جاری رہا۔

شعبہ وفود میں مقالہ نگار کا مقصد صرف وفود کو جمع کرنا نہیں، بلکہ ان کو وفود کو زیر بحث لایا جائے گا جس کا رسول اللہ ﷺ کے سیاسی بصیرت اور اس میں دیئے گئے ہدایات سے متعلق ہوں گے۔ اس کے بعد ان وفود کے فوری اور سیاسی نتائج زیر بحث لائے جائیں گے، لیکن اس سے پہلے وفد کے مفہوم کو سمجھ لیتے ہیں کہ لفظ وفد کے بارے میں ماہرین لسانیات کی آراء اور ان کا نقطہ نظر کیا ہے۔

لفظ وفد کی تحقیق

لفظ وفد مذکر ہے۔ مولوی فیروز الدین فیروز اللغات میں وفد کے معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"کسی کا پیغام لے کر کسی کے پاس جانا، نمائندوں کی جماعت۔"(۱۵۰)

وفود عالمی سطح پر ممالک کے درمیان خارجہ تعلقات کے قیام کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ زمانہ قدیم سے ممالک کے درمیان وفود کا تبادلہ ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی ریاست کے خارجہ امور کے شعبوں میں وفود کا شعبہ کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں، اس لیے اسلامی ریاست نے اس شعبہ کو ابتداً اہمیت دی ہے۔

"وقد عرف المسلمون ارسال البعاث الرسمية في علاقتهم مع الدول الاخرى فقد كانت بعض السفارت الاسلامية تضم اكثر من شخص واحد يختص كل واحد منهم بجانب من جوانب العلاقات فيهتم احدهم بالشئون السياسة وأخر بالقضايا الاقتصادية الخارجية۔"(۱۵۱)

ترجمہ: مسلمان دوسرے ممالک میں سفارتی وفود ارسال کرنے سے پہلے واقف تھے اور اُن کے بعض سفارتی روابط کئی افراد پر مشتمل ہوتے تھے اور اُن میں سے ہر ایک تعلقات خارجہ کے میدان میں الگ الگ خصوصیات کا حامل ہوتا تھا اگر ایک ماہرِ قانون ہوتا تو دوسرا اقتصادیات کا ماہر ہوتا۔"

وفود کی سیاسی سرگرمیوں سے رسول اللہ ﷺ کو مذہبی اور سیاسی طور بہت فائدہ ہوا کہ دیگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ممالک بھی اسلامی ریاست کے ساتھ اپنا تعلق اور ناطہ جوڑنے کی خواہش پیدا ہونے لگی۔ اسی بابت اسلامی ریاست کے خارجہ تعلقات پر تبصرہ کرتے ہوئے قانون جنگ وصلح کے مصنف علامہ مجید خدوری لکھتے ہیں کہ:

> ''وقت کے ساتھ ساتھ ان وفود کا تبادلہ اور ان کا دائرہ کار بڑھتا گیا، جب اسلامی ریاست کی جغرافیائی اور نظریاتی حدود میں وسعت آتی رہی اور خصوصاً عہد اموی وعباسی میں اس کی اہمیت اسلامی ریاست میں اور زیادہ ہوگئی جس کی طرف توجہ دی گئی۔''(۱۵۲)

عام الوفود

مدینہ جب ایک اسلامی مملکت بنا تو اس اسلامی مملکت کے قیام کے بعد تاریخ اسلامی میں ایک وقت وہ بھی آیا کہ کثرت سے عرب کے گوشے گوشے سے مختلف قبائل اور سربراہان ریاست نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفود بھیجے ۔کثرت وفود کی آمد کی وجہ سے اس سال کو عام الوفود کا سال قرار دیا گیا۔ دراصل یہ سال (۹ ھ) رسول اللہ ﷺ کے حیات طیبہ کا آخری سال تھے اور تقریباً رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو چکے تھے، اور اسلام اور اسلامی مملکت ایک ابھرتی ہوئی طاقت محسوس کی جارہی تھی، تو اس لیے گروہ در گروہ لوگ مسلمان ہونے لگے اور آپ کی تعلیمات اور اسوہ حسنہ سے اپنے آپ کو مطمئن کرنے لگے۔

عام الوفود کا دور فتح مکہ کے بعد ۸، ۹، ۱۰ ہجری پر پھیلا ہوا ہے۔ سیرت کی قدیم کتابوں میں مدینہ سے آنے والے وفود کی تعداد کم سے کم ۱۵ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۴ ملتی ہے عام الوفود سے قبل اکا دکا ہی وفود ۵ ہجری میں آئے۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے والے مکمل وفود کی تعداد ''علامہ شامیؒ نے ۱۰۴ بیان کی ہے۔''(۱۵۳)

عرب اور دیگر قبائل کے اسلام قبول نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ قریش تھے اور اس انتظار میں تھے کہ کب قریش اسلام قبول کریں گے، تاکہ ہم بھی دین اسلام کی تعلیمات سے منور ہوسکیں۔ علامہ ابن ہشام قریش کے قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ سے متعلق بڑا جاندار تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''وانما كانت العرب تربص الاسلام امر هذا الحى من قريش ، وامر رسول الله ﷺ وذلك ان قريشا كانوا امام الناس وهاديهم ، واهل البيت الحرام ، وصريح ولد اسماعيل بن ابراهيم عليهما السلام، وقادة العرب لاينكرون ذلك، وكانت قريش هى التى نصبت لحرب رسول الله

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ﷺ وخلافه، فلما افتتحت مكه، ودانت له قريش، ودوخها الاسلام، وعرفت العرب انه لا طاقة لهم بحرب رسول الله ﷺ ولا عداوته، فدخلوا في دين الله. "(۱۵۴)

"اصل میں تمام قبائل عرب اسلام لانے میں قریش کے منتظر تھے دیکھیں قریش اور حضور کی لڑائیوں کا کیا انجام ہوتا ہے، کیوں کہ قریش تمام عرب کے ہادی اور پیشوا سمجھے جاتے تھے اور کل عرب کے لوگ بیت اللہ کی خدمت کرنے اور حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ان کی از حد تعظیم وتکریم کرتے تھے اور قریش ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کے سبب تمام قبائل عرب قبول اسلام سے رکے ہوئے تھے اب جو مکہ فتح ہوگیا اور قریش کا زور اسلام نے توڑ دیا تو سب عرب سمجھ گئے کہ ہم کس طرح حضور ﷺ کی مخالفت کے سبب تمام قبائل عرب قبول اسلام سے رکے ہوئے تھے اب جو مکہ فتح ہوگیا اور قریش کا زور اسلام نے توڑ دیا تو سب عرب سمجھ گئے کہ ہم کس طرح رسول خدا کی مخالفت نہیں کرسکتے، اس لیے گروہ در گروہ اور فوجیں کی فوجیں خدا کے دین میں داخل ہونے لگیں۔"

دین اسلام کی اس غلبہ اور جامع پیغام کے عام ہونے کے اور کثرت سے لوگوں کے دین اسلام کو اختیار کرنے سے متعلق تفصیل قرآن حکیم کی سورۃ النصر میں موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

"إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا. "(۱۵۵)

ترجمہ: "جب خدا کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہوگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول در غول خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔"

کثرت وفود کی آمد کو رسول اللہ ﷺ کی عظیم کامیابی قرار دیا گیا ہے۔ اس بارے میں ایک معروف سیرت نگار رسول اللہ کی جامع حکمت عملی اور آپ کے اعلیٰ انتظامی و اخلاقی صلاحیت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں کہ:

"کسی بھی اصولی انقلابی تحریک کی طرح محسن انسانیتؐ کے کارناموں کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ دور جب کہ اسلامی تحریک خود عوام کے قریب جاجا کر ان کو پکارتی تھی، دوسرا دور کہ جب عوام خود آگے بڑھنے لگے ور اسلام کے دروازے پر خود دستک دینے لگے کہ ہم اندر آنا چاہتے ہیں یہ دوسرا دور دورِ توسیع ہوتا ہے اور جب یہ آ چکتا ہے تو تمام مزاحمتیں ختم ہو جاتی ہیں اور تمام منفی رجحانات میدان چھوڑ دیتے ہیں مگر اس دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تک پہنچنے کے لیے نبی اکرمؐ اور آپ کے ساتھیوں نے بڑے بڑے جتن کیے اور خون پسینہ ایک کر دیا۔ ایک طرف فکری دعوت کے میدان میں ثابت کر دیا کہ دلیل کی قوت ہمارے ساتھ ہے تو دوسری طرف اخلاقی دائرے میں دھاک بٹھا دی کہ اسلام کا بنایا ہوا انسان بہترین نمونہ انسانیت ہے، تیسری طرف سیاسی بصیرت کے لحاظ سے اپنا سکہ جما دیا کہ ہم لوگ معاملات کی گرہوں کو کھولنا باندھنا جانتے ہیں اور چوتھی طرف میدانِ کارزار میں اپنا لوہا منوالیا کہ ہم مزاحمتوں سے نمٹ سکتے ہیں اور ظلم و جور کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں۔" (۱۵۶)

حدود سرگرمیاں وفود

دین اسلام ایک آفاقی اور ہمہ گیر مذہب ہے۔ دین اسلام کی آفاقیت و عالمگیریت کا نتیجہ ہے کہ وہ انسانوں کے آپ کے تعلقات کی کوئی بھی صورت اندرونی ہو یا بیرونی، تنظیم کی صورت ہو یا وفود کی صورت، اس کی حدود کے واضح اصول اور ایک مکمل نظام وضع کرتا ہے۔ جو ایسے اصول وقواعد پر مشتمل ہوتا ہے جو پوری انسانیت کی فلاح اور کامیابی کا ضامن ہوتا ہے، اس لیے وفود کی سرگرمیوں کے تناظر میں اسلامی ریاست وفود کے مقاصد اور اس کے جائز سرگرمیوں کو یوں وضع کرتا ہے۔ تاکہ اسلامی مملکت کا وفد کسی ایسے بیہودہ یا عریانت سے بھرپور مجلس میں شرکت نہ کریں جو صریحاً اسلامی تعلیمات سے متصادم ہو۔ وفد کی ذمہ داری ادا کرنے والے درج ذیل سلامی ہدایات کو مدنظر رکھیں۔

۱:۔ مملکت اسلامی کا وفد بین الاقوامی تنظیموں میں شمولیت اس صورت میں کر سکتی ہے کہ تنظیم کی کوئی ایسی مقاصد نہ جو شریعت محمدی کے خلاف ہوں اور نہ اسلامی ریاست کو غیر محسوس طور پر غیر اسلامی طاقتوں کے ماتحت لانا ہو ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا." (۱۵۷)

"اور خدا کافروں کو مومنوں پر غلبہ ہرگز نہیں دے گا۔"

دین اسلام اپنی خوبصورت تعلیمات میں مملکت اسلامی کو کسی بھی حالت میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا ہے کہ ممالک کے آپس کے تعلقات کی وجہ سے شریعت کو معطل کر دے یا کسی نص قطعی کی مخالفت لازم آئے، کیوں کہ آپ ﷺ ایسے ہر قسم کے فعل سے منع فرماتے ہوئے اس کو باطل قرار دیا ہے ارشاد نبوی ہے:

"كل شرط ليس في كتاب الله فهو باطل." (۱۵۸)

"ہر وہ شرط جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو وہ باطل ہے۔"

اس کے علاوہ اگر وفد آپس میں معاملات طے کرتے وقت کوئی ایسی اتفاق رائے قائم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کریں جو تعلیمات شریعت کے مخالف ہو۔ تو اس کے بارے میں ذخیرہ احادیث میں کیا خوبصورت ارشاد ملتا ہے۔ محبوب خدا ﷺ کا ارشاد ہے:

"عن ابی ھریرۃؓ قال قال الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحا حرم حلالاً و أحل حراماً۔" (۱۵۹)

"حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی ہر صلح جائز ہے سوائے اس صلح کے جو حلال کو حرام کردے اور حرام کو حلال کردے۔"

مسلمان کسی بھی ایسے عمل کا حصہ نہیں بن سکتا جو دین کے خلاف ہو، بلکہ وہ ہر وقت اس بات کی کوشش کرے گا کہ تمام معاملات کو چاہے ملکی ہوں یا ملک سے خارج اس کو بھی شرع کے دائرہ میں لایا جائے۔

۲:۔ تنظیمی سرگرمیوں سے کفر کی ترویج یا غیر اسلامی کلچر کے مراکز اسلامی ریاست میں نہ کھلیں۔

۳:۔ تنظیمی سرگرمیوں کے نتیجے میں اسلامی ممالک کے خلاف کوئی محاذ نہ کھولا جا رہا ہو اور نہ ہی اسلامی ریاست استعماری قوتوں کی آلہ کار بن رہی ہو۔

ان مندرجہ بالا ہدایات کے علاوہ عصر حاضر میں باہمی مفادات کے تناظر میں ہر وفد اپنے مفادات کے حصول کے لیے تیز ترین اور دلائل سے مزین لابی بنانے کے لیے اپنی پوری طاقت وقوت کو خرچ کرنا چاہیے اور کہیں پر بھی اسلام اور اسلامی تعلیمات کی اہمیت کو کم نہیں کرنا چاہیے، تاکہ اس سے اپنی ذاتی فوائد بھی حاصل ہو اور تعلیمات اسلام دیگر افراد کے لیے ہدایت اور حق تک پہنچنے کے ذریعہ بھی بن سکیں۔

بین الممالک وفود کی سیاسی اہمیت

اسلامی ریاست کی کامیاب سفارت کاری کے نتیجے میں مختلف مقامات وممالک سے وفود کے سلسلہ شروع ہوا اور خارجہ تعلقات میں وفود کی آمد، قیام اور خاطر مدارت کا قانون مرتب ہونے لگا۔ حسب ضرورت تحائف اور سفر وحضر کے مصارف بھی رسول اللہ ﷺ ادا فرماتے تھے۔ اس طرح وفد ثقیف کے لیے سعد بن ابی وقاص کو پروٹوکول آفیسر مقرر فرمایا۔ دنیا کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی دنیا کی کوئی مسئلہ درپیش آیا چاہے وہ ممالک کے درمیان میں ہو یا گروہ وقبائل کی درمیان، مسئلہ کا باہمی حل وفود کے کردار سے ہی نکلا ہے۔ وفود کا یہ سلسلہ ممالک واقوام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان آج بھی جاری وساری ہے۔ وفود کا آغاز اور اس کا باقاعدہ اہمیت دینے کا آغاز اسوۂ محمدی ﷺ کا نرالا کارنامہ ہے، اگرچہ اس پہلے بھی وفود کا سلسلہ تھا، مگر باقاعدہ اس کی اہمیت کو اسلام نے منظم کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ چونکہ صاحب شریعت تھے اور آپ کے پاس وفود کا آنا جانا لگا رہتا تھا، اس لیے آپ نے ان کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں باقاعدہ ہدایات جاری فرمائیں ہیں۔ آپ نے خود بھی وفود بھیجے ہیں مگر اس کا مقصد اسلام کی تبلیغ ونشرواشاعت تھا۔ آپ کے بعد خلفاء راشدین اور عباسی دور کے خلفاء نے کثرت کے ساتھ وفود ارسال کیے، جس کے بعد اس بات میں کوئی تامل نہیں کہ اسلامی ریاست نے ان وفود کی بنیاد اسی وقت ڈال دی تھی جب دنیا وفود کی سیاسی اہمیت سے واقف نہ تھی۔ علامہ حارب اس ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ولم تعرف الدول غير الاسلامية ارسال المبعوثين والسفراء لمدة طويلة الا في القرن الخامس عشر الميلادي بينما عرف المسلمون ذالك منذالقرن الثاني للهجرة اى الثامن للميلاد." (۱۶۰)

ترجمہ: "اور اسلامی ریاست کے علاوہ باقی ممالک سفراء اور مبعوثین کو طویل عرصہ تک یعنی پندرھویں صدی تک سفارت کے لیے بھیجنے سے واقف نہیں تھے جب کہ مسلمانوں نے دوسری صدی ہجری میں یعنی ہجرت کے بعد اس قسم کی سفارت کا آغاز کر دیا تھا۔"

خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں مسلمان حکمراں چونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے زمانے سے وفود کی اہمیت سے واقف تھے تو انہوں نے اس کی افادیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور مختلف علاقوں کی طرف اسلام کی تعلیمات دے کر روانہ کیا جس سے یہ بات مزید واضح جاتی ہے کہ باقاعدہ سب سے پہلے مسلمانوں نے وفد کی اہمیت کو سمجھا اور اس کو مزید فعال کر کے جاری رکھا، کیونکہ:

"وقد عرف المسلمون ارسال البعاث الرسمية في علاقتهم مع الدول الاخرىٰ فقد كانت بعض السفارات الاسلامية تضم اكثر من شخص واحد يختص كل واحد منهم بجانب من جوانب العلاقات ، فيهتم احدهم بالشئون السياسة وآخر بالقضايا الاقتصادية الخارجية ." (۱۶۱)

"مسلمان دوسرے ممالک میں سفارتی وفود ارسال کرنے سے پہلے سے واقف تھے اُن کے بعض سفارتی روابط کئی افراد پر مشتمل ہوتے تھے اور ان میں سے ہر ایک تعلقات خارجہ کے میدان میں الگ الگ خصوصیات کا حامل ہوتا تھا اگر ایک ماہر قانون ہوتا تو دوسرا اقتصادیات کا ماہر ہوتا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ فاضل مصنف یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

"تقام العلاقات الدبلوماسية وتنشا البعاث الدبلوماسية الدائمة بالرضا والتبادل." (۱۶۲)

"ڈپلومیسی کے تحت تعلقات قائم کیے جاتے تھے اور اس طرح ڈپلومیٹک وفود باہمی رضامندی کے ساتھ ایک دوسرے کے ممالک میں بھی بھیجے جاتے تھے۔"

زمانہ بعثت میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیاسی بصیرت سے مختلف قبائل کی طرف جو اسلامی ریاست کے اطراف میں واقع تھے۔ وفود روانہ کیے، یہ ایک ایسا تاریخی عمل تھا جس نے اسلامی ریاست کے خارجہ تعلقات پر بہت گہرے اور مثبت اثرات مرتب کیے۔ ان وفود کا اولین مقصد دراصل اسلامی ریاستِ مدینہ کے باہر بسنے والے قبائل کو دین کی دعوت پہنچانا اور اسی بنیاد پر دوستی اور باہمی تعاون کو فروغ دینا تھا، جس میں آپ ﷺ نے مکمل طور پر سیاسی اور مذہبی منافع کا حصول اسلامی ریاست کے لیے بآسانی ممکن بنایا اور مختصر عرصہ میں اُن وفود کے بھیجنے سے سیاسی نتائج برآمد کیے اگر ایک طرف ان وفود کے ذریعے آپ ﷺ نے دوستانہ تعلقات اور تعاون باہمی کے عمل کو ممکن بنایا تو دوسری طرف اسلامی ریاست کے سیاسی حلقہ اثر کو وسیع بنایا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دین اسلام کی دعوت کے لیے مختلف سرایا روانہ فرمائے "لیکن انہیں قاتل و جنگجو بنا کر نہیں بھیجا تھا۔" (۱۶۳)

اس طرح امام ترمذیؒ نے ایک حدیث کی تخریج کی ہے کہ اسلام کی غرض سے جو مسلح جماعت اطراف ممالک بھیجی جاتی تھی اس میں کبھی کبھی آپ ﷺ نے ایک فرد کا امتحان لیتے تھے اُن میں جو صاحب زیادہ حافظ قرآن ہوتے اس کو امیر مقرر فرماتے ایک موقع پر ایک کمسن نوجوان کو زیادہ قرآن یاد تھا اُس کو آپ ﷺ نے فرمایا "تم ہی ان سب کے امیر ہو۔" (۱۶۴)

اس پر سیرۃ النبی کے مصنف فرماتے ہیں کہ حدیث میں صرف یہ الفاظ ہیں: بعث بعثا وھم ذو عدد یعنی آپ ﷺ نے ایک بڑی جماعت بھیجی تاہم قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد صرف اشاعتِ اسلام تھا، کیوں کہ اگر لڑائی مقصود ہوتی تو پھر حفظ قرآن کی ضرورت نہ ہوتی اور نہ آپ ﷺ ہر ایک سے قرآن سنتے۔" (۱۶۵)

بعثت وارسال وفود کو آپ ﷺ نے اسلامی ریاست خارجہ تعلقات کے لیے ایک آئینی حیثیت دی، آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ سے واپسی پر یہ حکم دیا:

"ایھا الناس ان اللہ قد بعثنی رحمۃ و کافۃ فلا تختلفوا علی کما اختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الختلف الحواریون علی عیسی ابن مریم فقال اصحابه و کیف اختلف الحواریون یا رسول اللّٰہ ؟قال دعاهم الی الذی دعوتکم الیه فاما من بعثه مبعثا قریبا فرضی وسلم و اما من بعثه مبعثا بعیدا فکرہ وجهه وتثاقل الخ. "(۱۶۶)

ترجمہ: اے لوگو! بیشک اللہ نے مجھے ساری امت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے پس میرے ساتھ اختلاف نہ کرنا جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ان کے حواریین نے کیا پس اصحاب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ! حواریوں نے کیسے اختلاف کیا تھا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کو اس کام کی طرف بلایا جس کی طرف میں نے تمہیں حکم دیا ہے، پس جن کو قریب کے علاقوں میں بھیجا گیا تو وہ بخوشی چلے گئے اور جن کو دور بھیجا گیا تو اُن کے چہروں پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے اور اس کو ایک بوجھ سمجھ بیٹھے۔"

آپ نے بین الاقوامی تعلقات کے باب میں آنے اور جانے والے وفود کی جان و مال کا تحفظ اور عزت و احترام کا پورا پورا لحاظ رکھا اور یہاں تک کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں وفود کے احترام اور ان کو تحفے وتحائف دینے کی تاکید کی آپ نے وفود کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"اجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزهم۔"(۱۶۷)

"جس طرح میں وفود کو عطیہ دیا کرتا ہوں اس طرح تم بھی دیا کرو۔"

وفود در رسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ میں اعلان حق کا کام شروع کیا تو آپ کو کئی طرح کے تکالیف کا سامنا کرنے کے ساتھ کئی جانباز ساتھیوں کا سہارا بھی ملا جنہوں نے آپ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے دین کو قبول کیا۔ جب ان چنیدہ چنیدہ لوگوں نے آپ کے دعوت کو قبول کیا تو مخالفین نے ان کا پیچھا شروع کیا اور ان کے طریقوں سے تنگ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کو جان سے مارنے تک کی دھمکیاں دینے لگے۔ اب رسول اللہ ﷺ کو ان خطرات کا سد باب کرنے کی فکر دامن گیر ہوگئی اور اس کے لیے سوچ و بیچار کرتے رہے کہ کس طرح ان لوگوں کی جانیں بھی محفوظ رہ سکیں اور ان کے لیے اپنے نئے دین پر عمل کرنا بھی آسان ہو۔

کافی غور و فکر کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کا ذہن حبشہ کی طرف گیا کہ وہاں ایک عادل بادشاہ کی حکومت ہے اور امید ہے کہ وہ ان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا مظاہرہ کریں گے، اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیے آپ نے ان چند گنتی کے مسلمانوں کو حبشہ کوچ کرنے کا حکم دیا چنانچہ یہ تمام افراد وفد کی صورت میں حبشہ چلے گئے۔

وفد حبشہ

وفود کے تناظر میں دین اسلام کا سب سے پہلا تشکیل کردہ وفد حبشہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو حکم دے کے روانہ کیا۔ دین اسلام کے اس پہلے وفد میں شرکاء کی تعداد پندرہ تھی جو محض مکہ کے پناہ گزینوں اور مکہ کے مظلوم لوگوں پر مشتمل نہیں تھا، بلکہ مسلمان برادری کے ممتاز ترین لوگ بھی اس میں شامل تھے جس میں بالخصوص خاندان نبوت کے افراد بھی تھے۔ دراصل رسول اللہ ﷺ کو دعوت دین کے لیے ایک زرخیز زمین کی ضرورت تھی اور اس کے ساتھ دین اسلام قبول کرنے والوں کے لیے آزادی بھی درکار تھی، تاکہ وہ آزادی سے زندگی گزارتے ہوئے دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنے جانثار ساتھیوں کو حبشہ بھیجنے کا ''اہم مقصد حبشہ میں دعوت اسلام پہنچانا تھا اور اس کو مرکز اسلام قرار دینے کے امکانات کا جائزہ لینا بھی تھا۔'' (۱۶۸)

اسلامی ریاست کا پہلا وفد آپ ﷺ نے حبشہ کی طرف روانہ کیا یہ وفد پندرہ افراد پر مشتمل تھا جو محض پناہ گزینوں اور مکہ کے مظلوم لوگوں پر مشتمل نہیں تھا، بلکہ مسلمان برادری کے ممتاز ترین لوگوں پر مشتمل تھا جو مکہ میں قائدانہ کردار رکھتے تھے۔ اس تناظر میں ڈاکٹر محمود غزنوی لکھتے ہیں کہ:

> ''صرف یہی نہ تھا کہ یہ لوگ پناہ لینا چاہتے تھے، بلکہ ان کا ایک حبشہ کی طرف بھیجے جانے والے وفد میں صرف مظلوم مسلمان ہی نہیں تھے، بلکہ قریش کے بااثر مسلمان بھی تھے جو نبی کریم کا نامہ مبارک لے کر گئے، مکہ کے وفد میں مسلمانوں کے سرکردہ افراد شامل تھے جیسے حضرت جعفر طیارؓ اس وفد کے امیر مقرر ہوئے جو ابو طالب کے بیٹے اور آپ کے چچازاد بھائی تھے، حضرت عثمان بن عفان جو کہ آپ کے داماد بھی تھے اپنی اہلیہ کے ہمراہ اس جماعت میں شامل تھے عبدالرحمٰن بن عوفؓ مکہ کے تاجروں میں ان کا نام سرفہرست تھا، حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح جو عرب میں بااثر اور قابل احترام سمجھے جاتے تھے، حضرت زبیر بن عوامؓ جو حضرت خدیجہ کے بھتیجے تھے اور حضرت امّ سلمہؓ خود ابوجہل کی چچازاد بہن تھیں۔'' (۱۶۹)

یہ وفد تھا اگر جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ حبشہ والے پناہ گزین تھے تو اس وفد کے لیے آپ ﷺ نے شاہ حبشہ کے نام خط بھی لکھا، لیکن ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول ''پناہ گزین بادشاہوں کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نام خط لے کر نہیں جاتے۔"(۱۷۰)

وفد جہینہ

مدینہ کے مغرب میں یہ قبیلہ آباد تھا" جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آباد ہوئے تو جہینہ قبیلے کے اکابرین آپ ﷺ سے ملنے آئے اور آپ ﷺ سے کہا: آپ ﷺ ہمارے قریب ترین ہمسائے بن گئے ہیں ہمارے ساتھ ایک معاہدہ کر لیں، تاکہ آپ ﷺ کے بارے میں اور آپ ﷺ ہمارے بارے میں مطمئن ہو جائیں" مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کو آئے ہوئے چھ ماہ ہو چکے تھے جب آپ ﷺ نے یہاں ایک شہری ریاست کے قیام کے لیے اقدامات کا آغاز کیا، مثلاً مہاجرین کی بحالی شہری ریاست کے آئین کی تیاری اور نفاذ، شہر کی غیر مسلم آبادی کے ساتھ معاملات پر مفاہمت کرنا وغیرہ۔ ان معاملات سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے تیس مضبوط توانا جوانوں پر مشتمل مہم اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں جہینہ کے علاقے میں واقع العیس کے مقام کی طرف روانہ فرمائی، تاکہ اس علاقے سے گزرنے والے ایک مکی قافلے کا راستہ روکا جا سکے۔ علاقے کا رئیس جہینہ سردار امجدی بن عمرو کا بیک وقت دونوں فریقوں یعنی مسلمانوں اور قریش مکہ سے معاہدہ تھا، اس لیے اس نے جنگ کو روکنے کے لیے مداخلت کی جس کے نتیجے میں دونوں فریقین تصادم کیے بغیر واپس چلے گئے(۱۷۱)

وفد مزینہ

مزینہ عرب کے ایک قبیلے کا نام ہے یہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ قبیلہ مزینہ کا سلسلہ نسب اوپر جا کر قریش سے مل جاتا ہے۔ مشہور صحابی نعمان بن مقرن اسی قبیلے سے تھے۔ اس قبیلہ کا وفد جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آپ کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کیا۔ اس کے وفد کے آمد کے بارے میں علامہ ابن سعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

"کان اول من وفد علی رسول اللّٰه ﷺ من مضر اربعة من مزينه ......فدفع رسول اللّٰه ﷺ لواء مزينه يوم الفتح الى خزاعى وكانوا يومئذ الف رجل ."(۱۷۲)

"۵ ہجری میں چار سو افراد کا وفد نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا یہ مدینہ آنے والا غالباً پہلا عوامی وفد تھا...... فتح مکہ کے دن رسول اللہؐ نے قبیلہ مزینہ کا جھنڈا خزاعی کو دیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس دن وہ ایک ہزار آدمی تھے۔"

وفد بنو تمیم

یہ وفد قبیلہ بنو تمیم کی جانب سے ابتدائی دور میں آیا تھا۔ قبیلہ بنو تمیم کا یہ وفد بڑے کروفر اور شاہانہ انداز سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ قبیلہ بنو تمیم کے وفد میں قبیلہ کے بڑے بڑے روسا (اقرع بن حابس، زبرقان، عمرو بن الاہتم، نعیم بن یزید اور عینیہ بن حصن فزاری) خود شریک وفد تھے۔ جب یہ وفد مسجد نبوی میں داخل ہوا تو بڑے کروفر سے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو آواز دینی شروع کی اور کہنے لگے۔ یا محمد! یا محمد! باہر آؤ! ان کی اس مزاج کو دیکھ قرآن حکیم کی سورہ الحجرات کچھ آیتیں نازل ہوئی جس میں ان کو شائستگی کا درس دیا گیا ہے۔ سورہ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ. وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔"(۱۷۳)

ترجمہ: "جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اگر وہ صبر کیے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس آتے یہ ان کے لیے بہتر تھا اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔"

اگر چہ ان ہدایات و آداب نبوت کا ذریعہ یہ لوگ بنے، لیکن یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جس طرح آپس میں لوگ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں مت بلاؤ، بلکہ منصب نبوت سے ملنے کے کچھ آداب ہیں جن کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے اور یہ اللہ کو بھی گوارا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک عام فرد کی طرح مخاطب کیا جائے۔

اس وفد کی شاہانہ انداز کے بارے میں بنو نجار کی خاتون سے ایک واقعہ منقول ہے کہ "میں اُس دن اس وفد کو دیکھ رہی تھی جو بلال سے اپنے انعامات کی ساڑھے بارہ بارہ اوقیہ (چاندی) لے رہے تھے میں نے ایک بچہ کو دیکھا جس کو اُس روز اُنھوں نے پانچ اوقیہ دیئے۔(۱۷۴)

قبیلہ بنو تمیم کے اس وفد کی آنے ان کی وجہ سے بڑی رونق لگی۔ یہ لوگ جب اپنے گھروں سے نکلے تھے تو اسلام کو تو دل دے ہی چکے تھے مگر ابھی عربی مفاخرت کا رنگ مزاجوں میں باقی تھا تو انہوں نے خواہش کی کہ فریقین کے خطیب اور شعراء مجمع میں فصاحت اور معنی آفرین کے جوہر دکھائیں۔ عرب کے بعض اونچے قبائل جب ہی کسی کی قیادت کو تسلیم کرتے ہیں تو جب وہ اس کی ذہنی برتری کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ قائل ہو جائیں۔ حضورؐ نے بھی مخاطبت و مفاخرت کی دعوت کو مصلحت دیکھ کر قبول کرلیا۔ عطارد بن حاجب بنو تمیم کا نامور خطیب تھا اس کی تقریر کے جواب میں ثابت بن قیس نے جوابی تقریر کی۔ پھر تمیم کے ممتاز شاعر زبرقان بن بدر نے قصیدہ پڑھا جس کا جواب انقلابی شاعر حضرت حسانؓ بن ثابت نے دیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ:

"واللہ لخطیبه ابلغ من خطیبنا و شاعره اشعر من شاعرنا ولهم احلم منا۔"۱۷۵

"واللہ آنحضرت ﷺ کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے بڑھا ہوا ہے اور یہ لوگ ہم سب سے زیادہ بردبار اور حلیم ہیں۔"

وفد مزینہ

صحابی نعمانؓ بن مقرن کا تعلق اسی قبیلے سے تھے مزینہ قبیلے کا سلسلہ نسب اوپر جا کر قریش سے مل جاتا ہے یہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا مشہور صحابی نعمانؓ بن مقرن اسی قبیلے سے تھے۔ ۵ ہجری میں چار سو افراد کا عظیم وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ۵ ہجری کو حاضر ہوا تھا اور اسلام کا عہد و پیمان باندھا یہ مدینہ آنے والا غالباً پہلا عوامی وفد تھا۔ مدینہ سے واپسی پر زادِ راہ کے طور پر کھجوریں دی گئیں۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ مزینہ کا جھنڈا خزاعی کو دیا، اس دن وہ ایک ہزار آدمی تھے۔ ۹ ہجری میں جب مزینہ قبیلے کے عظیم شاعر کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا اس کا باپ، بھائی اور بہنیں بھی شاعرہ تھیں۔

وفد عبس

بنی عبس کے نو شخص بطور وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، یہ لوگ اسلام لائے نبی کریمؐ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ میرے لیے ایسے شخص کو تلاش کرو جو تم لوگوں سے عشر (دسواں حصہ بطور زکوۃ) وصول کرے، تاکہ میں تمہارے لیے جھنڈا باندھ دوں۔ طلحہ بن عبید اللہ آئے، آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھ دیا، اور ان لوگوں کو شعار یا عشرہ مقرر فرمایا (شعار چند مخصوص الفاظ پہلے سے مقرر کردئے جاتے ہیں) میدان جنگ میں ان کے ذریعے سے اپنی فوج کے لوگ پہچان لیے جائیں۔

وفد بنی عبدالقیس

یہ وفد ۵ ہجری میں آیا، کیوں کہ علاقہ بحرین میں دعوت اسلامی کا آغاز بذریعہ، منقذ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حبان ابتداء ہی میں ہو گیا، حلقہ اثر وسیع ہونے لگا میں تیرہ آدمیوں کا وفد مدینہ آیا رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ہم خاندان ربیعہ سے ہیں تو آپ نے "مرحبا ! لا خذایا ولا ندامی" کہہ کر عزت فرمائی۔

وفد نے درخواست کی کہ ہم چار مہینوں سے زیادہ سفر نہیں کر سکتے، کیوں کہ راستے میں کفار مضر کی بستیاں ہیں لہٰذا ہمیں چند متعین باتیں بتا دیں جن پر ہم کاربند رہیں اور انہیں لوگوں کو بھی بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے توحید، نماز، روزے اور ادائے خمس کی تلقین فرمائی اور شراب سازی سے اجتناب کے لیے چار قسم کے مروج ظروف، دباء، حلتم، نقیر، مزفت کا استعمال ممنوع ٹھہرایا۔ وفد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے بحرین کی جاہلی ثقافت کا سن کر بہت حیران ہوئے، یہ معلومات رسول اللہ ﷺ کو کچھ تو ذاتی سفروں سے ملی پھر جو لوگ قرب وجوار سے آتے ان سے حاصل ہوئی۔

وفد بنی قیس میں ایک جارود بن العلاء بھی تھے یہ مسیحی تھے انہوں نے کہا کہ میں ایک دین پر چل رہا ہوں اُسے چھوڑ کر اگر آپ کے دین پر آؤں تو کیا آپ ضامن بنتے ہیں (یعنی آخرت کی پکڑ تو نہ ہوگی) آپ نے فرمایا "کہ میں ضامن ہوں، کیوں کہ میں جس دین کی طرف تم کو دعوت دیتا ہوں وہ تمہارے دین سے افضل ہے۔" جارود فوراً مسلمان ہو گیا اور اس کے ہم مذہب ساتھی بھی فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (۱۷۶)

اس کے بعد ایک مرتبہ یہ پھر تشریف لائے اور اس مرتبہ وفد بیس افراد پر مشتمل تھا۔ وفد کا سربراہ عبداللہ بن عوف الاشج تھا، وفد میں منقد بن حیان بھی تھے ان کی آمد فتح مکہ والے سال ہوئی۔ عرض کیا گیا: یہ عبدالقیس کا وفد ہے آپ نے فرمایا ان کو خوش آمدید ہے عبدالقیس بھی کیسی اچھی قوم ہے۔

جس شب کو یہ لوگ آئے اس کی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے افق دیکھ کر فرمایا کہ ضرور مشرکین کی ایک جماعت آئے گی جن کو اسلام پر مجبور نہیں کیا گیا ہے جنہوں نے اونٹوں (چلاتے چلاتے تھکا کر) دبلا کر دیا اور سفر کے سامان کو ختم کر دیا ہے ان کے ساتھی میں ایک علامت بھی ہے اے اللہ عبدالقیس کی مغفرت کر جو میرے پاس مال مانگنے نہیں آئے ہیں جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہیں۔

یہ لوگ اپنے کپڑوں میں آئے، رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے، ان لوگوں نے آپ کو سلام کیا آپؐ نے دریافت کیا کہ تم میں عبداللہ بن الاشج کون ہیں؟ عبداللہ نے کہا: یا رسول اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

! میں ہوں وہ ایک بدشکل آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ انسان کی کھال کی خوشبو نہیں بنائی جاتی، البتہ انسان کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک اس کی زبان اور ایک اس کا دل۔

" فقال رسول اللّٰہ ﷺ فیک خصلتان یحبھما اللہ فقال عبد اللہ وما ھما قال الحلم والاناۃ قال شیء حدث ام جبلت علیہ قال بل جبلت علیہ" (۱۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ عبداللہ نے کہا وہ کونسی؟ آپ نے فرمایا حلم و وقار انہوں نے عرض کیا کہ یہ چیزیں پیدا ہو گئیں ہیں یا میری پیدائش اسی پر ہو گئی ہے آپ نے فرمایا تمہاری خلقت اسی میں ہوئی ہے۔"

آپ نے ان لوگوں کو انعامات دینے کا حکم دیا اور الاشج کو سب سے زیادہ دلایا انہیں ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی، اور منقذ بن حیان کے چہرے پر مبارک ہاتھ پھیرا۔

وفد سعد بن بکر

قبیلہ نے ضمام بن ثعلبہ کو نمائندہ بنا کر بھیجا۔ ضمام جو بہت بہادر اور زلفوں والے تھے، اونٹ پر سوار عجیب اور سادہ بدویانہ انداز سے مسجد نبویؐ میں آئے اور اصحاب نبی سے پوچھا "تم میں سے عبدالمطلب کا فرزند (یعنی) اولاد کون ہے؟ لوگوں نے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کیا، کہ وہ گورے چہرے والے ہیں رسول خداؐ کے پاس پہنچا اور کہا، اے عبدالمطلب کے بیٹے! کچھ باتیں سختی سے پوچھوں گا برا نہ منانا۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی پھر اُس نے قسم دلا دلا کر دین کی چند بنیادی باتوں توحید، رسالت، نماز، حج، (۱۷۸)، زکوۃ کے بارے میں پوچھا کہ کیا آپ ایسا کہتے ہیں؟ حضور تصدیق فرماتے گئے سارے جواب لے کر کہا میں جاتا ہوں۔ اور جو کچھ تم نے بتایا ہے اس میں نہ ذرہ برابر اضافہ کروں گا نہ کمی۔ اور اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس نے فلاح پائی۔

"اپنی قوم کی جانب واپس گئے بتوں کو اکھاڑ پھینکا، لوگوں کو ان امور سے آگاہ کیا جس کا آپؐ نے حکم دیا تھا یا منع فرمایا تھا۔ اس دن شام نہ ہونے پائی کہ تمام مرد و عورت مسلمان ہو گئے۔ ان لوگوں نے مساجد تعمیر کیں اور نمازوں کی اذانیں کہیں۔ (۱۷۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وفد اشعریین (یمن)

یمن کا یہ ایک معزز قبیلہ تھا اور ابو موسیٰ اشعری اس کے ایک فرد تھے ابو موسیٰ اشعری اور طفیل دوسی کا تعلق اس قبیلے سے تھا ان تک دعوت حق مکی دور میں (طفیل دوسی اور مہاجرین حبشہ کے واسطے پہنچ چکی تھی۔ متاثرین میں سے تین اشخاص تھے جو ہجرت کا عزم باندھ کر مدینہ چلے کہ حضورؐ سے فیضان حاصل کریں گے اور تحریک حق کو تعاون بہم پہنچائیں گے بحری سفر میں تھے راستے میں مخالف ہوا چلی اور جہاز حبش کے ساحل سے جا لگا۔ وہاں یہ لوگ ہجرت اولیٰ کی سعادت پانے والی جماعت سے جا ملے۔ کچھ زمانہ جعفرؓ طیار کی رفاقت میں چند نو مسلم حبشیوں کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے، اور فتح خیبر کے موقع پر (۷ھ) بارگاہِ رسالت میں کا حاضر ہوئے ان کے جذبہ بے اختیار کا یہ عالم تھا کہ منزل مقصود پر پہنچے تو یہ نغمہ مسرت زبانوں سے نکلا تھا کہ:

"غدا نلقى الا حبة محمداً وحزبه۔" (۱۸۰)

"کل ہم اپنے رفیقوں سے جا ملیں گے یعنی محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے۔"

حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی تو احباب سے کہا: "تمہارے ہاں یمن سے لوگ آتے ہیں (خیال رہے کہ) یہ لوگ بہت رقیق القلب اور نرم دل ہوتے ہیں" پھر فرمایا "ایمان ہے تو یمن کا ! حکمت ہے تو یمن کی! پھر ملاقات ہوئی، باتیں ہوئیں سوالات سامنے آئے، جوابات دیئے گئے اور مدینہ کی فضا میں ایک رنگ چھا گیا۔

وفدِ ثقیف (طائف)

قبیلہ ثقیف سے عروہ بن مسعود ثقفی جب اسلام لے آئے تو انہوں نے بنو ثقیف میں دعوت پھیلانے کی اجازت مانگی حضور ﷺ ثقیف کے کبر و غرور کے پیش نظر احتیاط کا مشورہ دیا اور اندیشہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ تمہیں قتل نہ کریں۔ حضرت عروہؓ کو اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے بڑا اعتماد تھا لہٰذا با اصرار کام کرنے کی اجازت دی گئی واپس جاتے ہی وہ اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر اسلام کی پکار بلند کی۔ ان کی توقع کے خلاف ہر طرف سے ناوک اندوزی شروع ہو گئی اور ایک تیر کھا کر وہ شہید ہو گئے اس حرکت کے ٹھیک مہینہ بعد ایک کمیٹی بیٹھی اور انہوں نے یہ حقیقت پسندانہ جائزہ لیا کہ آیا کہ ہم پورے عرب سے دشمنی مول لے سکتے ہیں ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ طے پایا کہ کسی نمائندے یا سفیر کو بھیجا جائے پورا وفد تیار کیا گیا۔ عثمان بن العاص، اوسؓ بن عوف اور بہزؓ بن خرشہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(بنی مالک میں سے) حکمؓ بن عمرو بن وہب اور شرجیلؓ ابن غیلان (حلیف قبیلوں کی طرف سے) وفد میں شریک ہوئے عبد یالیل سردار طائف ان کو لے کر مدینہ گیا۔" (۱۸۱)

تبوک سے واپسی پر یہ وفد مدینہ پہنچا ان کے لیے مسجد کے متصل خیمہ نصب کیا گیا، خالد بن العاص فریقین کے درمیان ذریعہ گفتگو بنے، ان لوگوں نے عجب عجب شرطیں پیش کیں۔ ان شرائط کو علامہ سید محبوب رضوی نے اس طرح سے جمع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

۱۔ نماز زکوۃ اور جہاد سے ہمیں مستثنیٰ رکھا جائے۔

۲۔ فواحش اور شراب سے نہ روکا جائے، ہمارے شہر میں انگور کی کثرت سے پیدا ہوتا ہے اور یہ ہماری بڑی تجارت ہے۔

۳:۔ ہماری قوم کا تمام کاروبار سود پر ہے، اس لیے سودخوری جائز رکھی جائے۔

۴:۔ طائف کو حرم (مقدس مقام) قرار دیا جائے۔ (۱۸۲)

ان کا انداز ایسا تھا کہ رسول خداؐ نے کوئی دوکان لگا رکھی تھی کہ جس میں سے ہر ایک اپنی پسند کا سودا خرید سکتا تھا کہ جو چیز چاہے چھوڑے اور جو چیز چاہے لے۔ حضورؐ ان کے مطالبوں کے جواب میں قرآن کی آیات پڑھ کر بتاتے گئے کہ یہ تو خدائی ضابطہ ہے نہ کہ کسی کا من گھڑت، جب یہ فضول شرائط مسترد ہو گئیں تو پھر اہل وفد مشورہ کر کے اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر ہم اسلام کی شرائط نہیں مانتے تو ہمارا حال بھی اہل مکہ جیسا ہوگا مجبوراً سر اطاعت خم کر لیا، اور معاہدہ لکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دو باتوں کی ڈھیل کچھ مدت کے دی زکوۃ کی وصولی اور جہاد میں شرکت، لیکن حضورؐ کی توقع کے مطابق جب اسلام نے دلوں میں گھر کر لیا تو یہ تقاضے ازخود پورے ہونے لگے۔

ایک مخلص نوجوان عثمان بن ابی العاص کو امیر مقرر کیا گیا یہ لوگ جب اپنے شہر پہنچے تو انہوں نے ڈرامائی طریق سے مخالفانہ تاثر بیان کیا کہ محمدؐ نے بڑی ناقابل قبول شرطیں رکھی ہیں لہٰذا جنگ کی تیاری کر و دو روز تک بڑی جوشیلی فضا قائم رہی آخر کار لوگ خود ہی کہنے لگے کہ ہم بھلا محمدؐ سے کیا لڑیں گے جب کہ سارا عرب ان کی اطاعت کر رہا ہے جاؤ جو کچھ وہ کہیں قبول کر لو۔ یوں فضا تیار کر کے اہل وفد نے اپنا حقیقی تاثر بیان کیا۔ ہم نے محمد ﷺ کو تقویٰ، وفا، رحم، اور صدق میں بہت اونچا پایا ہے اور ہمارا سفر بہت ہی بابرکت رہا ہے ابوسفیانؓ اور مغیرہ بن شعبہ نے بتوں کا انہدام کیا۔ وہی طائف جو ایک دن داعی حق پر پتھر پھینک رہا تھا آج اسی کے اشارے سے ان کا جاہلی نظام خود ان کی آنکھوں کے سامنے مسمار کیا جا رہا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہاں ایک قابل غور بات جو محسن انسانیت ﷺ کے مصنف نے لکھی ہے ''کہ طائف عرب کے جاہلی نظام کا ایک خاصا گڑھ تھا اور حضورؐ نے محاصرہ کرنے کے بعد محض اس خیال سے چھوڑ دیا تھا کہ اسلام کے ملک گیر ماحول کے اندر اب بنو ثقیف اپنا الگ جزیرہ بنا کے تو رہ نہیں سکتے لہٰذا خونریزی کیوں ہو؟ مکہ اگر نظام حق کے آگے سرنگوں ہو گیا تو طائف جو مکہ کو تابع رہا ہے اس کی گردن تا نبہ کے اکڑی رہ سکتی ہے اگر کوئی جنگ پسند فاتح ہوتا تو ایک بار فوج کی لشکرکشی کرنے طائف کو محاصرہ میں لینے کے بعد کم سے کم اپنے وقار ہی کی خاطر معرکہ کی تکمیل کرتا، لیکن حضور گو چونکہ قوت کا استعمال بجز ناگزیر صورتوں کے ناپسند تھا، اس لیے محاصرہ اُٹھالیا، اور مہم نامکمل چھوڑ دی۔ مقصود یہ تھا کہ بعد میں جب ثقیف حالات کا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کریں گے تو رغبت سے اطاعت کا راستہ اختیار کریں گے۔ اور ایک تعمیری اور اصلاحی انقلاب کے لیے یہی صورت زیادہ مفید ہو سکتی ہے بعد میں یہی ہوا۔'' (۱۸۳)

وفد بنی حنفیہ

علاقہ یمامہ سے ان کا تعلق تھا اور ثمامہ بن اثال سے ان تک اسلام پہنچا اور پھر یہ لوگ خود رسول اللہ ﷺ سے آکر ملے اس میں مسیلمہ بن کذاب بھی آیا تھا اس نے ادھر ادھر کی باتیں کیں کہ اگر محمدؐ مجھے اپنا جانشین بنائیں گے تو میں بیعت کروں گا۔ (مسیلمہ کا مقصد یہ تھا کہ یا تو مجھ سے سودا کرلو۔ ورنہ میں پھر پورا ڈھونگ رچاؤں گا) رسول اللہ ﷺ نے اس کا ذہن پڑھ لیا۔ اور کھجور کی جو چھڑی اس وقت ہاتھ میں تھی اسے آگے کر کے فرمایا کہ میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پہ بیعت نہیں لینا چاہتا، یعنی اسلام کوئی بنئے کی دوکان نہیں ہے کہ جس کی جنس تجارت کو بیچ کر کسی کو ذاتی نفع کمانا ہو اور سودے کر کر کے بیعت لے اور لوگوں کو جماعت میں شریک کرے، جو حق کو مانتا ہو، وہ اس کی علمبرداری کو اپنا ذاتی فرض مان کر آئے کسی پر احسان دھرنا کیا معنی! وفد واپس چلا گیا، واپس جا کر مسیلمہ نے واقعی علم نبوت بلند کر دیا اس کی شریعت میں نماز معاف تھی اور شراب و زنا حلال۔ جس کی وجہ سے اس نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔

وفد طے

سردار زید الخیل کی سرکردگی میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے نبیؐ نے ان کے سامنے الہامی نظام حیات کی دعوت دی سردار سمیت وفد نے دل و جان سے اسلام قبول کر لیا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

زید الخیل (جن کا نام حضور ﷺ نے زید الخیر رکھا) شاعر و خطیب بھی تھے اور بہادر بھی حضور اکرم ﷺ نے ان کی تعریف میں فرمایا کہ عرب کے جس بھی شخص کی تعریف میرے سامنے کی گئی وہ دیکھنے میں اس سے کم ہی نکلا، مگر یہ شخص مستثنیٰ ہے کہ جو کچھ سنا تھا اس سے بڑھ کر ہی پایا۔

مشہور زمانہ یمن کے حاکم حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم بھی اس قبیلے کے سرداروں میں سے تھے، مذہباً عیسائی تھے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ان کے دل میں ایک طوفان عناد بھرا ہوا تھا۔ مقابلہ کی تیاری میں تھے، لیکن اچانک اسلامی فوجیں یمن کے علاقے میں جا پہنچیں تو بھاگ کے شام چلے گئے، ان کی بہن گرفتار ہو کر مدینہ پہنچیں تو رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک اور مجموعی کردار سے بے حد متاثر ہوئے۔ انہوں نے عدی کو باصرار مدینہ بھجوایا اور تاکید کی کہ جلد از جلد رسول اللہ ﷺ سے جا ملو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بھی وفد طے کے ساتھ مدینہ پہنچے تھے۔ ان کے سامنے اب یہ سوال تھا کہ یہ بادشاہ ہیں کہ نبی؟ پہنچے تو مسجد میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی، آپ اٹھے اور عدی کو اپنے گھر کی طرف لے چلے، راستے میں ایک بڑھیا نے رسول خدا سے بات کرنی چاہی تو آپ نے کافی وقت اسے دیا، اور پوری توجہ صرف کی، پھر گھر پہنچے تو خود زمین پر بیٹھے اور عدی کو باصرار گدے پر بٹھایا ان دو باتوں سے عدی کو یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور محض دنیاوی بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی باتوں نے کچھ اور وثوق دلایا اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی دانائی سے اس بات کو سمجھ لیا کہ عدی ان لوگوں میں سے ہیں جو یہ اطمینان چاہتے ہیں کہ حق کو پہچان لینے کے بعد اس کی کامیابی کے عملی امکانات ہیں اور جلد کوئی نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے یہ اندازہ کر کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> "شاید تمہیں اسلام میں داخل ہونے سے روکنے والی چیز اس کے ماننے والوں کی تنگ حالی ہے اس کو خدا کی قسم عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ ان لوگوں کے اندر دولت کے فوارے چھوٹیں گے یہاں تک کہ اسے لینے والے نہیں ملیں گے اور اگر تم کو یہ چیز اسلام میں آنے سے روکتی ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے اور ان کے مخالفین بہت ہیں تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ خدا کی قسم! وہ وقت آنے والا ہے کہ تم سن لو گے کہ ایک عورت تنہا اپنے اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے اس مسجد کی زیارت کے لیے چلی اور بخیریت پہنچی۔ یا شاید تمہارے لیے یہ خیال مانع ہے کہ سلطنت اور اقتدار دوسروں کے پاس زیادہ ہے۔ سو خدا کی قسم! ایسا عنقریب ہوگا کہ تم خود سن لو گے کہ سرزمین بابل کے قصور اسپید مسلمانوں نے فتح کر لیے۔ اس پہلو سے جب عدی کے شبہات کا ازالہ ہو گیا تو انہوں نے فوراً اپنے آپ کو تحریک اسلامی کے حوالے کر دیا۔" (۱۸۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس گفتگو سے اسلامی نظام سلطنت کی خوبیاں سامنے آئیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم کے سامنے اسلام کی صرف اخلاقی اصلاح کی بات نہیں کی، بلکہ آپ کے پروگرام میں معاشی فلاح اور سیاسی انقلاب بھی شامل ہے جو آخرت کی بھلائی کو دنیوی معاملات کی درستی سے الگ نہیں کر سکتے۔

تحریک اسلامی کی ایک ضرورت یہ ہے کہ وہ لوگوں پر اپنی عملی کامیابی کے امکانات واضح کرے اور ان کو مطمئن کرے کہ پیش نظر انقلاب واقع ہو سکتا ہے ورنہ عوام کا ایک بڑا عنصر اس کی دعوت کی صداقت کو جاننے کے باوجود بھی باہر رکا کھڑا رہے گا۔ اور جب تحریک کامیابی سے تکمیلی مدارج تک پہنچ جائے گی تو اس کے لازماً یہ نتائج نکلے گے کہ معاشی وسائل میں اضافہ ہو گا اور اس کی عادلانہ تقسیم کی جائے گی اور محتاجی کا خاتمہ ہو گا۔

وفد فزارہ

یہ انیس آدمیوں کا وفد تھا جو ۹ھ میں جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے لوٹے تو آیا ان کے اونٹ دبلے تھے یہ سب اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے وطن کا حال دریافت فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے وطن میں قحط سالی ہے مویشی ہلاک ہو گئے، اطراف خشک ہو گئے اور ہمارے بچے بھوکے مر گئے، لہٰذا اپنے پروردگار سے ہمارے لیے دعا فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ اپنے شہر اور جانوروں کو سیراب کر دے اپنی رحمت پھیلا دے اور مردہ شہر کو زندہ کر دے، اے اللہ ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر دے جو مدد کرنے والی مبارک، سرسبز، شبانہ روز وسیع، فوری غیر تاخیر کنندہ، مفید و غیر مفید ہو، اے اللہ ہمیں باران رحمت سے سیراب کر اور ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔

اس دعا کے بعد اتنی بارش ہوئی کہ آسمان نظر نہ آیا رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی اے اللہ ہمارے اوپر نہ ہو ہمارے اطراف ٹیلوں پر زمین سے ابھرے ہوئے پتھروں پر، وادیوں پر، اور جھاڑیوں پر ہو۔ مدینے سے اس طرح سے پھٹ گیا جس طرح کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

وفد اشجع

قبیلہ اشجع کا وفد غزوہ خندق والے سال رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تھے۔ اشجع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا یہ وفد سو آدمیوں پر مشتمل تھا، وفد کے سربراہ مسعود بن رخیلہ تھے۔ جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان کا بے حد اکرام کیا اور کھجور سے تواضع کی۔

وفد کو اطمینان حاصل ہونے کے بعد ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو شروع کیا اور کہنے لگے ہم اپنی قوم میں سے کسی کو نہیں جانتے جس کا مکان ہم میں سے زیادہ آپ کے قریب ہو اور جن کی تعداد ہم سے کم ہو۔ ہم آپ اور آپ کی قوم کی جنگ سے تنگ آ چکے ہیں لہٰذا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ صلح کر لیں اور جنگ کا خاتمہ ہو سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے صلح کی۔ رسول اللہؐ کے بنی قریضہ سے فارغ ہونے کے بعد اشجع آئے اور ان کے سات سو آدمی تھے، آپ نے ان سے صلح کر لی اس کے بعد وہ اسلام لے آئے۔" (۱۸۵)

وفد سلیم

بنی سلیم کا ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کا کلام سنا، چند باتیں دریافت کیں آپ نے انہیں جواب دیا اور انہوں نے ان سب کو حفظ کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو اسلام لے آئے اپنی قوم بنی سلیم کی جانب واپس ہو گئے، اور کہا میں نے روم کا ترجمہ (سیرت) فارس کا غیر مفہوم کلام، عرب کے اشعار کاہن کی پیش گوئی اور قبیلہ حم کے مقرر کی تقریر سنی مگر محمد ﷺ کا کلام ان میں سے کسی کے بھی مشابہ نہیں لہٰذا تم لوگ میری پیروی کرو اور رسول اللہ ﷺ سے اپنا حصہ لو۔

راشد بنی سلیم کے بت کے نگران تھے ایک روز دو لومڑیوں کو اس پر پیشاب کرتے دیکھ کر یہ شعر کہا:

"ارب یبول الثعلبان براسه لقد ذل من بالت علیه الثعالب" (۱۸۶)

"کیا ادب ہو سکتا ہے وہ جس کے سر پر لومڑیاں پیشاب کرتی ہوں بے شک وہ ذلیل ہے جس پر لومڑیاں پیشاب کریں۔"

انہوں نے اس پر حملہ کیا اور اسے پارہ پارہ کر دیا، رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے نام پوچھا انہوں نے کہا غادی بن عبدالعزی، فرمایا تم راشد بن عبدربہ ہو (غادی کے معنی گمراہ اور راشد کے معنی ہدایت یافتہ کے ہیں)

جب فتح مکہ کا سال ہوا تو بنی سلیم رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوئے آپ سے قدید میں ملے یہ سات سو آدمی تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ہزار تھے جن میں عباس بن مرداس انس بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عباس بن رخل راشد عبدربہ بھی تھے یہ لوگ اسلام لائے اور عرض کی آپ ہم لوگوں کو مقدمۃ الجیش میں کر دیجئے ہمارا جھنڈا سرخ رکھیے اور ہمارا اشعار مقدم فرمائیے۔ آپ نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا۔

وہ لوگ آپ کے ساتھ فتح مکہ و حنین و طائف میں حاضر ہوئے آپ نے راشد بن عبدربہ کو مقام رباط عطاء فرمایا، اس میں ایک چشمہ تھا جس کا نام عین الرسول تھا۔ وہ اسلام لائے ان کا اسلام خالص تھا فتح مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عرب کے دیہات میں سب سے بہتر خیبر ہے اور بنی سلیم میں سب سے بہتر راشد ہیں آپ نے ان کو قوم کا علم بردار بنایا۔ بنی سلیم کے ایک شخص سے روایت ہے کہ ایک شخص جس کا نام قدر بن عمار تھا بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اسلام لائے اور عہد کیا کہ اپنی قوم کے ایک ہزار شہسواروں کو آپ ﷺ کی خدمت میں لائیں گے۔ اور یہ شعر پڑھنے لگے:

"شددت بيمنى اذاتيت محمداًبخير يد شدت بحجز ة مئزر و ذا ک امرء
وقاسمته نصف دينه وا عطيته الف امرء ی غير اعسر"(۱۸۷)

"میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنے داہنے ہاتھ کو ایک بہترین ہاتھ میں وابستہ کر لیا، وہ ایسے ہیں کہ میں نے تقسیم کر کے اپنے آدھا دین کو دے دیا اور ایسے شخص کی الفت و محبت ان کو پیش کی جو تنگ دست نہیں ہیں۔"

جب قوم کے پاس آئے تو اس واقعہ کی خبر کی تو ان کے ساتھ نو سو آدمی روانہ ہوئے سو آدمیوں کو قبیلے میں چھوڑ دیا جب رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے تو ان کو موت آ گئی مرنے سے قبل انہوں نے ہر تین سو گروہ پر ایک کو امیر مقرر کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور میرا عہد پورا کرو۔

"جب یہ لوگ روانہ ہوئے، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا وہ بہت خوبصورت بولنے والا سچا مومن کہاں ہے، ان لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! انہیں اللہ نے دعوت دی تو انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔

ان لوگوں نے آپ کو واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا کہ وہ باقی ایک ہزار کہاں ہیں جن کا عہد انہوں نے کیا تھا، لوگوں نے عرض کی کہ جنگ کے خوف سے جو ہمارے اور بنی کنانہ کے درمیان ہے سو آدمیوں کو قبیلے چھوڑ دیا ہے آپ نے فرمایا ان کو بھی پیغام بھجوائے کہ اس سال تمہیں کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آئے گا۔

ان لوگوں نے انہیں بھی مقام ہدہ میں پیغام بھیجا، ہدہ میں آپ کے پاس آ گئے یہ وہی سو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آدمی تھے جن پر مقنع بن مالک بن امیہ بن عبد العزیٰ بن عمل بن کعب بن الحارث بن بہشہ بن سلیم امیر تھے۔"(۱۸۸)

وفد بنو اسد

بنو اسد نامی قبیلہ جنگی مہمات میں قریش کا اہم دست بازو تھا۔ ۹ ھ میں اس قبیلہ کی سفارت مدینہ پہنچی اور انہوں نے اسلام پیش کیا۔ عربوں کے انداز غرور کی بوان میں موجود تھی حضرمی بن عامر نے کہا کہ ہم لوگ سخت اندھیری رات اور سخت خشک سالی میں سفر کر کے آپ کے پاس آئے ہیں حالانکہ آپ نے کوئی لشکر نہیں بھیجا، انہیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

"یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوا ط قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ ج بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ هَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ" (۱۸۹)

"کہ یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو، بلکہ خدا تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا بشرطیکہ تم سچے مسلمان ہو۔"

پھر اس وفد نے پرندوں سے فال لینے، کہانت (امور آئندہ کی پیشن گوئی کرنا) ضرب الحصی (یعنی قیمت یا نرخ مقرر کرنے کے بعد گاہک جنس یا زمین کو دور سے کنکری مارتا اور جس مال کو کنکری لگ جاتی وہ اس کا ہو جاتا) کے بارے میں حکم دریافت کیا، رسول اللہ ﷺ نے تینوں امور کی مخالفت فرمائی۔ آخر میں انہوں نے خط یا تحریر کے بارے میں سوال کیا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو کسی نہ کسی نبی ہی کا آغاز کردہ فن تھے اور اس سے اچھا علم اور کیا ہوگا۔ اس "قبیلہ سے بھی نبوت کا ایک مدعی کاذب طلیحہ بن خویلد خلافت صدیقی کے دور میں اٹھا تھا۔" (۱۹۰)

وفد بنو عامر بن صعصعہ

یہ خاندان عرب کے مشہور قبیلہ قیس عیلان کی شاخ تھا اس میں تین بڑے سردار تھے عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمیٰ۔ اچھا خاصا بڑا وفد ان سرداروں کی معیت میں آیا۔ اول الذکر دونوں سردار جاہ طلب تھے خصوصاً عامر پہلے ہی شر پسندی دکھا چکا تھا اس وقت بھی باہم ایک خوفناک سازش بنا کر آئے تھے وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ کو "سیدنا" کہہ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مخاطب کیا رسول اللہ ﷺ نے اس اندازِ تکلم کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ ''السید اللہ'' (آقا تو خدا ہی ہے) انہوں نے پھر کچھ تعریفی کلمات کہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر متنبہ کیا دیکھو بات کرتے ہوئے خیال رکھنا چاہیے کہ شیطان کسی کو بہکا نہ لے جائے کتنا اہتمام تھا کہ وہاں تملق وستائش کے دروازے نہ کھلنے پائیں، عامر بن طفیل نے رسول اللہ ﷺ کے کام کو مجرد ایک سیاسی ملک گیری اور سلطنت سازی کا کام سمجھتے ہوئے باقاعدہ سودا کرنے کے لیے شرائط رکھیں کہ:

(۱) اہل بادیہ پر آپ حکومت کریں اور شہر میرے زیرِ اقتدار ہو۔

(۲) یا اپنے بعد مجھے جانشین نامزد کر دیجیے۔

(۳) ورنہ میں غطفان کو لے کر چڑھائی کر دوں گا۔

عامر نے اربد کو اس بات پر تیار رکھا تھا کہ میں تو محمد کو باتوں میں لگا کر رکھوں گا اور تم موقع پا کر کام تمام کر دینا مگر رعب نبوت کی وجہ سے اربد بالکل ساکت وصامت رہا۔ دونوں ناکام واپس ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی نگاہ نے دونوں کے دلوں کو پڑھ لیا سو آپ نے دعا کی ''اے خدا! ان کے شر سے بچائیو۔ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ عامر طاعون کے حملہ کا شکار ہو گیا اور اربد بن قیس پر بجلی گری اور اسے خاکستر کر گئی۔'' (۱۹۱)

اہل علم نے کہا علقمہ بن علاثہ بن الاحوص بن جعفر بن کلاب، ہوذہ بن ربیعہ اور ان کے بیٹے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''علقمہ کے لیے جگہ کر دو، تو انہوں نے جگہ کر دی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گئے آپ نے اسلام کے احکام بیان کیے قرآن پڑھ کر سنایا۔ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک آپ کا رب کریم ہے اور میں آپ پر ایمان لاتا ہوں عکرمہ بن خصفہ برادر قیس کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔ ہوذہ ان کے بیٹے بھتیجے بھی اسلام لے آئے اور ہوذہ نے بھی عکرمہ کی طرف سے بیعت کی۔'' (۱۹۲)

وفد حنفیہ

اہل علم نے کہا کہ بنی حنفیہ کے انیس آدمیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، جن میں رحال بن عنفوہ سلمہ حنظلہ الجمی طلق بن علی بن قیس اور بنی شمر تھے میں سے سرف حمران بن جابر وغیرہ تھے۔

یہ لوگ رملہ بنت الحارث کے مکان میں ٹھہرائے گئے اور مہمان نوازی کی گئی ان لوگوں کو دونوں وقت کا کھانا دیا جاتا تھا کبھی گوشت روٹی، کبھی گھی روٹی، اور کبھی کھجور جوان کے لیے دسترخوان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پر پھیلا دی جاتی تھی ۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسلام قبول کیا اور درس لیتے رہے واپسی پہ آپ نے پانچ اوقیہ چاندی انعام میں دینے کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم نے ایک ساتھی کو چھوڑ دیا ہے جو کجاوے کی نگرانی کرتا ہے وہ ہمارے ساتھیوں میں سے ہے اور ہمارے اونٹوں کی حفاظت کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے بھی اتنے ہی انعام کا حکم دیا جتنا اس کے ساتھیوں کو دلایا تھا اور فرمایا تھا کہ وہ تمہارے اونٹ اور کجاوے کی نگرانی کی وجہ سے تم میں سب سے بڑے درجے کا آدمی نہیں ہے یہ بات مسیلمہ سے کہی گئی اس نے کہا آنحضرت سمجھ گئے کہ آپ کے بعد نبوت کا معاملہ میرے سپرد ہوگا۔

لوگ یمامہ واپس گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو پانی کا ایک مشکیزہ عطا کیا جس میں آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی تھا اور فرمایا کہ تم اپنے وطن پہنچو تو بت خانے کو توڑ ڈالنا، اس کی جگہ اس پانی سے دھونا اور وہاں مسجد بنانا۔

ان لوگوں نے یہی کیا یہ مشکیزہ اقعس بن مسلمہ کے پاس رہا، طلق بن علی مؤذن ہوئے، انہوں نے اذان کہی تو اس کے گرجا کے راہب نے سنا اور کہا کہ حق کی دعوت ہے اور بھاگ گیا یہ اس کا آخری زمانہ تھا۔

مسیلمہ نے نبوت کا دعوی کیا تو رحال بن عنفوہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو شریک کار بنایا ہے لوگ اس کی وجہ سے فتنے کا شکار ہوئے۔

وفد نجران

رسول اللہ ﷺ نے قلم کو دعوت کا ذریعہ بنایا اور خاص خاص لوگوں کو مکاتیب روانہ کیے چنانچہ نجران کے عیسائیوں کو بھی خط کے ذریعے کلمہ حق پہنچایا، آپ نے ان الفاظ میں ان تک دعوت پہنچائی کہ: ’’ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے الٰہ (معبود) کے نام سے آغاز کرتا ہوں پھر میں تم کو بندوں کی عبادت سے خدا کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور تمہیں بندوں کی آقائی سے خدا کی آقائی کی طرف پکارتا ہوں اگر تم اس سے انکار کرو تو تم پر جزیہ (یعنی سیاسی اطاعت) لازم ہے اور اگر اس سے بھی انکار کرو تو اعلان جنگ ہے۔‘‘ اسقف نے خط پڑھا تو اس کے بدن پر کپکپی سی طاری ہوگئی اس

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

نے پہلے خاص خاص اکابر کو بلا کر رائے لی، پھر پوری وادی کے عوام کا اجتماع طلب کیا وادی میں تہتر بستیاں تھیں اور آبادی اتنی تھی کہ ایک لاکھ سپاہ نکل سکتی تھی، بہت بھاری اجتماع ہوا منعقد ہوا یہ امکان اکبر کی نظر میں پیش نظر تھا کہ یہی آخری نبی ہیں جو بنی اسمٰعیل میں سے ہیں شوریٰ ہوئی جس میں طے ہوا کہ صاحب مکتوب سے وفد کی صورت میں بات کی جائے۔ چنانچہ شرحبیل، عبداللہ جبار کو خاص نامزد کیا یہ پہلا وفد تھا جو سیاسی اطاعت اور ٹیکس ادا کرنے کے وعدے پر ایک فرمان امن وحقوق حاصل کر کے واپس ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک فرمان اہل حجر کے نام بھیجا ان کے چودہ شرفاء نے نصاری کا ایک وفد آپ کے پاس روانہ ہوا، جن میں قبیلہ کندہ کے عاقب عبدالمسیح بنی ربیعہ کے ابوالحارث بن علقمہ اور ان کے بھائی علقمہ تھے۔ ان میں سے تین آدمی جو تمام معاملات کے منتظم تھے عاقب امیر ومشیر تھے، ان کی رائے پر وعمل درآمد کرتے تھے، ابوالحارث اسقف (پادری) اور عالم وامام ومنتظم مدارس تھے، کرز برادر ابوالحارث یہ شعر پڑھتے ہوئے ان سب کے آگے بڑھے۔

"الیک تغدو وقلقا وغینها معرضا و بطنها جنینها . "

ترجمہ: آپ کی خدمت میں اس طرح حاضر ہو رہے ہیں کہ مرکب کے شکم میں جو بچہ ہے وہ بھی مضطرب ہے۔

مخالفها دین النصاری دینها۔"(۱۹۳)

ترجمہ: نصاریٰ کے مذہب سے ان کا مذہب بالکل جدا ہے۔

یہ شعر پڑھتے ہوئے وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، وفد ان کے بعد آیا، لوگ میں داخل ہوئے ان کے بدن پر چہرہ کے کپڑے و چادریں تھیں جن پر حریر کی پٹیاں لگیں ہوئیں تھیں۔

یہ لوگ مسجد کی مشرقی جانب (جدھر بیت المقدس ہے) نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو رہنے دو۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا، اور بات نہیں کی حضرت عثمانؓ نے کہا کہ تمہاری اس ہیئت کی وجہ سے ہے۔

اس روز وہ لوگ واپس چلے گئے صبح کو راہبوں کے لباس میں آئے سلام کیا تو آپ نے جواب دیا اسلام کی دعوت دی ان لوگوں نے انکار کیا، اور آپس میں بہت گفتگو اور بحث ہوئی۔ آپ ﷺ نے انہیں قرآن سنایا اور فرمایا کہ میں تم سے جو کچھ کہتا ہوں اگر تم انکار کرتے ہو تو آؤ میں تم میں مباہلہ کروں گا (یعنی یہ دعا کروں گا کہ ہم دونوں میں جو فریق باطل پر ہو خدا اس پر لعنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرے۔)

اس بات پر وہ لوگ واپس گئے، صبح کو عبدالمسیح اور ان میں سے دو صاحب عقلمند رائے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، عبدالمسیح نے کہا کہ ہمیں مناسب معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ سے مباہلہ نہ کریں آپ ﷺ جو حکم چاہیں ہم مان لیں گے اور آپ ﷺ سے صلح کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے ان سے دو ہزار ہتھیاروں پر (اور امور ذیل پر اس طرح صلح فرمائی کہ ایک ہزار ہتھیار ہر رجب میں اور ایک ہزار ہتھیار ہر سفر میں واجب الاداء ہوں گے اگر یمن سے جنگ ہو تو نجران کے ذمے بطور عاریت تیس زرہیں اور تیس نیزے اور تیس اونٹ اور تیس گھوڑے ہوں گے نجران اور ان کے آس پاس والوں کی جان، مذہب، ملک، زمین، حاضر، غائب اور ان کی عبادت گاہوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری ہے نہ تو کوئی اسقف اپنی اسقفی سے نہ کوئی راہب اپنی رہبانیت سے اور نہ کوئی توقف کرنے والا اپنے وقف سے اٹھایا جائے گا اس پر آپ ﷺ نے چند گواہ قائم فرمائے جن میں سے ابوسفیان بن حرب واقرع بن حابس ومغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔ یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے، سید و عاقب بہت ہی کم ٹھہرنے پائے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے، اور اسلام لائے آپ ﷺ نے انہیں ابوایوب انصاری کے مکان میں اتارا۔

اہل نجران جو فرمان رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے تحریر فرمایا تھا آپ ﷺ کی وفات تک اس کے مطابق رہے۔

ابوبکرؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی وفات کے وقت ان کے متعلق وصیت تحریر فرمائی اور اس پر عمل کرتے ہوئے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچائے امرائے شام و عراق میں سے یہ لوگ جس کے پاس پہنچیں وہ انہیں فراخ دلی سے زمین دیں اگر وہ اس میں کام کریں تو وہ ان کے خلاف ان کے لیے صدقہ ہے۔ ان میں سے کسی کو ان پر گنجائش ہے اور نہ کوئی جو مسلمان کے پاس موجود ہو تو ظلم کرنے والے کے خلاف ان کی مدد کرے، کیوں کہ یہ وہ قوم ہے جن کی ذمہ داری ہے۔

وفد دوس

جب طفیل عمرو بن دوسی اسلام لائے تو انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی اور ستر یا اسی آدمی جو قرابت دار تھے مدینے آئے ان میں ابوہریرہؓ عبداللہ بن ازہیر الدوسی بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ خیبر میں تھے یہ لوگ آپ کے پاس گئے اور وہیں آپ سے ملاقات کیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غنیمت میں سے ان لوگوں کا بھی حصہ لگایا یہ لوگ آپ کے ہمراہ مدینہ آئے۔

طفیل دوسی چونکہ مکہ کے ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے تھے، انہوں نے جاتے ہی زور و شور سے کام کیا، ان کے والد اور بیوی تو فوراً ان کے ساتھ ہو گئے، کچھ دوسرے افراد بھی متاثر ہوئے مگر قبیلہ بڑی بھاری اخلاقی انحطاط میں پڑ گیا تھا اور بدکاری پھیل گئی تھی، ایسے حالات میں ان کی تندی مزاجی اور جوشیلے پن کی وجہ سے کام آگے نہ بڑھ سکا، رسول اللہ ﷺ سے آکر ملے، شکایت کی، دعا کی تمنا کی، آپ ﷺ نے ان کو نرم مزاج میں دعوت کی تلقین کی اور دوس کی اصلاح کے لیے خدا سے دعا کی، طفیل نے جا کر دوبارہ کام کیا، راستے کھلتے چلے گئے اور ۵ ھ میں بہت سے گھروں میں اسلام داخل ہو گیا، یہاں تک کہ ۷ ھ میں ۸۰ خاندان ہجرت کر کے مدینہ آگئے اور انہی مہاجرین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی گراں قدر شخصیت بھی تھی۔

طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھ میں اور میری قوم میں جدائی نہ فرمائیے، آپ ﷺ نے ان سب کو جرہ الدجان میں ٹھہرایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب وطن سے نکلے تو اپنی ہجرت کے بارے میں یہ شعر کہا،

”رات کو سفر کرتے تو تکلیف اٹھاتے، رہ نورد ہیں، اس سفر نے کفر کی آبادی سے نجات دلادی۔“

حضرت عبداللہ بن زہیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اپنی قوم میں شرافت و مرتبہ حاصل ہے، آپ مجھے ان پر مقرر فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے عمرو دوسی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

”اے برادرِ دوس! اسلام غریب (ہونے کی حالت میں) شروع ہوا اور غریب ہو جائے گا، جو اللہ کی تصدیق کرے گا نجات پائے گا، جو کسی اور طرف مائل ہو گا برباد ہو جائے گا، تمہاری قوم میں سب سے بڑے ثواب والا شخص وہ ہے جو صدق میں سب سے بڑا ہو اور حق عنقریب باطل پر غالب ہو جائے گا۔

وفدِ کلب

عبد عمرو بن جبلہ وائل بن الجلاح الکلبی سے روایت ہے کہ میں اور ایک شخص عاصم جو بنی عامر کے بنی رقاش میں سے تھے روانہ ہوئے، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہمارے سامنے اسلام پیش کیا، ہم اسلام لائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میں نبی اُمی، صادق و پاکیزہ ہوں، خرابی اور پوری خرابی اس شخص کی ہے جو مجھے جھٹلائے اور مجھ سے منہ موڑے اور جنگ کرے، بہتری اور پوری بہتری اس شخص کی ہے، جو مجھے جگہ دے، میری مدد کرے، مجھ پر ایمان لائے، میرے قول کی تصدیق کرے اور میرے ساتھ جہاد کرے۔

ہم دونوں نے عرض کیا کہ: ہم تو آپ پر ایمان لاتے ہیں، آپ کی قوم کی تصدیق کرتے ہیں، دونوں اسلام لے آئے، عبدعمرو یہ شعر پڑھنے لگے:

احببت رسول اللّٰه إذا جاء بالهدیٰ
وأصبحت بعد الجحد باللّٰه أوجوا؟؟؟

ترجمہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو مان لیا، جب آپ ہدایت لائے، پہلے میں اللہ کا منکر تھا اب مومن ہوں اور اس کا مجھے اجر ملے گا۔''

وودعت لذات القداح وقد أری
بها سد كا عمری وللحواصورا

ترجمہ: ''نیزوں کے ذریعے سے فال وشگون لینے کے مزے میں نے ترک کر دیے، حالانکہ ایسے ہی لہوولعب میں میری عمر گزر گئی۔''

و أمنت باللّٰه العلی مكانه
و أصبحت للأوثان ماعشت منكراً

(۱۹۴)

ترجمہ: ''میں اللہ پر ایمان لایا جس کی منزلت برتر ہے، میں جب تک زندہ ہوں بتوں کا منکر رہوں گا۔''

حمل بن سعدانہ کے لیے جھنڈا باندھا، وہ اس جھنڈے کو لے کر معاویہؓ کے ساتھ صفین میں تھے۔

حارثہ بن قطن کے لیے ایک فرمان تحریر فرما دیا، جس میں یہ مضمون تھا کہ یہ فرمان نبی ﷺ کی طرف سے دومۃ الجندل اور اس کے اطراف کے ان باشندگان کے لیے جو قبیلہ کلب کے حارثہ بن قطن کے ساتھ ہیں، بارش سے سیراب ہونے والی صحرائی کھجور کے درخت ہمارے ہیں، شہر کی کھجور کے درخت تمہارے ہیں، جس زمین پر چشمہ وغیرہ کا پانی جاری ہو اس پر محصول عشر (دسواں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حصہ) ہے۔ اور جو بارش سے سیراب ہو اس پر محصول نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے، نہ تمہارے اونٹوں کی جمعیت کو جمع کیا جائے گا اور نہ ایک دو مواشی ہو تو ان کو برابر کیا جائے گا۔ تمہیں نماز کو وقت پہ ادا کرنا ہوگا اور زکوٰۃ اس کے حق کے موافق ادا کرنا ہوگی، تم سے گھاس نہیں روکی جائے گی اور نہ سامانِ خانہ داری کا عشر (دسواں حصہ) لیا جائے گا، تم سے یہ عہد و میثاق ہے، تمہارے ذمے خیر خواہی وفاداری اور اللہ و رسول کی ذمہ داری ہے، اللہ اور مومنین حاضرین گواہ ہیں۔

وفد جرم

سعد بن مرۃ الجرمی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ہمارے دو آدمی بطور وفد عشر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک کا نام اصقع بن شریح اور دوسرے ہودہ بن عمرو بن رباح تھے۔ دونوں اسلام لائے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک فرمان تحریر فرما دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب یہ لوگ اسلام لائے تو ان کے والد اور قوم کے چند آدمی بطور وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، قرآن سیکھا، حوائجِ دینیہ پوری کیں۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: ہمیں نماز کون پڑھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں نماز وہ پڑھائے گا جس نے سب سے زیادہ قرآن یاد کیا یا سیکھا ہو۔ یہ لوگ اپنی قوم میں آئے، تلاش کیا مگر کوئی ایسا شخص نہ ملا جو مجھ سے زیادہ قرآن کا جاننے والا ہو، حالانکہ میں اس زمانے میں اتنا چھوٹا تھا کہ میرے بدن پر ایک چادر تھی، ان لوگوں نے مجھے امام بنایا اور میں نے انہیں نماز پڑھائی، آج تک قبیلہ جرم کا کوئی ایسا مجمع نہ ہوا جس میں میں موجود ہوں اور امام نہ ہوں۔

عرب قبول اسلام کے لیے فتح مکہ کے منتظر تھے، کہتے تھے: دیکھتے رہو اگر حضور ﷺ اُن لوگوں پر غالب آ جائیں تو آپ صادق و نبی ہیں۔ جب فتح مکہ کی خبر آئی تو ہر قوم نے اسلام لانے میں سبقت کی، میرے والد ہمارے ہمسایہ لوگوں کے اسلام کی خبر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے، جب تک اللہ کو ان کا قیام منظور ہوا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقیم رہے، اس کے بعد آئے، جب وہ ہمارے نزدیک آ گئے تو ہم نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

وفد ازد

منیر بن عبداللہ الازدی سے روایت ہے کہ صرد بن عبداللہ الازدی اپنی قوم کے انیس آدمیوں کے ہمراہ بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، فروہ بن عمرو پاس اُترے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فروہ نے ان لوگوں کو سلام کیا اور ان لوگوں کا اکرام کیا۔ یہ لوگ ان کے یہاں دس روز تک ٹھہرے، صرد اُن سب میں افضل تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی قوم کے مسلمانوں پر امیر بنایا اور حکم دیا کہ وہ ان مسلمانوں کے ساتھ ان مشرک قبائل یمن سے جہاد کریں جو قرب و جوار میں ہیں۔ یہ نکلے، جرش میں پڑاؤ کیا جو ایک محفوظ شہر تھا، اسی میں قبائل یمن جو قلعہ بند ہو گئے تھے، صرد نے پہلے اسلام کی دعوت دی، انکار کیا تو ایک مہینے محاصرہ رکھا، ان کے مویشی لوٹ لیا کرتے تھے۔ وہ محاصرہ اُٹھا کر کوہِ شکر کی طرف چلے گئے، یہ سمجھے کہ بھاگ گئے، لوگ ان کی تلاش میں نکلے، صرد نے اپنی صفیں آراستہ کیں اور حملہ کر دیا، جس طرح چاہا ان لوگوں کو تہ تیغ کیا، بیس گھوڑے پکڑ لیے، دو پہر تک طویل جنگ ہوئی۔

اہل جرش نے دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تھا جو متلاشی و منتظر تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے مقابلے اور صرد کی خبر دی۔

یہ دونوں اپنی قوم کے پاس آئے اور سارا حال بیان کیا، ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، ارکان وفد اسلام لائے، آپ ﷺ نے انہیں ''مرحبا فرمایا'' اور فرمایا کہ: تم لوگ صورت کے اچھے، ملاقات میں سچے، کلام میں پاکیزہ اور امانت میں بڑے ہو، تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں کا میدانِ جنگ میں ''شعار (لفظ) مبرور قرار مقرر فرمایا اور ان کے گاؤں کو خاص نشانوں سے محفوظ فرما دیا۔'' (۱۹۵)

اس کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس کئی وفود آئے، جن میں سے بعض نے فوراً اسلام قبول کیا، کوئی جزیہ دینے پر راضی ہوا، لیکن جب ان کو پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کی کامیاب خارجہ اور داخلی پالیسی کے وجہ سے لوگ دور دراز سے آ کر اسلام کو قبول کر رہے ہیں تو ان میں بعض نے مجبوراً اسلام قبول کر لیا۔

خارجہ تعلقات کے قیام میں جب رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا رویہ دیگر اقوام و ممالک کے ساتھ انتہائی مشفقانہ اور رحیمانہ ہوتا تھا، آپ ﷺ کے سامنے لوگ اعتراض کرتے یا اپنی کسی خواہش کا اظہار کرتے تو آپ ﷺ فوراً ان کی بات کو مان لیتے، آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور آپ ﷺ کی سادہ طرزِ زندگی میں دنیا کو وہ پیغام ہے جو عیش و عشرت کی تمام سہولیات سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے باوجود بین الاقوامی دنیا میں امن و انصاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائم نہ کر سکی۔

وفد غفار

قبیلہ بنو غفار بدر کے قریب مدینہ سے اسی کلو میٹر کے فاصلے پر تھا، یہ ایک اہم شارع پر واقع تھا جو مکہ کو شام و فلسطین سے ملاتا ہے، اس قبیلے کے لوگوں نے راہزنی اور ڈکیتیوں کو اپنا پیشہ بنایا ہوا تھا۔ اس قبیلے میں ابوذر نامی شخص جو بتوں کی پرستش سے خائف تھا، جب اسے اپنے قبیلے کے فرد کی زبانی معلوم ہوا کہ مکہ میں ایک شخص ہے جو "لا إلٰه إلا اللّٰه" کہتا ہے اور نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو ابوذر بے تاب ہو گئے اور اپنے بھائی انیس کو کہا کہ: مکہ جاؤ اور اس شخص سے ملو جو ایک اللہ کی طرف بلاتا ہے اور واپس آ کر حالات بتاؤ۔ انیس مکہ جا کر رسول اللہ ﷺ سے ملے اور آپ ﷺ کے ارشادات بڑے غور سے سنے، وہ ایک بلند پایہ شاعر اور بڑے ذہین و فطین شخص تھے، ارشاداتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت متاثر ہوئے اور جا کر ابوذر کو بتایا: "بھائی! اہل مکہ اس شخص کو شاعر و کاہن اور جادوگر کہتے ہیں، لیکن خدا کی قسم! میں نے اسے ایسا نہیں پایا، وہ تو لوگوں کو محض بھلائی کی طرف بلاتا ہے، اور برائیوں سے روکتا ہے۔ اس مختصر جواب سے ان کی تشفی نہ ہوئی اور خود تلاش میں مکہ پہنچے۔ وہاں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمۂ توحید پڑھ لیا، اسلام کی ابتدائی باتیں معلوم کیں اور رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر حرم پاک جا کر حق کا اعلان کیا، مگر مشرکین نے انہیں خوب مارا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو چھڑایا۔ دوسرے دن پھر یہی ماجرا ہوا، انہوں نے اعلانِ توحید کیا تو مشرکین نے پھر مارا، اس وقت پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو مسلمان نہ ہوئے تھے، آڑے آئے اور کہا: یہ شخص بنی غفار سے ہے، اگر تم نے اُسے مار ڈالا تو تمہارا کوئی بھی کاروان صحیح وسلامت منزلِ مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔ مشرکین کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور انہوں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے میں جا کر تبلیغ شروع کی۔

دیگر وفود میں وفد بلی بھی خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوا تھا۔ یہ قبیلہ سیاسی طور پر بہت اہمیت رکھتا تھا۔ یہ اپنے فردِ قبیلہ رویفع بن ثابت بلوی کے ہاں ٹھہرے اور انہی نے حضور ﷺ کا تعارف کروایا، محسن انسانیت ﷺ نے ان کو مرحبا کہا اور یہ سب داخل اسلام ہو گئے، تین دن یہ وفد مقیم رہا، پھر روانگی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اُن کو زادِ راہ کے طور پر کھجوریں دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کلام

کسی بھی اُبھرتی ہوئی تحریک کی کامیابی اس کے اصول ومقاصد کی وجہ سے ہوتی ہے، مقاصد جتنے واضح ہوں گے، ان کو اختیار کرنا اوران پر عمل پیرا ہونا اتنا ہی آسان ہوگا۔ پھر افرادِ کار بھی ان کو حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور وہی اس تحریک کو اوجِ کمال تک پہنچاتے ہیں۔ مشنِ محمدی ﷺ کی تکمیل مکہ میں نہ ہوسکی، فضا سازگار نہ تھی، حالات نامناسب تھے، مگر اسلام کی آبیاری کے لیے مدینہ کی فضا نے وہ کمال دکھایا کہ اس کی گونج چاروں طرف سنائی دینے لگی۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے ایک ریاست کی تشکیل کی ضرورت محسوس کی اور آپ ﷺ ریاست کے قیام کے طرف بڑھے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے ریاست کو اندرونی طور پر خطرات سے محفوظ کیا اور اس کے اندرونی استحکام کے بعد خارجی تحفظ انتہائی ضروری اور اہم سمجھا۔ اسی لیے آپ نے اقوام وممالک کے ساتھ تعلقات قائم کرنے پر زور دیا، تاکہ ریاستِ مدینہ اور بین الاقوامی دنیا میں امن کا قیام ممکن ہوسکے۔

جب آپ ﷺ حدیبیہ سے فارغ ہوئے تو شاہانِ مملکت کی طرف خطوط و سفارتیں بھیجیں۔ قوموں سے تعلقات کے قیام کے لیے قدیم زمانہ سے سفارت کاری، خطوط، وفود ایک اہم ذریعہ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب بیرونِ ممالک سے تعلقات کے قیام کی ضرورت محسوس کی تو آپ ﷺ نے سفراء کو بھیجا اور ان کو اپنے مقصد سے روشناس کیا، آپ ﷺ نے سفراء کو جامع ہدایات کے ساتھ سفارت کاری کے لیے انتہائی اہم، صاحب فہم وزیرک افراد کو بھیجا، جو بلا خوف وخطر آپ کا پیغام پہنچا سکیں۔ خطوط کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خارجی تعلقات کے قیام کے لیے مختلف سربراہانِ مملکت کو خطوط بھی بھیجے، جن میں بعض آپ ﷺ کے خط کو قبول کرتے ہوئے آپ ﷺ کے دین میں داخل ہوئے، بعض نے شکریہ کے ساتھ خط واپس کیا اور بعضوں نے خطوط کو پڑھ کر اپنی نفرت کا اظہار کیا، جن کے اس انداز کے بارے میں زبانِ نبوت سے ادا کیے گئے جملے بھی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے اور اپنے انجام سے بھی دوچار ہوئے۔

وزارتِ خارجہ کا ایک اہم شعبہ وفود کا تبادلہ بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے شروع اسلام میں تو وفود بھیجے ہیں، لیکن جب دین اسلام کو استحکام ملا تو آپ ﷺ کے پاس وفود آئے۔ آپ ﷺ نے ان وفود کا بھی اکرام کیا۔ کچھ وفود ایسے بھی آئے کہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے بین الاقوامی آداب کے تحت ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا، کیونکہ قرآن کی صدا کبھی جھوٹی نہیں ہوسکتی کہ لوگ تیرے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ کی جامع حکمت عملی دراصل قرآن حکیم کے ان اصولوں کے ماتحت بنی تھی، اسی لیے آپ ﷺ نے سیاستِ خارجہ میں جس اصول کی بنیادِ اول رکھی وہ توحید کی دعوت تھی اور یہی دعوت حق آپ ﷺ نے بین الاقوامی امراء کو بھی دی اور اسی دعوت کی پکار پر لبیک کہنے والے آپ ﷺ کے گرد جمع ہوئے اور دنیا نے وہ حق پرستی و جاں نثاری کے مظاہر اس دنیا کو دکھائے کہ جو شخص ایک نعرۂ مستانہ لے کر کھڑا ہوا اس نے جاتے ہوئے دنیا میں لاکھوں لوگوں کی گواہی لی کہ اے اللہ! میں نے یہ دینِ حق لوگوں تک پہنچا دیا۔

حوالہ جات...... باب سوم

(۱) القرآن ۲:۱۶۳

(۲) القرآن ۳:۱۸

(۳) مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول مبادی، ص ۱۴۸، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۶۶ء

(۴) القرآن ۱۴:۱

(۵) ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی سندھ کراچی، ط 2006ء ص ۲۴۳

(۶) القرآن ۲۴:۵۵

(۷) احمد بن حنبل، مسند احمد

(۸) کوثر نیازی، اسلام اور ہمارا دین، ص ۴۳-۴۷

(۹) القرآن ۴:۱

(۱۰) القرآن ۴:۷۵

(۱۱) الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ج ۱، ص ۷۷۶، اسلامی کتب خانہ، لاہور، س، ن

(۱۲) القرآن ۸:۶۰

(۱۳) القرآن ۴:۱۰۲

(۱۴) القرآن ۵۷:۲۵

(۱۵) مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، باب فضل الرمی، ج ۵، ص ۹۵۶، فرید بک اسٹال، لاہور ۱۹۹۴ء

(۱۶) زرقانی، محمد بن عبدالباقی، مواہب لدنیہ شرح زرقانی، ج ۲، ص ۱۱۸، مطبعہ ازہریہ، مصر، ۱۳۲۵ھ

(۱۷) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج ۳، ص ۴۶۸، موسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۹۶ء

(۱۸) ڈاکٹر حمید اللہ، محمد رسول اللہ، نقوش، ج ۳، ص ۶۲۲

(۱۹) القرآن ۹:۶۰

(۲۰) مسلم بن حجاج "صحیح مسلم" باب تحریم النساء والصبیان فی الحرب، ج ۵، ص ۳۰۲، فرید بک سٹال، لاہور ۱۹۹۴ء

(۲۱) ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۲۲۴

(۲۲) شوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار، ج ۸، ص ۲۵، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۴۷ھ

(۲۳) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ص ۱۳۸، ۱۳۹، ج ۳، محولہ بالا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۲۴) افریقی، ابن منظور، لسان العرب، (ذ۔س) سفر، ج۳، ص ص، ۲۵، ۲۰، دارالمعارف، قاہرہ، س، ن
(۲۵) ایضاً
(۲۶) ایضاً
(۲۷) فیروز آبادی، شیرازی، محمد بن یعقوب، قاموس المحیط، ج۱، ص۳۹، مطبعۃ الحسینیۃ المصریۃ، ۱۳۴۴ھ
(۲۸) الزبیدی، الحسینی، سید محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس، ج۱۲، ص۴۱، التراث العربیہ، الکویت، ۱۹۷۳ء
(۲۹) ایضاً
(۳۰) افریقی، ابن منظور، لسان العرب ج:۳، ص ص، ۲۶، ۲۰، بحوالہ بالا،
(۳۱) ابراہیم الخمیس، المعجم الوسیط، ج۱، ص۴۳۳، احیاء التراث العربی، بیروت
(۳۲) البنانی، بطرس البستانی، محیط المحیط، ج۱، ص۹۶۳، بیروت ۱۸۷۰ء
(۳۳) The Illustrated Dictionaryp.(Ambassador)Oxford University press.p.45
(۳۴) Encyclopaedia of Americana. (Ambassador) vol. 1.p.470
(۳۵) Hussain Al-sheikhany,The International Colleges of Islamic P.174 London
(۳۶) سیاسی انسائیکلوپیڈیا، حصہ دوئم ص۶۵۸، الموسوعۃ العربیہ للدراسات والنشر، بیروت ۱۹۸۷، ۱م
(۳۷) عطیہ اللہ، احمد القاموس سیاسی، بیروت، ص۶۴۴، س ن
(۳۸) www.almulltaqm.com
(۳۹) مجید خدوری، اسلام اور قانون جنگ و صلح، مترجم، غلام رسول مہر، ص۳۳۹، مکتبہ معین الادب، لاہور، ۱۹۵۹ء
(۴۰) ایضاً ص۳۴۰
(۴۱) حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص۱۴۴، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۵ء
(۴۲) نعمانی، شبلی، سیرۃ النبیؐ، ج۱، ص۲۶۱، مطبوعہ قرآن محل، کراچی، س، ن
(۴۳) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج۱، ص ص، ۵۰، ۵۱، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶ء
(۴۴) القرآن: ۲۶:۲۱۴
(۴۵) القرآن: ۴۲:۷
(۴۶) القرآن: ۲۵:۱
(۴۷) القرآن: ۳۴:۲۸
(۴۸) القرآن: ۱۰:۷۲
(۴۹) القرآن: ۲:۱۳۶
(۵۰) القرآن: ۲:۲۸۵
(۵۱) القرآن: ۴۹:۱۵
(۵۲) القرآن: ۱۳:۳۶
(۵۳) القرآن: ۲:۲۱
(۵۴) القرآن: ۳:۵۱
(۵۵) القرآن: ۳:۱۸۹
(۵۶) القرآن: ۳:۲۶
(۵۷) القرآن: ۵:۱۸
(۵۸) القرآن: ۴:۲۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۵۹) القرآن:۲:۲۵۶

(۶۰) سفراء کی فہرست مختلف سیرت نگاروں نے مختلف انداز سے جمع کی ہے۔ یہ ان سب کا خلاصہ ہے۔

(۶۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج:۱،ص ص،۳۶۰،۳۵۹ بحوالہ بالا

(۶۲) مجید خدوری، اسلام کا قانون جنگ وصلح، ص ۳۳۱، بحوالہ بالا

(۶۳) القرآن:۱۲:۱۰۸

(۶۴) القرآن:۴:۸۰

(۶۵) الواقدی، محمد بن سعد، ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۴،ص ۳۸، مطبع بریل، لندن،۱۳۲۲ھ

(۶۶) باشمیل، محمد احمد، غزوہ موتہ، ص ۳۳۲، مصطلحات العسکریہ الحدیثہ، عراق، س،ن

(۶۷) العسقلانی، ابن حجر، شہاب الدین، احمد بن علی بن محمد، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۱،ص ۴۷۳، مطبع السعادۃ، مصر،۱۳۲۸ھ

(۶۸) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج ۲،ص ۱۲۹، موسسۃ الرسالہ، بیروت،۱۹۸۹ء

(۶۹) الواقدی، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، ج ۲،ص ۳۵۸، بحوالہ بالا

(۷۰) الحلبی، علی بن برہان الدین، السیرۃ الحلبیہ، ج ۲،ص ۳۷۱، مصطفی البابی الحلبی، مصر،۱۳۴۹ھ

(۷۱) بلاذری، ابی الحسن، فتوح البلدان، ص ۸۷، المکتبہ التجارۃ الکبری، مصر ۱۹۵۹ء

(۷۲) القرآن:۹:۶

(۷۳) ابوالفداء، عماد الدین اسماعیل، ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج ۲،ص ص ۳۶۱، ۳۶۲، مکتبہ النھضہ، قاہرہ،۱۹۶۵ء

(۷۴) شوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار، ج ۸،ص ۳۵، مصطفی البابی الحلبی، مصر،۱۳۴۷ھ

(۷۵) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج ۳،ص ۱۳۸، ۱۳۹، بحوالہ بالا

(۷۶) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص ۳۶۵، دار النصر، مصر،۱۹۸۱ء

(۷۷) ایضاً ص ۳۶۷

(۷۸) محمد ابو زہرہ، الجریمہ، ص ۳۳۵، دار الفکر العربی، س،ن،

(۷۹) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب جوائز الوفد، ج ۱،ص ۱۶۹، دار الاشاعت، کراچی،۱۹۸۵ء

(۸۰) احمد بن علی بن محمد، ابن حجر عسقلانی "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" ج ۲،ص ۷۱، بحوالہ بالا

(۸۱) الحلبی، علی بن برہان الدین، السیرۃ الحلبیہ ج ۲،ص ۳۷۶، مطبعۃ المصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۴۹ـ

(۸۲) ابن سعد، طبقات الکبری، ج ۱،ص ۲۶۲، بحوالہ بالا

(۸۳) زرقانی، محمد بن عبد الباقی، مواہب لدنیہ شرح زرقانی، ج ۳،ص ۳۵۶، بحوالہ بالا

(۸۴) العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج:۲،ص ۷۱، بحوالہ بالا

(۸۵) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۴،ص ۱۵۹، بحوالہ بالا

(۸۶) ایضاً، ج ۲،ص ۵۰،

(۸۷) العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج:۳،ص ۲، بحوالہ بالا

(۸۸) ایضاً،

(۸۹) ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معارفۃ الاصحاب ج ۲،ص ۴۳۵، المعارفۃ النظامیہ حیدر آباد،۱۳۳۶ھ

(۹۰) مصری، محمد فرج، حضرت عمرو بن العاص، مترجم محمد احمد پانی پتی، ص ۸۱، نفیس اکیڈمی کراچی

(۹۱) ندوی، شاہ معین الدین، مہاجرین، ج ۲،ص:۱۵۴، مطبع دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۳۰ء

(۹۲) بلاذری، ابی الحسن "فتوح البلدان" ص ۸۷، مکتبہ التجاریہ مصر،۱۹۵۹ء

(۹۳) مصری، محمد فرج، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص، مترجم، شیخ احمد پانی پتی ص ۸۴، نفیس اکیڈمی، کراچی،۱۹۶۲ء

(۹۴) ابن سعد، طبقات الکبری، ج:۴،ص ۶۵، بحوالہ بالا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۹۵) ابی جعفر، محمد بن جریر، امام طبری، "تاریخ الامم والملوک" ج ۲ ص ۲۹۵، مطبعہ السعادہ، قاہرہ، ۱۹۳۹ء
(۹۶) محمد بن ابی بکر، ابن قیم "زاد المعاد" ج ۳ ص ۶۹۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۶ء
(۹۷) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۸۷، بحوالہ بالا
(۹۸) العسقلانی، ابن حجر، شہاب الدین، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۱ ص ۳۰۰، بحوالہ بالا
(۹۹) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ج ۲، ۱۵۲، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۵۵ھ
(۱۰۰) علی بن برہان الدین، الحلبی "السیرۃ حلبیہ" ج ۲، ص ۲۰۰، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۴۹ھ
(۱۰۱) زرقانی، محمد عبد الباقی شرح زرقانی المواھب للدنیۃ ج ۲ ص ۲۹۷، مطبع الازہری المصریہ ۱۳۲۵ھ
(۱۰۲) اسماعیل بن کثیر، ابن کثیر، "البدایہ والنہایہ" ج ۴، ص ۲۷۳، مطبعہ السعادۃ، مصر، ۱۳۵۱ھ
(۱۰۳) ابی جعفر، محمد بن جریر، امام طبری، "تاریخ الامم والملوک" ج ۲ ص ۲۸۹، مطبعہ السعادہ، قاہرہ، ۱۹۳۹ء
(۱۰۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۴ ص، ۲۴۹، بحوالہ بالا
(۱۰۵) ابن حجر، العسقلانی، شہاب الدین، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۱ ص ۴۷۳، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۸،
(۱۰۶) ایضاً، ج ۱ ص ۴۷۳
(۱۰۷) الواقدی، کتاب المغازی ج ۲ ص ص، ۵۵۵، ۵۶۰، تحقیق الدکتور مارسدن جونس، آکسفورڈ، ۱۹۶۶ء
(۱۰۸) اسماعیل بن کثیر، ابن کثیر، البدایہ النہایہ، ج ۴ ص ۴۶ بحوالہ بالا
(۱۰۹) ایضاً، ج ۴ ص ۲۶۴،
(۱۱۰) علی بن ابی الکرم، ابن ثیر "الکامل فی التاریخ" ج ۲ ص ۱۴۳، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۸ء
(۱۱۱) الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ابن حجر، العسقلانی، شہاب الدین، ج ۲ ص ۲۹۷ بحوالہ بالا
(۱۱۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، "صحیح البخاری" کتاب المغازی، باب کتاب النبی الی کسریٰ وقیصر ج ۵ ص ۱۳۶ بحوہ بالا
(۱۱۳) السہیلی، روض الانف، ج ۲ ص ۲۵۳، مطبعہ دار الکتب، مصر ۱۹۱۴ء۔
(۱۱۴) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۱ ص ۶۲۰
(۱۱۵) تبسم محمود غضنفر، سلطنت مدینہ کے سفیر صحابہ، ص ۶۰، ضیاء احسان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء
(۱۱۶) ابن حجر، العسقلانی، شہاب الدین، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۲ ص ۴۶۲ بحوالہ بالا
(۱۱۷) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۳ ص ۳۸
(۱۱۸) ابن حجر، العسقلانی، شہاب الدین، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۲ ص ۴۶۲ بحوالہ بالا
(۱۱۹) ہیکل، محمد حسین، حیات محمد، ص ۳۶۰ مطبع دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۳۵۴ھ
(۱۲۰) مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم ص ۴۶۵، المکتبہ سلفیہ لاہور
(۱۲۱) القرآن: ۴۸: ۱۸
(۱۲۲) ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۲۰۲
(۱۲۳) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی ختم الکتاب، ج ۲ ص، ۲۰۹، اسلامی کتب خانہ لاہور، س، ن
(۱۲۴) ابن سعد، الطبقات الکبیرات، ج ۱، حصہ دوم، ص ۱۶۳ بحوالہ بالا
(۱۲۵) رضوی، مولانا، سید محبوب، مکتوبات نبوی ﷺ ص ۲۵۲، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۷۸ء
(۱۲۶) ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی کا نظام تعلیم، نقوش رسول، ج ۴ ص، ۱۲۳، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۳ء
(۱۲۷) الجہشیاری، محمد بن عبدوس، الوزراء والکتاب، ص ۱۲، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۹۳۸ء
(۱۲۸) اسماعیل بن کثیر، ابن کثیر، "البدایہ والنہایہ" ج ۵، ص، ۳۸۹، مطبعہ السعادۃ، مصر، ۱۳۵۱ھ
(۱۲۹) الجہشیاری، محمد بن عبدوس، الوزراء والکتاب، ص ۱۲ بحوالہ بالا
(۱۳۰) الہیثمی علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ومنبع الفوائد، ج ۹ ص ۳۵۷، مکتبہ القدسی، قاہرہ ۱۳۵۳ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۳۱) ایضاً، ج۹، ص۳۵۶، محولہ بالا

(۱۳۲) ابن حجر، العسقلانی، شہاب الدین، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج۲، ص۲۷۳، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۸ھ

(۱۳۳) البیہقی، احمد بن الحسین، ابن علی، السنن الکبریٰ، ج۱۰، ص۱۲۶، مطبع مجلس دائرۃ المعارف، دکن، ۱۳۵۵ھ

(۱۳۴) ایضاً، ج۱۰، ص۱۲۶

(۱۳۵) زرقانی، محمد بن عبدالباقی، مواہب لدنیہ شرح زرقانی، ج۳، ص۳۱۹، مطبعہ ازہریہ مصر، ۱۳۲۵ھ

(۱۳۶) البیہقی، احمد بن الحسین، ابن علی، السنن الکبریٰ، ج۱۰، ص۱۲۶ محولہ بالا

(۱۳۷) الجہشیاری، محمد بن عبدوس، الوزراء والکتاب، ص۱۲ محولہ بالا

(۱۳۸) شمس الدین، محمد بن علی طولون الدمشقی، اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین، ص۴، مکتبہ القدسی والبدین، دمشق، ۱۳۴۸ھ

(۱۳۹) ایضاً، ص ص۴، ۵، محولہ بالا

(۱۴۰) ایضاً، ص ۵۔

(۱۴۱) ایضاً، ص، ۹۔

(۱۴۲) ایضاً، ص، ۱۹،

(۱۴۳) ایضاً، ص ص ۳، ۴۔

(۱۴۴) قادری، ابوالبرکات، عبدالرؤف، اصح السیر خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم،، ص ۳۹۵، ستارہ ھند، کلکتہ، ۱۹۳۲ء

(۱۴۵) ایضاً ص، ۳۹۶۔

(۱۴۶) ایضاً، ص ص ۲۶، ۲۷،

(۱۴۷) الدکتور، حیدرآبادی، حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسۃ،، ص ۱۵۳، لجنۃ التالیف، القاہرۃ، مصر ۱۹۴۱ء

(۱۴۸) شمس الدین، محمد بن علی طولون الدمشقی، اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین، ص، ۳۲، مکتبہ القدسی والبدین، دمشق، ۱۳۴۸ھ

(۱۴۹) شمس الدین، محمد بن علی طولون الدمشقی، اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین، ص ۲۷، مکتبہ القدسی والبدین، دمشق، ۱۳۴۸ھ

(۱۵۰) فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، حصہ دوم، ص ۵۷۶، فیروز سنز لاہور، کراچی، پشاور، س ن

(۱۵۱) الحمیری، سعید بن حارب، العلاقات الخارجیۃ للدولۃ الاسلامی، ص ۳۴۶، بیروت، موسسۃ الرسالۃ ۱۹۹۵ء

(۱۵۲) مجید خدوری، دکتور، اسلام و قانون جنگ و صلح، ص ۱۳۱ ترجمہ غلام رسول مہر، لاہور مکتبہ المعین الادب ۱۹۶۳ء

(۱۵۳) نعمانی، مولانا شبلی، ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، ج۲، ص ۲۷، مکتبہ مدنیہ، لاہور،

(۱۵۴) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج۴، ص ۲۰۵، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶ء

(۱۵۵) القرآن: ۱۱۰: ۱: ۳

(۱۵۶) نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ص، ۵۴۹، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، لاہور

(۱۵۷) القرآن: ۴: ۱۴۴

(۱۵۸) العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۵، ص ۳۵۳، ایچ ایم سعید، کراچی ۱۹۸۹ء

(۱۵۹) ابوالطیب، محمد بن شمس الحق، عون المعبود، شرح سنن ابی داؤد،، ج۹، ص ۵۱۵، دارالفکر، بیروت، ۱۹۷۹ء

(۱۶۰) الحمیری، سعید بن حارب، العلاقات الخارجیۃ للدولۃ الاسلامی، ص ۳۴۶، بیروت، موسسۃ الرسالۃ ۱۹۹۵ء

(۱۶۱) ایضاً

(۱۶۲) علوان، محمد یوسف دکتور، القانون الدولی وثائق ومعاہدات دولیۃ الجامعۃ الاردنیۃ،، ص ۳۲۶، مصر، ۱۹۷۸ء

(۱۶۳) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، جز اول، ص ۳۳۳ محولہ بالا

(۱۶۴) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، سنن الترمذی،، ج۱، ص ۲۵۹، احیاء التراث، بیروت

(۱۶۵) نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی ﷺ، ج۲، ص ۳۰ محولہ بالا

(۱۶۶) الحمیری عبدالملک بن ہشام بن ایوب، السیرۃ النبویۃ، ج۴، ص ۱۵۰ مکتبۃ الکلیات، قاہرہ، ۱۹۷۱ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۱۶۷) البخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح البخاری، ج ۱ ص ۴۲۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱۹۶۱ء
(۱۶۸) غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، اسلام کا قانون بین الممالک، ص ۲۴۸، اظہار سنز، لاہور ۲۰۰۷ء
(۱۶۹) ایضاً
(۱۷۰) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بھاولپور، ص ۱۳۵، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۵ء
(۱۷۱) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۱، جز ۲، ص ۳۸، ۳۹ بحولہ بالا
(۱۷۲) ایضاً ج ۱ ص ۴۰
(۱۷۳) القرآن: ۴۹: ۴، ۵
(۱۷۴) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۱، جز ۲ ص ۴۱، بحولہ بالا
(۱۷۵) ایضاً ج ۱، جز ۲، ص ۴۰، بحولہ بالا
(۱۷۶) صدیقی، محمد نعیم محسن انسانیتؐ ص ۵۵۲، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۶۰ء
(۱۷۷) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۱، جز ۲ ص ۵۴ بحولہ بالا
(۱۷۸) محققین کی رائے ہے کہ راویوں کے تسامح کی وجہ سے یہاں حج کا ذکر یہاں شامل ہو گیا ہے، کیونکہ حج کی فرضیت بعد میں ہوئی تھی۔
(۱۷۹) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۱، جز ۲ ص ۴۴ بحولہ بالا
(۱۸۰) ایضاً، ج ۱، جز ۲، ص ۷۹ بحولہ بالا
(۱۸۱) یہ وہی شخص ہے جس نے ۱۲ سال قبل اوباش نوجوانوں کو حضورؐ کے پیچھے لگا دیا تھا۔
(۱۸۲) رضوی، سید محبوب، مکتوبات و معاہدات، ص ۱۵۴، علمی مرکز، دہلی ۱۳۷۵ھ
(۱۸۳) ا صدیقی نعیم، محسن انسانیتؐ ص ۵۵۶ بحولہ بالا
(۱۸۴) ایضاً
(۱۸۵) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۱، جز ۲، ص ۴۸ بحولہ بالا
(۱۸۶) ایضاً ج ۱، جز ۲، ص ۴۹ بحولہ بالا
(۱۸۷) ایضاً ج ۱، جز ۲، ص ۵۰ بحولہ بالا
(۱۸۸) ایضاً
(۱۸۹) القرآن: ۴۹: ۱۷
(۱۹۰) نعیم صدیقی، محسن انسانیتؐ ص ۵۶۳ بحولہ بالا
(۱۹۱) نعیم صدیقی، محسن انسانیتؐ ص ۵۶۴ بحولہ بالا
(۱۹۲) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۱، جز ۲، ص ۵۲ بحولہ بالا
(۱۹۳) ایضاً، ج ۱، جز ۲، ص ۸۴
(۱۹۴) ایضاً، ج ۱، جز ۲، ص ۶۸
(۱۹۵) ایضاً، ج ۱، جز ۲، ص ۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

ریاست مدینہ اور بین الاقوامی خارجہ تعلقات و معاہدات

یہ باب دو فصول پر مشتمل ہے

فصل اول

عہد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور بین الاقوامی سیاسی و خارجہ تعلقات

فصل دوم

عہد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور بین الاقوامی خارجہ معاہدات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

ریاست مدینہ اور بین الاقوامی خارجہ تعلقات و معاہدات

معاشرہ میں آپس میں تعلق ناگزیر ہے۔ افراد کو معاشرے میں رہنے کے لیے خوراک، لباس، امن وسکون، آرام وآسائش کی ضرورت ہوتی ہے۔ تنہا فرد معاشرے میں زندگی گزار ہی نہیں سکتا، اس کو لامحالہ ایک دوسرے فرد کی ضرورت ہوگی، یہ ضرورت کئی عنوان سے ہوسکتی ہے: یہ ضرورت فنون کے اعتبار سے بھی ہوگی کہ کوئی بھی ہر کام میں ماہر نہیں ہوسکتا، کسی کے پاس خوراک ہے، تو کسی کے پاس لباس، کسی کے پاس سواری، تو کسی کے پاس طاقت وحکومت۔

انسانی معاشرہ میں افراد کو باہم تعلقات کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح قوموں، ریاستوں اور ملکوں کو بھی رابطوں کو استوار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب ریاستیں آپس میں ملتی ہیں تو اس سے بین الاقوامی معاشرہ وجود میں آتا ہے اور بین الاقوامی معاشرہ اقوام اور مملکتوں کے ساتھ تعلقات قائم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بین الاقوامی دنیا میں ممالک کے درمیان تعلقات کی وجوہات بھی کئی ہوسکتی ہیں جن میں قدرتی وسائل، آبادی، جغرافیائی حیثیت، تاریخی اثرات، نظام حکومت وغیرہ ہیں جو ایک دوسرے کا محتاج بناتی ہیں۔

دنیا کے وجود کی تاریخ سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک ہر مملکت چاہتی ہے کہ اس کو دفاعی استحکام، زمین میں موجود قدرتی ذخائر سے وافر حصہ، طاقت وقوت حاصل ہو، تاکہ اس کی سالمیت اور آزادی کو کوئی چیلنج نہ کرسکے، جس کی وجہ سے اقوام وممالک میں ہیجان، کشیدگی اور تاریخی دشمنیاں پیدا ہوئیں اور باہمی تعلقات نشیب وفراز کا شکار ہوئے۔ ایسے حالات میں ممالک کے تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے باقاعدہ معاہدے، صلح نامے، یادداشتیں، تجارتی شاہراہیں وسمندری راستے تقسیم کیے گئے۔

لیکن یہ بات بہت اہم ہے کہ ریاستوں کے مابین تعلقات ہوں یا جماعتوں اور افراد کے مابین، ہمیشہ طاقت اور اقتدار ہی کی منطق کے زیر اثر رہے ہیں۔ کمزور کی بات کوئی نہیں سنتا، خواہ وہ کتنا ہی اونچا بولے اور خواہ وہ حق بجانب ہی کیوں نہ ہو، اُسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا، چہ جائے کہ وہ اپنے مفادات اور حقوق کا تحفظ کرسکے یا دنیا کے معاملات کو کسی خاص رخ پر ڈالنے میں کوئی موثر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور فعال کردار ادا کر سکے۔

آج دنیا میں میکنا کارٹا، مجلس اقوام، اقوام متحدہ، سیٹو، سینٹو، ناٹو، ریڈ کراس، وارسا، انزوز پیکٹ جیسے ادارے تو موجود ہیں، مگر انسانیت جس طرح آج ذلت و پستی کا شکار ہے پہلے کبھی نہیں تھی، کیونکہ بظاہر یہ امن کے ٹھیکے دار ہیں، مگر پس پردہ اب بھی طرح طرح کے خوفناک جنگی وسائل، لشکر جرار، تباہ کن ہتھیار اور شہروں کے شہروں کو ملیامیٹ کرنے والے ایٹم بم رکھتے ہیں۔

دینِ اسلام چونکہ امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ دینِ اسلام انسانی دنیا کو تعلقات کے قیام پر تو زور دیتا ہے، لیکن تعلقات کے قیام کے لیے ان اصولوں پر سے گزرنا ہوگا جو تعلقات کے قیام کے لیے وضع کیے گئے ہیں،، تاکہ معاشرہ میں فرد سے افراد تک، قوم سے بین الاقوام تک اور ملک سے لے کر ممالک تک سب ان بہترین اصولوں و قواعد پر کاربند رہتے ہوئے تعلقات قائم کریں اور دنیا میں موجود ہر قوم و ملک کے فرد کو چین و سکون کی زندگی میسر ہو سکے۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے اور باقاعدہ مدینہ کو ایک اسلامی ریاست بنانے کی جدوجہد شروع کی تو آپ ﷺ کو بھی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ریاست کے قیام کے لیے اور تشکیل ریاست کے بعد تعلقات قائم کیے اور معاہدات بھی کیے۔ الغرض عہد نبوی کی بین الاقوامی دنیا کے ساتھ تعلقات و معاہدات کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس باب کو دو فصول میں تقسیم کیا گیا ہے:

فصل اول

اس فصل میں عہد نبوی کے اقوام و ممالک کے ساتھ تعلقات اور ان تعلقات کی سیاسی و خارجہ اثرات پر بحث کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاستِ مدینہ نے بین الاقوامی تعلقات میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے

فصل دوم

اس فصل میں عہد نبوی کے بین الاقوامی سیاست و خارجہ معاہدات، معاہدات کی ضرورت و اہمیت، معاہدات سے متعلق اسلامی تعلیمات، معاہدات کی مختلف جہتیں یعنی معاہدات امن، معاہدات صلح، معاہدات دفاع وغیرہ وغیرہ، زیر بحث لائے گئے ہیں اور ان معاہدات کے ریاستِ مدینہ اور بین الاقوامی دنیا پر سیاسی و خارجہ اثرات بھی قلم بند کیے جائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

عہد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور بین الاقوامی سیاسی و خارجہ تعلقات

اسلام جن بین الاقوامی تعلقات کے اصولوں کو بیان کرتا ہے وہ زبانی جمع خرچ نہیں ہیں نہ ہی کوئی ایسی ماورائی باتوں کو پیش کرتا ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو، بلکہ وہ ٹھوس حقائق، صدیوں کے تجربات اور عملی کامیابی کے ساتھ اُفق پر نمایاں ہے۔ رسول اللہ ﷺ بحیثیت ایک داعی تھے، آپ ﷺ کا اصل مشن یہ تھا کہ خدا کی ہدایت لوگوں تک پہنچا دیں اور انہیں خدا کی کتاب اور حکمت و دانش کی تعلیم دیں۔

آپ ﷺ کی آمد نے انسانیت کو نئی زندگی، نئی روشنی، نئی طاقت، نئی حرارت، نیا ایمان، نیا یقین، نیا تمدن، نیا معاشرہ عطا کیا، آپ ﷺ کی آمد سے دنیا کی نئی تاریخ اور انسانیت کے کام کا نیا دور شروع ہوتا ہے، کیونکہ خود فراموشی و خودکشی میں جو زمانہ گزرا وہ اعتبار کے قابل نہیں اور بینا و نابینا، زندہ و مردہ ایک پلڑے میں نہیں رکھے جا سکتے۔

نبی کریم ﷺ نے انسانیت کو ایک خدا کی طرف دعوت دی، اور دنیا کی ساری بندگیوں اور غلامیوں سے نجات دی، زندگی کی حقیقی نعمتیں (جن سے انسانوں نے اپنے کو محروم کر دیا تھا) دوبارہ ان کو عطا کیں اور وہ طوقِ سلاسل ان سے جدا کیے جو انہوں نے بلا ضرورت اپنے اوپر ڈال لیے تھے۔ دعوتِ دین کی وجہ سے اسلام و جاہلیت کا راستہ جس تیزی سے طے ہوا دنیا میں کہیں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

www.kitabosunnat.com

مگر مکہ کی زمین نے اس دعوت کے تخم کی آبیاری نہ ہونے دی، مشرکین مکہ نے اس کو روکنے کے لیے نو مسلموں پر بے انتہا ظلم و ستم کیے، ظلم و زیادتی کے وہ لرزہ خیز واقعات پیش آئے جو اس بات کی علامت تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کو مٹانے کے لیے بالکل صحیح جگہ کا انتخاب کیا، آپ ﷺ نے جاہلیت کی شہ رگ پر وار کیا، جس سے جاہلیت تلملا اٹھی اور سارا عرب جو جاہلیت کا شاید سب بڑا قلعہ تھا، لڑنے کے لیے آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی دعوت پر پہاڑ کی طرح جمے رہے، مخالفت کے طوفان اُٹھے، فتنہ کی آندھیاں آئیں، مگر آپ اپنی دعوت سے پیچھے نہیں ہٹے۔ قریش نے جب اس کی شکایت آپ ﷺ کے چچا سے کی تو آپ ﷺ نے تاریخی جواب دے کر ہر بت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پرست کو خاموش کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یاعم! واللّٰہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری ......ما ترکتہ.“(۱)

”اے میرے چچا! خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں پر چاند رکھ دیں، تب بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔“

اس کے بعد ایسے حالات بنے کہ آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کو شہر سے نکال دیا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی، ہجرت کے بعد نئی ریاست کا قیام عمل میں آیا، اس کے بعد ضرورت اس امر کی تھی کے بیرون ممالک لوگوں سے رابطہ کیا جائے،، تاکہ ان کو تبلیغ اسلام کے دائرہ کار میں لایا جائے، کیونکہ ہر نیک تحریک کے بانی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی تحریک کے قیام وبقاء اور حفاظت کی خاطر اس تحریک کے پیرووں کو اس کے ان مخالفین کے میل جول، رازداری اور رفاقت سے روک دے جو زور یا سازش سے اس کے مٹانے اور برباد کرنے کے درپے ہوں۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب اس تحریک کو تیغ وخنجر اور فوج ولشکر سے مٹا دینے کی کوششیں ہو رہی ہوں اور طرفین میں لڑائی کی سی حالت قائم ہو یا غلط شبہ اور افواہیں پھیلا کر اس کے پیرووں کو برگشتہ کرنا چاہتے ہوں۔“(۲)

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت آفاقی تھی، جس نے کلمہ حق پڑھ لیا وہ داخل اسلام ہے، یہ کوئی نسلی مذہب یا رسوماتی مذہب نہیں تھا، بلکہ اس کا دائرہ کار اتنا کشادہ ہے کہ حبشہ کے بلال حبشیؓ، فارس کے سلمان فارسیؓ کو بھی گلے لگایا جاسکتا ہے تو قیصر وکسریٰ کو بھی اس میں داخل ہونے کی دعوت دی جاتی ہے۔ عہد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تعلقات کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ نے سلاطین وامراء کو خطوط لکھے جس میں دین اسلام کی تبلیغ کی گئی تھی۔ اس وقت، کیونکہ ممالک یا ریاستیں مختلف قبائل کی صورت میں تقسیم تھیں، مگر اس وقت قبائل کی حیثیت بھی ایک ملک کی طرح تھی، ان کے اندر بھی چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں جو کہ اپنے آپ کو خود مختار حکومت اور سلطنت کا ہم پلہ سمجھتی تھیں، اس وجہ سے قبائل کے ساتھ بھی تعلقات کو استوار کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام اور مسلمانوں کے جان ومال کے تحفظ کے لحاظ سے پہلی اہمیت حبشہ کو دی اور مسلمان ہجرت کر کے وہاں چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے خارجہ تعلقات حبشہ کے ساتھ کیا رہے اور آپ ﷺ نے حبشہ کو کتنی اہمیت دی۔ ملاحظہ فرمائیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ریاستِ مدینہ اور حبشہ سے خارجہ تعلقات

حبشہ کو ایبے سینیا بھی کہا جاتا ہے اور اس کے مکین عربی میں حبش کہلاتے ہیں۔ حبشہ کا علاقہ یمن کے قریب تھا، مگر باب المندب کی تنگ گھاٹی اسے یمن سے علیحدہ کرتی تھی۔ ظہورِ اسلام سے کافی پہلے مکہ اور حبشہ کے آپس میں انتہائی قریبی اقتصادی تعلقات تھے۔ بعثت نبوی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بھی حبشہ سے تعلقات قائم کیے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ اہل قریش کا ظلم مسلمانوں پر بڑھ گیا ہے تو انہوں نے نجاشی شاہِ حبش کے نام ایک فرمان بھیجا، جس کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست کو خط لکھ رہا ہے، اس کا مطلب ہے کہ ضرور حبشہ اور مکہ کے تعلقات اتنے گہرے ہوں گے کہ مشکل وقت میں حکمت عملی یہ اپنائی گئی کہ دوست ممالک میں مسلمانوں کو بھیجا جائے، مگر، کیوں کہ مسلمانوں کی حیثیت حبشہ جاتے ہوئے پناہ گزینوں کی سی نہیں تھی، آپ ﷺ نے ان کو باقاعدہ اکرام کے ساتھ اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو خط دے کر حبشہ بھیجا، جس میں دوستانہ تعلقات کی جھلک نظر آتی ہے اور جو مسلمان حبشہ جا رہے تھے ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''فان بها ملكا لايظلم عنده احد، وهي أرض صدق، حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه۔'' (۳)

''وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ملک میں ظلم نہیں ہوتا، وہ سچائی کی سرزمین ہے وہاں خدا تعالیٰ آپ کے بچاؤ کا راستہ نکالے گا۔''

جب مسلمان حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تو پیچھے سے سردارانِ قریش جو دشمنی سے باز نہیں آرہے تھے وہ بھی آپہنچے اور مسلمانوں کی آمد پر نجاشی سے احتجاج کرنے لگے۔ جب سردارانِ قریش دربار میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے جاہلی رسومات کے مطابق دربار کے آداب بجالاتے ہوئے نجاشی کو سجدہ کیا اور دربار لگا، دائیں جانب عمرو بن العاص، بائیں جانب عمارہ تھے، مذہبی پیشوا دورویہ بیٹھے تھے۔ اتنے میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہوئے اور سجدہ نہیں کیا، جس پر عمرو اور عمارہ نے بادشاہ سے کہا کہ یہ لوگ سجدہ نہیں کرتے، پادریوں نے کہا کہ بادشاہ کو سجدہ کرو، تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے برجستہ جواب دیا کہ:

''إنا لا نسجد إلا الله عزوجل۔'' (۴)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہم خدا کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتے۔"

پھر طویل مذاکرات ہوئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے اور مخالفین کے درمیان تنازع بننے والے عقائد کا ذکر کیا۔ نجاشی ساری بات سننے کے بعد مطمئن ہوا اور مسلمانوں کو حبشہ میں اطمینان کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا اور مخالفین اپنے سازش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ابھی کچھ عرصہ مزید گزرا تھا کہ: "یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ اور مشرکین مکہ میں صلح ہوگئی جس کی بنا پر کچھ مہاجرین واپس چلے گئے، تاہم مکہ پہنچنے پر پتہ چلا کہ وہ خبر جھوٹ تھی (، بلکہ قریش کے مظالم بڑھ گئے تھے) جس پر مسلمان ایک بار پھر عازم حبشہ ہوئے اور اب کی باران کے ہمراہ مسلمانوں کا ایک قافلہ بھی تھا، بعد میں جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو ان میں سے کچھ مہاجرین بھی مدینہ روانہ ہو گئے، جب کہ باقی ۷ ہجری تک حبشہ میں ہی مقیم رہے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم پر وہ لوگ بھی مدینہ چلے گئے۔"(۵)

جب اولین معرکۂ اسلام غزوۂ بدر پیش آیا اور مسلمانوں کو باوجود قلیل تعداد کے فتح وکامرانی نصیب ہوئی تو جو مسلمان حبشہ میں تھے، ان کو خود نجاشی نے فتح کی خوشخبری دی۔ البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فتح کے اس لمحہ کے موقع پر نجاشی کے خوشی کے الفاظ کو یوں نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

"إن جاء نی من نحو ارضكم عين لی فأخبرنی أن الله قد نصر نبيه وأهلك عدوه وأسر فلان وفلان وقتل فلان وفلان. "(٦)

"میرے پاس تمہاری سرزمین سے ایک سچی خبر آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اس کے دشمنوں کا ہلاک کیا اور فلاں فلاں گرفتار اور فلاں فلاں قتل ہوئے۔"

بدر میں عبرت ناک شکست کے بعد قریش مکہ نے (۲ ہجری میں) ایک بار حبشہ کا محاذ گرم کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک سفارت نجاشی کے پاس بھجوائی، تاکہ اسے مسلمانوں کے لیے فیاضانہ پالیسی ترک کرنے پر آمادہ کیا جا سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے قریش کی ریشہ دوانیوں کی خبر ملتے ہی "نجاشی کے پاس قاصد بھیجا تھا جو حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ تھے۔"(۷)، تاکہ قریش مکہ کی سازشیں ناکام بنائی جا سکیں۔

صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے دیگر امراء ریاست کے ساتھ ساتھ شاہِ حبشہ نجاشی جس کا نام اصحمہ بن ابجر تھا، مکتوب گرامی بھیجا جس میں انہیں قبول اسلام کی دعوت دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گئی تھی۔ نجاشی نے اس خط میں اپنے قبولِ اسلام کی اطلاع دیتے ہوئے خود بھی مدینہ آنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ تاہم حبشہ کے شہریوں کی ایک معقول تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی جن میں شاہِ نجاشی کا ایک بیٹا بھی شامل تھا جو بعد میں مدینہ منورہ آ گیا تھا۔

ریاستِ مدینہ اور احابیش قبائل سے خارجہ تعلقات

احابیش دراصل قریش کے حلیف قبائل کے گروپ تھے، جن کی مکہ کے اردگرد کے علاقوں میں رہائش تھی۔ خصوصاً شمالی اور جنوبی علاقوں میں ان کی آبادی زیادہ تھی۔ حبشہ سے ان کے ناموں کی مناسبت کا قطعاً کوئی تعلق نہ تھا۔ احابیش کے معنی و مفہوم کے حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہؒ، بلاذریؒ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

> ''ان قبائل کے ''اتحاد'' کے حوالے سے اسے ''کوہ حبشی'' سے نسبت کرتے ہیں جو کہ مکہ کے جنوب میں واقع ہے اور جہاں غالباً ایک معاہدہ طے پایا تھا، جس کے باعث قبیلے کا نام پڑ گیا۔'' (۸)

خزاعہ جن کا نسلاً تعلق یمن سے تھا اور ''احابیش'' کے ساتھ کوئی نسلی یا صلبی تعلق نہیں تھا، ان کی دو شاخوں کے علاوہ تمام حلیف قبائل آپس میں رشتہ دار تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ نے احابیش کی قریبی رشتے داریوں کی یوں وضاحت پیش کی ہے:

''مدرکہ

خذیمہ   ہذیل

کنانہ   الھون   لحیان

قریش   النصر   عبدمناف القارہ   الدیش   عضل

بکر   الحارث

جذیمہ   نقاشہ   عامر   قارز   احمر'' (۹)

یہ احابیش قبائل چونکہ قریش کے حلیف تھے اور قریش رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ تھے تو یہ بھی ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی مخالفت کرنے میں آگے بڑھ گئے۔ لیکن یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جو قبائل دل و جان سے قریش کے ہمنوا تھے وہ صلح حدیبیہ میں شرکت سے کیوں باز رہے؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مکہ چھوڑا تو انہیں احابیش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبیلے کا سردار الدغنہ واپس مکہ لے آیا اور اس نے مکہ میں اعلان کر دیا کہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پناہ دے چکا ہے، لیکن اس نے اپنے زیر حمایت اشخاص کو کھلم کھلا اسلامی فرائض کی ادائیگی سے منع کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے تحفظ اور پناہ کی ضمانت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ بعدازاں جب مکہ کے کافروں نے حضور ﷺ کا بائیکاٹ (مقاطعہ) کیا تو احابیش قبیلے نے بھی ان کا ساتھ دیا۔

صلح حدیبیہ کے زمانے میں احابیش کے سردار حلیس بن علقمہ تھے۔ حلیس کے رسول اللہ ﷺ اور قریش سے بحیثیت سربراہِ قبائل تعلقات تھے۔ قریش نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس بحیثیت سفیر بھیجا، جب وہ لشکر کے قریب آئے تو انہوں نے وہ جانور دیکھے جو حج کے موقع پر قربان کیے جاتے ہیں، تو مذاکرات کیے بغیر چلے گئے اور جا کر قریش کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو مکہ شہر میں داخل نہ ہونے دیا تو اس کا قبیلہ ان کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوگا، علامہ ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"واللّٰہ لتخلن بینه وبین ما جاء له أو لأنفرن بالأحابیش۔"(۱۰)

"واللہ! تمہیں آپ ﷺ کے اور جس کام کے لیے آپ ﷺ آئے ہیں اس کے درمیان راستہ ضرور ضرور کھولنا ہوگا، ورنہ میں میں لشکر کو منتشر کر دوں گا۔"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے احابیش ہی میں سے حضرت خراش ابن اُمیہ رضی اللہ عنہ کو بطور سفارت کار مکہ بھیجا کہ وہ ان کے ساتھ مذاکرات کریں۔ تو قریش نے اُنہیں قتل کرنے کی کوشش کی، جس پر ان کی قوم کے لوگ احابیش نے اُنہیں بچا لیا۔ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ:

"فبعث من جانبه رسولا یبلغهم رأیه، لکنهم عقروا الجمل هذا الرسول، وأرادوا قتله لولا إن منعته الأحابیش فخلوا سبیله۔"(۱۱)

"رسول اللہ ﷺ نے قریش کی جانب سفارت کے لیے (خراش بن امیہ) کو بھیجا، تاکہ وہ ان لوگوں کو آپ ﷺ کی تشریف آوری کی غرض سے مطلع کریں، لیکن ان لوگوں نے ان کے اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالے اور سفیر کے قتل کا ارادہ کیا، مگر احابیش نے ان کو بچا لیا تو انہوں نے ان کو چھوڑ دیا۔"

آخر کار صلح حدیبیہ ہوگئی اور احابیش نے بھی قریش کی طرف سے اس پابندی پر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا جو صلح حدیبیہ میں طے کی گئی تھی۔

غالباً یہ احابیش ہی تھے جو واقعہ بنوخزیمہ میں ملوث تھے جو کہ فتح مکہ کے فوری بعد پیش آیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا، یہ تو پہلے ہی واضح ہو چکا ہے کہ نوفاثہ قبیلہ احابیش ہی کا حصہ تھا اور جزیمہ نوفاثہ کے بھائی کی ہی آل اولاد تھے جو حقیقتاً احابیشی ہی تھے۔ ہوا یوں کہ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (سیف اللہ) کو جزیمہ کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا، یہ قبیلہ مکہ کی جنوبی سمت الغمیساء کے مقام پر قیام پذیر تھا، چونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پیشہ ور سفیر یا مبلغ نہیں تھے، انہوں نے بحیثیت کمانڈر یہاں کے لوگوں سے بڑا سخت و ترش رویہ اختیار کیا، کیوں کہ ان کی اسلام کے دشمنوں کے ساتھ مسلسل رفاقت رہی تھی۔ تاہم رسول اللہ ﷺ نے علی الاعلان ان کے رویے سے اظہار بے زاری فرمایا اور "حضرت علی رضی اللہ عنہ کو متاثرین کے نقصان کی ادائیگی کا حکم دیا اور خون بہا اور مالی امداد دی۔" (۱۲)

الغرض احابیشی قبائل قریش کے ایسے حلیف تھے جنہیں وہ پورے حقوق حاصل تھے جو اہل مکہ کے تھے۔ اس کے علاوہ اہل مکہ نے اس پناہ کو تسلیم کیا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دی تھی۔ نیز جنگ احد کے موقع پر الحولیس نے ابوسفیان کو ملامت بھی کی تھی جو مسلمان شہداء کی لاشوں کی بے حرمتی کرتا تھا۔

فتح مکہ کے بعد احابیشی قبائل نے اپنے حلیف اہل قریش کی اتباع میں اسلام قبول کیا تھا اور قریش کے ساتھ اپنے معاہدات پر کاربند رہے۔ احابیش کا "یہ معاہدہ بلا روک ٹوک بڑی کامیابی کے ساتھ تقریباً دو صدیوں تک قائم رہا اور یہ اسلام سے قبل کے عرب قبائل کے اس جذبے کا اظہار ہے کہ وہ اپنے الفاظ اور اپنی زبان کا کس قدر پاس کیا کرتے تھے۔" (۱۳)

ریاستِ مدینہ اور یہود سے خارجہ تعلقات

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح دیگر اقوام و ممالک کے ساتھ قانون بین الاقوام کے اصول کے تحت اپنے تعلقات قائم کیے، اسی طرح آپ ﷺ نے یہودیوں سے بھی اپنے سیاسی و معاشرتی تعلقات استوار کیے، جس کا ذکر کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ ہم یہودیوں کی تاریخ کا سرسری جائزہ لیں۔

اہل یہود جزیرہ عرب میں کب آباد ہوئے، اس بارے میں مورخین کے ہاں کوئی حتمی تاریخ بیان نہیں کی گئی ہے، لیکن قرآن حکیم میں یمن میں ان کی موجودگی اور آباد ہونے کا تذکرہ موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں یہ یمن میں آباد تھے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ.“(۱۴)

”سباء کے لوگوں کے لیے خود ان کے گھر میں قدرتِ خدا کی ایک عجیب نشانی موجود تھی دو باغ دائیں اور بائیں۔“

اہلِ سباء کو اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم نعمت سے نواز تھا، لیکن یہی نعمت عظمیٰ ان کی ناشکری کی وجہ سے ان کے لیے وبالِ جان بن گئی اور ان کو قدرت کی ناشکری کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔ اس آیت کی جغرافیائی اہمیت پر جب اہل علم وفکر کی آراء پر نظر کرتے ہیں تو علامہ سید سلیمان ندویؒ اس آیت کے ضمن میں جغرافیائی اعتبار سے ان کا مسکن یمن کو قرار دیتے ہیں کہ ”یمن کا ہر باشندہ بچشم خود معائنہ کر رہا تھا، لیکن ۲۰۰ برس کے بعد بھی برائ العین ہر سیاح کو نظر آ رہی تھی...... یمن کے علاوہ حبشہ اور شمالی عرب میں سباء کی آبادیاں تھیں۔“(۱۵)

• اسی طرح اہلِ یہود ظہورِ اسلام سے قبل عرب میں جگہ جگہ آباد تھے۔ ”جن میں طائف، یمن، بحرین، خیبر، تیما، فدک، وادی القریٰ، مقنی اور خاص کر مدینہ منورہ میں وہ کافی تعداد میں آباد تھے۔“(۱۶)

عرب میں چونکہ سال میں مختلف علاقوں میں میلے اور تجارتی قافلوں کی آمد ہوتی تھی۔ اہل یہود اگرچہ مکہ میں آباد نہ تھے، مگر عرب کے مشہور میلہ عکاظ میں ان کی نمائندگی بھرپور ہوتی تھی۔ وہ نہ صرف ”اپنی اشیاء فروخت کرتے، بلکہ ضعیف الاعتقاد لوگوں پر چھپی ہوئی چیزیں ظاہر کرنے اور مستقبل میں پیشن گوئیوں کا جھانسہ دے کر متاثر کرتے اور ان سے رقمیں اینٹھتے تھے۔“(۱۷)

• رسول اللہ ﷺ کی بعثت چونکہ تمام نوعِ انسانی اور تمام آنے والے زمانوں کے لیے تھی، لیکن بعثت نبوی کے فوراً بعد کچھ عرصے تک کے لیے آپ ﷺ کی ذمہ داری محدود کر دی گئی تھی اور آپ ﷺ کو صرف اس حکم کا پابند بنایا گیا کہ ”اپنے قریب ترین عزیزوں کو خبردار کریں۔“(۱۸)

ابتدائی مرحلے پر پیغمبر کو علاقائی ذمہ داری دی گئی، اس کے بعد آہستہ آہستہ ذمہ داریاں وسیع ہونے لگیں اور پھر ارشادِ خداوندی ہوا:

”وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا.“(۱۹)

”یعنی مکہ کے رہنے والوں اور آس پاس والوں کو ڈرائیں۔“

جس وقت رسول اللہ ﷺ کی یہاں تشریف آوری ہوئی، اس وقت شہر کی کم وبیش نصف آبادی یہودیوں پر مشتمل تھی۔ اس خطے میں یہودیوں کی آمد کے حوالے سے یقین کے ساتھ کچھ کہنا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مشکل ہے۔ظہورِ اسلام کے وقت لوگ عرب رنگ میں رنگے جا چکے تھے، یہ لوگ عربی بولتے (مگر لکھتے اس کو عبرانی رسم الخط میں تھے) اپنے بچوں کے عربی نام رکھتے، حتیٰ کہ ان کے قبائل کے نام بھی عربی تھے۔

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی تمام یہودی آبادی کو مدینہ میں ایک شہری ریاست کے قیام پر آمادہ کرلیا تھا،، تاکہ بیرونی حملوں کے خلاف شہر کے دفاع کا ایک منظم نظام قائم کیا جاسکے،اس وقت مدینہ میں کئی یہودی قبائل آباد تھے۔تاہم سیرت نگاروں کے مطابق تین بڑے قبائل بنوقینقاع، بنونظیر اور بنوقریضہ سرفہرست تھے۔چونکہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کو بالکل مختلف صورت حال سے واسطہ پڑا جہاں یہودی ہزاروں کی تعداد میں آباد تھے اور خطے کی معیشت پر ان کی گرفت تھی ۔رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین مکہ کے درمیان مواخات کے بعد اپنی معمول کی تبلیغی سرگرمیاں شروع کردیں،اور مدینہ کے یہودیوں سے رابطہ کیا، جس کا سرفہرست موضوع سلامتی اور تبلیغ دین کے مسائل تھے۔

،کیونکہ مدینہ کی شہری ریاست کے قیام کے لیے ضروری تھا کہ آبادی کے تمام طبقوں سے مشورہ کیا جائے،رسول اللہ ﷺ نے جو آئین ومیثاق مرتب کیا اس میں یہودِ مدینہ کا ذکر آیا ہے جن میں سے معروف یہ قبائل تھے:''بنوعوف کے یہودی، بنونجار کے یہودی، بنوحارث، بنوساعدہ، بنو جشم، بنواوس، بنوثعلبہ، اور بنوالشطیان کے یہودی'' مگر یہ تمام قبائل عرب تھے تو کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ ہر قبیلے کو خواہ وہ عرب تھا یا یہودی، کسی دوسرے قبیلے کا حلیف بننا پڑتا تھا؟اور یہ کہ ہمیشہ ایک عرب اور یہودی قبیلہ باہم حلیف ہوتے تھے،،تاکہ آبادی کے دو یکساں اہم طبقوں کو ایک معاہدے میں جمع کرکے امن وامان قائم رکھا جاسکے؟اور یا پھر یہ کہ شہر کی اصل آبادی عرب تھی اور وہاں آباد ہونے کے خواہش مند یہودیوں کو اصل باشندوں کے ساتھ یک گونہ زیردستی (کفالت) کا ایک معاہدہ کرنا پڑتا تھا؟ دوسرے لفظوں میں یہودیوں کا اپنا کوئی قبیلہ نہ تھا اور نہ ہی ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ وہ اپنا الگ یونٹ یا قبیلہ بنا سکیں۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مدینہ کی قدیم عرب آبادی نے دانستہ یہودیوں کو یہاں الگ تشخص کے ساتھ آباد ہونے کی اجازت ہی نہ دی ہو اور انہیں پابند کیا ہو کہ وہ صرف اس صورت میں یہاں رہ سکتے ہیں کہ وہ مقامی عرب قبائل کے ساتھ حلیف بن جائیں، اس سے ان کا مقصد یہ ہوسکتا تھا کہ اس طرح آپس میں بچھڑکر اور عربوں میں گھل مل کر رہنے سے بتدریج ان کا یہودی تشخص ختم ہوجائے گا اور وہ بالآخر عربوں کا حصہ بن جائیں گے۔''(۲۰)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میثاقِ مدینہ کے بعد جب تعلقات قائم ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے یکسوئی کے ساتھ اپنا تمام وقت تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودی قبائل کو بھی دین اسلام کی تبلیغ کی، لیکن انہوں نے وہی کیا جو قریش مکہ کر چکے تھے اور ماننے سے انکار کیا، حالانکہ ان کی کتبِ مقدسہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی بشارت تھی اور وہ ساری نشانیاں بھی تھیں جو توراۃ میں بیان کی گئیں ہیں، لیکن ان ہی یہودیوں میں ایک عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا، لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔ یہودیوں کو جھٹلانے کے لیے وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ:

"یا رسول اللّٰہ! إن یھود قوم بھت ، وإني أحب أن تدخلني في بعض بیوتک ، وتغیبني عنھم ، ثم تسألھم عني ۔ حتی یخبروک کیف أنا فیھم، قبل أن یعلموا بإسلامي ، فإنھم إن علموا بہ بھتوني وعابوني . قال فأدخلني رسول اللّٰہ ﷺ في بعض بیوتہ ، ودخلوا علیہ ، فکلموہ وسالوہ ، ثم قال لھم: أي رجل الحصین بن سلام فیکم ؟ قالوا : سیدنا وابن سیدنا ، وحبرنا وعالمنا ، قال : فلما فرغوا من قولھم خرجت علیھم ، فقلت لھم : یا معشر یھود، اتقوا اللّٰہ واقبلوا ما جاء کم بہ ، فواللّٰہ ! إنکم لتعلمون أنہ رسول اللّٰہ، تجدونہ مکتوبًا عندکم في التوراۃ باسمہ وصفتہ ، فإني أشھد أنہ رسول اللّٰہ وأومن بہ وأصدقہ وأعرفہ ، فقالوا: کذبت ثم وقعوا بي . قال: فقلت لرسول اللّٰہ ﷺ ألم أخبرک یا رسول اللّٰہ! إنھم قوم بھت۔"(۴۱)

"یا رسول اللہ! جو کچھ یہود کہتے ہیں وہ قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے اور ثبوت کے طور پر انہوں نے تجویز پیش کی کہ آپ مجھے کسی گھر میں چھپا دیں اور میری غیر موجودگی میں اسلام کی دعوت دینے سے پہلے میرے بارے میں ان سے پوچھیے تو وہ آپ کو میرے بارے میں بتائیں گے، اگر وہ یہ جان گئے کہ میں مسلمان ہوا تو مجھے بھی جھٹلائیں گے اور بہتان طرازی کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو ایک کمرے میں چھپا کر کچھ معزز یہودیوں کو ملحقہ کمرے میں مدعو کر کے اسلام کی دعوت دی، انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ یہودیوں نے ان کے علم وفضیلت کی بات کی اور کہا: وہ ہمارے سردار ہیں اور بہتر ہیں اور بہتر کے صاحبزادے ہیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ انہوں نے باہر آتے ہی ساتھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کو اسلام کی حقانیت کا یقین دلایا اور کہا: یہی وہ سچے نبی ہیں جن کی آمد کا ہمیں انتظار تھا، اس لیے دیر نہ کرو اور فوراً اسلام قبول کر لو اور میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں، اس پر فوراً یہودی اُنہیں جھٹلانے لگے اور یہاں تک کہہ دیا کہ خود برا اور برے کی اولاد ہے۔"

یہودیوں کا عہد نبوی کے زمانے میں سب سے بڑا مرکز خیبر تھا۔ غزوۂ خندق کے بعد یہودیوں کی سازشوں کو روکنے کے لیے ان پر حملہ ناگزیر تھا، لیکن آخر کار جنگ کے بغیر معاملات طے پا گئے اور امن و سلامتی قائم ہوئی۔ "اس کے بعد یہودیوں سے تعلقات بہتر ہو گئے تھے، چنانچہ بوزنطیوں کے خلاف اختیار کی ہوئی مہم تبوک میں تیما، مقناء اور جرباء اور اذرح والے یہودی خوشی خوشی اسلامی مملکت سے الحاق اور اس کی حفاظت قبول کرتے نظر آتے ہیں اور بظاہر اس زمانے میں بنو عریض کے یہودیوں کو غلے کی صورت میں آنحضرت ﷺ نے ایک اہم سالیانہ بھی مقرر فرمایا تھا۔" (۲۲)

اسی دوران بعض یہودی رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے مابین مخاصمت میں بھی شدت کے ساتھ ملوث ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو (نعوذ باللہ!) غلط ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے، لیکن غزوۂ تبوک کے بعد برضا و رغبت اہل یہود مطیع ہو گئے تھے۔ اہل یہود کے ساتھ تعلقات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی ایک زرہ یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

ریاستِ مدینہ اور مصر سے خارجہ تعلقات

مملکتِ بازنطین کا ایک صوبہ مصر تھا، جب ایرانیوں نے اس پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے قبطیوں (مصریوں) سے انتہائی ہمدردانہ اور فیاضانہ برتاؤ کیا، جو کہ بازنطینی حکومت کے فرقہ ورانہ مظالم سے تنگ آ چکے تھے۔ ایرانیوں نے قبطیوں (مصریوں) میں سے ایک شخص کو اس کا سربراہ بنا دیا جسے مقوقس کا خطاب دیا گیا۔ مقوقس کا لفظ "نہ تو عربی زبان کا ہے اور نہ ہی قبطیوں کی زبان سے اس کا تعلق ہے، ممکن ہے یہ فارسی کا معرب لفظ ہو...... جہاں تک اہل عرب کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک مقوقس کا مطلب معمار اعظم کے ہیں، یعنی عمارتیں بنانے والا یا عربی میں اسے "المطول البناء" لکھا گیا۔ (۲۳) اور قوس کے معنی "راہب کا معبد" (۲۴) کے ہیں۔ مقوقس کا ذاتی نام جریج ابن منا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایرانیوں کو جب نینوا کے مقام پر بادشاہ ہرقل کے ہاتھوں شکست کا سامنا ہوا تو اُنہیں مصر بھی خالی کرنا پڑا۔ شاید یہی وہ دور تھا جب رسول اللہ ﷺ نے قبطیوں کے سردار کو خط ارسال کیا اور اسے مشرف بہ اسلام ہونے کی دعوت دی۔ تو قبطی سردار نے رسول اللہ ﷺ کے نامہ مبارک کا انتہائی مودبانہ اور دوستانہ جواب دیا، تاہم مقوقس کے قبولِ اسلام کا بنیادی مقصد حاصل نہ ہوسکا۔

''سائرس کی آمد سے تین سال پیشتر اور ایرانیوں کے انخلاء کے چند ماہ بعد حضور ﷺ نے قرب و جوار کے چند بادشاہوں کے نام خطوط ارسال فرمائے اور اُنہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، بلکہ نصیحت بھی فرمائی اور تاکید بھی کی، یہ بات مئی، جون ۶۲۸ء کی ہے جب مدینہ سیکرٹریٹ کو مصری سرداروں کے ناموں کا علم نہیں تھا۔ چناچہ ایک ایسا خط ایک اعلیٰ سردار مقوقس muqauqis کے نام ہی تحریر کر دیا گیا۔ یہ خط ایک لخمی سردار حاطب ابن ابی بلتعہ کے ہاتھ بھیجا گیا، ان کے ہمراہ سہیلی کے بیان کے مطابق ایک نو آزاد غلام تھے جنہوں نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ غالباً اس ملک سے پہلے خاص واقفیت رکھتے تھے۔'' (۲۵)

رسول اللہ ﷺ کا خط جس زمانے میں اہلِ قبط کو ملا، اس وقت وہ مصر ایرانی مقبوضات سے خانہ جنگی کی صورت میں نکل چکا تھا اور وہ ذہنی ابتری کا شکار تھے، عین اس وقت رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر پہنچا جس میں اُسے قبولیتِ اسلام کی دعوت دی گئی تھی، اس وقت یہ توقع کرنا عبث تھی کہ کوئی سردار اپنا مذہب ترک کر کے کوئی نیا مذہب اختیار کرے گا، خصوصاً جب کہ وہ نئے مذہب سے کلیتاً نابلد ہو۔ الغرض مقوقس نے جوابی خط میں نئے مذہب کی قبولیت سے معذرت کرتے ہوئے تحائف ارسال کیے جس میں دو لونڈیاں، خلعتِ فاخرہ کا ایک جوڑا اور ایک مادہ خچر اور سفیر رسول کو ایک مثقال سونا بھی دیا۔

تاریخ میں عہدِ نبوت کے مصر کے ساتھ قابلِ قدر تعلقات نہیں رہے تھے اور نہ ہی اس بارے میں دستیاب قدیم ماخذ میں سے کوئی اہم معلومات ملی ہے، اس لیے مصر سے تعلقات کی بحث میں اسی پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

ریاستِ مدینہ اور بازنطینی سلطنت سے خارجہ تعلقات

رسول اللہ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے بچاؤ کے لیے دفاعی جنگیں لڑیں اور جب دشمنوں نے جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد ان کی ریاستوں پر قبضہ کرنا نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقصد یہ ہے کہ عرب کے ساتھ ساتھ غیر عرب ممالک میں پر امن طریقے سے دین اسلام کی تبلیغ وتشہیر کی جائے۔ حدیبیہ سے فراغت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیرونی ممالک اپنے قاصدوں کو بھیجنا شروع کیا۔ ۷ ہجری میں آپ ﷺ نے مختلف ممالک کو خطوط لکھے اور سفراء میں ایسے افراد کو منتخب کیا جو اس ملک کی زبان جانتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے جن حکمرانوں کو خطوط بھیجے ان میں ایک معمولی گھرانے کا فرد ہرقل ایک فوجی انقلاب کے نتیجے میں قسطنطنیہ کا حکمران بنا تھا۔ ایرانیوں اور بازنطینیوں دونوں نے عرب کے اندر مضافات ونواح میں اپنی نوآبادیاں قائم کر رکھی تھیں۔ وہ عربوں کو غلام بنا کر انہیں دوسرے درجے کا شہری سمجھنے کے ساتھ ساتھ کم تر نسل خیال کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یونانیوں سے براہِ راست رابطہ کرنے سے پہلے ان سے رابطہ کا فیصلہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے عین شباب میں ''دو مرتبہ شام کا سفر کیا۔ آپ ﷺ نے ایک کسٹم آفیسر کو جہنم کی وعید سنائی جو ظالمانہ سلوک روا رکھے ہوئے تھا۔ اس حدیث مبارکہ سے بازنطینی سرحدوں پر مسافروں کے ساتھ ہونے والے سلوک کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے، آپ بازنطینی ریاست کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے جس کا قرآن میں بھی علی الاعلان ذکر آیا ہے، خصوصاً اس موقع پر جب انہوں نے ایرانیوں سے شکست کھائی تو انہیں حالات کی تبدیلی کی پیش گوئی کا مژدہ بھی سنایا گیا، جو اگلے دس برسوں میں ظہور پذیر ہوا۔ چند ماہ کے بعد صلح حدیبیہ ہوئی اور آپ ﷺ نے چند ایک خطوط بادشاہوں کے نام تحریر کروائے۔ ان میں سے ایک خط ہرقل کے نام بھی تھا۔'' (۲۶) ہرقل کو سفیر رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے خط پہنچایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے اس خط کے بعد شہنشاہ ہرقل حیرت میں پڑ گیا اور اس نے ریاست میں موجود مکہ کے تجارتی قافلہ کو بلا بھیجا، چونکہ ابوسفیان تمام حالات سے واقف تھے، اس سے سوال و جواب کیے گئے۔ ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ سے متعلق معلومات فراہم کیں، ابوسفیان کو یہ جان کر حیرت ہوئی کہ بازنطینی ریاست پہلے ہی سے اسلام سے کس قدر خوفزدہ ہو چکی ہے۔ جب شہنشاہ نے سفارتی جواب میں بے اعتنائی برتی تو رسول اللہ ﷺ نے ان بازنطینی سرداران سے رابطہ فرمایا جو عربی النسل تھے۔

تبوک میں جب بازنطینیوں کی جنگی تیاریوں کے بارے میں معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک تیس ہزار جانثاروں کا لشکر لے کر چلچلاتی ہوئی گرمی میں نکلے۔ اس موقع پر منافقین اور مومنین کا حال بھی ظاہر ہوگیا۔ تبوک پہنچ کر آپ ﷺ نے ہرقل کو ایک خط ارسال کیا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، اس خط سے رسول اللہ ﷺ کا منشا یہ تھا کہ: "وہ کم از کم ان لوگوں کے ساتھ بدسلوکی اور سخت گیری کا رویہ اختیار نہ کریں جو آپ ﷺ کی دعوت قبول کر کے مسلمان ہو گئے ہیں۔" (۲۷) ہرقل نے اپنے ایک سردار کو صرف اس لیے تختہ دار پر لٹکا دیا تھا، کیونکہ اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے ایک گورنر نے جس نے بین الاقوامی قوانین واصول وضوابط کی واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلم سفیر کو قتل کرنے والے کو پناہ دی تھی اور یہی غزوہ موتہ کی وجہ بھی تھی کہ انہوں نے مسلم سفیر کو شہید کیا تھا اور یہ غزوہ اس کا بدلہ تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی مہم تھی، مگر ہرقل نے ایک بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ کیا، اس کا رویہ ایک بے اصول اور ظالم و جابر بادشاہ کا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے تین کمانڈر شہید ہوئے، مگر آخر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کمانڈر چنا جس کی زیر قیادت انہوں نے دشمن کے فوجیوں کو قتل کیا، مالِ غنیمت لوٹا اور واپس مدینہ آ گئے اور دشمنوں کو آپ کے تعاقب کی جرأت تک نہ ہوئی۔

تبوک میں چند ہفتوں قیام کر کے آپ ﷺ واپس آ گئے، بازنطینی حکومت میدانِ جنگ میں آمنے سامنے نہ آئی اور بلا مزاحمت ایلہ، اذرح اور دومۃ الجندل رسول اللہ ﷺ کے قبضے میں آ گئے۔

اسلام ایک مضبوط قوت کے طور پر ۹ ہجری میں سامنے آیا، یہ نیا مذہب طاقتور بن رہا تھا، درجنوں قبائل کے وفود یمن سے مدینہ چلے آ رہے تھے، گویا یہ سب اپنی قبولیت اسلام کی تصدیق کر رہے تھے، تاہم غسان کے ملک میں اسلامی سفیر کی شہادت کے ذمہ داروں کو ہنوز سزا دینا باقی تھا، اس پہ مستزاد یہ امر بھی تھا کہ شہنشاہ نے معان یا (عمان) کے گورنر فروہ جذامی رضی اللہ عنہ کو پھانسی کا حکم جاری کیا جس کی واحد وجہ ان کا قبولِ اسلام تھا۔" (۲۸)

اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت موتہ کے علاقے میں ایک مہم روانہ کی، ابھی اس لشکر کی تیاری جاری تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا، خلیفۂ رسول ﷺ نے فوراً اس مہم کو روانہ کیا جس نے ابنا کے علاقے کو نذر آتش کر ڈالا اور ۷۰ روز قیام کے بعد یہ مہم کامیاب و کامران وطن واپس لوٹی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ریاستِ مدینہ اور فارس سے خارجہ تعلقات

عہد نبوی (ﷺ) میں فارس اور روم دنیا کی عظیم سلطنتیں تھیں۔ مختلف وجوہ کی بناپر ان میں باہمی عداوت قدیم زمانہ سے رہتی تھی۔ دونوں حکومتیں اپنے علاقوں میں توسیع کرنے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر میں رہتی تھیں۔ عہد نبوی (ﷺ) کے ابتدائی زمانہ میں "رومیوں نے اپنی بادشاہت کا تمام مشرقی حصہ کھو دیا تھا، شام، آرمیا، مصر، حتیٰ کہ قسطنطنیہ تک میں آرمی جھنڈے لہرا رہے تھے۔" (۲۹)

ان دونوں طاقتوں نے اپنی سرحدوں کے ساتھ ساتھ اور کہیں زیادہ دور تک عرب میں اپنے اثرات پھیلا رکھے تھے، چناں چہ بعثت نبوی تک عرب کے شمال میں دومۃ الجندل، ایلہ، مقنا اور غسان جیسے اہم علاقے بازنطینیوں (رومیوں) کے زیر اثر آچکے تھے۔ ان علاقوں میں بسنے والے مختلف اہم قبائل مثلاً "بنو کلب، تغلب، جزام، قین، بلی، بہرا، قضاعہ وغیرہ جنگ میں بیزنطینی جھنڈے کے نیچے ہی اکٹھے ہوتے تھے۔" (۳۰)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رستم کے پاس جو کہ ایرانی افواج کا سپہ سالار تھا، ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا، ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ جب پہنچے تو دربار فرش فروش سے آراستہ تھا، رستم یاقوت اور بیش بہا موتی زیب تن کیے لباسِ بیش قیمت پہنے، تاج سر پر رکھے سونے کے تخت پر بیٹھا تھا، ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ پھٹے پرانے لباس میں پہنچے، مختصر سی ڈھال، چھوٹا سا گھوڑا، یہ ان کی حیثیت تھی، وہ گھوڑے پر سوار فرش کو روندتے ہوئے بڑھتے چلے گئے اور پھر گھوڑے سے اترے، قیمتی گاؤ تکیہ سے گھوڑا باندھ دیا اور خود رستم کے پاس جانے لگے، آلاتِ حرب ساتھ، سر پر خود، جسم پر زرہ بھی موجود تھی، لوگ بولے جنگی لباس تو اتار دو، کہنے لگے: میں خود سے نہیں آیا، مجھے بلایا گیا ہے، اگر تم کو منظور نہیں تو ابھی واپس جاتا ہوں، رستم نے کہا: آنے دو، وہ اسی فرش پر نیزے کا سہارا لیتے ہوئے بڑھے، نیزے کی نوک نے فرش کو جا بجا سے کاٹ دیا، لوگ بولے تمہارا کیسے آنا ہوا؟ بولے: ہم کو اللہ نے اسی لیے بھیجا ہے کہ جس کے بارے میں مرضی ہو اس کو بندوں کی بندگی سے نجات دلا کر اللہ کی بندگی میں داخل کر دیں، اور دنیا کو تنگیوں سے نکال کر آخرت کی وسعتوں میں پہنچا دیں اور مذاہب کی زیادتیوں سے چھٹکارا دلا کر اسلام کے عدل کے سایہ تلے لے آئیں۔" (۳۱)

اسی طرح عہد نبوی میں عرب کے کئی اہم علاقے مثلاً: یمن، یمامہ، عمان، بحرین اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طائف وغیرہ فارس کے زیر اثر تھے، ان علاقوں میں بسنے والے قبائل کے ساتھ ساتھ ان کے حلیف اور پڑوسیوں پر بھی ایرانی اثرات پھیلے۔ ایران اور عربوں کے باہمی اختلافات رہتے تھے، مگر ان میں اپنی عزت و وقعت کا احساس بھی انتہا کا تھا۔ شہنشاہِ ایران نے عربوں کو سبق سکھانے کی خاطر حیرہ پر فوج کشی کی تو عربوں نے بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے شاہی فوج کو جنوبی عراق میں ذوقار کے مقام پر زبردست شکست دی۔ یہ واقعہ تقریباً انہی دنوں ہوا جب جنگ بدر لڑی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ ذوقار کی جنگ کے دوران عربوں کا جنگی نعرہ ''یا محمد!'' تھا۔ جب یہ خبر مدینہ منورہ پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ پہلا موقع ہے کہ عربوں نے ایرانیوں سے انتقام لیا ہے اور انہیں یہ فتح میری وجہ سے حاصل ہوئی ہے، جس کا ذکر قرآن حکیم کے سورۂ روم ہے:

''غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ۔''(۳۲)

''رومی (بازنطینی) ہمسایہ ممالک میں شکست کھا چکے ہیں، مگر چند سالوں کے اندر وہی فتح مند ہوں گے۔''

روم پر عیسائیوں کی حکومت تھی جب کہ آتش پرست حکمران تھے، مسلمان چاہتے تھے کہ عیسائیوں کو فتح حاصل ہو، کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں مگر فارس جیتا اور روم ہار گیا۔ کئی سال بعد دونوں قوتوں میں پھر مقابلہ ہوا تو رومی غالب آ گئے۔ چونکہ عیسائیوں کو نسبتاً مسلمانوں کے قریب تصور کیا جاتا تھا، جب کہ آتش پرستوں کو مشرکین مکہ کا ہم خیال سمجھا جاتا تھا، شاید اسی وجہ سے اس ردعمل کا اظہار ہوا ہے۔

ریاستِ مدینہ اور طائف سے خارجہ تعلقات

ابتدائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لیے نئے میدان کی تلاش شروع کر دی۔ مکہ سے ایک سو بیس میل کے فاصلہ پر طائف نامی ایک شہر تھا۔ طائف کا شہر اپنی اہمیت، آبادی کے پھیلاؤ اور خوش حالی اور فارغ البالی میں مکہ کے بعد دوسرے نمبر پر تھا۔ امراء و خوش حال طبقہ یہیں گرمیاں گزارتا تھا، عہدِ اسلامی اور اس کے بعد بھی اس کو یہ اہمیت حاصل رہی۔

اہل طائف جائیداد اور زمینوں کے مالک تھے، ان کے پاس بڑے بڑے باغات اور مزرعے تھے، اس دولت و خوش حالی نے ان کے اندر غرور و ناز پیدا کر دیا تھا اور وہ اس آیت کا مصداق اور نمونہ تھے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ '' (۴۳)

''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا، مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں اور یہ بھی کہنے لگے کہ: ہم بہت سارا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔''

بعثت کے دسویں سال رسول اللہ ﷺ مکہ سے طائف روانہ ہوئے، تاکہ قبیلہ بنوثقیف کو اسلام کی دعوت دیں، شاید ان کے اس پیغام حق کو قبول کر لینے سے اس دعوتِ حق کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچانے کا فریضہ خوش اسلوبی سے ادا کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے طائف کے تین چوٹی کے سرداروں کے پاس پہنچے، یہ تینوں سردار سگے بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں: مسعود بن عمرو، عبد یالیل بن عمرو، حبیب بن عمرو۔ ان تینوں میں سے ایک کی شادی قبیلہ قریش کے بنونجار خاندان میں ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور بڑی دل سوزی سے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، انہوں نے بداخلاقی اور سفلہ مزاجی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قلب نازک کو سخت صدمہ پہنچا۔

اہل طائف کے قریش کے ساتھ خاندانی اور تجارتی تعلقات قائم تھے۔ ''بنوعبد یالیل کو رسول اللہ ﷺ کے ماموں کا خاندان کہا جاتا ہے، ابولہب کی بیٹیوں کی اہل طائف سے شادیاں ہوئی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھی طائف سے رقمی اور تجارتی کاروبار بہت تھا، اس لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے ہم وطنانِ مکہ سے مایوس ہوئے تو انہوں نے اپنے ماموؤں کا رخ کیا۔ ہجرت کے بعد جلد ہی رجب ۲ ہجری میں سریہ نخلہ (مابین مکہ وطائف) پیش آیا، جو اگرچہ خالصۃً اہل مکہ پر معاشی دباؤ ڈالنے کے لیے تھا، مگر مکے سے تجارت نے رکاوٹ پڑنے پر طائف کا متاثر ہونا ناگزیر تھا۔'' (۴۴)

جب اسلام کو شان وشوکت ملی اور اہل طائف اپنی سرکشی سے باز نہیں آرہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع پر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کو دھمکی دی کہ تمہارے سارے باغات جلا دیے جائیں گے جس پر وہ راضی ہو گئے۔ ''لیکن حضور ﷺ کو چونکہ قوت کا استعمال بجز ناگزیر صورتوں کے ناپسند تھا، اس لیے محاصرہ اُٹھا لیا، اور مہم نامکمل چھوڑ دی۔ مقصود یہ تھا کہ بعد میں جب ثقیف حالات کا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کریں گے تو رغبت سے اطاعت کا راستہ اختیار کریں گے اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایک تعمیری اور اصلاحی انقلاب کے لیے یہی صورت زیادہ مفید ہو سکتی ہے، بعد میں یہی ہوا۔'' (۳۵)

اہل یہود بھی طائف میں بڑی تعداد میں آباد تھے، لیکن جوں جوں اسلام بڑھتا گیا اور اقوام کو زیر دست لاتا گیا تو اقوام کے پاس اب کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں بچا، اس لیے اب ہر قوم اس نئے دین اور نئی طاقت کے ساتھ شامل ہونے کے لیے مزید کسی انتظار کے متحمل نہ تھے۔ ''اہل یمن کے اسلام لانے کے زمانہ سن ۹ ہجری ہی میں اہل طائف نے بھی اسلام قبول کر کیا تھا۔'' (۳۶)

درحقیقت اہل طائف کا اسلام قبول کرنے کا سبب وہ دعا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے تبلیغی سرگرمیوں کے آغاز میں اہل طائف کی گستاخی کے بدلے میں مانگی تھی، حالانکہ اگر آپ ﷺ چاہتے تو اس وقت اہل طائف کو نیست و نابود کر دیا جاتا، مگر رسول اللہ ﷺ کی وہ امید بھر آئی اور اہل طائف اسلام کے جھنڈے تلے آئے اور بہترین تعلقات میں پیوست ہو گئے۔

ریاست مدینہ اور عمان سے خارجہ تعلقات

عمان کا علاقہ معاشی و اقتصادی لحاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کی بے شمار بندرگاہوں اور سالانہ بین الاقوامی تجارتی میلوں نے اسلامی سلطنت کے وقار اور قوت میں اضافہ کیا۔ عرب کے جنوب مشرق میں ایک ریاست کا نام عمان تھا۔ وہاں پر ''جلندی'' کے دو بیٹوں ''جیفر'' اور ''عبد'' کی مشترکہ حکومت تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعوت اسلام دی جو انہوں نے قبول کر لی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا وعدہ وفا کرتے ہوئے دونوں کو عمان کی حکمرانی پر برقرار رکھا۔ اسلام میں مشترکہ حکومت جائز ہے، تاہم رسول اللہ ﷺ نے عمان میں اپنے ایک مستقل نمائندے (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کا تقرر فرما دیا، تاکہ مسلمانوں کے معاملات اور تعلیم وغیرہ کی نگرانی کی جا سکے۔ (جس کا ذکر باب سوم میں گزر چکا ہے۔)

عبدالقیس کا قبیلہ جیفر کی حکومت کے زیر اثر نہیں تھا، بلکہ آزاد تھا، کیوں کہ انہوں نے اپنا ایک وفد علیحدہ سے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں روانہ کیا جس نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست مذاکرات کیے۔ وفد کے ارکان کو جب یہ علم ہوا کہ محمد ﷺ عمان کا طویل اور وسیع دورہ کر چکے ہیں تو وہ بہت حیران ہوئے (قدرتی طور پر ظہورِ اسلام سے پہلے) رسول اللہ ﷺ کافی عرصہ عمان میں گزار چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ عمان کے بہت سے لوگوں کو ذاتی طور پر جانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عمان کے وفد سے تازہ خبریں بھی حاصل کیں، بات چیت انتہائی خوشگوار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ماحول میں ختم ہوئی۔

ریاستِ مدینہ اور چین سے خارجہ تعلقات

یہ یقین کر لینے کے لیے کافی وجوہات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی چین والوں سے ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے آنحضور ﷺ کو اپنی ثابت قدمی سے متاثر کیا تھا، کیونکہ وہ کئی ماہ کا سمندری سفر کر کے آئے تھے، مزید یہ کہ انہوں نے اپنی مصنوعات سے بھی سرورِ کائنات ﷺ کو متاثر کیا تھا۔ مسعودی اپنی کتاب ''مروج المذاہب'' جلد اول صفحہ: ۳۰۸ پر لکھتے ہیں کہ:

''ورکب البحر حتی إلی بلاد عمان۔'' (۳۷)

''ظہورِ اسلام سے پہلے چینی لوگ بڑی بڑی کشتیوں میں بحرین اور عمان آتے تھے۔''

اس کے علاوہ ''چین والے اس بات کی تصدیق وتوثیق کرتے ہیں کہ سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ نے چین کے بادشاہ کے دربار میں دعوتِ اسلام دینے کی خاطر اپنا سفیر بھیجا تھا۔ اس سفیر کا نام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بعد میں دوبارہ چین تشریف لے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔'' (۳۸)

معاشی واقتصادی لحاظ سے یہ علاقہ از حد اہمیت کا حامل تھا۔ دبا اور مشقر کے مقامات پر سالانہ تجارتی میلے بین الاقوامی کشش رکھتے تھے۔ ''دبا'' عرب کی دو بڑی بندرگاہوں میں سے ایک تھی۔ اس کے تجارتی میلہ میں محض عرب کے کونے کونے سے ہی نہیں، بلکہ چین، ہند، سندھ اور مشرق ومغرب سے اپنا مالِ تجارت لے کر تاجر شرکت کرتے تھے۔ بڑی بڑی کشتیوں میں چینی تاجر اپنے ملک سے سیدھے ''دبا'' پہنچتے تھے۔

جب یہ علاقہ غیر ملکی قبضے سے آزاد ہو گیا تو قدرتی طور پر رسول اللہ ﷺ نے ''دبا'' کی بندرگاہ، شہر اور منڈی کی دیکھ بھال کی ذمہ داری دے کر وہاں کے ایک مقامی مسلمان کو دبا کا گورنر مقرر کر دیا۔

ریاستِ مدینہ اور قریش سے خارجہ تعلقات

حجاز (جزیرۃ العرب) کا مشہور ومعروف اور عظیم الشان قبیلہ، جو مکہ مکرمہ اور اس کے گرد ونواح میں مقیم تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی مکہ میں آباد کیا، حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹے ہوئے، ان کی اولاد میں عدنان ہیں اور آنحضرت ﷺ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انہی کے خاندان سے ہیں:

''إن اللّٰه اصطفى كنانة من ولد إسمعيل واصطفى قريشا من كنانة واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم۔''(۳۹)

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کا انتخاب فرمایا، پھر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ کی نسل سے قریش کو چنا، پھر قریش میں سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم میں سے میرا انتخاب کیا۔''

قریش نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں۔قریش کا لفظ قرش سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں کمانا اور جمع کرنا۔ یہ لفظ ''تقریش'' سے نکلا ہے جس کے معنی کمانے کے علاوہ تفتیش وجستجو کرنا، تلاش کرنا ہیں۔علامہ نوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''فمن كان محتاجا أغناه ، ومن كان عاريا كساه ، ومن كان طريدا آواه، ومن كان خائفا حماه ، ومن كان ضالا هداه۔''(۴۰)

''کہا جاتا ہے کہ: فہر بن مالک بن مضر حاجت مندوں کی حاجت کا پتا لگا کر ان کی ضرورتیں پوری کیا کرتا تھا، وہ غریبوں کو دولت دیتا، ننگوں کو کپڑا پہناتا، پناہ گزینوں کو پناہ دیتا، خوف زدہ لوگوں کا خوف دور کرتا اور بھولے بھٹکے لوگوں کو راستہ دکھاتا تھا۔اس وجہ سے اس خاندان اور قبیلہ کا نام قریش پڑ گیا۔''

لیکن قریش کا تعلق دین ابراہیمی سے واجبی سا رہ گیا تھا، بت پرستی ان کے اندر سرایت کر گئی تھی، مگر دین ابراہیمی کی کچھ باقیات ان کے اندر باقی تھیں، یعنی انہوں نے پورے دین کو نہیں چھوڑا تھا، چنانچہ وہ بیت اللہ کی تعظیم کرتے تھے اور اس کا طواف کرتے تھے، حج وعمرہ کرتے تھے، عرفات ومزدلفہ میں ٹھہرتے تھے اور ہدی کے جانور کی قربانی کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب دین اسلام کی تبلیغ کی تو قریش مکہ کی مخالفت اتنی شدید ہوگئی کہ انہوں نے مسلمانوں کو سخت ایذائیں دینا شروع کیں۔اور یہ مظالم ومصائب اس حد تک بڑھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے ہم وطنوں نے مکہ چھوڑنے پر مجبور کردیا تھا اور آپ ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنا پڑی، مگر مکہ اور اس کے مکینوں کے لیے ایک نرم گوشہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے دل میں رہا، لیکن قریش مکہ نے ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ کو چین لینے نہیں دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو مکہ کے سرداروں میں سے ایک ''ابو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سفیان نے قبائل کو عداوت پر اُبھارا۔'' (۴۱)

لیکن انہوں نے انکار کیا۔ اس کے بعد قریش مکہ نے مدینہ والوں پر معاشی دباؤ بھی ڈالا، کیوں کہ اس وقت قریش مکہ کی تجارت پر اثر رسوخ کو سب مانتے تھے۔ جب قریش کی ریشہ دوانیاں بڑھ گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے دفاعی اقدامات کا فیصلہ کیا۔ اپنی مدینہ تشریف آوری کے کم و بیش ایک سال کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دفاعی اقدامات کا فیصلہ کیا۔ اپنی مدینہ تشرف آوری کے بعد ایک فوجی دستہ اس لیے بھیجا کہ قریش کو یہ باور کرانا تھا کہ اگر وہ اپنی چالوں سے باز نہ آیا تو اس کا بھی تجارتی قافلہ اس شاہراہ سے بحفاظت نہیں گزر سکے گا۔ ''یہ تیس مہاجرین مکہ پر مشتمل دستہ کی کمان نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ دستہ مدینہ کے مغرب میں آمنے سامنے ہوا، قافلہ تین سو افراد پر مشتمل تھا، ابوجہل بھی اس قافلے میں موجود تھا، قافلہ قبیلہ جہینہ کے علاقے میں خیمہ زن تھا اور قریب تھا کہ تصادم ہو جاتا، مگر قبیلے کے سردار مجدی بن عمرو نے (جو دونوں کا حلیف تھا) بڑی دانشمندی سے جنگ کو ٹال دیا۔ اس طرح دونوں فریق بغیر لڑے بھڑے واپس چلے گئے۔'' (۴۲)

اس طرح بدر سے پہلے کچھ دستوں کی کبھی آنحضرت ﷺ کی کمان میں یا کبھی کسی اور سپہ سالار کی کمان میں مکہ کے قافلے والوں سے مڈبھیڑ ہوتی رہی، ان مہموں کو بھیجنے کا مقصد کبھی دشمنوں کے حالات کا جائزہ لینا اور ارد گرد کے قبائل کے ارادوں کا پتہ چلانا ہوتا تھا کہ آیا کہ وہ مسلمانوں کے حلیف بننے کو تیار ہیں یا نہیں۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے اطرافِ مدینہ کے قبائل سے معاہدات بھی کیے، کیونکہ اس خطہ کے دوسرے قبائل اور مکینوں کے قریبی تعاون کے بغیر قریش مکہ کے تجارتی قافلوں کا راستہ روکنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ قافلوں کی آمد و رفت گزرگاہ پر واقع قبائلی آبادیوں کے لیے آمدنی کا قابل ذکر وسیلہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے جوانوں کا ایک دستہ ''عبداللہ بن جحش کی زیر قیادت بھیجا، اس دستہ کو آپ ﷺ نے خط دیا جو سربمہر لفافہ تھا اور ہدایت کی کہ دو دن تک چھوٹے کنویں (رکائیہ) کی جانب پہاڑی علاقہ (نجدیہ) میں سفر کے بعد لفافہ کھولنا اور اس میں دی ہوئی ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ مقررہ وقت کے بعد یہ لفافہ کھولا گیا تو دستے کے امیر عبداللہ بن جحش نے یہ ہدایت پڑھی کہ تم نخلہ جاؤ جو مکہ اور طائف کے درمیان جگہ ہے، وہاں قیام کرو۔ وہاں ایک قریش کا قافلہ آئے گا، اس کی نقل و حرکت سے ہمیں مطلع کرو۔

اس دستہ کو بھیجنے کا مقصد صرف اطلاعات کا حصول تھا، مگر ماہِ رجب کے آخر میں قریش مکہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کا ایک قافلہ جو کہ کشمش،، چمڑا اور شراب وغیرہ لے کر وہاں سے گزرا، اس دستے نے ایک کو تیر مار کر دو کو قیدی بنا کر مال قبضہ میں لے لیا، جب یہ مالِ غنیمت لے کر مدینہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا، مکہ سے ایک وفد آیا اور تاوان ادا کر کے رواج کے مطابق اپنے قیدی چھڑا لیے اور یہ معاملہ ختم ہو گیا۔" (۴۳)

مگر اس واقعہ کے بعد قریش مکہ نے جنگ کو ناگزیر سمجھنا شروع کر دیا، اس کے بعد سالہا سال تک حملہ اور جوابی حملہ کی کارروائیاں جاری رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دفاعی جنگ بدر کے مقام پر لڑی، جس میں قریش مکہ کے ۷۰ لوگوں کو قیدی بنایا گیا، ۷۰ افراد مارے گئے، جب کہ ۱۴ مسلمان شہید ہوئے۔ یہ اسلام کی پہلی لڑائی اور پہلی فتح تھی۔ اگلے سال قریش مکہ احد کے مقام پر آئے جس کے لیے یہودیوں نے بہت اہم کردار ادا کیا اور قریش مکہ کے پاس ایک وفد بھیجا جس کے بعد قریشیوں میں ہمت ہوگئی کہ وہ اس کا مقابلہ کریں۔ تین ہزار جنگجوؤں کا لشکر جس میں قریش اور اُن کے حلیفوں کے جنگجو بھی موجود تھے، سامنے مسلمان سپاہی صرف سات سو تھے، معاہدے کے تحت مدینہ کے یہودی بیرونی حملہ کے خلاف دفاع کے لیے مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑنے کے پابند تھے، لیکن اکثریت نے یوم سبت کا بہانہ بنا کر لڑنے سے انکار کر دیا۔ اس میں مسلمان اس بے جگری سے لڑے، مگر ایک درے پہ تیر اندازوں نے جگہ چھوڑ دی جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے تاکید بھی فرمائی تھی، جس پر مشرکین نے پلٹ کر حملہ کیا، جس میں مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان ہوا، تقریباً ۷۰ مسلمان شہید ہوئے جن میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مگر مسلمانوں کی ہمت و حوصلہ اور خصوصاً خواتین نے نہایت بہادری سے دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر دیا اور جب رسول اللہ ﷺ جو دشمن سے غافل نہیں تھے، آپ ﷺ نے ان کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لیے ایک گشتی دستہ روانہ فرمایا اور جب انہوں نے بتایا کہ کچھ دشمن اونٹوں پر اور کچھ گھوڑوں پر سوار ہیں ﷺ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اب ان کے عزائم واپسی سفر کے نہیں ہیں، اگر ان کا مدینہ پر حملہ کا ارادہ ہوتا تو وہ گھوڑوں پر سوار ہوتے۔

قریش مکہ نے اعلان کیا ہوا تھا کہ جو مسلمانوں کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو بیش بہا انعامات سے نوازا جائے گا، غزوۂ احد کے بعد احابیش قبائل نے ایک وفد بھیجا کہ تعلیم کی غرض سے کچھ مبلغ بھیجے جائیں، آپ ﷺ نے دس افراد کا انتخاب کیا، مگر ان قبائل نے دھوکے سے ان کو قتل کر دیا۔ ان لوگوں میں جناب خبیب رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو سولی چڑھایا، جن کے لیے نبی کریم ﷺ نے ٹیم بھیجی اور جوابی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کارروائی کے لیے ایک مہم بھیجی جس میں ابوسفیان تو بچ گیا، مگر دوسرے مشرکین کام آ گئے۔ قریش کے چیلنج کے جواب میں جو کہ انہوں نے احد کی واپسی پر دیا تھا، مسلمان پروگرام کے مطابق مقررہ جگہ پہنچ گئے مگر قریش خشک سالی کا بہانہ کر کے نہیں آئے۔

اس کے بعد مسلمانوں اور یہود کے تعلقات میں مزید بگاڑ پیدا ہوا اور ۵ ہجری میں خندق کا معرکہ ہوا جس میں مخالفین کو عبرت ناک شکست ہوئی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ: اب تم پر قریش کبھی بھی حملہ آور نہیں ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ کو رویائے مبارکہ میں بیت اللہ کی زیارت نے بے چین کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ قصد کیا، مگر قریش نے اپنی روایتی ہٹ دھرمی سے مسلمانوں کو اس سے روکا جس سے حلیف قبائل کو بھی اچنبھا ہوا کہ یہ بیت اللہ سے مسلمانوں کو روک رہے ہیں، صلح حدیبیہ ہوئی جس سے دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ ہو جانے سے مسلمانوں کو امن میسر آ گیا اور انہوں نے عرب کے تمام اطراف ونواح میں پھیل کر اس تیزی سے اسلام کی اشاعت کی کہ صلح حدیبیہ سے پہلے پورے ۱۹ سال میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے تھے جتنے اس دو سال کے اندر ہو گئے۔ یہ اسی صلح کی برکت تھی کہ یا تو وہ وقت تھا جب حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ صرف ۱۴ سو آدمی آئے تھے، یا دو ہی سال کے بعد جب قریش کی عہد شکنی کے نتیجے میں حضور ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کی تو دس ہزار کا لشکر آپ ﷺ کے ہمرکاب تھا۔

قریش کی طرف سے "جنگ بند ہو جانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو یہ موقع مل گیا کہ اپنے مقبوضات میں اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کر لیں اور اسلامی قانون کے اجراء سے مسلم معاشرے کو ایک مکمل تہذیب وتمدن بنا دیں، یہی وہ نعمت عظمیٰ ہے۔" (۴۴) جس کا وعدہ قرآن حکیم میں تکمیل دین کے نام سے کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ممالک کے ساتھ تعلقات بڑی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ انہی غیر معمولی تعلقات کی وجہ سے دین اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اقوام وممالک کے ہاں پہنچا اور پھر رفتہ رفتہ آج ہم بھی ان تعلقات کے طفیل اسلام کے علم تلے اللہ کے محبوب ترین دین میں داخل ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عہد نبوی کے تعلقات کے قیام سے استفادہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر اسلام اور مسلمانوں کو عالمی قوتوں میں شامل کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

عہد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور بین الاقوامی خارجہ معاہدات

بین الممالک معاہدات کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، کیونکہ ہر ملک امن اور تحفظ کا روادار ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کا ملک اور باشندگانِ ملک محفوظ زندگی گزار سکیں۔ معاہدات کے ضمن میں یہ ضروری نہیں کہ معاہدہ کس سے کیا جائے اور کس سے نہ کیا جائے، بلکہ ملک کے تحفظ کی خاطر پڑوسی ملک سے بھی معاہدہ کیا جا سکتا ہے اور بڑی طاقتوں سے بھی۔ معاہدات طے کرنا، اس کے اصول وضع کرنا بنیادی طور پر ریاست کی وزارتِ خارجہ کی انتہائی اہم ذمہ داری شمار ہوتی ہے، کیوں کہ کئی قسم کے معاہدے کیے جاتے ہیں، ان میں جنگی قیدیوں کا معاہدہ، جنگ نہ کرنے کا معاہدہ، تجارتی معاہدہ، معاہدۂ صلح، معاہدۂ امن، معاہدۂ تعاون اور اس جیسے دیگر معاہدات شامل ہوتے ہیں۔

معاہدات کی تاریخ کافی قدیم ہے، جن میں سے کئی معاہدات کی مثالیں تاریخ میں موجود ہے جیسے فرعون ثانی اور رومی ادوار وغیرہ میں معاہدات ہوئے، لیکن یہ معاہدات مختلف مقاصد کے حصول کے لیے ہوتے تھے، جیسے دفائی مقصد، سیاسی، اقتصادی، تبادلۂ اسیران، وغیرہ وغیرہ پر مشتمل تھے، ایسے ہی عرب سرزمین پر بھی مختلف اقوام کے ایک دوسرے کے ساتھ معاہدات ہوئے، بعثتِ نبوی سے قبل حلف الفضول معاہدہ اس کا روشن باب ہے۔

دینِ اسلام میں بھی معاہدات کی بڑی اہمیت ہے۔ دین اسلام نے آغاز سے ہی دنیا کو جنگ سے بچانے اور دنیا میں بسنے والے انسانوں کو پرامن مستقبل فراہم کرنے کے لیے معاشرتی تقاضوں کے مطابق معاہدات کے لیے اپنے پر بچھائے۔ لیکن دین اسلام سے قبل اقوام و ممالک کے درمیان جو معاہدات طے ہوئے ہیں ان معاہدات کا بنیادی اصول طاقت اور ضعف پر استوار تھا، جس میں معاہدے کو انجام تک پہنچانے کا تصور مفقود تھا، بلکہ ہر وقت یہ خطرہ سر پر منڈلاتا رہتا کہ کسی بھی وقت انہونی رونما ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام نے سختی سے اس اُصول کی بیخ کنی کی ہے اور بہترین اصولوں کی بنیاد پر معاہدات طے کرنے کا حکم دیا ہے۔

دینِ اسلام نے عہد و پیمان کو عین ایمان قرار دیا ہے اور معاہدے کی خلاف ورزی کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کو سخت انجام سے ڈرایا ہے، تاکہ معاہدے کی اہمیت برقرار رہ سکے۔ مدینہ میں جب ریاست کا قیام عمل میں آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے تحفظ کی خاطر اور بیرونی سازشوں سے بچاؤ کے لیے معاہدے کیے اور ان معاہدوں کو تحسین کی نظر سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کر کے دکھلایا، لیکن دشمنانِ ریاست نے ہر وقت معاہدے کی کھلی خلاف ورزی کی اور بغاوت پر اُتر آئیں جس کے تناظر میں جنگیں پیش آئیں اور اُن کا سدباب کرنا پڑا۔

معاہدات کی اہمیت پر روشنی ڈالنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ (عہد) کے مفہوم کو سمجھا جائے۔ اس کے علاوہ دین اسلام کے معاہدات کے بارے میں واضح اصول، دین اسلام کے روشنی میں معاہدات کی اہمیت وضرورت اور اس کے حوالے سے سیرت رسول (ﷺ) سے کیا رہنمائی ملتی ہے، اس کو سمجھنا بھی ضروری ہے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلام نے کن اصولوں پر معاہدات کیے اور اس کے بارے میں وزارتِ خارجہ کو کیا رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے؟ اس باب کے فصل اول میں ان ہی ابحاث سے بحث مطلوب ہے۔ سب سے پہلے معاہدے کی تعریف پر روشنی ڈالتے ہیں کہ معاہدے کی تعریف کیا ہے؟

عہد کی تعریف

معاہدہ عہد سے ہے جس کا معنی ہے: ''وفا، ضمان، امان، ذمہ، دوستی، وصیت، میثاق، قسم، شاہی فرمان۔ جمع عہود ہے، وہ مقام جس کے بارے میں عہد کیا گیا ہو۔'' (۴۵)

علامہ ابن منظور افریقی لفظ عہد کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''العهد جمع العهدة ، وهو الميثاق واليمين التي تستوثق بها ممن يعاهدك...... العهد ما عوهد الله عليه ، وكل مابين العباد من المواثيق، فهو عهد۔'' (۴۶)

''عہد کی جمع عہدہ ہے، اور وہ گرہ اور قسم ہے جو دو معاہدہ کرنے والوں کے درمیان آپس میں پختہ ہوتا ہے، اس لیے عہد وہ ہے جو اللہ کے ساتھ کیا جائے اور جو انسانوں کے مابین عہد ہو وہ وعدہ کہلاتا ہے۔''

لفظ عہد ایسا لفظ ہے کہ اس کے اندر بہت جامعیت ہے اور اس کا کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے، لفظ عہد کبھی وصیت کے معنی میں، کبھی حکم کے معنی میں، کبھی ہدایت کے معنی میں اور کبھی منصب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عہد بمعنی وصیت کی مثال، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

"اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔" (۴۷)

"اے بنی آدم! کیا میں نے تم کو وصیت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

لفظ عہد بہ معنی حکم کے استعمال ہو، تو اس کی مثال یہ ارشاد قرآنی ہے:

"وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔" (۴۸)

"ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا، مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا۔"

لفظ عہد ہدایت کے معنی میں ہو، تو قرآن حکیم میں یوں بیان ہوا ہے:

"اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ۔" (۴۹)

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو ہدایت کر دی ہے کہ ہم کسی کو رسول تسلیم نہ کریں، جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی نہ کرے جسے آگ کھا لے۔"

اسی طرح ایک جگہ قرآن میں منصب کے معنی میں لفظ عہد کا استعمال یوں ہوا ہے:

"وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ۔" (۵۰)

"جب کبھی ان پر مصیبت ہو جاتی تو کہتے: اے موسیٰ! تجھے اپنے رب کی طرف سے جو منصب حاصل ہے اس بنا پر ہمارے حق میں دعا کر۔"

امام راغب اصفہانی عہد کے معنی و مفہوم کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"(عهد) العهد: حفظ الشئی ومراعاته حالا بعد حال وسمی الموثق الذی یلزم مراعاته عهدا۔" (۵۱)

"العہد، کسی چیز کی پیہم نگہداشت اور خبر گیری کرنا، اس بنا پر اس پختہ وعدہ کو بھی عہد کہا جاتا ہے، جس کی نگہداشت ضروری ہو۔"

اس معنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا۔" (۵۲)

"اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پرستش ہوگی۔"

درحقیقت معاہدۂ جانبین کے درمیان اتفاق اور دستاویزی اتفاق رائے ہے جو ایک ملک دوسرے ملک کے ساتھ یا ایک گروہ دوسرے گروہ کے ساتھ بین الاقوامی معاملات سلجھانے کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خاص اُصول وقواعد کے تحت وجود میں لاتا ہے اور جانبین اس کے ایک ایک حرف اور جز کے پابند ہوتے ہیں۔ معاہدہ کے مفہوم کے متعلق ڈاکٹر غانم لکھتے ہیں کہ:

''المعاهدة هي كل اتفاق يعقد بين الدول بارادتها لا خضاع علاقة قانونية معينة لقواعد قانونية محدودة۔''(۵۳)

''معاہدہ وہ اتفاق ہے جو مختلف ممالک کے درمیان باہمی رضامندی کے ساتھ قانونی روابط کے لیے خاص قواعد کے تحت محدود مدت کے لیے کیا جائے۔''

علامہ امام کاسانیؒ معاہدۂ فریقین کے درمیان جنگ بندی اور صلح کے قیام کے عمل کو سمجھتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

''الموادعة وهي المعاهدة والصلح على ترك القتال يقال: توادع الفريقان أى تعاهدوا على أن لا يغزوا كل واحد منهما صاحبه۔''(۵۴)

''موادعہ سے مراد وہ معاہدہ ہے جو ترکِ قتال کے لیے ہو، جیسے کہا جاتا ہے: ''توادع الفریقان'' کہ دونوں فریقوں نے معاہدہ کیا کہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں لڑیں گے۔''

علامہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلیؒ معاہدہ کے مفہوم کو یوں واضح کرتے ہیں کہ:

''عقد العهد بين الفريقين على شروط يلتزمونها۔''(۵۵)

''عہد وہ معاملہ ہے جو فریقین کے درمیان ان شروط کے تحت طے ہو جائے جن کی رعایت دونوں کے لیے ضروری ہے۔''

علامہ مجید خدوری نے اپنی کتاب ''اسلام قانون جنگ و صلح'' میں معاہدہ کی تعریف مجلّہ کے حوالے سے یہ کی ہے کہ:

''جب دو فریق کسی خاص معاملے کے متعلق کچھ کرنے کا ذمہ اُٹھا لیتے ہیں اور عہد کر لیتے ہیں تو اسے قرارداد کہا جاتا ہے، یہ ایجاب وقبول سے مرکب ہوتی ہے۔''(۵٦)

جب کہ اسلامی قانون میں لفظ معاہدہ مغربی قانون سے بھی زیادہ وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے، اس لیے ''معاہدہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے دو فریق ہوں اور ایک فریق ایجاب اور دوسرا اس کو قبول کرے اور دونوں ایک ہی امر کے متعلق متفق ہوں، یعنی ان کے بیانات ایک ہی معاملہ کی نسبت ہو اور معاہدہ کا مقصد کوئی شرعی نتیجہ پیدا کرتا ہو۔ ایجاب وقبول معاہدہ کے لازمی اجزاء ہیں اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو معاہدہ نہیں ہو سکتا۔''(۵۷)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تو معلوم ہوا کہ معاہدہ دو فریقوں کے درمیان طے پانے والا ایسا پیمان ہوتا ہے جس کی شرائط کی ہر ایک فریق کو پابندی کرنی ہوتی ہے۔ تاہم اسلامی قانون کی اصطلاح میں معاہدے کا مفہوم زیادہ وسیع ہے، اس لیے کہ بنیادی طور پر معاہدہ دو ارادوں کے اتفاق کا نام ہے، قطع نظر اس کے کہ اس شکل یا اس کے نفاذ کا طریقہ کیا ہے، چنانچہ عہد دو اشخاص یا دو فریقوں کا مشترکہ مفادات کے لیے کسی چیز یا بات پر متفق ہو جانے کا نام ہے، اس کے ایفاء کو دونوں فریق کسی طرح مزید مستحکم اور باوثوق بنائے تو اسے میثاق کہا جاتا ہے اور اگر اسے خصوصاً حلف اور قسم کے ساتھ مستحکم کیا جائے تو اسے حلف کہا جاتا ہے۔

معاہدہ اور قرآنی تعلیمات

قرآن وہ معجزاتی کلام ہے کہ جس کے اندر تمام اخلاقیات کو سمویا گیا ہے، مگر جب طالب علم اس کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ اس نتیجہ کو پالیتا ہے کہ یہ ایسا ضابطہ حیات ہے کہ جس میں ہر پہلو کے بارے میں رہنمائی وہدایت ہے۔ قرآن مجید نے عمل معاہدہ کو بڑی تحسین کی نظر سے دیکھا ہے۔ قرآن حکیم صرف معاہدہ کرنے کا حکم نہیں دیتا، بلکہ معاہدہ کے زریں اصولوں پر عمل کے بارے میں بھی تلقین کرتا ہے۔ اگر کسی قوم سے عہد کیا جائے تو اس عہد کے تمام شرائط جو آپس میں طے ہوئے ہوں ان کے کسی بھی لفظ سے روگردانی قرآن حکیم کی نظر میں انتہائی قبیح عمل ہے، جب تک کہ فریقین میں سے کوئی عہد کی خلاف ورزی نہ کرے۔ خواہ مخواہ عہد کو کسی کے خلاف استعمال کرنا اور عہد کی پابندی نہ کرنا سماجی روایات کے ساتھ دین اسلام میں بھی قبیح عمل ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات ابدی ہیں۔ اگر کوئی ان تعلیمات پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اس میں کسی قسم کی کوتاہی یا لاپرواہی قرآن کی نظر میں اس فرد کی کوتاہ بینی اور معاشرے میں فساد کا آغاز ہے، اس لیے قرآنِ حکیم نے عہد کرنے کے بعد اس کی پاسداری کا بھی حکم دیا ہے۔ معاہدہ کے بارے میں قرآنی تعلیمات پر نظر کرتے ہیں تو قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات سے یوں رہنمائی ملتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔'' (٥٨)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے اقراروں کو پورا کرو۔''

قرآن حکیم عہد پر پورا اترنے والوں کی تعریف وتوصیف بیان کرتا ہے، ارشاد ہے:

''وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا۔'' (٥٩)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور جب معاہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کریں۔"

ایفائے عہد سیرت و کردار سے متعلق ایک اہم عنصر ہے، کیونکہ "ایفائے عہد کے اندر تمام چھوٹے بڑے حقوق و فرائض آ جاتے ہیں، خواہ وہ خلق سے متعلق ہوں یا خالق سے، خواہ وہ کسی تحریری معاہدہ سے وجود میں آتے ہوں یا کسی نسبت، تعلق، رشتہ داری اور قرابت سے، خواہ ان کا اظہار و اعلان ہوتا ہو یا وہ ہر اچھی سوسائٹی میں بغیر کہے ہوئے سمجھے اور مانے جاتے ہوں۔ اللہ اور رسول، ماں اور باپ، بیوی اور بچے، خویش و اقارب، کنبہ اور خاندان، پڑوسی اور اہل محلہ، استاذ و شاگرد، نوکر و آقا، ملک اور قوم، ہر ایک کے ساتھ ہم کسی نہ کسی ظاہر یا مخفی معاہدہ کے تحت بندھے ہوئے ہیں اور یہ بر و تقویٰ کا ایک لازمی تقاضا ہے کہ ان تمام معاہدوں کے حقوق ادا کرنے والے بنیں۔ گویا ایفائے عہد کی اصل روح ایفائے حقوق ہے اور ایفائے حقوق انسان کے تمام چھوٹے بڑے فرائض کو محیط ہے۔"(٦٠)

جب کسی فریق سے معاہدہ ہو جائے تو وہ معاہدہ اس مدت تک برقرار رکھو اور اس میں بے صبری نہ کرو، بلکہ مدتِ معاہدہ تک معاہدہ کی پاسداری کرو، ارشادِ خداوندی ہے:

"فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ۔"(٦١)

"تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدت معاہدہ تک وفا کرو۔"

عہد پورا کرنے والوں کو قرآن حکیم اجر (معاوضہ) کی بشارت دیتا ہے، ارشادِ قرآنی ہے:

"وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً۔"(٦٢)

"اور جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اللہ سے کیا ہے اللہ عنقریب اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔"

عہد، معاہدہ اتنی بڑی ذمہ داری ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے سے سوال و جواب ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً۔"(٦٣)

"اور عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنا ہوگی۔"

غیر مسلم ریاستوں سے اسلامی ریاست معاہداتِ صلح و امن، دفاع و سلامتی اور ایک دوسرے سے تعاون پر مبنی معاہدات کر سکتی ہے۔ ان معاہدات میں طرفین میں جن شرائط پر معاہدات ہو جائیں تو ان کی پاسداری لازمی اور ناگزیر ہو جاتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "اس میں سب عہد داخل ہیں، خواہ اللہ سے کیے جائیں یا بندوں سے، بشرطیکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر مشروع نہ ہوں۔"(۶۴)

قرآن حکیم اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حالت جنگ و امن دونوں حالتوں میں دشمن سے معاہدات کرنے کی اجازت اور جواز ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ ۔"(۶۵)

"سوائے ان لوگوں کے جو کسی ایسی قوم سے جا ملیں جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے۔"

قرآن حکیم میں معاہدات سے متعلق مندرجہ بالا تعلیمات میں یہ بات واضح ہوگئی کہ دین اسلام میں معاہدات کی بڑی اہمیت ہے۔اس لیے اسلامی ریاست جب کسی ملک سے تعلقات کے قیام میں کسی معاہدہ کی پابند ہو جائے تو اس کو اس معاہدے کو ہر حال میں پورا کرنا چاہیے اور معاہدے کی کسی شرط کی بھی مخالفت گویا اسلام کی زریں تعلیمات اور اُصولوں کی خلاف ورزی ہے۔اس لیے معاہدات کے باب میں قرآن حکیم کی انہیں تعلیمات کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر ممالک سے معاہدے کرنے چاہئیں،، تاکہ بین الاقوامی دنیا میں اس کی ساکھ بلند ہو اور اقوام ان پر غیر متزلزل بھروسہ اور یقین کرے۔

معاہدہ اور تعلیمات نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)

اسلام میں معاہدات کی اہمیت صرف کاغذ کے ٹکڑے کی سی نہیں، بلکہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے ایمان سے تشبیہ دی ہے اور ایمان اور وفائے عہد کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں اس کی کئی قولی، عملی مثالیں ملتی ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ عہد پر پورا اُترے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو عہد پورا کرنے کی اتنی تاکید کرتے تھے کہ وہ ایفائے عہد کا التزام شریعتِ الٰہی کا عادلانہ حکم سمجھ کر کرتے تھے۔اس کے ساتھ عہد کی پاسداری کو پیغامِ اسلام کے اعلیٰ مقاصد کے تحفظ کا ذریعہ سمجھتے تھے اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ ایفائے عہد پائیدار امن و سلامتی کا ذریعہ ہے۔آنحضرت ﷺ نے عہد کے پورا کرنے کو ایمان سے تعبیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له۔"(۶۶)

"جو امانت کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں ہے اور جو عہد کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عہد شکنی

عہد شکن کو حضور ﷺ نے منافق قرار دیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''أربع خلال من كن فيه كان منافقا خالصا: من إذا حدث كذب، و إذا وعد أخلف، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر۔''(٦٧)

''چار خصلتیں ایسی ہیں جس میں پائی جائیں وہ پورا منافق ہوگا، ایک یہ کہ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ دوم یہ کہ وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ سوم یہ کہ معاہدہ کرے تو اُسے توڑ ڈالے اور چہارم یہ کہ کسی سے جھگڑا کرے تو گالی دے۔''

عہد شکن کو روزِ قیامت عہد شکنی کے عوض ایک مخصوص جھنڈا دیا جائے گا جس کے ذریعے سے وہ پہچانا جائے گا، لیکن اگر امیرِ ریاست اگر عہد شکنی کرے تو یہ سب سے بڑا عہد شکن ہوگا، ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے:

''لكل غادر لواء يوم القيامة يرفع لهٗ بقدر غدرته ألا و لا غادر أعظم غدرا من أمير عامة۔''(٦٨)

''روزِ قیامت ہر عہد شکن کے آگے جھنڈا گڑا ہوگا، اتنا بڑا جتنی بڑی عہد شکنی ہوگی اور سن لو عوام کا عہد شکن امیر تو سب سے بڑا عہد شکن ہے۔''

مظلوم معاہد

جو ریاست یا فرد کسی معاہد پر ظلم کرے یا اس کی حق تلفی کرے یا اس کو کمزور سمجھتے ہوئے اس پر معاہدہ کے دوران اس کے استطاعت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈال دے تو روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ دربارِ خداوندی میں اس کی طرف سے وکیل بن کر اس کا مقدمہ لڑیں گے، خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''الا من ظلم معاهدا أو انتضه أو كلفه فوق طاقته أو اخذ منه شيئاً بغير طيب نفس فانا حجيجهٗ يو م القيامة۔''(٦٩)

''سن رکھو جو کوئی کسی معاہدے والے شخص پر زیادتی کرے گا یا اس کی حق تلفی کرے گا یا اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈالے گا، اس سے کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف لے گا تو قیامت کے دن میں اس کا وکیل اور حامی ہوں گا۔''

معاہدہ کوئی بھی ہو، لیکن وہ انسان کے بنیادی حقوق وقوانین کے خلاف نہ ہو، اسلامی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تعلیمات میں اس کی پاسداری لازمی ہے۔ اس کی روشن مثال خود سیرتِ مطہرہ سے بھی ملتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جاہلی دور کے اچھے معاہدات کی پاسداری کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"أوفوا بحلف الجاهلية فإنهٗ لا يزيدهٗ يعني الإسلام إلا شدة و لا تحدثوا حلفا في الإسلام۔" (۷۰)

"جاہلیت کے عہد و پیمان پورے کرو، اسلام انہیں اور مضبوط کرتا ہے، البتہ اپنی طرف سے کوئی خلافِ اسلام معاہدہ نہ کرو۔"

اسی طرح قریش نے نے ابو رافع کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے ہی اسلام قبول کرلیا لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اسے قریش کے پاس واپس بھیج دیا اور فرمایا:

"إنّي لا أخيس بالعهدِ و لا أحبس البرود ، ولكن أرجع إليهم ، فإن كان في قلبک الذي فيه الآن فارجع ۔" (۷۱)

"میں معاہدہ نہیں توڑتا، نہ ہی فرستادوں کو قیدی بناتا ہوں، اس لیے تم قریش کے پاس واپس چلے جاؤ، اگر تمہارے دل میں موجودہ ایمان کی طرح ایمان قائم رہا تو پھر واپس چلے آنا۔"

معاہدہ کا اساسی مقصد

نظریۂ توحید میں تمام دنیا سے تعلقات، تمام انسانوں کی بہتری، امن کا قیام، ظلم کا خاتمہ اور اسلام کی رہنمائی (لیڈرشپ) میں دنیا کے باشندوں کے معاشی، سیاسی اور اجتماعی حقوق میں مساوات پوشیدہ ہے۔ اسلامی حکومت عالمگیر حکومت ہے اور وہ اس حیثیت میں بین الاقوامی تعلقات کو بروئے کار لاتی ہے، لیکن معاہدوں کی وجہ سے اصل مقصد سے دستبردار نہیں ہوتی۔ اسلام اپنے بین الاقوامی تعلقات کے قواعد ان عمومی انسانی اصولوں سے اخذ کرتا ہے جو امن اور جنگ کی حالت میں معتبر سمجھے جاتے ہیں، جیسے عدل، آزادی، احترام انسانیت، وعدہ وفائی، معاملہ بالمثل (جیسی کرنی ویسی بھرنی)، وضع داری، تقویٰ، انسانی تعاون اور اسی طرح کے دیگر اصول جنہیں قرآن و سنت نے برقرار رکھا ہے۔

ابتداء میں اسلام اور قریش کے درمیان ابو طالب ترجمان تھے، قریش بار بار سفارتیں لے کر آتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ ہر بار صرف اس لیے نامنظور کر دیتے تھے کہ اُن کے مطالبات اساسی مقصد کے خلاف تھے۔ ایک دفعہ قریش کے مشورے سے عتبہ بن ربیعہ آپ ﷺ کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آئے اور آپ ﷺ کو پیشکش کی۔عتبہ نے کہا:

"إنما تريد بما جئت به من هذا الأمر مالا، جمعنا لك من أموالنا، حتى تكون أكثر أموالنا، وإن كنت تريد شرفًا سودناك علينا، حتى لا نقطع أمرا دونك، وإن كنت تريد به ملكا ملكناك علينا."(۷۲)

"ایک مرتبہ عُتبہ بن ربیعہ قریش کے حکم سے نمائندہ بن کر آیا اور اس نے آنحضرت ﷺ کے سامنے تین چیزیں پیش کیں: مال و دولت، قبیلہ کی سرداری اور ملک عرب کی بادشاہت۔"

لیکن یہ تینوں پیشکشیں اصل مقصد کی تکمیل میں رکاوٹ تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنا مدعٰی سنایا، جس پر ربیعہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

ابو طالب کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے قریش کے طاقتور سردار عتبہ، شیبہ، ابو جہل، امیہ، ابوسفیان معاہدہ کرنے کے لیے آئے۔ ابو طالب درمیانی ایلچی بنے، رسول اللہ ﷺ نے ارکان سفارت کے سامنے صرف ایک شرط پیش کی کہ کلمۂ توحید پر متحد ہو جایئے۔ اس کے بعد آپ لوگوں کو دنیا بھر کی حکومت مل جائے گی۔ اس شرط کو قبول نہیں کیا گیا، سفارت ناکام ہو گئی۔ ابو طالب نے کہا کہ: اب فیصلہ خدا کے حکم سے ہوگا۔

نیز اسلام اپنے قواعد، معاشرے میں رائج صحیح عرف سے حاصل کرتا ہے اور ان معاہدات سے بھی جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان طے پائے ہوں، جیسے وہ معاہدات جو رسول اللہ ﷺ نے، حضراتِ خلفاء نے اور مسلم امراء نے امان، ذمے یا صلح کے سلسلے میں غیر مسلموں کے ساتھ کیے تھے۔ اسی لیے امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

"اتفق العلماء على جواز الخداع الكفار في الحرب وكيف أمكن الخداع إلا أن يكون فيه نقض عهد أو أمان فلا يحل"(۷۳)

"تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ میں جس طرح بھی کفار کو دھوکا دینا ممکن ہو دینا جائز ہے، البتہ اس طرح دھوکہ دینا جائز نہیں جس میں ان سے کیا ہوا عہد توڑنا یا ان کی دی ہوئی امان کے خلاف کرنا لازم آئے۔"

خارجہ تعلقات میں معاہدات کی اہمیت

کسی بھی ریاست کے استحکام و روابط کے لیے معاہدے کی بہت اہمیت ہوتی ہے، ہر اُبھرتی ہوئی خودمختار ریاست کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ بیرونی دشمنوں سے محفوظ ہو۔ اس مقصد کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیے وہ پڑوسی ممالک اور دوسری بڑی طاقتوں سے معاہدے کرتی ہے،، تاکہ روابط کو دفاعی، معاشی، سیاسی، اور بین الاقوامی طور پر استوار کیا جائے، اس مقصد کے حصول کے لیے وہ سفراء کا تقرر کرتی ہے، قونصل خانے قائم کرتی ہے، کیوں کہ معاشرے کا ہر فرد چاہتا ہے کہ ہر جگہ امن قائم ہو، لوگ جنگ سے نفرت اور امن سے محبت کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں جنگ سے عافیت مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ (۷۴) اس لیے اسلامی ریاست معاہدات کو حفاظت، احترام اور سیاسی تعلقات کا وسیلہ سمجھتی ہے، اسی طرح بین الممالک اختلاف کا حل اور امن کا بھی ذریعہ بناتی ہے۔ اسلام معاہدے کو فریب کا ذریعہ بھی نہیں بناتا، نہ مخصوص مقاصد کی تکمیل کے لیے معاہدات کی آڑ لیتا ہے اور نہ ہی کمزور پر طاقت مسلط کرنے کے لیے اسے ظاہری نعرے کے طور پر اختیار کرتا ہے اور نہ اسے ایسی سلامتی کی تائید کا آلہ بناتا ہے جو ظلم و بے انصافی پر مبنی ہو۔ اسلام میں معاہدات سے متعلق جو تعلیمات دی گئی ہیں، وہ خیانت، فریب، دھونس سے پاک ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں ایفائے عہد کی پابندی کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ پائیدار امن و سلامتی کا ضامن ہے، اس لیے جب تک معاہدہ باقی رہے اس وقت تک اس کا توڑنا بھی جائز نہیں اور اس کی شرائط کی خلاف ورزی کرنا بھی جائز نہیں، جب تک دشمن اس کے توڑنے میں پہل نہ دکھائے، اگر معاہدہ ختم کیا جائے تو اس معاہدہ کی منسوخی کا اعلان کیا جائے۔

> ''اگر کوئی قوم معاہدہ کی خلاف ورزی کرتی ہے اور غداری کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کا معاہدہ اس کی طرف پھینک دو اور اسے خبردار کردو کہ اب ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ باقی نہیں ہے، اسی ضابطۂ اخلاق کے مطابق معاہدات کی منسوخی کا یہ اعلان تمام قبائل کے خلاف کیا گیا جو عہد و پیمان کے باوجود ہمیشہ اسلام کے دشمنوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے تھے اور موقع پاتے ہی اِس عہد کو بالائے طاق رکھ کر دشمنی پر اتر آئے تھے۔ اس اعلان کے بعد مشرکین عرب کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ یا تو وہ لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں اور اسلامی طاقت سے ٹکرا کر صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں یا ملک چھوڑ کر نکل جائیں یا پھر اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو اپنے علاقے کو اس نظم و ضبط کی گرفت میں دے دیں جو ملک کے بیشتر حصہ کو پہلے ہی اسلامی حکومت کے تابع کر چکا ہے۔'' (۷۵)

خارجی تعلقات کے قیام میں معاہدہ چاہے عارضی ہو یا دائمی، اس کا پورا لحاظ کرنا چاہیے۔ عارضی صلح کے حوالے سے یہ حدیث جسے ابوداؤد نے قبیلہ جہینہ کے ایک صحابی سے نقل کیا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضور ﷺ نے فرمایا:

"لعلکم تقاتلون قوما فتظھرون علیھم فیتقونکم بأموالھم دون أنفسھم و ذراریھم ، فیصالحونکم علٰی صلح فلا تصیبوا منھم فوق ذٰلک فإنهُ لایصلح لکم ۔"(۷۶)

"شاید تم کسی گروہ سے جنگ کرو اور ان پر غلبہ پالو، پھر وہ تمہیں مال دے کر اپنی جانوں اور اہلِ خانہ کو بچانا چاہیں اور تم سے کچھ شرائط پر صلح کر لیں تو تم اس سے بڑھ کر کچھ نہ لینا، کیوں کہ وہ تمہارے لیے جائز نہ ہوگا۔"

اسی طرح صلح حدیبیہ سے ذرا پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"والذی نفسی بیدہٖ لا یسالونی خطة یعظمون فیھا حرمات اللّٰہ إلا أعطیتھم إیاھا۔"(۷۷)

"خدا کی قسم! یہ لوگ مجھ سے کسی بھی ایسے لائحہ عمل کا مطالبہ کریں جس میں یہ شعائر اللہ کی تعظیم کا وعدہ کریں تو میں اسے منظور کرلوں گا۔"

اسی طرح معاہدہ کرنے والا فرد ہو یا ریاست، جب معاہدہ ہوگیا یا کسی کو امن دے دیا تو اب اس پر پورا اُترنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أیما رجل من أقصاکم أو أدناکم من أحراکم أو عبیدکم أعطی رجلا منھم أمانا أو اشار إلیه بیدہٖ فاقبل باشارته فله الأمان حتی یسمع کلام اللّٰہ ، فإن قبل فاخوکم فی دین و إن أبی فردوہ إلی ما منه واستعینوا باللّٰہ۔"(۷۸)

"اگر تم میں سے کسی نے بھی ان میں سے کسی کو امان دی، چاہے امان دینے والا صاحبِ حیثیت ہو یا عام آدمی ہو، آزاد ہو یا غلام ہو، اس نے واضح طور پر امان دی یا اس کی طرف اپنے ہاتھ سے صرف اشارہ ہی کر دیا ہو اور وہ اشارہ پاکر آگے آجائے تو اسے امان حاصل ہوگی، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اگر وہ اسلام قبول کرلے تو تمہارا دینی بھائی بن جائے گا، ورنہ اسے اس کے محفوظ مقام پر پہنچادو اور اللہ سے مدد مانگو۔"

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم صلح کے معاہدات میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے اور معاہدات کو توڑنے سے ڈراتے اور دشمنوں کے ساتھ بدعہدی اور غداری پر تنبیہ کرتے تھے۔(۷۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقسام معاہدہ

معاہدہ کرنا کسی بھی قوم کی معاشرتی بالیدگی کے لیے بہت ضروری ہے۔ معاہدہ کبھی تو تجارتی مقصد کے لیے کیا جاتا ہے، کبھی اسلام کی اشاعت اور تہذیب وتمدن کی ترویج کے لیے، کبھی دیگر انسانی ومعاشرتی مقاصد کے لیے، جیسے تبادلۂ اسیران، مقتولین کی حوالگی اور تدفین وغیرہ معاہدہ کبھی سیاسی مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے، کبھی جنگ کے خاتمے کے لیے، کبھی امن وسلامتی کو مستحکم کرنے کے لیے اور کبھی پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات مضبوط کرنے اور تعاون بڑھانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ معاہدے کی متعدد اقسام ہیں:

تجارتی معاہدات

اسلام میں دوطرفہ بیرونی تجارت کا نظام قائم کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قبل از نبوت بھی غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی تعلقات استوار رکھے۔ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اس طرح سے قائم ہوں گے کہ آزادانہ تجارت ہو اور ضروری اشیاء کی فراہمی ممکن ہو۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے قریش کی ذیلی شاخوں کے درمیان طے پا جانے والے حلف کو قصی بن کلاب کی موت کے بعد برقرار رکھا تھا۔ قریش قصی بن کلاب کو کھانے کا سامان مہیا کرتے تھے، جس سے وہ حاجیوں کو کھانا فراہم کیا کرتے تھے، اس معاہدے کا مضمون حاجیوں کی خدمت کی ذمہ داریاں تقسیم کرنا تھا، کوئی قبیلہ پانی پلائے، کسی کے پاس جھنڈا ہو اور کوئی مشاورت کا اہتمام کرے۔

سیاسی معاہدات

قومیں یا ممالک سیاسی طور پر اپنے تحفظ و مفادات کے لیے معاہدے کرتی ہیں، یہ معاہدے کبھی دائمی ہوتے ہیں، کبھی سیاسی ہوتے ہیں، اور اس بات کا تعین معاہدے کے فریق کرتے ہیں۔ جس ملک کے ساتھ سیاسی معاہدہ ہو اس ملک کے تمام افراد کو عام تحفظ دیا جاتا ہے۔ دین اسلام سیاسی معاہدے کے تحت کسی بھی اسلامی مملکت میں کسی بھی اجنبی کی جان و مال کو ہر وہ تحفظ دینے پر مشتمل ہے جو آج اس سے مراد لیا جاتا ہے، دوستانہ تعلقات کا قیام بھی اسی میں شامل ہے۔ سیاسی معاہدہ امن وسلامتی کے استحکام کے لیے ایک اہم بنیاد ہے۔ سیاسی معاہدہ کسی سے بھی ہو اس کو مکمل تحفظ ملنا اسلام کی بہترین تعلیمات میں سے ایک ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وَ إِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔" (۸۰)

"اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اسے پناہ دے دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اُسے اس کی محفوظ جگہ تک پہنچا دو، اس لیے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔"

شرائطِ معاہدات

جب دو فریق آپس میں معاہدہ کریں تو اس کے کیا شرائط ہونی چاہیے، کیونکہ جب تک فریقین معاہدات کی شرائط سے واقف نہیں ہوں گے، اس وقت تک معاہدے کی اہمیت بھی نہیں رہے گی۔ اہل علم نے معاہدات کے درج ذیل شرائط بیان کیے ہیں۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جو معاہدات طے پاتے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک کی مرضی اس میں شامل ہو، معاہدے کا مقصد کسی جائز غرض کا حصول ہو اور وہ غرض ہدف کے مطابق ہو جو مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کا نصب العین ہے اور یہ کہ امن قائم ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاہدے کے لیے خاص شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) اہلیتِ معاہدہ

بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں جب معلوم کرتے ہیں تو صرف ریاستیں اور بین الاقوامی نظم وضبط کی حامل تنظیمیں ہی صرف معاہدات طے کرتی ہیں، مگر قانون کے تحت ریاست کا کوئی عام اور باشعور فرد بھی معاہدہ کرسکتا ہے، جس طرح ریاست کا ایک عام فرد کسی کو اپنے ملک میں امن دے سکتا ہے اور جیسے فوجی کمانڈر کو دشمن کے ساتھ معاہدہ صلح کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ معاہدہ کرسکتا ہے اور وقت کا حکمران خود بھی معاہدہ کرسکتا ہے، جہاں تک امن کا تعلق ہے تو امان کی دو قسمیں ہیں: ۱:۔امان عام ۲:۔امان خاص۔

امانِ عام: اس سے مراد وہ امان ہے جو تعداد کے تعین کیے بغیر دی جائے، مثلاً ایک صوبے یا شہر کے لوگوں کو دی جانے والی امان۔

امانِ خاص: یہ ایک فرد یا گنتی کے لوگوں کو دی جانے والی امان ہے، مثلاً: دس یا دس سے کم لوگ، اُنہیں دی جانے والی امان خاص شمار ہوگی۔ اس طرح کی امان کوئی بھی با اختیار اور ذمہ دار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلمان دے سکتا ہے، جس کے بارے میں ارشادِ رسول ﷺ ہے۔

"إن ذمة المسلمين واحدة ، يسعى بها أدناهم فمن أخفر مسلماً فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين۔"(۸۱)

"مسلمانوں کی ذمہ داری مشترکہ ہوتی ہے، عام مسلمان بھی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے، لہٰذا جو کسی مسلمان کی دی ہوئی پناہ کو توڑے گا اس پر اللہ کی طرف سے، فرشتوں کی طرف سے اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہوگی۔"

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ:

" المسلمون يد علىٰ من سواهم تتكا فادماؤهم۔"(۸۲)

"مسلمانوں کے خون برابر ہیں آپس میں، وہ ایک ہاتھ ہیں، ان کا کم حیثیت شخص بھی ذمہ داری لے سکتا ہے۔"

عصر حاضر میں چونکہ معاہدات حکومتوں، بین الاقوامی تنظیموں اور جماعتوں کے درمیان طے کیے جاتے ہیں، لہٰذا خصوصی امان کو معاہدہ نہیں، بلکہ عہد کہا جائے گا۔

رعایا کے تمام امور کی سرپرست اعلیٰ ریاست ہی ہوتی ہے، اس لیے ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ افراد کی دی ہوئی پناہ پر نظر رکھے، جیسا کہ اسلام کا مشہور اصول ہے کہ نہ نقصان اٹھاؤ، نہ نقصان دو، اس لیے ایسے افراد کو کسی بھی ایسی سرگرمی کی اجازت نہیں جو عوامی مفاد کے خلاف ہو یا امان کے اصولی حکم سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔

فتح مکہ کے موقع جب رسول اللہ ﷺ معمولات سے فارغ ہوئے تو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے بنی زہیر کے ایک فرد کے بارے میں سفارش کی۔ جو ان کے گھر میں پناہ لیے ہوئے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کو اعزاز بخشتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

"قد أجرنا من أجرتِ يا أم هانئ۔"(۸۳)

"اے ام ہانی! تم نے جسے پناہ دی ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ایک تو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو اعزاز حاصل ہوا اور دوسری اہم بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ اسلامی ریاست میں عورت بھی کسی کو پناہ دے سکتی ہے۔

(۲) باہمی رضامندی

معاہدہ کے لیے ضروری ہے کہ معاہدہ آزادانہ اور باہمی رضامندی سے ہو، اس میں کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قسم کی جبر وزبردستی نہ کی جائے، کیونکہ زبردستی کیے جانے والے معاہدے کا کوئی اعتبار ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اہمیت، اس لیے لازمی ہے کہ معاہدے کا اقرار باہمی رضامندی سے ہو۔

"روایتی بین الاقوامی قانون کی رو سے جبر واکراہ کو مخصوص شرائط کے ساتھ معاہدے کے باطل ہونے کا ایک سبب قرار دیا ہے، ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ کسی ریاست کے حاکم یا نمائندگان کو ذاتی طور پر مجبور کر کے کوئی معاہدہ کیا گیا ہو، البتہ اگر کسی ریاست کو مجبور کیا گیا ہو تو اس سے معاہدہ کالعدم نہیں ہوتا، اس ضابطے پر جس قدر تنقید کی گئی ہے اس سب کے باوجود بین الاقوامی سطح پر معاہدات واقدامات میں جو نئی صورتیں پیدا ہیں، ان کا میلان اسی طرف ہے کہ زبردستی کی بنا پر معاہدے کو کالعدم قرار نہ دینے کے ضابطے کو تسلیم نہ کیا جائے۔" (۸۴)

(۳) تشکیل معاہدہ

جب فریقین کوئی معاہدہ طے کرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ معاہدہ ایک دستاویز کی شکل میں ہو، اس پر فریقین کے دستخط ہو، اور مملکت یا فریقین کی مہر ثبت ہو۔ نبی کریم ﷺ نے بھی قبائل اور بادشاہوں کے ساتھ طے کرائے جانے والے ہر قسم کے معاہدے اور حلف نامے تحریر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے، تاکہ جن امور کا متفقہ فیصلہ کیا گیا ہے ان کی حتمی شکل سامنے آجائے۔ اس سلسلے میں مدینے میں یہودیوں کے ساتھ اولین سیاسی معاہدہ کو تحریر میں لایا گیا اور اسی طرح صلح حدیبیہ کی صلح کو بھی تحریری شکل دی گئی۔

ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ بھی تھا کہ معاہدے پر گواہ بنا لیتے، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کچھ لوگوں کو مسلمانوں میں سے اور کچھ لوگوں کو کافروں میں سے گواہ بنایا تھا، اس بارے میں بھی کوئی شرعی رکاوٹ نہیں کہ معاہدے کو دو یا زیادہ زبانوں میں تحریر کیا جائے، جیسا کہ عصر حاضر میں رواج ہے۔

(۴) معاہدے کا واضح ہونا

معاہدے کا صاف و واضح الفاظ میں لکھا ہونا ضروری ہے، تاکہ اس کے اہداف واضح ہوں، حقوق وفرائض اس طرح متعین اور صریح ہوں کہ ان میں کسی طرح کی تاویل یا الفاظ سے کھیلنے کی گنجائش نہ ہو۔ ایسے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں جن میں دھوکہ دہی، ابہام، توڑ موڑ، اور غلط بیانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو، کیونکہ الفاظ بسا اوقات معاہدے کی تشریح میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے اور فریقین اُلجھ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اکثر اوقات معاہدے کے مقاصد ختم ہو کر رہ جاتے ہیں اور جائز حقوق تلف ہو جاتے ہیں اور معاہدہ ختم ہو جانے تک نوبت آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشترنخعی کو ہدایت کی تھی کہ:

''فلا إدغال ولا مدالة ولا خداع فيه ، ولا تعقد عقدا تجوز فيه العلل ، ولاتعولن على لحن قول بعد التأكيد والتوثقة ۔''(۸۵)

''معاہدہ کرنے والوں کی کمزوری کا ناجائز فائدہ نہ اُٹھاؤ اور نہ ہی الفاظ کے ہیر پھیر اور توڑ موڑ کا سہارا لو۔ ایسے الفاظ استعمال نہ کرو جن میں کوئی ابہام یا بگاڑ ہو یا دھوکہ فریب ہو سکے۔ نہ ہی بات پختہ کرنے کے بعد ایسی بات کہو جس کا مفہوم بدلنے کی گنجائش باقی ہو۔''

تو معلوم ہوا کہ دینِ اسلام میں معاہدہ کے ساتھ الفاظ میں بھی خیانت نہیں ہونی چاہیے، بلکہ ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جس کا صاف اور واضح مطلب ہو۔ دینِ اسلام معاہدات کو امن وسلامتی کی ضمانت اور استحکام امن وانسانی حقوق کی حفاظت کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ سمجھتا ہے۔

(۵) مضمون معاہدہ اور اثرات

معاہدے کا مضمون کا ایسا ہونا چاہیے جس کا حصول ممکن اور قانوناً جائز ہو، کیونکہ جب مضمونِ معاہدہ قانونی اور اخلاقی ضوابط کے تحت ہوگا تو فریقین پر بھی اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر معاہدۂ صلح لکھا جا رہا تھا تو اس وقت بار بار مشرکین آپ ﷺ کے الفاظ اور مضمون معاہدہ پر اعتراض کرتے تھے، حالانکہ وہ الفاظ بالکل صحیح تھے، لیکن ان کو چونکہ ان ہی الفاظ سے خلش تھی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا کہ اگرچہ تم لوگ میری باتوں کو نہیں مانتے لیکن یہ حقیقت ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ان معترضہ جملوں کو حذف کروایا، جس کے تفصیل معاہدہ صلح حدیبیہ میں آئے گی۔

قبل از اسلام معاہدے

مکے کی تجارتی حیثیت کو اور بھی مستحکم کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ کے ایک جدِ امجد عبد مناف بن قصی نے ایک مرتبہ اپنے بیٹوں میں سے ایک کو قیصر کے پاس بھیجا، دوسرے کو کسریٰ کے پاس بھیجا، تیسرے کو نجاشی کے پاس، اور چوتھے کو یمن کے حکمرانوں کے پاس بھیجا اور ان سے ایلاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی معاہدہ کیا کہ ہمیں اس بات کی اجازت ہو کہ ہم تجارتی قافلے تمہارے ملک میں لائیں، اپنا مال وہاں فروخت کریں اور تمہارے ملک کی پیداوار خرید کر اپنے ملک کو لے جائیں۔ اس تجارتی معاہدے کو حکمرانوں نے پسند کیا اور قبول کر لیا۔ اس بات کی وضاحت ہمیں طبقات الکبریٰ میں ملتی ہے، علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ:

''کان هاشم رجلا شریفا وهو الذی أخذ الحلف لقریش من قیصر لأن تختلف آمنة و أما من علی الطریق فألفهم علی أن تحمل قریش بضائهم ولا کراء علی أهل الطریق فکتب لهٔ قیصر کتابا۔''(۸۲)

''ہاشم ایک شریف آدمی تھے، قیصر سے قریش کے لیے انہوں نے یہ عہد لیا تھا کہ امن و امان و حفاظت کے ساتھ سفر کر سکیں، سڑکوں اور راستوں پر مال اور اسباب لے کر گزریں تو کرایہ چنگی ٹیکس نہ دینا پڑے، قیصر نے یہ اجازت نامہ لکھ دیا۔''

غرض کہ اسلام سے قبل جو اہل مکہ نے تجارتی معاہدے کیے، اس سے عربوں کو بہت فائدہ ہوا اور مکہ ایک تجارتی اور مالدار مرکز بن گیا۔

معاہدۂ فجار

قبل از اسلام جو معاہدات ہوئے اس میں سب سے روشن اور تادیر قائم معاہدہ حربِ فجار تھا، اس کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہوگئی کہ اس میں آنحضرت ﷺ نے بالمشافہ خود شرکت فرمائی، جس پر آپ ﷺ فخر فرمایا کرتے تھے۔ اس معاہدے کا ذکر کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس وقت کے حالات و واقعات معلوم کریں، جب اس معاہدے کا ظہور ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ: ''اہلِ عرب ایک نبی منتظر کے لیے ایک دوسرے سے باہم سوال کیا کرتے تھے، اسی بات کا تذکرہ خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر میں صحنِ کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں طائف کا ایک سردار اور عرب کا مشہور شاعر اُمیّہ بن صلت میرے پاس آیا اور یہ سوال کیا کہ بتاؤ نبی منتظر ہمارے خاندان میں پیدا ہوں گے یا تمہارے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے اس سے پہلے کبھی نبی منتظر کا ذکر نہیں سن رکھا تھا، لہٰذا میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو میں اس کی بات پر غور کرتا ہوا صحف آسمانی، تورات و انجیل کے عالم ورقہ بن نوفل کے پاس گیا، میرے سوال پر انہوں نے بتایا کہ نبی منتظر وسط عرب میں پیدا ہوں گے، جن کے نسب کا مجھے علم ہے، تمہارا قبیلہ بھی ان نشانیوں پر پورا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اُترتا ہے، میں نے پوچھا کہ: وہ کیا تعلیم دیں گے؟ جواب ملا: ان کی تعلیم یہ ہوگی کہ ظلم نہ کرو، ظلم نہ سہو اور ظلم وستم نہ ہونے دو۔'' (۸۷)

اس سے معلوم ہوا کہ عرب ایک ایسے شخص کی آمد کے منتظر تھے جو ان کی اس فسادی سرزمین میں امن وامان لا سکے۔ قبل از نبوت کے امن وامان کی کیفیت سے متعلق علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ: ''یوں تو جزیرۂ عرب ایک ملک اور متحد قوم تھا، تاہم نہ تو کبھی تاریخ نے اس کے ملکی قومی ہونے کا نشان دیا اور نہ سیاسی حیثیت سے کسی زمانے میں تمام عرب ایک پرچم کے نیچے جمع ہوئے۔ جس طرح گھر گھر کا الگ خدا تھا، اسی طرح قبیلے قبیلے کے جدا رئیس تھے، جنوبی عرب میں حمیری، ازواء، راقیال کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، شمالی عرب میں بکر، تغلب، شیبان، ازد، قضاعہ، کندہ، لخم، جذام، بنو حنیفہ، طے، اسد، ہوازن، غطفان، اوس وخزرج، ثقیف اور قریش وغیرہ کی الگ الگ ٹولیاں تھیں، جو دن رات خانہ جنگیوں میں مبتلا رہتی تھیں۔ بکر وتغلب کی چہل سالہ جنگ کا ابھی خاتمہ ہوا تھا، کندہ اور حضرموت کے قبائل کٹ کٹ کر فنا ہو چکے تھے، اوس اور خزرج لڑ لڑ کر اپنے سردار کھو چکے تھے، خاص حرم اور اشہرِ حرم میں بنو قیس اور قریش کے درمیان حرب فجار کا سلسلہ جاری تھا اور اس طرح ملک معرکۂ کارزار بنا ہوا تھا، پہاڑوں اور صحراؤں میں خود مختار جرائم پیشہ قبائل آباد تھے، نہ کبھی ختم ہونے والی جنگ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ انتقام، ثار اور خون بہا کی پیاس سینکڑوں اور ہزاروں افراد کے قتل کے بعد بھی نہیں بجھتی تھی، ملک کا ذریعۂ معاش غارت گری کے بعد فقط تجارت تھی، لیکن تجارتی قافلوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ گزرنا محال تھا، حیرہ کے عرب بادشاہ اگرچہ شمالی عربستان میں اثر واقتدار رکھتے تھے، تاہم ان کا تجارتی سامان بھی عکاظ کے بازاروں میں بہ مشکل پہنچ سکتا تھا، شہورِ حج عملاً عرب کے مقدس مہینے تھے، بایں ہمہ قتل وغارت گری اور خوں ریزی کے جواز کے لیے وہ کبھی بڑھا اور کبھی گھٹا دیتے تھے۔'' (۸۸)

دینِ اسلام نے بھی عرب پر جو سب سے بڑا احسان کیا تھا وہ امن کا نفاذ تھا، وہ خود امن چاہتے تھے، لیکن ان کے قبائلی تعصب وعار نے ان کو مجبور کیا تھا کہ کوئی فریق دوسرے کے سامنے جھک جائے۔ اسی فخر وغرور نے ان کو جنگ وجدل کے ساتھ کئی اخلاقی برائیوں، لوٹ مار، ناحق ظلم وعداوت، بھوک وافلاس میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اسلام نے اپنے اس احسان کا یوں ذکر کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۔"(۸۹)

"جس نے ان کو بھوک میں کھانا دیا اور بدامنی کو دور کر کے ان کو امن بخشا۔"

لیکن اس سب کچھ کے باوجود اہل عرب اپنے محترم و مقدس مہینوں کا بہت احترام کرتے تھے اور ان مہینوں میں فوراً جنگ و جدال رک جاتی تھی ۔ یہ حرام مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم تھے، قبیلہ مضر رجب کے مہینے کو بھی حرام مہینہ سمجھتے تھے ۔ جب ان مقدس مہینوں کا تقدس پامال کیا گیا تو حربِ فجار پیش آیا۔

حربِ فجار کا مختصر پسِ منظر

نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک جب چودہ یا پندرہ سال کی ہوئی تو حربِ فجار (۹۰) کا واقعہ پیش آیا، یہ جنگ قریش اور بنی کنانہ کی بنی قیس عیلان سے ہوئی تھی، یہ جنگ عروۃ الرحال کے قتل پہ ہوئی جس کو براض جس کا تعلق بنی قیس سے تھا اس نے مار ڈالا تھا اور بھاگ کر خیبر میں چھپا رہا، کیوں کہ اس زمانے میں تمام قبائل عکاظ کے بازار میں تجارتی غرض سے جمع ہوتے تھے، لڑائی جب شروع ہوئی تو بنی قیس نے قریش کو پسپا کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش نے حرم کعبہ میں پناہ لی، بنی قیس نے حرم پاک کے تقدس کا خیال کرتے ہوئے لوٹ گئے، مگر اگلے سال تیاری سے آئے، اس سال عکاظ کا بازار نہ لگا، سال بھر لڑائی کی تیاری کی اور پھر بھرپور لڑائی میں حصہ لیا، مگر یہ لڑائی جس کا اختتام بہت برا ہوا اس میں بے انتہا آدمیوں کا قتل ہوا۔ اس کو دیکھ کر مالک بن عوف کے چچا ابو اُسید کو بڑا رحم آیا، اور اس نے باآوازِ بلند کہا کہ:

> "اے آلِ کنانہ اور اے قریش! تم نے آج بہت زیادہ آدمیوں کو قتل کر ڈالا ہے، یہ نہایت افسوس کی بات ہے، اس پر عبداللہ بن جدعان نے کہا کہ "جی ہاں! آپ نے ٹھیک کہا، ہم لوگ آدمیوں کے قتل کرنے میں نہایت چالاک اور لوگوں کے سر تن سے جدا کرنے میں نہایت بے باک ہیں۔"(۹۱)

جب بنی کنانہ اور قریش میں لڑنے کی سکت نہ رہی تو لڑائی روک کر بات چیت پر آمادہ ہوئے۔ "آخر اس شرط پر دونوں فریق متفق ہوگئے کہ دونوں فریق کے مقتولین کا شمار کیا جائے، جس فریق کے مقتول زیادہ ہوں وہ قبیلہ مخالف قبیلہ سے ان زائد آدمیوں کا خون بہا وصول کرے گا۔ شمار کرنے پر بنی قیس کے بیس مقتول زیادہ تھے، مگر قریش کے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا کہ وہ دیت ادا کریں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لیے سردارِ قریش حرب بن اُمیہ نے اپنے لڑکے ابوسفیان کو ان کے پاس رہن رکھ دیا اور کہا: جب تک ہم تمہارا تاوان ادا کریں گے اس وقت اپنے لڑکے چھڑا لیں گے، بعض قبائل کے دیگر رئیسوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے بیٹوں کو بنی قیس کے پاس رہن رکھ دیا۔ اس فیصلہ کے بعد باہم یہ معاہدہ ہوا کہ آئندہ کبھی براض اور عروۃ الرحال کے معاملہ کے متعلق فریقین میں سے کوئی شخص ایک دوسرے کو تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ بعدازاں دونوں فریق اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور جو بغض اور کینہ اس واقعہ کی وجہ سے فریقین کے دلوں میں پیدا ہو گیا تھا اسے دونوں نے اپنے دل سے دور کر دیا۔''(۹۲)

حضور ﷺ اس جنگ میں شریک تھے اور فرماتے ہیں کہ: میں اپنے چچاؤں کو تیر اُٹھا کر دیتا رہتا تھا جو ان کے دشمنوں کی طرف سے آتے تھے، لیکن آپ ﷺ نے خود لڑائی میں شرکت نہیں کی۔ سہیلی میں اس کی مزید تصریح ہے کہ:

''وإنما لم يقاتل رسول الله صلى الله عليه وسلم مع أعمامه وقد كان بلغ سن القتال لا أنها كانت حرب فجار وكانوا أيضا كلهم كفاراً ولم يأذن الله لمومن أن يقاتل إلا أن يكون كلمة الله هي العليا۔''(۹۳)

''اور آپ ﷺ نے اس لڑائی میں جنگ نہیں کی، حالانکہ آپ ﷺ لڑائی کی عمر کو پہنچ چکے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لڑائی ایام الحرام میں پیش آئی تھی، نیز یہ وجہ تھی کہ فریقین کافر تھے اور مسلمانوں کو لڑائی کا حکم صرف اس لیے خدا نے دیا ہے کہ خدا کا بول بالا ہو۔''

جنگ فجار کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر صحیح قول کے مطابق بیس سال تھی۔ اس لڑائی کو حربِ فجار اس لیے کہتے ہیں کہ ''ایام الحرام میں یعنی ان مہینوں میں پیش آئی تھی جن میں لڑنا ناجائز تھا۔''(۹۴)

معاہدۂ حلف الفضول

بعثت نبوی سے قبل ایک اور معاہدہ بھی پیش آیا تھا۔ دراصل اس معاہدے کے پیش رو حضرت زبیر بن عبد المطلب تھے، جب کہ محسن انسانیت ﷺ بھی اس کے اہم رکن اور داعی کی حیثیت سے تھے۔ بانیانِ معاہدہ کی کوششوں کے نتیجے میں بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، بنو اسد بن العزیٰ، بنو زہرہ بن کلاب اور بنو تیم بن مرہ، عبداللہ بن جدعان جو اپنی قوم کے سردار تھے، کے گھر پر جمع ہوئے اس کے بااثر اور معمر ہونے کی بنا پر انہی کی موجودگی میں تمام فریقین سے ایک حلف لیا گیا۔ ڈاکٹر محمد

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حمید اللہ لکھتے ہیں کہ:

''اس معاہدہ حلف الفضول میں ایک رضا کار جماعت شریک ہوئی، جس کا مقصد حدود شہر میں ہر مظلوم کی خواہ وہ شہری ہو یا اجنبی، مدد کرنا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھنا تھا جب تک ظالم حق رسانی نہ کرے۔''(۹۵)

حلف الفضول کی وجہ تسمیہ

اس معاہدہ کو حلف الفضول، کیوں کہتے ہیں اور اس کا یہ نام کیوں پڑا؟ جب اس معاہدہ کے پہلے لفظ حلف پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ''حلف'' یہ لفظ ''ح'' اور زبر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور حلف کے معنی قسم کے علاوہ معاملے کے بھی ہیں۔''(۹۶)

علامہ ابن حبیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس معاہدے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''سمیّ حلف الفضول لأنهم تحالفوا أن لا يتركوا عند أحد فضلاً يظلمه أحد إلاّ أخذوه منه۔''(۹۷)

''حلف الفضول سے یہ معاہدہ اس لیے موسوم ہوا ہے کہ انہوں نے (معاہدے کے شرکاء) یہ عہد کیا تھا کہ اگر کوئی شخص ظلم و زیادتی کا ارتکاب کر کے کسی کا حق چھینے گا تو وہ اس سے چھین کر صاحبِ حق کو واپس دلایا جائے گا۔''

جب کہ ابن منظور الافریقی لسان العرب میں لکھتے ہیں کہ:

''سمیّ به تشبیهاً بحلف کان قدیماً بمکة أیام الفضول لأنهُ قام به فضل بن الحارث و فضل بن وداعة، وفضل بن فضالة۔''(۹۸)

''اسے حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کہ اس کام کے لیے ایک معاہدہ قدیم زمانے میں (قبیلہ جرہم کے دور میں عدل و انصاف کے قیام کے لیے مکے میں ہوا تھا، تا کہ کمزور کو طاقتور سے اور اجنبی کو مقامی فرد سے اس کا حق دلایا جائے) طے کیا گیا، اسے قائم کرنے والے جرہم قوم کے تمام شرکائے معاہدہ کے نام فضل تھے: وہ فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ تھے۔''

جب کہ عصر حاضر کے ایک مفکر مولانا ابو الکلام آزادؒ حلف الفضول کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''حلف الفضول کے بارے میں ایک توجیہ کی گئی ہے کہ عربی میں حق کو ''فضل'' بھی کہتے ہیں جس کی جمع فضول ہے، اس لیے یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا، یعنی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

معاہدہ حقوق یا حفظ حقوق۔"(۹۹)

تاریخی معاہدہ حلف الفضول

معاہدہ حلف الفضول عرب معاشرے کا تاریخی شاہکار ہے۔ اس معاہدہ کے لیے قبائل عرب عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور سب نے آپس میں حلفاً ایک ساتھ اقرار کر کے ایک معاہدہ تشکیل دیا۔ اس معاہدہ کو ابن ہشام کی نظر سے دیکھتے ہیں تو سیرت ابن ہشام میں اس کے بارے میں کچھ یوں آتا ہے کہ:

"تداعت قبائل من قريش إلى حلف، فاجتمعوا له في دار عبد الله بن جدعان بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة بن كعب بن لؤى، لشرفه و سنّه، فكان حلفهم عنده، بنو هاشم، وبنو المطلب، وأسد بن عبد العزّى، و زهرة ابن كلاب، وتيم بن مرة، فتعاقدوا و تعاهدوا على أن لا يجدوا بمكة مظلوماً من أهلها و غير هم ممن دخلها من سائر الناس إلا قاموا معه، وكانوا على ظلمه حتّى ترد عليه مظلمته، فسمت قريش ذلك الحلف حلف الفضول۔"(۱۰۰)

"ایک مرتبہ قریش کے سب قبائل عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی کے مکان میں جمع ہوئے، کیونکہ وہ ان میں شریف، بزرگ عمر رسیدہ سمجھے جاتے تھے اور سب نے بالاتفاق اس بات پر قسم کھائی کہ شہر مکہ میں ہم جس مظلوم کو دیکھیں گے، خواہ وہ مکہ کا باشندہ ہو یا مسافر ہو، اس کے ساتھ ہو کر ظالم سے اس کا معاوضہ لیں گے اور اس قسم کا نام انہوں نے حلف الفضول رکھا۔"

رسول اللہ ﷺ اس تاریخی معاہدہ میں بنفس نفیس شریک تھے۔ آنحضرت ﷺ اپنی شرکت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"لقد شهدت في دار عبد الله بن جدعان حلفاً، ما أحب أن لي به حمر النعم، ولو ادعى به في إسلام لأجبت۔"(۱۰۱)

"عبداللہ بن جدعان کے گھر جو معاہدہ کیا گیا میں اس معاہدے کے وقت موجود تھا۔ اور یہ معاہدہ مجھ کو سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ اگر اسلام میں بھی کوئی اس قسم کے معاہدے کے لیے مجھے دعوت دے گا تو میں اُس کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نظر آؤں گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ کہ حق اور بھلائی کو تقویت پہنچانے والے معاہدات کو اسلام برقرار رکھتا ہے اور فساد، قبائلی لڑائیوں اور بلا سبب حملوں کے لیے معاہدہ کرنے کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ زمانہ جاہلیت کے جہلاء اس معاہدے پر زیادہ مدت تک عمل نہیں کر سکے، مگر مسلمان پہلی صدی ہجری میں خلافت راشدہ کے بعد بھی اس کے پابند رہے۔ انہوں نے وقت کے جبار ظالم انسانوں، طاقتوں اور مملکتوں کی سازشوں کا مقابلہ کیا، صرف اس لیے، تاکہ امن قائم ہو، انصاف بروئے کار آئے، انسانی حقوق تسلیم کیے جائیں، اور ظالموں کو اتنا بے بس کر دیا جائے کہ ان کے تاریخی مظالم کی پوری تلافی ہو سکے۔

معاہدۂ حلف الفضول کے ہمہ گیر اثرات

معاہدہ حلف الفضول کی وجہ سے کمزوروں کی دادرسی ہوئی اور مظلوموں کو کافی حد تک امن وامان نصیب ہوا۔ اس معاہدہ کے قیام کے پہلے سال ہی اسے اتنا رعب نصیب ہو گیا کہ اس کی طرف سے کسی معاملہ میں مداخلت کا اشارہ ہی زبردستوں کی بے آئینی روکنے اور زیردستوں کے نقصانات کی تلافی کرانے کے لیے کافی ہوتا تھا۔ اس تاریخی معاہدے کے طے پا جانے کے بعد یہ عالم تھا کہ مکے میں اگر کسی شخص پر کوئی ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرتا، تو لوگ فوراً اس کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

یہ انجمن تاریخ اسلام کی پہلی نصف صدی کے اختتام تک پوری قوت سے قائم رہی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم حلف الفضول کے ہمہ گیر اثرات سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> ”مکے والوں کو اس پر بجا طور سے فخر ہو سکتا ہے کہ جس زمانے میں باقی عرب، بلکہ باقی دنیا میں لاٹھی راج کا دور دورہ تھا، اس وقت انہوں نے رضا کارانہ امدادِ مظلومین کے لیے جتھا بندی کی اور تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے رات کی بات دن ہوتے ہوئے بھلا نہ دی، بلکہ ہمیشہ اس کی لاج رکھی، زمانہ جاہلیت میں اس کی دہائی سے ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے سرغنہ تھراتے تھے۔ خود آنحضرت ﷺ بھی زمانہ قبل از اسلام اور ہجرت سے قبل اس میں مؤثر عملی حصہ لیتے رہے۔“ (۱۰۲)

معاہدہ حلف الفضول کی وجہ سے کوئی کسی کا حق نہیں دبا سکتا تھا اور نہ ہی کسی کا حق چھپایا جا سکتا تھا، کیونکہ اس معاہدہ کی وجہ سے ہر ایک کو آزادی سے اپنا حق حاصل کرنے کی اجازت تھی۔ معاہدہ حلف الفضول کے ہمہ گیر اثرات اسلام کے بعد بھی رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن اثیرؒ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نے حلف الفضول کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا جس سے بخوبی معاہدہ حلف الفضول کے اثرات واضح ہو جاتے ہیں:

"كان بين الحسين بن علي بن أبي طالب و بين الوليد بن عتبه بن أبي سفيان منازعة في مال كان بينهما ، والوليد يومئذ أمير على المدينة لعمه معاوية فتحامل الوليد لسلطانه ، فقال له الحسين : أقسم بالله لتصفني أو لآخذن سيفي ثم لأقومن في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم : ثم لأدعون بحلف الفضول ، فقال عبد الله بن الزبير وكان حاضرا وأنا أحلف بالله لو دعا به لأجبته حتى ينصف من حقه أو نموت و بلغ المسور بن مخزمة الزهري ، فقال مثل ذلك ، وبلغ عبدالرحمن بن عثمان ابن عبد الله التيمي ، فقال مثل ذلك ، فلما بلغ الوليد ذلك أنصف الحسين من نفسه حتى رضي۔" (۱۰۳)

"حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے درمیان کسی مال کے متعلق جھگڑا ہو گیا، اور ولید اس زمانے میں اپنے چچا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے امیر مدینہ تھا، اس لیے اس نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں حسینؓ پر ظلم کیا تو حسینؓ نے ولید سے کہا: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو میرا انصاف کر، ورنہ میں ہاتھ اُٹھالوں گا، پھر اس تلوار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں کھڑا ہو جاؤں گا، اور پھر حلف الفضول کی دعوت دوں گا، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو وہاں موجود تھے، انہوں نے بھی کہا: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، اگر حسین رضی اللہ عنہ نے حلف الفضول کی طرف بلایا تو میں اس دعوت کو قبول کرلوں گا، یہاں تک کہ ان کے حق کے بارے میں انصاف کیا جائے، یا ہم مر جائیں۔ یہ خبر مسور بن مخرمہ زہری کو پہنچی تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا اور یہ خبر عبدالرحمٰن بن عثمان بن عبداللہ التیمی کو پہنچی تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا اور ولید کو جب یہ خبریں ملیں تو اس نے خود ہی حسینؓ کا حق دے دیا، یہاں تک کہ وہ خوش ہو گئے۔"

عہد نبوی اور معاہدات رسول (ﷺ)

جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ کی بعثت ایسے معاشرے میں ہوئی جہاں قتل و غارت گری پیشہ تھا، جہاں جھوٹ کی کثرت تھی، سچ کا کوئی متوالا نہ تھا، جہاں کفر و منافقت کا پرچار تھا، تو ایسے معاشرے کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا بہت بڑی نیکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاشرہ کو الہامی تعلیمات سے یکسر بدل دیا اور آپ ﷺ ہی وہ ذات مبارکہ ہیں جس نے سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے معاشرے کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

''الخلق عیال اللّٰہ فأحب الخلق إلی اللّٰہ من أحسن إلی عیالہ۔''(۱۰۴)

''پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک مخلوق میں پسندیدہ ترین وہ ہے جو اس کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔''

جب پہلی وحی کا نزول ہوا تو اس تجلی الٰہی کا آپ ﷺ پر ایسا جلال پڑا کہ آپ ﷺ گھبراہٹ کا شکار ہو گئے اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے وہی اخلاقِ حسنہ دوہرائے جو آپ ﷺ کی ذات کا خاصہ تھے، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو تسلی ملی۔ صحیح البخاری میں وہ الفاظ کچھ یوں منقول ہیں کہ:

''واللّٰہ مایخزیک اللّٰہ أبدا، إنک لتصل الرحم، وتحمل الکل وتکسب المعدوم، وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔''(۱۰۵)

''ہرگز نہیں! بخدا اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، کیوں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے آسرا لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، فقیر لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہلِ حق کی اعانت کرتے ہیں۔''

مظلوموں کی دادرسی اور بے بسوں اور بے کسوں کی اعانت کے حوالے سے بعثت نبوی سے قبل معاہدہ حلف الفضول میں بحیثیت ایک اہم اور بنیادی رکن کے رسول اللہ ﷺ کی شرکت تاریخی اہمیت کی حامل ہے اور اس کے مستند تاریخی ریکارڈ سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں:

''۱:- ایک یہ کہ آپ ﷺ کا دل عنفوان شباب میں بھی غم انسانیت سے معمور تھا اور آپ ﷺ مظلوم انسانوں کی مدد اور ان کے حقوق کے تحفظ کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے اور ہر قسم کے امتحان سے گزرنے کے لیے تیار رہتے تھے، نیز ان میں اپنی زندگی کی غایت مضمر دیکھتے تھے۔

۲:- یہ کہ آپ ﷺ کے دل میں ظلم کا استیصال کرنے اور مظلوم انسانیت کو ظالموں اور استحصالی قوتوں کے پنجۂ استبداد سے رہائی دلانے کی تڑپ تھی۔

۳:- تیسرے یہ کہ آپ ﷺ معاشی مساوات پر یقین رکھتے تھے۔''(۱۰۶)

رسول اللہ ﷺ نے بعثت اور اشاعت اسلام کے بعد جب اسلامی سلطنت قائم کی تو اس ریاست کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کے ساتھ آپ ﷺ نے معاہدات کیے۔ ان معاہداتِ رسول کو تین ذیلی قسموں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

۱:- حلیفی معاہدات

یہ ان قبائل کے ساتھ انجام پائے جو شروع اسلام سے آپ ﷺ کے حلیف تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ معاہدات سرانجام دیئے اور اس کی تجدید بھی کرائی۔

۲:- معاہدہ صلح

رسول اللہ ﷺ نے اقوام و قبائل کے ساتھ صلح کے معاہدات بھی سرانجام دیئے، جس کی نظیر معاہدۂ صلح حدیبیہ ہے جس کے اسلام اور مسلمانوں پر دوررس اثرات پڑے۔ آگے باب میں اس کی پوری تفصیل آئے گی۔

۳:- معاہدہ امن

رسول اللہ ﷺ نے اقوام و قبائل کے ساتھ امن معاہدات بھی کیے جس کی نظیر تاریخ اسلام میں فتح مکہ میں نظر آتی ہے، جس نے اسلام کو عرب سے نکال کر عجم تک پھیلا دیا اور جو اسلامی تعلیمات کی عظیم شاہکار ہے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

معاہدۂ عقبہ انبوی

نبی کریم ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے کام کا آغاز زمانہ حج میں نبوت کے چوتھے سال سے کیا، کیوں کہ ابتدائے نبوت میں آپ ﷺ نے خاموشی سے تبلیغ کی اور چوتھے سال آپ ﷺ نے زمانہ حج میں لوگوں کے پاس جا کر اللہ کا پیغام سنایا، آپ ﷺ حجاج کو عکاظ و مجنہ و ذی المجاز میں ان کی منزلوں میں تلاش کرتے اور دعوت دیتے۔ آپ ﷺ کی دعوت یہ تھی، لوگو! ایمان لاؤ تو فلاح پا جاؤ گے، اس کی بدولت عرب کے مالک بن جاؤ گے، اور عجمی تمہارے فرمانبردار ہو جائیں گے اور جب تم ایمان لاؤ گے تو جنت میں بادشاہ بن جاؤ گے۔

اس پر قبائل تو کیا توجہ دیتے، بلکہ سگا چچا آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے یہ آوازیں لگاتا کہ لوگو! اس کی بات پر کان نہ دھرنا، یہ مجنون ہے، صابی اور کاذب ہے، جس پر حجاج بری طرح رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتے تھے اور آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ آپ کے کنبے والے آپ سے زیادہ واقف ہیں، کیوں کہ انہوں نے آپ کی پیروی نہیں کی تو ہم کیسے کر سکتے ہیں؟! رسول اللہ ﷺ نے حریف طاقتوں کے سامنے دو باتیں پیش کیں ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱:۔''جئتکم بخیر الدنیا۔''

''میں تمہارے لیے دنیا کی بہتری کا پیغام لایا ہوں۔''

۲:۔''قولوا معی لا إله إلا الله تفلحون۔''

''میرے ساتھ مل کر خدائے واحد کا نعرہ بلند کرو، انسانوں کی اجتماعی بہتری کا نظام بروئے کار آ جائے گا۔''

اس کے بعد کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا، جو بارہ افراد تھے وہ ایمان لائے جن میں کچھ خواتین بھی تھی۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اولین عہد کیا جو عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ عہد کے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ:

''الا یشرک احدهم بالله شیئًا ولا یسرق ولا یزنی ولا یقتل اولادهٗ ولا یأتی ببهتان یفتریه بین یدیه ورجلیه ولا یعصیه فی معروف ، قال : فإن وفی ذلک فله الجنة وإن غشیهٗ من ذلک شیئًا فامره إلی ، إن شاء عذب وإن شاء غفر۔''(۱۰۷)

''اللہ کے ساتھ کوئی چیز شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے اور قتل اولاد نہیں کریں گے، اور کوئی بہتان جو دیدہ و دانستہ بنایا ہو نہ باندھیں گے اور کسی نیک کام میں نافرمانی نہیں کریں گے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم وفا کرو گے تو تمہارے لیے جنت ہے، جس نے ذرا کوتاہی کی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر اللہ چاہے تو عذاب دے اور اگر اللہ چاہے تو بخش دے۔''

اس یادداشت پر مدینہ کی سفارت کے بارہ ارکان نے دستخط کیے۔

معاہدۂ عقبہ اولیٰ کے اثرات

معاہدۂ عقبہ اولیٰ کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سفیر مقرر ہو کر مدینہ روانہ ہوئے، اس وقت مدینہ میں سخت داخلی جنگ جاری تھی، مگر اس معاہدے نے بے مثال امن قائم کر دیا۔ بعض روایت میں ہے کہ مصعب رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو جمعہ پڑھایا کرتے تھے، ابنِ ہشام میں ہے کہ:

''وامرهٗ أن یقرئهم القرآن ، ویعلمهم الإسلام، ویفقههم فی الدین، وکان یسمی المقری بالمدینة۔''(۱۰۸)

''مصعب بن عمیر بن ہاشم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں فریضۂ دعوت کی انجام دہی پر مامور کیا، ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذمہ لگایا کہ وہاں جا کر لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں، دین کی سوجھ بوجھ پیدا کریں، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ میں مقری بالمدینہ کہلاتے تھے۔"

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی اسی تبلیغ کی وجہ سے کافی سارے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے، یہی وجہ ہے کہ انتقال کرنے کے بعد مدینہ کے باشندے ان کو اپنی دعا میں یاد کرتے تھے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا سبب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو سمجھتے تھے، ان کے بیٹے نے مصعبؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ ہی کی برکت سے ہم لوگ مدینہ میں مسلمان ہوئے ہیں اور وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مدینہ میں بنی بیضا کے پتھریلے مقام کی نشیبی زمین میں جس کا نام چشمۂ نضمات تھا، ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی تھی، میں نے پوچھا: اس روز آپ کتنے آدمی تھے؟ فرمایا: چالیس۔" (۱۰۹)

اس کے علاوہ اس معاہدہ کی وجہ سے مدینہ کے دو بڑے سرداروں اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے بھی اسلام قبول کیا اور ان کے اسلام قبول کرتے ہی پورے قبیلے نے دعوتِ اسلامی کی پکار پہ لبیک کہا، مدینہ میں محمد ﷺ کا نام اب اجنبی نہیں رہا، بلکہ ہر فرد اس سے آگاہ ہوا، جب حج کا نیا سال آیا تو جو انصار مسلمان ہو گئے تھے وہ دیدارِ نبوی کی پیاس بجھانے کے لیے مکہ کی طرف مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت روانہ ہوئے، جو ستر سے زائد افراد پر مشتمل قافلہ تھا۔

معاہدۂ عقبہ دوم

جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت حجاج کا بڑا قافلہ مکہ پہنچا، اس میں مسلمانوں کی بڑی تعداد موجود تھی، مدینے کی کھیتی خوب فصل دے رہی تھی، انقلاب کا سورج طلوع ہونے کو تھا، اب مکہ کے اندر جو فضا سازگار ہوئی تو وہ خاموش انقلاب کا پتا بتا رہی تھی، ستر سے زائد افراد کا وفد منیٰ (عقبہ) کے مقام پر جمع ہوا، یہ ملاقات قریش سے خفیہ تھی اور جب آپ ﷺ سے یہ گروہ ملنے کے لیے آیا تو آپ ﷺ کا فرمان مبارک تھا کہ: سوتے ہوئے لوگوں کو جگایا نہ جائے، یہ نو مسلم رات کی تاریکی میں خاموشی سے اپنے محبوب قائد سے ملے۔ ایک تہائی رات گزرنے کے بعد یہ معاہدہ طے پایا:

۱:- ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ایسی حفاظت کریں گے جیسی اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲:- آنحضرت ﷺ اطمینان دلاتے ہیں: جو تمہارا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے، جو تمہارا حلیف ہے وہ میرا حلیف ہے، تمہاری ذمہ داری میری ذمہ داری ہے، میری ذمہ داری تمہاری ذمہ داری ہے، تمہاری عزت میری عزت ہے، میری عزت تمہاری عزت ہے۔

اس معاہدے کی رو سے نبی کریم ﷺ نے دعوت کا مرکز مکہ سے تبدیل کر کے مدینہ کا عزم کیا، کیوں کہ دعوتِ دین کے لیے ایک ایسے پرامن مقام کی ضرورت تھی جہاں رہائش کے ساتھ دعوت کا کام بھی کیا جائے، لیکن اس موقع پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے انصار سے گفتگو کی جو کہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے، لیکن خونی رشتے کی وجہ سے آپ ﷺ کے ساتھ تھے، انصار سے خطاب کر کے کہا:

”یا معشر المخرج ! إنكم قد دعوتم محمدا إلى ما دعوتموه إليه ومحمد من أعز الناس في عشيرته يمنعه والله منا من كان على قوله ومن لم يكن منا على قوله يمنعهُ للحسب والشرف ، قد أبى محمد الناس كلهم غيركم فإن كنتم أهل قوة وجلد وبصر بالحرب واستقلال بعداوة العرب قاطبة ترميكم عن قوس واحدة فارتووا رأيكم وائتمروا بينكم ولا تفرقوا إلا عن ملأ منكم واجتماع فإن أحسن الحديث أصدقه۔“(۱۱۰)

”اے گروہِ خزرج! محمد (ﷺ) کو تم لوگوں نے بلایا ہے محمد (ﷺ) اپنے خاندان میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ ہم میں سے جو ان کے قول پر ہے ان کی حمایت کرتے ہیں۔ جو ان کے قول پر نہیں وہ بھی باعتبار حسب وشرافت آنحضرت ﷺ کی حفاظت کرتے ہیں۔ محمد (ﷺ) نے سوائے تمہارے اور سب کے قبول کرنے سے انکار کردیا، اگر تم لوگ صاحب قوت وشوکت ہو، جنگ سے باہر اور سارے عرب کی عداوت میں تم پر ایک ہی کمان سے تیراندازی کریں گے۔ مستقل ہو تو اپنی رائے پر غور کرو، آپس میں مشورہ کرو۔ (، کیونکہ آنحضرت ﷺ کو مدینہ لے جانے میں سارے عرب سے تمہیں جنگ کرنا پڑے گی) باہم اختلاف نہ کرو، جو کچھ کرو اتحاد واتفاق سے کرو، بات سب سے بہتر وہی ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو۔“

معاہدۂ عقبہ میں جو لوگ شریک تھے انہوں نے یہ بیعت کی تھی کہ خدا اور رسول کی ہر حال میں اطاعت کریں گے اور سرداری میں جھگڑا نہ کریں گے، محمد ﷺ اور خدا کے معاملہ میں ہم کسی کی ملامت کا خوف نہیں کریں گے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دیگر قبائل سے بھی خارجہ تعلقات کا قیام ضروری سمجھا، کیوں کہ جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ دین کو ذریعہ بنایا، جو اسلام کے خارجہ تعلقات کا سنگ بنیاد ہے، کیوں کہ اہل مدینہ نے ان اساسی مقاصد کو تسلیم کر لیا جن پر ایمان لانا دنیا کی وحدت اور قیام امن کے لیے ضروری تھا۔ دوسری طرف آپ ﷺ کو اذنِ الٰہی سے وہ سرزمین مل گئی تھی جہاں آپ ﷺ کے ساتھیوں اور آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی، چونکہ ہجرت کے واقعات معروف ہیں، لہٰذا طوالت سے بچتے ہوئے موضوع کی مناسبت سے معاہدات کا ہی ذکر کریں گے۔

دراصل عقبہ کے یہ دونوں معاہدے مدینہ کے قبائل اوس وخزرج سے ہوئے اور ان سے اسلامی قوت کا رتبہ بلند ہو گیا، جب کہ قریشِ مکہ اسلامی قوت کے ساتھ نہ چل سکے۔ ان معاہدوں نے دوسری طاقتوں کو اسلام کی قوت بنا دیا اور اسلام کے خارجی اثر کو دنیا کی سرحدوں تک پھیلا دیا۔

میثاقِ مدینہ

مدینہ منورہ ایک ایسی ریاست بنائی گئی جہاں اس سے پہلے ریاست کا ہی وجود نہ تھا، اس ریاست کے آپ ﷺ متفقہ حکمران تھے، جب آپ ﷺ نے عقیدے، ریاست اور نظام وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کر لیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی، آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ تمام انسانیت امن وسلامتی کی برکتوں سے مستفید ہو اور اس کے ساتھ ہی مدینہ میں وفاقی وحدت قائم ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پہنچے تو اہل یثرب کے ساتھ یہودیوں نے بھی آپ ﷺ کا پرتپاک خیر مقدم کیا، کیوں کہ انہیں ایک مضبوط حلیف مل گیا تھا۔ آپ ﷺ کو اہل کتاب ہونے کی بنا پر ان سے خصوصی خیر سگالی اور تعاون کی توقع تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اہل یہود کے ربیوں اور سرداروں سے خصوصی تعلقات بڑھانے کے لیے ان سے ملاقاتیں کیں، جو آپ ﷺ سے نہایت خوش خلقی، شفقت اور خندہ روئی سے پیش آتے۔ آپ ﷺ نے حسب موقع ان کی حمایت وتکریم کی، کیوں کہ وہ بھی ایک خدا کے ماننے والے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے مذہبی عقائد کی بھی تعظیم کی، یہودی محرم کی دس تاریخ کو فرعون سے نجات ملنے پر یوم تشکر کے طور پر مناتے تھے۔ آپ ﷺ نے مذہبی رواداری میں محرم کی نو اور دس کا روزہ رکھنا شروع کیا، اہل یہود یروشلم کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ نے بھی اسی کو قبلہ اول بنایا، جس کی بنا پر آپ ﷺ کے ان سے کافی اچھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلقات قائم ہو گئے، گویا کہ مسلمانوں کو اہل اسلام کو اہل کتاب کی شکل میں مخلص اور معاون دوست میسر آ گئے تھے۔

لیکن مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی مقبولیت عام ہونے لگی، اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے یہود کو تشویش میں مبتلا کر دیا، کیونکہ کہ مسلمان ان کی مذہبی بالادستی کے لیے خطرہ بنتے جا رہے تھے۔ اہل یہود معاشی و مذہبی لحاظ سے اس علاقے کی سب سے بڑی طاقت اور حاملِ توریت ہونے کی وجہ سے علم و فضل کے مالک تھے۔ اور اوس و خزرج کے قبائل سے اپنے علم اور مادی وسائل میں کہیں آگے تھے، اہل یہود کی یہ تشویش و بوکھلاہٹ بجا تھی۔ مدینہ میں چونکہ مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ آباد تھے، اس لیے یہاں پر نظریات کا اختلاف ہی مشکلات کا بڑا سبب بنا۔ علامہ سلمان منصوری پوری اس بارے میں رقم طراز ہیں کہ:

''مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا، وہاں بت پرستی بھی تھی اور یہودی بھی اور کم تعداد میں عیسائی بھی، یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے بنوقینقاع اور بنوقریظہ تھے جو اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے۔ وہ تجارت اور سودخوری کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔'' (۱۱۱)

جب اہل یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے دین اسلام قبول کر لیا تو اہل یہود کی فکر میں اضافہ ہو گیا، حالانکہ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یہودیوں کے پاس بھیجے جانے والے انبیاء علیہم السلام کو یہ معلوم تھا کہ ایک آخری نبی آئیں گے، جس کی انہوں نے نشانیاں بھی بتائی تھیں۔ جب آپ ﷺ کا نزول ہوا تو اہل یہود آپ ﷺ کے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے جس طرح ایک باپ اپنے بچوں کے بارے میں جانتا ہو۔ قرآن حکیم ان کو یوں جھٹلاتا ہے کہ:

''اَلَّذِیْنَ آتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ وَاِنَّ فَرِیْقاً مِّنْهُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔'' (۱۱۲)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ ان (پیغمبر آخرزمان) کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے، مگر ایک فریق ان میں سے سچی بات کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۔''

مگر اہل یہود اپنے منافقانہ طرزِ عمل جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اختیار کیا تھا وہی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے ساتھ بھی روا رکھا۔ وہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اُڑانے لگے اور یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ یہ قرآن اور نبی کی تعلیمات جھوٹی ہیں جب کہ تبدیلیِ قبلہ کے حکم کے بعد اُن کی معاندانہ مخالفت مزید شدت اختیار کر گئی، جس پر اہلِ یہود نے دشمنانِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے ساتھ مل کر مدینہ کی اُبھرتی ہوئی طاقت کو بزورِ قوت ختم کرنے کی ٹھانی، انہوں نے یہ بات کھل کر کہنی شروع کر دی کہ مکہ کے بت پرست محمد ﷺ سے کہیں بہتر ہیں۔

، کیوں کہ مدینہ کے اطراف میں سب سے متعصب قوم یہود آباد تھے جو مدینہ میں سب سے قریب ترین پڑوسی تھے، یہ لوگ در پردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے، مگر اب تک کسی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس وقت قریش مکہ کے غضب سے بچنے کے لیے جو ممکنہ دفاعی تدبیر اختیار کی گئی اس میں بہتر یہی تھا کہ اپنے قرب و جوار میں رہنے والوں سے ایک معاہدہ کے ذریعے جڑا جائے اور نو مولود ریاست کو استحکام دینے کے لیے ایک آئین ضروری تھا، تا کہ حقوق و فرائض کے حدود کا تعین کیا جا سکے، آئین کچھ یوں مرتب کیا گیا تھا:

اول: یہ کہ یہ معاہدہ صرف یہودیوں کے لیے نہیں، بلکہ مسلمان، مشرک اور یہودیوں سب کے لیے تھا۔

دوم: اس معاہدہ کے دو فریق تھے: ایک اہل اسلام اور دوسرا فریق ہر شخص یا قبیلے پر مشتمل تھا، جو کہ آزادانہ طور پر اپنی آزادی فریقِ اول کے حوالے کرنے کے خواہشمند ہو۔

سوم: یہ کہ یہ آزادی مکمل طور پر فریقِ اول کے رحم و کرم پر چھوڑی جا رہی تھی، اس لیے دوسرا فریق تین باتوں کو قبول کرتا تھا۔

۱:- مسلمانوں کے پیچھے چلے گا۔

۲:- یہ کہ ان کی جماعت کا فرد بن کر رہے گا۔

۳:- یہ کہ جب قتال کی ضرورت ہوگی تو مسلمانوں کے شانہ بشانہ جنگ میں شریک ہوگا۔

لیکن جب یہودیوں نے میثاقِ مدینہ کی مخالفت کرنے کی کوشش کی تو ان سے شہریت واپس لے لیا گیا۔ تو ان کے اسلام سے قبل مدینہ میں یہود کا اقتدار اور تسلط تھا اور ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فراست سے کام لے کر یہ طے کیا کہ مدینہ میں جو خارجی طاقتیں ہیں، ان سے معاہدہ کر لیا جائے۔

اہلِ یہود سے جو معاہدہ ہوا تھا اس معاہدہ کو کتاب کا نام بھی دیا گیا۔ ''معاہدہ میں اس دستاویز کے لیے ایک جگہ لفظ ''دین'' بھی برتا گیا ہے، اس لفظ میں بیک وقت مذہب اور حکومت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس کو پیش نظر رکھے بغیر مذہب اسلام اور سیاسیاتِ اسلام کو اچھی طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔'' (۱۱۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی دفعات مختلف کتابوں میں ذیلی اور کہیں تفصیلی ہیں، کہیں صرف احکامی ہی لکھا گیا ہے۔اس معاہدہ کی دفعات کو ڈاکٹر حمید اللہ نے باون دفعات میں تقسیم کیا ہے، مگر ہم یہاں قدیم ماخذ سیرت ابن ہشام سے نقل کرتے ہیں۔ابن ہشامؒ میں ہے کہ:

"هٰذا كتاب من محمد النبى (ﷺ) بين المؤمنين والمسلمين من قريش و يثرب ، ومن تبعهم ، فلحق بهم . وجاهد معهم ، إنهم أمة واحدة من دون الناس ، المهاجرون من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم ، وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين ؛ وبنو عوف على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولىٰ ، كلّ طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين ؛ وبنو ساعدة علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولىٰ ، وكلّ طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين ؛ وبنو الحرث علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولىٰ ، وكلّ طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين؛ وبنو النجار على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولىٰ، وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين؛ وبنو عمرو بن عوف على ربعيهم يتعاقلون معاقلهم الأولىٰ ، وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين؛ وبنو النبيت على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولىٰ ، وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين؛ وبنو الأوس علىٰ ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولىٰ، وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين، وكلّ طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين ؛ وإن المؤمنين لايتركون مفرحا ، بينهم أن يعطوه بالمعروف فى فداء أو عقل۔

وأن لايحالف مؤمن مولى مومن دونه ؛ وإن للمؤمنين المتقين على من بغى منهم أوابتغى دسيعة ظلم ، أو اثم ، أوعدوان، أو فساد بين المؤمنين ؛ وإن أيليهم عليه جميعاً ، ولو كان ولدَ أحدهم ؛ ولا يقتل مؤمنٌ مؤمناً فى كافرٍ، ولاينصر كافراً علىٰ مؤمن ؛ وإن ذمة اللّٰه واحدة يجير عليهم أدناهم ؛ وإن المؤمنين بعضهم موالى بعض دون الناس ؛ وإنه من تبعنا من يهود فإن لهٗ النصر والأسوة ، غير المظلومين ولا متاصرين عليهم ؛ وإن سلم المؤمنين واحدة ، لا يسالم مؤمن دون مؤمن فى قتال فى سبيل اللّٰه إلا علىٰ سواء وعدل بينهم ؛ وإن كل غازية غزت معنا يعقب بعضها بعضاً ؛ وإن مؤمنين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يبي بعضهم على بعض بما الدماء هم في سبيل الله ؛ وإن المؤمنين المتقين علٰى أحسن هدى وأقومه ؛ وإنهُ لايجير مشرك مالاً لقريش ولا نفساً ، ولايحول دونهُ علٰى مؤمن ؛ وإنهُ من اعتبط مؤمناً قتلا عن بينة فإنهُ قودٌ به ألا أن يرضى وليّ المقتول ، وأن المؤمنين عليه كافة ، ولا يحل لهم إلا قيامٌ عليه: وإنه لايحل المؤمن أقر بما في هذه الصحيفة ، وآمن بالله واليوم الآخر، أن ينصر محدثاً ولايؤويه وانهُ من نصرهُ أو اواه ، فإن عليه لعنة الله وغبة يو م القيمة ، ولا يؤخذ منه صرف و عدل ؛ وأنكم مهما اختلفتم فيه من شيءٍ فإنّ مردّهُ إلى الله عزوجل ، وإلٰى محمد صلى الله عليه وسلم ؛ وأن اليهود ينفقون مع المؤمنين ، ماداموا محاربين ؛ وأن يهود بني عوف امّة مع المؤمنين ، لليهود دينهم ، ولمسلمين دينهم ، مواليهم وأنفسهم إلا من ظلم وأثم ، فإنهُ لايوتغ إلا نفسه وأهل بيته وان ليهود بني النجار مثل ما ليهود بني عوف؛ وأن ليهود بني الحارث ما ليهود بني عوف ؛ وأن ليهود بني ساعدة مثل ما ليهود بني عوف ؛ وان ليهود بني جشم مثل ما ليهود بني عوف؛ وأن ليهود بني الأوس مثل ما ليهود بني عوف؛ وأن ليهود بني ثعلبة مثل ما يهود بني عوف ؛ إلا من ظلم وأثم ، فإنه لا يوتغ إلا نفسهُ وأهل بيته ؛وأن جفتة بطن من ثعلبة كانفسهم ؛ وأن لبني الشطيبة مثل ما ليهود مثل ما ليهود بني عوف ؛ إلا من ظلم و أثم ، فإنهُ لا يو تغ إلا نفسهُ وأهل بيتهِ ؛ وأن البرّ دون الإثم ؛وإن موالي ثعلبة كأنفسهم .

وأن لبني الشطيبة مثل ما ليهود بني عوف ؛ وأن البرّ دون الإثم ؛ وأن موالي ثعلبة كانفسهم ؛ وأن بطانة يهود كانفسهم ؛وأنه لا يخرج منهم أحد إلا بإذن محمد صلى الله عليه وسلم ؛ وأنه لا ينحجز على ثارِ جرح ؛ وأنهُ فتك فبنفسهِ فتك ، وأهل بيتهِ ، إلا من ظلم : وأن الله علٰى أبرّ هذا : وأن علٰى اليهود نفقتهم وعلى المسلمين نفقتهم ؛ وأن بينهم النصر على من جارب أهل هذه الصّحيفة ؛ وأن بينهم النصح والنصيحة والبرّ دون الاثم ؛ وأنه لم يأ ثم امرؤ بحليفة ؛ وأن النصر للمظلوم ؛ وأن اليهود ينفقون مع المؤمنين مادامو محاربين ؛ وأن يثرب حرام جوفها لأهل هذه الصحيفة ؛ وأن الجار كالنفس غير مضارّ ولا آثم؛ وأنه لا تجار حرمة إلا بإذن أهلها ؛ وأن الجار كالنفس غير مضارّ ولا إثم ؛ وأنه لا تجار حرمة إلا بإذن الله أهلها ؛ وأن الجار كالنفس غير مضار ولا آثم ؛ وأنه لا تجار حرمة إلا بِإذن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

أهلها ؛ وأنهٔ ما كان بين أهل هذه الصحيفة من حدث أو اشتجار يخاف فساده فانّ مردهٔ إلى الله عزّ وجلّ ، وإلى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم ؛ وأن الله على أتقى ما فى هذه الصحيفة و ابرهٔ وانهٔ لا تجار قريش ولا من نصرها ؛ وأن بينهم النصر على من دهم يثرب وإذا دعو إلى صلح يصالحونه ويلبسونهٔ ، فإنهم يصالحونه و يلبسونه ؛ وانهم إذا دعو إلى مثل ذلك فإن لهم على المؤمنين ، إلا من حارب فى الدين، على كل أناس حصّتهم من جانبهم الذى قبلهم ؛ وأن يهود الأوس ، مواليهم وأنفسهم ، على مثل ما لأهل هذه الصحيفة مع البرّ المحض من أهل هذه الصحيفة۔" (۱۱۴)

"۱:- یہ میثاق محمد ﷺ کی ایک تحریری دستاویز ہے۔ یہ ایک معاہدہ ہے جو مسلمانوں اور یثرب کے ان لوگوں کے درمیان طے پایا جو ان کے اتحادی بن گئے اور جہاد کے محاذ پر اُن کا ساتھ دیں گے۔

۲:- یہ سب لوگ مل کر دوسرے لوگوں سے الگ ہو کر ایک اُمت قرار پائیں گے۔

۳:- قریشی مہاجرین اپنے نظام قبیلہ کے مطابق باہم اپنی دیتیں ادا کرتے رہیں گے، اسی طرح وہ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں اور مسلمانوں میں مروجہ دستور وانصاف سے ادا کریں گے۔

۴:- بنوعوف اپنے نظام اور قبیلہ کے مطابق اپنی پہلی دیتیں ادا کریں گے اور ان میں سے ہر گروہ اپنے قیدیوں کو واگزار کروانے کے لیے مسلمانوں میں مروجہ دستور اور عدل وانصاف کے مطابق فدیہ دے گا۔

۵:- بنوالحارث (بن خزرج) اپنے نظام کے مطابق اپنی پہلی دیتیں ادا کریں گے اور ان کا ہر گروہ اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں میں مروجہ دستور انصاف کے مطابق دے گا۔

۶:- بنوساعدہ، ۷:- بنوجشم، ۸:- بنونجار، ۹:- بنوعمرو بن عوف، ۱۰:- بنونبیت اور ۱۱:- بنو اوس اپنے اپنے نظام کے مطابق اپنی دیتیں ادا کریں گے۔ اور ان کا ہر گروہ اپنے قیدی کا فدیہ مسلمانوں کے مروجہ دستور وانصاف کے مطابق دے گا۔

۱۲:- اہلِ ایمان اپنے کسی زیر بار قرض دار کو بے یار ومددگار نہیں چھوڑیں گے، بلکہ قاعدے کے مطابق فدیہ، دیت اور تاوان ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔

۱۳:- اور یہ کہ تقویٰ شعار مسلمان متحد ہو کر اس شخص کی مخالفت کریں گے جو ان میں سے مومنوں کے درمیان ظلم، گناہ، زیادتی، سرکشی اور فساد و بغاوت کا موجب ہوگا، وہ سب اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے خواہ وہ ظالم ان میں سے کسی کا بیٹا کیوں نہ ہو۔

۱۴:۔کوئی مؤمن کسی مؤمن کو کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی مؤمن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔

۱۵:۔سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مددگار وکارساز ہوں گے۔

۱۶:۔یہودیوں میں سے جو بھی ہمارا تابع ہو جائے گا اس کے ساتھ دستور کے مطابق معاملہ و انصاف ومساوات کا سلوک روا رکھا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔

۱۷:۔مسلمانوں کی صلح یکساں اور برابر کی حیثیت رکھتی ہے۔کوئی مسلمان قتال فی سبیل اللہ میں دوسرے مسلمان سے الگ ہو کر صلح نہیں کرے گا، اسے مسلمانوں کے درمیان مساوات وعدل ملحوظ رکھنا ہوگا۔

۱۸:۔ہر غازی جماعت کے افراد آپس میں ایک دوسرے کی جانشینی کریں گے۔

۱۹:۔تقویٰ شعار مسلمان اس معاہدے کی شرائط پر کاربند رہیں گے۔

۲۰:۔کوئی مشرک قریش کے مال کو پناہ نہیں دے گا، اور نہ کسی مسلمان کے مقابلے میں وہ قریش کی مدد کرے گا۔

۲۱:۔جو کسی مؤمن کا ناحق خون کرے گا اسے مقتول کے عوض قتل کیا جائے گا، الّا یہ کہ اس مقتول کا ولی اس کے عوض خون بہا لینے پر رضامند ہو جائے اور تمام اہلِ ایمان قاتل کے خلاف رہیں گے۔

۲۲:۔کسی مؤمن کے لیے جو اس معاہدے کی پابندی کا اقرار کر چکا ہے، یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ کسی قانون شکن کی مدد کرے یا پناہ دے، جو ایسے مجرم کی مدد کرے گا یا پناہ دے گا تو اس پر قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کا غضب ہو، اس سے نہ بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ فدیہ۔

۲۳:۔اور تم لوگ جب کسی بھی کسی معاملے میں باہم اختلاف کرو گے تو اس کے فیصلے کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

یہاں تک کی دفعات اہلِ اسلام کے باہمی معاملات سے متعلق تھیں، سطور ذیل کی دفعات غیر مسلم قبائل کے تعلقات کی نوعیت بیان کرتی ہیں۔

۲۴:۔مسلمان جب تک جنگ میں مصروف رہیں گے جنگی اخراجات میں یہودی ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریک رہیں گے۔

۲۵:- بنوعوف کے یہود بذاتِ خود اور اپنے حلیفوں اور موالی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے ساتھ ایک فریق اور جماعت ہوں گے، یہودی اپنے دین پر کار بند رہیں گے اور مسلمان اپنے دین پر، البتہ جس نے ظلم و گناہ کیا وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔

۲۶:- بنونجار، ۲۷:- بنوحارث، ۲۸:- بنوساعدہ، ۲۹:- بنوجشم، ۳۰:- بنواوس، ۳۱:- اور بنو ثعلبہ کے یہود کے لیے بھی وہی کچھ (مراعات، فرائض) ہے جو یہود بنی عوف کے لیے ہے۔ (اور آخر کی عبارت ہر جگہ دوہرائی گئی ہے) لیکن ان میں سے جس نے بھی ظلم و زیادتی کی تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو تباہی میں ڈالے گا۔

۳۲:- یہ کہ بنوثعلبہ کا بطن (شاخ) بنوجفنہ بھی بنوثعلبہ کی طرح ہوں گے۔

۳۳:- اور یہ کہ بنو بنوشطیبہ کے لیے بھی وہی کچھ ہے جو جو یہود بنی عوف کے لیے ہے اور یہ کہ نیکی گناہ سے الگ ہوگی۔

۳۴:- بنوثعلبہ کے موالی (حلفاء وغیرہ) حقوق و فرائض میں انہی کی طرح ہوں گے۔

۳۵:- اور یہ کہ یہودیوں کی کوئی شاخ ان کی طرح ہوگی۔

۳۶:- اور ان قبائل میں سے کوئی فرد حضرت محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر (مدینہ سے، معاہدے سے) باہر نہیں نکلے گا۔

۳۶:- (ب) اور کوئی شخص زخم (جرم) کا بدلہ لینے سے مانع نہیں ہوگا اور جو کوئی کسی کو قتل کرے گا، پس وہ خود کو اور اپنے اہلِ خاندان کو ہی ہلاک کرے گا۔

۳۷:- اور یہ کہ اہلِ اسلام پر اپنے اخراجات اور یہود پر اپنے اخراجات واجب ہوں گے، نیز جو اس معاہدے کے شرکاء سے جنگ کرے گا تو تمام شرکاء اس کے خلاف آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ رہیں اور ہر حال میں مظلوم کی مدد کریں گے۔

۳۸:- اور یہ کہ یہودی جب تک مسلمانوں کے ساتھ رہیں گے، اپنا خرچہ برداشت کریں گے۔

۳۹:- اس معاہدے والوں کے لیے مدینہ کی حدود کا داخلی علاقہ حرم کی حیثیت رکھے گا۔

۴۰:- اور یہ کہ ہمسایہ اپنے آپ کی طرح ہوگا، نہ اُسے نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ اس پر یادتی کی جائے گی۔

۴۱:- اور یہ کہ کسی کی زیرِ کفالت چیز کو اس کی اجازت کے بغیر پناہ نہ دی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۲:۔اس معاہدے والوں کے درمیان جو بھی نیا معاملہ یا قانون شکنی کا واقعہ پیش آئے گا جس نقصان اور فساد کا امکان ہو تو اس کے فیصلے کے لیے اللہ اور حضرت محمد ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے گا (اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس صحیفے میں نیکی اور تقویٰ کے مضمون پر گواہ ہیں)۔

۴۳:۔قریش اور ان کے مددگاروں کو کوئی پناہ نہیں دے گا۔

۴۴:۔اور جو کوئی یثرب (مدینہ منورہ) پر یلغار کرے گا تو یہ معاہدہ کرنے والے باہمی امداد سے ان کا مقابلہ کریں گے۔

۴۵:۔ان (مسلمانوں) میں سے جو اپنے حلیف کے ساتھ صلح کرنے کے لیے یہود کو دعوت دے تو یہود اس سے صلح کریں گے، اسی طرح اگر وہ (یہود) ہمیں کسی ایسی ہی صلح کی دعوت دیں تو مسلمان بھی اس دعوت کو قبول کریں گے، بشرطیکہ وہ حلیف دین (اسلام) سے برسرِ پیکار نہ ہوں۔

۴۵:۔(ب) اخراجات میں تمام لوگ اپنے حصے کے ذمہ دار ہوں گے۔

۴۶:۔قبیلہ اوس کے یہود بذاتِ خود اور ان کے حامی اور حلیف اس عہد نامے پر خوبی و عمدگی سے عمل پیرا ہونے والوں کے ساتھ رہیں گے، گناہ کی حدود سے دوری نیکی و وفاداری ہے۔

۴۷:۔ہر کام کرنے والا اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہوگا، اس معاہدے پر سچائی اور نیکی سے کاربند رہنے والوں کا اللہ مددگار ہوگا۔

۴۸:۔یہ معاہدہ ظالم اور گناہ گار کو اس کے عملِ بد سے بچائے گا، جو مدینہ سے باہر نکل جائیں گے وہ مامون رہے گا اور جو مدینہ میں بیٹھا رہے گا وہ بھی مامون ہوگا، لیکن جو ظلم و گناہ کرے گا وہ مامون نہیں رہے گا، اللہ اور اس کا رسول ﷺ نیکو کاروں اور متقی لوگوں کے حامی و محافظ ہیں۔"

تاریخِ اسلام کا یہ وہ عظیم الشان معاہدہ ہے جس نے اپنی آنے والی اقوام کو ایک راہ دکھائی۔ درحقیقت یہی وہ معاہدہ ہے جس کے ذریعے اسلام نے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی اور افراد معاشرہ دین اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے قریب آئیں اور غور و فکر میں مصروف ہو گئے۔ میثاقِ مدینہ نے عرب اور مسلمانوں پر بڑے گہرے اثرات چھوڑے۔

میثاقِ مدینہ اور خارجہ اثرات

میثاقِ مدینہ کے سیاسی اور خارجہ اثرات کے بارے میں مفکرینِ اسلام اور غیر مسلم مفکرین نے بڑے بڑے مقالات لکھے ہیں، اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک کتاب بن سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چند مفکرین کی آراء کو شامل کرتے ہیں،، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ میثاقِ مدینہ کے اثرات کیا رہے اور معاشرۂ انسانی میں اس سے کیا تبدیلی رونما ہوئی ہے؟ عصر حاضر کے ایک مشہور ماہر سیاسیات ڈاکٹر محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ:

''هذه هي الوثيقة السياسية التي وضعها محمد منذ ألف وثلاث مائة وخمسين سنة، والتي تقرر حرية العقيده وحرية الرأى وحرمة المدينة وحرمة الحياة وحرمة الحياة وحرمة المال وتحريم الجريمة ، وهي فتح جديد في الحياة السياسية والحياة المدنية في عالم يومئذ ، هذا العالم الذى كانت تبعث به يد الاستبداد وتعيث فيه يد الظلم فسادا۔''(۱۱۵)

''یہ تحریری معاہدہ ہے جس کی رو سے حضرت محمد ﷺ نے آج سے تیرہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ معاشرۂ انسانی میں قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے کی آزادی کا حق حاصل ہوا۔ انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی، اموال کے تحفظ کی ضمانت مل گئی، ارتکابِ جرم پر گرفت اور مواخذہ نے دباؤ ڈالا اور معاہدین کی یہ بستی (شہر مدینہ) اس میں رہنے والوں کے لیے امن کا گہوارہ بن گئی، غور فرمائیے کہ سیاسی اور مذہبی زندگی کو ارتقاء کا کتنا بلند مرتبہ حاصل ہوا، جس سیاست و مدنیت (دونوں) پر دست استبداد مسلط تھا اور دنیا فساد و ظلم کا محمل بنی ہوئی تھی۔''

مندرجہ بالا معاہدہ اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے، اس معاہدے کے ہو جانے سے مدینہ اور اس کے اطراف میں ایک وفاقی حکومت بن گئی جس کا دارالحکومت مدینہ تھا، جس کے سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے، جس میں کلمۂ نافذہ اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی تھی اور اس طرح سے مدینہ واقعتاً اسلام کا دارالحکومت بن گیا۔ اس بارے میں ڈاکٹر حمید اللہؒ کہتے ہیں کہ:

''یہودیوں سے ایک نیم عرب شہر کو حرم مقدس منوالینا بھی آنحضرت ﷺ کا ایک سیاسی کارنامہ ہے، اس طرح ایک چھوٹی سی بستی کو جو بیس محلوں پر مشتمل تھی شہری مملکت کی صورت میں منظم کیا گیا۔''(۱۱۶)

میثاقِ مدینہ وہ معاہدہ ہے جس کی رو سے نبی کریم ﷺ بین الاقوامی سربراہ کی حیثیت سے تسلیم کیے گئے اور آپ ﷺ ایک بین الاقوامی معاشرہ تشکیل دینے میں مصروف ہو گئے۔ میثاقِ مدینہ کی وجہ سے عرب معاشرہ میں آپ ﷺ نے ''ایک مکمل اور یاس انگیز تشتت کے زمانے میں اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سازوسامان اور اس سیاسی تدبر سے جو خدا نے آپ ﷺ کو عطا کیا تھا، ایک سلطنت، ایک دولتِ عامہ، ایک معاشرے کی از سرِ نو تعمیر کا کام سنبھالا۔" (۱۱۷)

اس میثاق کی بدولت آپ ﷺ نے عدالتی، تشریعی، فوجی اور تنفیذی اختیارات اہل اسلام کے لیے محفوظ کر لیے۔ آپ ﷺ سیاست میں اخلاقی عنصر کو داخل کیا، اصل سرچشمۂ اقتدار اللہ تعالیٰ کو قرار دیا اور خود اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت اختیار کی۔ اس معاہدے کی بدولت پہلی اسلامی ریاست کا آغاز ہوا اور رسول اللہ ﷺ بحیثیت سربراہِ ریاست تسلیم کیے گئے۔ میثاقِ مدینہ کے ذریعے حقوقِ شہریت، تنظیم حکومت، سیاسی رواداری، فراست اور حکمت عملی کا عمدہ اظہار بھی ہوا۔ اس کی بدولت مذہبی آزادی کا اصول وضع ہوا، نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون ہو سکتا ہے اس کی نشان دہی ہوئی۔ اسی معاہدے کے اہل اسلام کے باہمی حقوق و فرائض اور جملہ شہریوں کے آپس کے تعلقات، حقوق اور فرائض کا تعین کیا۔ اس معاہدے کے ذریعے ظلم و ناانصافی، عدم مساوات اور پرانی دشمنیوں کا سدباب کیا گیا۔ عربوں کے قتل کا بدلہ لینے کا پرانا انفرادی طریق ختم کر کے اُسے اجتماعی فریضہ قرار دیا۔

یہ معاہدہ قریش کے خلاف مشترکہ اتحاد بن گیا اور دشمنانِ اسلام کا داخلہ مدینے میں بند ہو گیا، مدینہ ایک محفوظ ریاست بن گئی۔ اس کو حرم قرار دے دیا گیا، یوں مدینہ کی حرمت قائم ہوگئی، نیز اس کے داخلی امن اور تحفظ کا خاطر خواہ انتظام ہوا، قبائل کی باہمی خانہ جنگی ختم ہوئی۔ اسی معاہدے نے اہل اسلام کے بڑے دشمن مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنے سے روک دیا۔ اس معاہدے نے شہریوں کے اندر قانون، اخلاق، مذہب اور انسانی قدروں کے احترام کا بھرپور جذبہ پیدا کیا۔ اسی معاہدے نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو حتمی اور فائق حیثیت دے دی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت حاکم مدینہ جو معاہدات فتح مکہ سے قبل کیے، اس میں نوخیز ریاستِ مدینہ کا دفاعی پہلو نمایاں تھا۔ آپ ﷺ نے جو میثاقِ مدینہ کیا، وہ اسی سلسلے کی ابتدائی کڑی تھا کہ آپ ﷺ ریاستِ مدینہ کو اسلام کا مضبوط قلعہ بنانا چاہتے تھے۔ اسی تناظر میں آپ ﷺ نے کفارِ قریش کی مسلمان دشمنی دیکھتے ہوئے اطرافِ مدینہ کے قبائل سے معاہدات کیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاہدۂ جہینہ

جہینہ کا قبیلہ مدینہ سے چند منزل پر آباد تھا۔ قبیلۂ جہینہ سے معاہدہ ہجرت کے ساتویں مہینے میں ہوا، جس میں یہ طے پایا کہ وہ دونوں فریقوں سے برابر کے تعلقات رکھیں گے اور غیر جانب دار رہے گا۔ یہ معاہدہ اسلامی ریاست کے تحفظ، باہمی خیر سگالی اور تحفظ کا معاہدہ تھا۔ مدینہ کے معاہدے کو معاہدۂ جہینہ کا نام دینا صحیح ہوگا، کیونکہ یہ معاہدہ مدینہ کی پہلی سیاسی مہم کا نتیجہ ہے۔ اس میں قیام امن کا مقصد اصلی بھی موجود ہے اور یہ داعیہ بھی کہ ہر اسلامی معاہدہ کو اساسی مقصد کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس معاہدہ میں یہ امر واضح ہے کہ اسلامی ریاست نے کوئی معاہدہ نہ تو دشمن سے دب کر کیا ہے اور نہ ہی دشمن کی حاکیت کو تسلیم کیا ہے، بلکہ ہر معاہدہ میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ وہ لوگ آپ ﷺ کے فیصلوں اور اسلامی ریاست کی سیادت کے پابند ہوں گے۔

معاہدۂ بنی ضمرہ

غزوۂ ابواء جسے غزوۂ ودان بھی کہا جاتا ہے مدینہ سے کچھ دور قبیلہ بنوضمرہ آباد تھا، رسول اللہ ﷺ نے ودان کی مہم کے وقت ابواء میں قبیلہ کے سردار مغشی بن عمرو ضمری سے قیامِ امن کا معاہدہ کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے:

"ا:- یہ محمد رسول اللہ کا تحریری معاہدہ ہے، بنوضمرہ کو اس بات کی ضمانت دی جاتی ہے کہ ان کا مال اور جان امن میں رہے گا۔ دوسرے حملہ آور کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی۔
۲:- بنی ضمرہ خدائی مذہب کے خلاف محاذ قائم نہیں کریں گے اور جب پیغمبر خدا ان کو مدد کے لیے بلائیں گے تو وہ اپیل کا جواب عمل سے دیں گے۔" (۱۱۸)

معاہدۂ جرش و اسلم

جرش طائف کے جنوب میں یمن کا ایک اہم مقام ہے اور فتح مکہ کے بعد وہاں کے لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے ایک معاہدہ فرمایا، جس میں اہل جرش کو ان کی حالت پر برقرار رکھا اور ان سے معاہدہ کیا کہ وہ "مسلمانوں، مسافروں کا تحفظ اور ان کو سامانِ رسد مہیا کریں گے۔" (۱۱۹)

اس کے ساتھ قبیلۂ خزاعہ کی شاخ بنو اسلم سے معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ پانچ شقوں پر مشتمل معاہدہ تھا، جس کی شق اول میں اسلامی ریاست کے ساتھ خیر سگالی اور شق نمبر دوم وسوم دفاعی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاونت پر مشتمل تھا۔

معاہدۂ سینٹ کیتھرائن

یہ معاہدہ سن ٦ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے کوہِ سینا کے راہبوں سے کیا، جو رسول اللہ ﷺ کی سیاسی بصیرت اور بین الاقوامی تعلقات کے ساتھ ساتھ عالمی رواداری اور قوتِ برداشت کا ایک شاہکار معاہدہ تھا۔ اس معاہدہ کا ایک ایک لفظ عالمی اہمیت کا حامل اور بین الاقوامی تعلقات میں رسول اللہ ﷺ کی سیاست کا علمبردار ہے۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی اپنی کتاب ''رسول اکرم ﷺ اور رواداری'' میں رقمطراز ہیں کہ:

''٦٢٧ء میں رسول اللہ ﷺ نے سینٹ کیتھرائن متصل کوہِ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو پوری آزادی اور وسیع حقوق عطا کیے اور مسلمانوں کو تاکید کی کہ:

(١) وہ عیسائیوں کے گرجاؤں، راہبوں کے مکانوں اور نیز زیارت گاہوں کو ان کے دشمن سے بچائیں۔

(٢) تمام مضر اور تکلیف رساں چیزوں سے پورے طور پر اُن کی حفاظت کریں۔

(٣) ان پر بے جا ٹیکس نہ لگایا جائے۔

(٤) کسی کو اپنی حدود سے خارج نہ کیا جائے۔

(٥) کسی عیسائی کو اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

(٦) کسی راہب کو اپنی خانقاہ سے نہ نکالا جائے۔

(٧) کسی زائر کو اپنی زیارت سے نہ روکا جائے۔

(٨) مسلمانوں کے مکان اور مسجد بنانے کی غرض سے عیسائیوں کے گرجے مسمار نہ کیے جائیں۔'' (١٢٠)

معاہدۂ حدیبیہ

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا زمانہ تاریخ عالم میں ایک انقلابی نقطہ، ایک عہد آفریں دور کی حیثیت رکھتا ہے، ناف زمین پر آباد شہر مکہ پوری تحریک کا مرکز بنا ہوا تھا اور کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے وہاں کا جغرافیہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ عرب کی جغرافیائی حیثیت کچھ یوں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے عرب کو ایشیاء، یورپ اور افریقہ کے تینوں برّاعظموں کے بیچوں بیچ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا کیا ہے اور اس عرب میں مکہ آباد ساحلی علاقے کے وسط میں واقع ہے، مکہ ناف زمین پر آباد ہے اور پرانی دنیا کی کوئی عالم گیر تحریک اس سے بہتر مرکز مشکل سے پا سکتی ہے۔ یورپ کی سردیوں، افریقہ کی گرمیوں اور ایشیاء کی سرسبزیوں میں سے کچھ نہ کچھ حصہ حجاز کو عطا ہوا ہے اور اس امر نے وہاں والوں کو تینوں برّاعظموں کی اخلاقی خوبیاں عطا کر دی تھیں۔ جنگی نقطۂ نظر سے بھی اس سے محفوظ مقام کم ہی مل سکتے ہیں۔'' (۱۲۱)

مدینہ میں تشریف فرما ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اطراف کے قبائل کے دورے فرمائے اور ان کو دین کی دعوت دی اور جن قبائل نے دین قبول نہ کیا تو اس بات پہ تیار ہو گئے کہ:

ا:- اگر کوئی مدینہ پر حملہ آور ہو تو مل کر لڑیں گے۔

۲:- اگر کوئی مسلمانوں کے علاقے پر حملہ آور ہوگا تو مسلمانوں کی مدد دیں گے۔ البتہ جارحانہ پیش قدمی میں غیر جانب داری برتی جائے گی۔

یہ وہی علاقے تھے جہاں سے مکہ والوں کے کاروانی قافلے مصر یا عراق جایا کرتے تھے۔ راستہ کی بندش کا زبردست اثر ہوا، جتنا بدر کی فتح سے بھی مقصود حاصل نہ ہوا تھا۔ قریش نے بدر کی شکست کا بدلہ لیا اور اُحد میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، عراق کے کاروانی راستوں کی بندش سے مکہ والوں کے لیے متبادل تکلیف دہ راستہ رہ گیا تھا وہ بھی بند ہو گیا۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کے یہودی مضافاتِ مدینہ میں جلاوطنی پر مجبور ہوئے تو انہوں نے مدینے کے شمال میں خیبر کے یہودی بستیوں میں جا کر بسنا اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنی شروع کیں۔

قریش و غطفان قبائل کو ورغلانا شروع کیا، عرب کے شمال میں دومۃ الجندل ایک بہت اہم کاروانی راستہ تھا، مدینہ سے آنے والوں کو تنگ کیا جانے لگا۔ بنی قریضہ کے یہودیوں کو جب سزا ملی تو خیبر، تیما اور وادی قراء و متفاد وغیرہ کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف نئے سرے سے شدید جدوجہد کا آغاز کیا۔ یہ زمانہ نئی اُبھرتی ہوئی تحریک کے لیے بڑا نازک زمانہ تھا، شمال میں خیبر کے یہودی بہت زیادہ طاقت ور تھے، مشرق میں غطفان و فزارہ کے قبائل خیبر والوں کے حلیف تھے اور یہ مسلمانوں کے سخت مخالف تھے، جنوب میں مکہ جہاں کے مشرکین مسلمانوں کے خلاف سخت غصے میں اور جنگوں کی ناکامی نے ان کو اور غضب ناک کیا ہوا تھا۔ اگر یہ مل کر مدینے پر حملہ کر دیتے تو یہ مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ خطرناک بات تھی جس کی مدافعت آسان کام نہ تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غزوہ خندق میں دس ہزار کا لشکر مدینے چڑھ آیا، جس میں یہود شریک نہیں تھے، مسلمانوں کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ خیبر اور مکہ کی قوتوں کو ختم کریں، مگر مسلمانوں کے پاس اتنی قوت نہ تھی کہ وہ ان دونوں مرکزوں پر ایک ساتھ حملہ کریں۔ ''اگر مسلمان مکہ جاتے ہیں تو خیبر و غطفان مدینے پر چڑھ دوڑیں اور اگر مسلمان خیبر جاتے ہیں تو مکہ والے اپنے حواشی وموالی کے ساتھ آ کر مدینہ نہ لوٹ لیں، کیوں کہ مدینہ بیچوں بیچ واقع ہے، خیبر اس کے شمال میں کوئی پانچ منزل کی مسافت پر ہے تو مکہ اس کے جنوب میں بارہ منزل کی مسافت پر ہے۔ اب سیاست دانی کا اقتضاء یہی ہو سکتا ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک دشمن سے صلح کر کے دوسرے کے مقابلے میں اس کو دوست، ورنہ کم از کم ناطرف دار بنا دیا جائے۔ جب ایک سے فراغت ہو جائے گی تو دوسرا خود بخود ہتھیار ڈال دے گا اور پھر اس کو سینہ زوری کی جرأت نہ ہوگی، اب سوال یہ تھا کہ صلح مکہ والوں سے کی جائے یا خیبر والوں سے۔'' (۱۲۲)

خیبر کے یہودی نسلی تفاخر کا شکار تھے، عربوں سے الگ تھے، پھر خیبر سے جس ذلت کے ساتھ جلاوطن کیے گئے وہ زخم بھی تازہ تھا، اس کے علاوہ ان کی زمینیں مسلمانوں کے پاس تھیں، اگر صلح ان سے کی جاتی تو لازمی تھا کہ جائیداد ان کو دی جاتی، بغیر واپسی کے وہ خوش نہ ہوتے۔

دوسری طرف مکہ مسلمانوں کے لیے کچھ آسان راستہ تھا، تمام مہاجرین مکی تھے، مکہ میں ان کی رشتہ داریاں تھیں، خانہ کعبہ مکہ میں ہونے کی وجہ سے ہر مسلمان کا قلبی لگاؤ اسی جانب تھا، وہ مسلمانوں کا قبلہ اور حج کے لیے منزل مقصود بھی تھا۔ اس لیے ''اہل مکہ کی تباہی سے زیادہ ان کا اسلام زیادہ مفید ہو سکتا تھا، کیوں کہ قریش کہ معاشی و تمدنی تعلقات پورے عرب سے تھے اور ان کی صلاحتیں پورے عرب میں سب سے زیادہ تھیں، کیوں کہ ان میں بات کا پاس تھا، وہ دھن کے پکے تھے، قومی مفاد کے لیے تن من دھن سے لگ جاتے تھے۔ طبیعت مہمات پسند تھی، ادبی ذوق اور انتظام ملک کی قابلیت وملکہ بھی عام بدویوں کے مقابلے میں ان میں کہیں بڑھا ہوا تھا۔ اور اب شاید یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے معاشی دباؤ کے باعث وہ واقعی صلح پر آمادہ ہو چکے تھے اور صرف لاج رکھنے کے لیے کسی اچھی شرط کے منتظر تھے۔'' (۱۲۳)

اب چونکہ حالات بدل چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی نے حالات و واقعات کا رُخ پلٹ دیا، اُسی زمانے میں مکہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ اور یمامہ پہ مسلمانوں کے قبضے کے بعد مکہ کی درآمد بند ہو گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صواب دیدی اختیارات کو استعمال کرتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ترسیل رسد پہ پابندی اُٹھالی اور مکہ کے غرباء میں کے لیے پانچ سو اشرفیاں بھیجیں، جس سے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ غرض اہل مکہ کے انتہائی خراب رویہ کے باوجود ان کی اخلاقی امداد کا عمل جاری تھا، جس سے مکہ والوں کے دل میں نرمی پیدا ہوگئی تھی۔

اسی دوران حرمت والے مہینے آ گئے، جس میں قریش لڑائی کو بہت برا جانتے تھے، کیوں کہ مسلمانوں کا قبلہ وہی تھا اور خانہ کعبہ کی زیارت جس کو مسلمانوں نے اپنے دین کا جز بنالیا تھا، جس کا نفسیاتی اثر قریش پر پڑے بغیر نہیں ہوسکتا تھا۔ ان تمام وجوہات نے صلح کا راستہ ہموار کیا۔

صلح حدیبیہ کے اسباب

رسول اللہ ﷺ چونکہ اپنے وطن سے ہجرت کیے ہوئے کئی سال گزر چکے تھے، اس لیے بار بار آپ کے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ اپنے وطن جائیں اور کعبۃ اللہ کی زیارت سے مشرف ہوسکیں۔ اس چاہت ولگن کی وجہ سے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں بحکم ربی زیارت ہوئی کہ آپ ﷺ اور آپ کے رفقاء مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا۔ اس خواب کے بارے میں انسان العیون المعروف سیرۃ الحلبیہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

”وسببها أنه ﷺ رأى في النوم أنه دخل مكة هو وأصحابه آمنين محلقين رؤسهم ومقصرين ...... وأنه دخل البيت وأخذ مفتاحه“(۱۲۴)

”اس صلح کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ میں داخل ہوئے، اپنے سروں کا حلق اور قصر کیے ہوئے ہیں ...... بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے، خانہ کعبہ کی چابی آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں ہے۔“

لیکن حالات خواب کے مطابق نہ تھے، مکہ کی یاد نے آپ ﷺ کے دل کو بے چین کر دیا، مشرکینِ مکہ نے ظلم و جور کی انتہا کر دی تھی، بیت اللہ کے دروازے بند تھے، مسلمان وہاں جا نہیں سکتے تھے اور یہ ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ حج اور عمرے کی نیت سے حرم میں داخل ہوسکے، مشرکین سے اس بات کی امید نہ تھی کہ وہ صحابہ کرامؓ کو آنے دیں گے۔ مسلمان اطاعتِ رسول میں ہر دنیاوی دفاع سے بے نیاز عمرہ کا احرام باندھ کر نکل کھڑے ہوئے، ان حالات میں یہ بات انسانی فہم سے بالا تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر یہ چودہ سو جانیں کیسے عمل کریں گی؟ نتائج خواہ کچھ بھی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے پابند تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اپنا خواب بلا تأمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا اور سفر کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تیاری شروع کر دی۔ آس پاس کے قبائل میں بھی اعلان فرما دیا کہ ہم عمرے کے لیے جا رہے ہیں، جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے وہ آ جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جمعیت بھی تیار ہو گئی، البتہ ممکنہ خطرات کے پیشِ نظر اس سفر میں ایک منافق بھی ساتھ نہ تھا۔ ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں نائب مقرر فرمایا۔

ذوالقعدہ ۶ ہجری کے آغاز میں حضور اکرم ﷺ کا یہ قافلہ ذوالحلیفہ پہنچا، سب نے عمرے کا احرام باندھا، قربانی کے ۷۰ اونٹوں کو لیا جن کے حدی کے طور پر قلادے پڑے ہوئے تھے۔ بغیر کسی سامانِ جنگ کے صرف ایک تلوار کے ساتھ جس کی تمام زائرینِ حرم کو اجازت تھی۔ البتہ کچھ دور جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے فوجی مخزن منگوا لیا گیا جو ساتھ تو چل رہا تھا، مگر دفاعی ساز و سامان بند حالت میں تھا۔ یہ قافلہ ''لبیک اللّٰھم لبیک'' کی صدا لگاتا ہوا بیت اللہ کی طرف چل پڑا، اس قافلے میں صحابہؓ کی تعداد صحیح قول کے مطابق چودہ سو تھی۔

جو آپ ﷺ کے اور آپ کے اصحابؓ کے خون کے پیاسے تھے، آپ ﷺ ان کی طرف چلے، تمام عرب کی نظریں اس عجیب سفر پر تھیں۔ ایک جاسوس کو خبر لانے کے لیے بھیج دیا گیا تھا، اس نے آ کر اطلاع دی کہ قریش کو پتا چل گیا ہے، وہ مقابلے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس نازک وقت میں رسول اللہ ﷺ نے شوریٰ بلائی اور دریافت کیا کہ آیا آگے بڑھتے چلے جانا چاہیے یا قریش کے حلیفوں کے مسکنوں پر حملہ کیا جائے؟ جہاں صرف عورتیں بچے ہوں گے، اور مالِ غنیمت، جانور، لونڈی، غلام آسانی سے حاصل ہوں گے اور اُن کو اچھا سبق مل جائے گا آخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورے پر عمل کیا گیا کہ عمرے کی غرض ہی سے سروکار رکھا جائے۔

لیکن مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو ۶ سال تک بیت اللہ سے روکے رکھا، مگر اب وہ کیسے ان باغیوں کو بیت اللہ جانے دے؟ قریش کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے اس اقدام نے پریشانی میں ڈال دیا۔ اس مہینے میں جو قافلہ احرام باندھ کر حج یا عمرے کے لیے جاتا اُسے روکنے کا کسی کو کوئی حق نہیں تھا۔ وہ اس اُلجھن میں پڑ گئے کہ اگر ہم مدینے کے اس قافلے پر حملہ کر کے اسے مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں تو پورے ملک میں اس کا شور مچ جائے گا کہ یہ سراسر زیادتی ہے۔ تمام عرب قبائل یہ سمجھیں گے کہ قریش ہی خانہ کعبہ کے مالک بن بیٹھے ہیں، ہر قبیلہ اس تشویش میں مبتلا ہو جائے گا کہ آئندہ کسی کو حج یا عمرہ کرنے دینا اب صرف قریش کی مرضی پر موقوف ہے، یہ فی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحقیقت ایسا اقدام ہوگا جس کی بنا پر سارا عرب قریش سے منحرف ہو جائے گا۔
قریش کے لیے یہ بات بھی بڑی مشکل اور پریشان کن تھی کہ اگر رسول اللہ ﷺ اتنے بڑے قافلے کے ساتھ مکہ کے اندر داخل ہو کر بخیریت واپس چلے گئے تو اس سے پورے عرب میں ان کی ہوا اُکھڑ جائے گی اور لوگ یہ طعنہ دیں گے کہ قریش حضور ﷺ سے مرعوب ہو گئے۔ آخر قریش نے اپنی ناک بچانے کا فیصلہ کر لیا کہ کسی قیمت پر اس قافلے کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔'' (۱۲۵)

ان باتوں کا حضور ﷺ کو بھی اندیشہ تھا، لیکن پیغمبر امن ﷺ تصادم نہیں چاہتے تھے، انہوں نے مخبری کے لیے ایک شخص کو آگے بھیج رکھا تھا،، تا کہ وہ قریش کے ارادوں اور ان کی نقل و حرکت کی بروقت مطلع کرتا رہے۔ جب آپ ﷺ عسفان پہنچے تو اس نے آ کر آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ قریش کے لوگ پوری تیاری کے ساتھ ذی طویٰ کے مقام پر پہنچ گئے ہیں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو انہوں نے دو سو سواروں کے ساتھ کُراع الغمیم کی طرف بھیج دیا ہے،، تا کہ وہ آپ کا راستہ روکیں۔

مخبر رسول بسر بن سفیان الکعبی نے یہ اطلاع دی کہ قریش کے حملہ آوروں نے کنواری اور بچوں والی اونٹنیوں کو باہر نکال لیا ہے اور شیروں کی کھالیں پہن رکھی ہیں اور وادی ذی طویٰ میں خیمہ زن ہیں اور انہوں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہلاکت ہے قریش کے لیے، کھا گئی ان کو جنگ، ان کا کیا بگڑتا، اگر وہ مجھے اور دوسرے عربوں کو لڑنے کے لیے چھوڑ دیتے؟ اگر مجھے دوسرے عرب مار لیتے تو یہی ان کا مقصد تھا اور اگر مجھے اللہ عربوں پر غالب کر دیتا تو یہ بڑی تعداد میں اسلام میں داخل ہوتے اور اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوتے تو اگر وہ لڑتے تو ان کے پاس قوت تو ہوتی، قریش غلط سوچ رہے ہیں، خدا کی قسم! میں جہاد کرتا رہوں گا، اس نظام کے لیے جس کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے، یہاں تک کہ اللہ مجھے غالب کر دے یا میری یہ گردن کٹ جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو ہمیں اس راستے سے علیحدہ کسی دوسرے راستے پر لے جائے جس میں یہ لوگ نہ ہوں؟

قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے کہا: حضور! میں لے جاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ یہ سب کو سخت پتھریلے راستے سے لے گیا۔ یہ راستہ پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتا تھا، تمام لوگوں کے لیے یہ راستہ بڑا دشوار اور تکلیف دہ تھا، جب وادی سے گزر کر یہ قافلہ ہموار زمین پر پہنچا تو رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے سب لوگوں سے کہا کہ: پڑھو نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ نَتُوْبُ إِلَيْهِ۔ہم اللہ سے معافی چاہتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔لوگوں نے یہ دعا پڑھی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہی ایک مرحلہ تھا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ تم ایسی دعا پڑھو تو انہوں نے انکار کر دیا۔(۱۲۶)

اس طرح راستہ بدل کر آپ ﷺ حدیبیہ پہنچ گئے جو عین حرم کی سرحد پہ واقع ہے۔ابن ہشام لکھتے ہیں کہ:

”وخرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حتی إلی سلک فی ثنیة المرار بر کت ناقة ، فقالت الناس: خلات الناقة ، قال: ما خلات وما هو لها بخلق ولکن حبسها حابس الفیل عن مکة : لا تدعونی قریش الیوم إلی خطة یسالونی فیها صلة الرحم إلا أعطیتهم إیاها، ثم قال للناس: أنزلوا، قیل له :یارسول اللّٰہ! ما بالوادی ماء تنزل علیه فاخرج سهما من کنانة فأعطاه رجل من أصحابه فنزل به فی قلیب من تلک القلب فغرزهٔ فی جوفه فجاش بالرواء“(۱۲۷)

”اہلِ قریش کے علم میں یہ بات آئی کہ حضور ﷺ کا قافلہ نکل گیا ہے،تو وہ قریش کی طرف تیزی سے لوٹے، جب حضور ﷺ ثنیۃ المرار سے گزر رہے تھے تو آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو لوگوں نے کہا کہ: اونٹنی اُڑ گئی ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا: یہ اُڑی نہیں اور نہ اس کی یہ عادت ہے، بلکہ اُسے اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ہاتھی والوں کو مکہ میں روکا تھا، آج قریش اگر مجھے کسی ایسی بات کی دعوت دیں جس میں وہ صلہ رحمی کے طالب ہوں تو میں ان کی بات مان لوں گا۔ایک اور جگہ ہے کہ آج قریش صلہ رحمی کے جو حقوق طلب کریں گے وہ میں ان کو ضرور دوں گا۔اس کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ یہاں قیام کرلو، لوگوں نے کہا: یہاں تو پانی نہیں ہے جس کے اوپر ہم قیام کریں۔حضور ﷺ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اسے اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو دیا کہ وہ شخص وہاں کے حوضوں یا کنوؤں میں سے کسی ایک کنویں میں گاڑ دے۔جب وہ تیر گاڑ دیا گیا تو وہاں پانی فوارے کی طرح اچھلنے لگا۔“

ان حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صلح کے طالب تھے، آپ ﷺ کا مقصد ہرگز جنگ کرنا نہیں تھا اور اس پورے سفر کا مقصود زیارتِ کعبہ تھی، جس کو مشرکین مکہ نے اپنے لیے غیرت کا معاملہ بنا لیا اور رسول اللہ ﷺ کو جانے سے روک دیا۔اس دوران بنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خزاعہ کا سردار بدیل بن ورقاء اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کس غرض کے لیے آئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے، صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف ہمارے پیش نظر ہے، وہ واپس لوٹے:

"فرجعوا إلٰی قریش : فقالوا: یا معشر قریش! أنکم تعجلون علی محمد ان محمداً لم یات لقتالٍ و إنما جاء زائراً ھٰذا البیت ، فاتھموھم وجبھوھم وقالوا : وإن کان جاء ولا یرید قتالا فواللہ لا ید خلوھا علینا عنوۃ أبداً ولا تحدث بذٰلک عنّا العرب۔" (۱۲۸)

"یہ لوگ مکہ واپس گئے اور قریش کو جا کر بتایا کہ اے قومِ قریش! تم اللہ کے معاملے میں جلد بازی سے کام لے رہے ہو، محمد (ﷺ) کسی جنگ کے لیے نہیں آئے، وہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں، قریش نے ان پر الزام لگایا اور برا بھلا بھی کہا، قریش نے کہا: ٹھیک ہے، وہ جنگ کے لیے نہیں آئے، وہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں، لیکن ہم زبردستی ان کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ عرب یہ کہیں کہ محمد (ﷺ) آئے اور زبردستی مکہ میں داخل ہو کر چلے گئے۔"

حدیبیہ میں آتے ہی رسول اللہ ﷺ کی سفارتی سرگرمیاں شروع ہو گئیں، اس کا واضح مطلب تھا کہ آپ ﷺ کا ارادہ محض زیارت کعبہ تھا اور کوئی مقصد نہیں تھا، آپ ﷺ کے پاس مندرجہ ذیل صلح کے لیے سفارتیں آئیں۔ قریش نے ابن حفص ابن الاخیف، بنو عامر لوئی کے بھائی کو بھیجا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے آتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ ایک غدار شخص ہے۔ جب وہ آیا تو آپ ﷺ نے انہی باتوں کا اعادہ کیا، یہ بھی واپس چلا گیا اور مشرکین کو رپورٹ دی۔ قریش نے احابیش کے سردار حلیس بن علقمہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، تاکہ وہ آپ کو واپس جانے پر آمادہ کرے۔ قریش کا مقصد یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ اس کی بات نہ مانیں گے تو وہ ناراض ہو کر پلٹے گا اور پھر احابیش کی پوری قوت ہمارے ساتھ ہو گی، مگر جب اس نے آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سارا قافلہ احرام بند ہے اور ہدی کے اونٹ سامنے کھڑے ہیں، جن کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے ہیں اور یہ لوگ لڑنے کے لیے نہیں، بلکہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے آئے ہیں تو وہ حضور ﷺ سے کوئی بات کیے بغیر مکہ کی طرف پلٹ گیا اور اس نے جا کر قریش سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ لوگ بیت اللہ کی عظمت مان کر زیارت کے لیے آئے ہیں، اگر تم ان کو روکو گے تو احابیش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کام میں تمہارا ساتھ ہرگز نہیں دیں گے۔ ہم تمہارے حلیف اس لیے نہیں کہ تم حرمتوں کو پامال کرو اور ہم اس میں تمہاری حمایت کریں۔ قریش نے اس پر انہیں یہ کہا کہ: تم دیہاتی ہو، تم کو کیا پتہ؟ اس بات پر حلیس بہت غصہ ہوا اور کہا کہ: ''اے اہل قریش! ہم نے اس بات پر نہ تمہارے ساتھ حلف اُٹھایا ہے اور نہ معاہدہ کیا ہے کہ ہم بیت اللہ سے ایسے لوگوں کو روکیں گے جو بیت اللہ کا احترام کرتے ہوئے آئیں۔ پھر اس نے کہا کہ: خدا کی قسم! یا تو تم محمد (ﷺ) کو اس کام کے لیے چھوڑ دو گے جس کے لیے وہ آئیں ہیں یا میں احابیش کے لوگوں کو اس کی طرح لے جاؤں گا جس طرح ایک آدمی چلا جاتا، یعنی یہاں ایک بھی آدمی نہ رُکے گا۔ قریش نے کہا: خاموش رہیے، ہمیں موقع دیں کہ ہم اپنے لیے کوئی راستہ طے کرلیں۔'' (۱۲۹)

عروہ بن مسعود ثقفی کی تلخ و شیریں گفتگو

پھر قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، اس نے کہا: اے اہل قریش! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم محمد کے پاس جس کو بھی بھیجتے ہو وہ واپس آ کر صحیح بات کرتا ہے تو تم اُسے برا بھلا کہتے ہو اور گالیاں دیتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ تم میرے والد کی جگہ ہو اور میں تمہارا بیٹا ہوں، تم پر جو مصیبت آئی ہے وہ میں نے سن لی ہے، اس لیے میں نے اپنی قوم کو جمع کیا ہے جو میری بات مان رہے تھے اور تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ: تو نے سچ کہا ہے اور ہمارا تجھ پر یقین ہے، یہ گیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، قریش کا پیغام پڑھ کر سنایا اور کہا کہ محمد (ﷺ) فرض کرو کہ تم نے قریش کا استیصال کر دیا تو کیا اس کی اور بھی کوئی مثال ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود برباد کر دیا ہو؟ اس کے سوا اگر لڑائی کا رخ بدلا تو تمہارے ساتھ جو بھیڑ ہے گرد کی طرح اُڑ جائے گی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس بدگمانی پر اس قدر غصہ آیا کہ اسے برا بھلا کہہ کر فرمایا کہ: کیا ہم محمد ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ ایک اور مقام یہ ہے کہ عروہ جو دینی اُخوت کے احساس سے یکسر نا آشنا تھا، اس کے کہنے پہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ماتھوں پہ شکن پڑ گئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بد بخت! اپنے بت لات کی شرم گاہ کو چاٹ، تو نے اگر کسی سے وفا کی ہوتی تو جانتا کہ وفا کیا ہے؟ تو کیا واقعی عقل سے اس درجہ عاری ہے کہ سمجھتا ہے ہم اپنے نبی کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ تو ہماری وفاداری پر شبہ کرتا ہے؟ عروہ کے مدبر و معزز بننے کے جذبے کو اس لہجے کی کاٹ نے دو نیم کر کے رکھ دیا، وہ اپنی جگہ ہکا بکا رہ گیا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عروہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکرؓ، عروہ نے کہا: میں ان کی سخت کلامی کا جواب دیتا، لیکن ان کا ایک احسان میری گردن پر ہے جس کا بدلہ ابھی تک میں ادا نہیں کر سکا۔ عروۃ آنحضرت ﷺ سے بے تکلفانہ طریقہ سے گفتگو کر رہا تھا: اور ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو ہتھیار لگائے آنحضرت ﷺ کی پشت پر کھڑے تھے، اس جرأت کو گوارہ نہ کر سکے، عروۃ سے کہا: اپنا ہاتھ ہٹا لے ورنہ یہ ہاتھ بڑھ کر واپس نہ جا سکے گا۔ عروۃ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو پہنچانا اور کہا: او دغا باز! کیا میں تیری دغا بازی کے معاملے میں تیرا کام نہیں کر رہا ہوں؟ (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے چند آدمی قتل کر دیئے تھے جن کا خون بہا عروۃ نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا) آپ ﷺ نے اس کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے کہ جب اس نے کہا کہ طواف کی امید کم ہی رکھئے گا، فرمایا: ہم سے بیت اللہ کی زیارت اور طواف کا حق کوئی چھین نہیں سکتا، یہ اور بات ہے کہ میں بہ نوکِ شمشیر اس حق کو منوانا نہیں چاہتا، چاہو تو صلح و آشتی کا دروازہ کھلا ہے۔'' (۱۳۰)

عروۃ نے جان نثارانِ رسول رضی اللہ عنہم کا حیرت انگیز اور عقیدت سے بھرا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو حیرت میں پڑ گیا اور اس کے دل پر عجب اثر ہوا اور جا کر قریش کو کہا کہ: ''میں نے قیصر و نجاشی کے دربار دیکھے ہیں، یہ عقیدت و وارفتگی کہیں نہیں دیکھی، محمد ﷺ جب بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے، کوئی شخص اُن کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا، وہ وضو کرتے ہیں، جو پانی گرتا ہے اُس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے، تھوک گرتا ہے تو عقیدت کیش ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور چہرہ اور ہاتھوں میں مل لیتے ہیں۔'' (۱۳۱)

قریش کا حملہ آور دستہ

دوسرے روز فجر کی نماز کے وقت قریش نے ایک دستہ اسی افراد کا تنعیم کے راستے سے مسلمانوں پر حملہ کے لیے بھیجا جو رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ محمد بن مسلمہ کی زیر کمانڈ دستہ نے ان سب کو باندھ لیا، گو کہ یہ بری سخت شرارت تھی، مگر آپ ﷺ کا دامنِ رحمت وعفو اس سے زیادہ وسیع تھا، آپ ﷺ نے سب گرفتار لوگوں کو معاف کر دیا، یہ قریش کے لیے ایک بڑا اشارہ تھا کہ مسلمانوں کا مقصد قتل یا خونریزی نہیں تھی، بلکہ وہ یہاں صرف زیارتِ بیت اللہ کے لیے آئے تھے۔

قریش کی مجرمانہ چال بازی کو بھی لوگ جان گئے تھے اور مسلمانوں کی آمد کا مقصد سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے واضح ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی پالیسی صرف امن کی پالیسی ہے اور قریش یہ سوچتے تھے کہ جب یہ بات پورے عرب میں پھیلے گی تو لوگ ان کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے؟ اور لوگ کہیں گے کہ: مسلمان اپنی مرضی سے آئے اور اپنی مرضی سے عمرہ کر کے چلے گئے۔ مگر اس صورت حال سے نکلنے کے لیے ان کو کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ بیت اللہ کا راستہ طاقت سے روک کر انہوں نے ایک بہت بڑی سیاسی غلطی کی تھی، اس لیے رائے عامہ مسلمانوں کے لیے ہموار ہو گئی تھی اور بہت سے قبائل کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ ہو گئیں۔

قریش سے سفارتی رابطہ

چونکہ معاملہ ابھی حل نہ ہو پایا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا، لیکن قریش نے ان کی سواری کے اونٹ کو جو خاص رسول اللہ ﷺ کی سواری کا تھا مار ڈالا اور خود اُن پر بھی یہی گزرنے والی تھی، لیکن "متحدہ قبائل کے لوگوں نے بچا لیا اور وہ کسی طرح جان بچا کر چلے آئے۔" (۱۳۲)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی طرف سے اتمام حجت کے لیے قریش سے دوبارہ سفارتی رابطہ قائم کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کی نظر انتخاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جا ٹھہری۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انتہائی عاجزی اور بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس ذمہ داری کے لینے سے منع فرماتے ہوئے بہترین جواب دیا اور ایک خوبصورت مشورہ دیا، مشہور سیرت نگار محمد حسین ہیکل اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"ثم إنه عليه السلام حاول أن يمتحن صبر قريش مرة أخرى، بإرسال رسول يفاوضهم، فدعا إليه عمر بن الخطاب كي يبلغ عنه أشراف قريش ماجاء له .
قال عمر : يارسول الله! إني أخاف قريشا على نفسي، وليس بمكة من بني عدي بن كعب أحد يمنعني، وقد عرفت قريش عداوتي إياها وغلظتي عليها ،
ولكني أدلك على رجل أعز بها مني عثمان بن عفان۔" (۱۳۳)

"قریش کو ایک اور موقع دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دوسرا قاصد بھیجنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قریش مجھ پر جس قدر برہم ہیں آپ سے پوشیدہ نہیں اور میں بھی ان کے حق میں بہتر نہیں ہوں، مکہ میں میرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خاندان بنی عدی میں سے بھی کوئی نہیں، اگر آپ عثمان بن عفان کو بھیج دیں تو مناسب ہوگا، اہل مکہ ان کی بے حد تعظیم کرتے ہیں۔"

آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، وہ اپنے ایک عزیز (ابان بن سعید) کی حمایت میں مکہ گئے۔ اس وقت ان کے قبیلے کو ریاست میں سالاری حاصل تھی اور مقصد یہ تھا کہ قریش کو بتایا جائے کہ یہاں مسلمانوں کی آمد کا مقصد یہ ہے کہ وہ صرف بیت اللہ کے طواف کے لیے آئے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو درج ذیل تین فرائض کے ساتھ مکہ بھیجا گیا:

۱:- اہلِ مکہ کو اسلام کی دعوت دینا اور بتانا کہ ہم صرف یہاں عمرہ کے لیے آئے ہیں۔

۲:- اہل مکہ کو قائل کرنا کہ تین دن کے لیے شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیں، تین دن بعد مسلمان شہر خالی کر دیں گے۔

۳:- اہل مکہ میں ایمان والے مردوں اور عورتوں کو اللہ کے دین کی فتح کی خوشخبری دینا اور بتانا کہ اللہ کا دین غالب ہونے والا ہے، یہاں تک کہ اب کسی مسلمان کو اپنے ایمان کے لیے کسی سے چھپنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھرپور سفارت کاری کی، مکہ کے سرداروں سے ملے، آپؓ اہل ایمان مردوں اور عورتوں سے بھی ملے اور ان کو رسول اکرم ﷺ کی طرف سے بشارتیں دیں، قریش نے دوران سفارت آپ کو "طوافِ کعبہ کی پیشکش کی، مگر آپ نے یہ پیشکش رد کر دی اور کہا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کریں گے وہ بھی طواف نہیں کریں گے، اس جرم میں ان کو حرم میں ہی قید کر دیا گیا۔" (۱۳۴)

اہم سیاسی پیش رفت "بیعت رضوان"

کامیاب سفارت کے بعد قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا، جس پر یہ مشہور ہوگیا کہ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے، یہ خبر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا اور ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ تمام صحابہؓ نے جن میں مرد و زن دونوں شامل تھے، ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جاں نثاری یعنی موت کا حلف لیا، "یہی وہ حلف ہے جس کا نام بیعت رضوان ہے۔" (۱۳۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ بیعت اس بات کی تھی کہ ہم کسی حالت میں بھاگیں گے نہیں۔ یہ بیعت جذباتِ اسلامی کی بھرپور عکاس تھی، سورۃ الفتح میں اس واقعہ اور درخت کا ذکر ہے:

"لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا۔"(۱۳۶)

"خدا مسلمانوں سے راضی تھا جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، سو خدا نے جان لیا جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں تھا، خدا نے ان پر تسلی نازل کی اور عاجلانہ فتح دی۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو مرنے مارنے کی بیعت کی، قریش کو جب اس کی خبر ملی تو وہ گھبرا گئے اور بات چیت پر آمادہ ہو گئے۔ خدا نے ان کے دل میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا، جس سے ان کے دل مسلمانوں سے صلح و موافقت کے لیے پسیج گئے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رہا کر کے اسلامی کیمپ میں بھیج دیا۔

پتا چلا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر جھوٹی تھی۔ قریش نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا، وہ نہایت فصیح و بلیغ مبلغ مقرر تھے، چنانچہ ان کو لوگوں نے خطیب قریش کا خطاب دیا تھا۔ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد تھے، نظامِ حق کے داعی نے جان لیا کہ قریش نے اس شخص کو بھیجا ہے اور وہ مصالحت چاہتے ہیں، اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لقد سهل لكم امركم۔"(۱۳۷)

"درحقیقت اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملے کو آسان کر دیا۔"

معاہدۂ صلح حدیبیہ

سہیل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک صلح کی شرائط پر گفتگو کرتے رہے۔ آخر کار چند شرطوں پر اتفاق ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ معاہدۂ صلح لکھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عنوان میں "بسم الله" لکھا، جس پر سہیل نے اعتراض کیا، کیوں کہ عرب "باسمك اللهم" لکھتے تھے، بسم الله الرحمن الرحيم سے وہ آشنا نہ تھے اور عرب کے قدیم الفاظ ہی لکھے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو منظور فرمایا۔ آگے کا فقرہ تھا "هٰذا ما قاضى عليه محمد رسول الله" یعنی وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تسلیم کیا۔ سہیل نے کہا کہ: اگر ہم آپ کو رسول تسلیم کرتے تو جھگڑا ختم ہو جاتا، آپ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھوائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گو کہ تم میری تکذیب کرتے ہو، لیکن خدا کی قسم! میں خدا کا پیغمبر ہوں، یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: صرف میرا نام لکھو، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون فرماں بردار ہو سکتا ہے؟ مگر فرطِ محبت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا کہ میں ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ ﷺ نے اپنا نام خود مٹا دیا، اس کے بعد معاہدہ تحریر میں لایا گیا جو کچھ اس طرح سے ہے کہ:

”هذا ما صالح عليه محمد بن عبد الله سهيل ابن عمرو ، اصطلحا على وضع الحرب عن الناس عشر سنين يأمن فيهن الناس ويكف بعضهم عن بعض ، علىٰ انهٗ من اتى محمداً من قريش بغير إذن وليّهٖ ردّهٗ عليهم ، ومن جاء قريشاً ممن مع محمد لم يردّهٗ عليه ، ومن أحبّ أن يدخل فى عقد محمد وعهده دخل فيه ، ومن احبّ أن يدخل فى عقد قريش وعهدهم دخل فيه.

فتواثبت خزاعة فقالوا : نحن في عقد محمد وعهدهٖ ، وتواثبت بنو بكر ، فقالوا : نحن في عقد قريش و عهدهم ، وانك ترجع عنا عامك هذا ، فلا تدخل علينا مكة ، وانه إذا كان عام قابل خرجنا عنك فدخلتها باصحابك ، فاقمت بها ثلاثاً ، معك سلاح الراكب ، السيوف فى القرب ، لا تدخلها بغيرها۔“(۱۳۸)

”یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے مابین طے ہوا، یہ کہ دس برس تک جنگ نہ ہو اور ایک دوسرے سے رکے رہیں۔ اور جو مرد قریش میں سے بغیر اجازت اپنے ولی کے محمد کے پاس آئے گا محمد (ﷺ) اس کو واپس کر دیں گے اور اگر محمد (ﷺ) کا کوئی مرد قریش کے پاس چلا جائے گا قریش اس کو واپس نہ کریں گے۔ اور کسی کو روکنا اور قید کرنا ہو گا۔ جو شخص یہ چاہے کہ محمد (ﷺ) کی حمایت میں داخل ہو وہ محمد (ﷺ) کی حمایت میں شامل ہو جائے اور جو قریش کی حمایت میں شامل ہونا چاہے وہ قریش کی حمایت میں داخل ہو جائے۔ بنی خزاعہ نے اس بات کے سنتے ہی کہا کہ: ہم محمد (ﷺ) کی حمایت میں ہیں، اور بنو بکر نے کہا کہ: ہم قریش کی حمایت میں ہیں، اور اس بات پر عہد ہوا کہ اس سال حضور ﷺ واپس تشریف لے جائیں اور آئندہ سال اپنے اصحاب کے ساتھ آئیں، اور تلوار کو میان میں کیے ہوئے تین روز تک مکہ میں رہیں اور ہتھیاروں میں سے صرف تلواریں اپنے ساتھ لائیں، کوئی اور ہتھیار نہیں۔“

فریقین کی جانب سے معاہدہ کے گواہان بھی مقرر ہوئے، مسلمانوں کی طرف سے ”ابوبکر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

،عمر بن الخطاب، ،عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، سعد بن ابی وقاص، محمود بن مسلمہ، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اور قریش کی جانب سے مکرز بن حفص، جو اس وقت مسلمان نہیں تھے اور کاتب معاہدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔" (۱۳۹)

اس معاہدۂ صلح پر جب غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ بہت سے مسلمان جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے اور جس کا ایمان ظاہر ہو جاتا وہ کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بن جاتے تھے۔ ان میں سے ایک سہیل کے صاحبزادے (ابوجندلؓ) تھے جو اسلام لا چکے تھے اور مکہ میں کافروں نے قید کر رکھا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔ یہ کسی طرح بھاگ کر عین اس وقت آئے جب صلح حدیبیہ کی شرائط طے ہو چکی تھیں، پاؤں میں بیڑیاں، چہرے اور جسم پر زخموں کے نشانات، نڈھال، سب کے سامنے گر پڑے، سہیل نے کہا: محمد! صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے، اس (ابوجندلؓ) کو شرائط صلح کے مطابق مجھے واپس کر دو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ابھی معاہدہ قلم بند نہیں ہو چکا، سہیل نے کہا: تو ہم کو صلح بھی منظور نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اچھا ان کو یہیں رہنے دو، سہیل نے نامنظور کیا۔ آپ ﷺ نے چند دفعہ اصرار کیا، مگر سہیل کسی طرح رضامند نہیں ہوا، مجبوراً آپ ﷺ کو اس کے لیے راضی ہونا پڑا، مجمع کو ابوجندلؓ نے زخموں کے نشانات دکھائے اور کہا: برادرانِ اسلام! کیا پھر مجھ کو اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو؟ میں اسلام لا چکا ہوں، کیا مجھ کو پھر کافروں کے ہاتھ میں دیتے ہو؟ ان کے الفاظ مسلمانوں کے لیے تازیانے بن کر لگے، بے قراری سے تڑپ اُٹھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یارسول اللہ:

"ألسنا على حق وهم على باطل؟ قال: بلى! قال: أليس قتلانا في الجنة وقتلاهم في النار؟ قال: بلى! قال: ففيم نعطى الدنية في ديننا ونرجع ولما يحكم الله بيننا وبينهم؟ فقال: يا ابن الخطاب! إني رسول الله ولن يضيعني الله أبدا، قال: فانطلق عمرؓ فلم يصبر متغيظا، فأتى أبا بكر، فقال: يا أبا بكر! ألسنا على حق وهم على باطل؟ قال: بلى! قال: أليس قتلانا في الجنة وقتلاهم في النار؟ قال: بلى! قال: فعلام نعطى الدنية في ديننا ونرجع لما يحكم الله بيننا وبينهم؟ فقال: يا ابن الخطاب! إنه رسول الله ولن يضيعه الله أبدا۔" (۱۴۰)

"کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ کہا: کیا ہمارے مقتول جنت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں؟ کہا پھر ہم اپنے دین میں جھکنا کیوں قبول کریں؟ اور واپس لوٹ جائیں، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم صادر نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے، اور ان سے غصہ ضبط نہیں ہوسکا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے: اے ابوبکر! کیا ہم حق پر اور یہ باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! کہا: کیا ہمارے مقتول جنت اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ کہا: کیوں نہیں۔ کہا: پھر ہم اپنے دین میں جھکنا کیوں قبول کریں؟ اور ابھی تک اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم صادر نہیں فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔"

اس گستاخانہ معروضات کا ملال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تمام زندگی رہا، اس کے کفارہ کے لیے انہوں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، خیرات کی، غلام آزاد کیے۔ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت شعاری کا بڑا سخت امتحان تھا، چودہ سو جاں نثاروں کے سامنے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ استغاثہ کر رہے ہیں، سب کے دل جوش سے لبریز ہیں اور اگر رسول اللہ ﷺ کا ذرا ایما ہو جائے تو تلوار فیصلہ قاطع کے لیے موجود ہے۔ دوسری طرف معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں، ایفائے عہد کی ذمہ داری ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"یا أبا جندل! اصبر واحتسب فإن اللّٰہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجاً ومخرجاً إنا عقدنا بیننا و بین القوم صلحا وإنا لانغدر بھم۔" (۱۴۱)

"ابوجندل! صبر اور ضبط سے کام لو، خدا تمہارے لیے اور مظلوموں کے لیے کوئی راہ نکالے گا، صلح اب ہو چکی اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔"

غرض حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو اس طرح پابہ زنجیر واپس جانا پڑا، رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ یہیں قربانی کریں، لوگ اس واقعہ کے بعد اس قدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی حکم کی تعمیل میں نہ کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورے سے خود پہلے قربانی کی اور سر منڈوایا، جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ فیصلہ نہیں بدلے گا تو سب نے قربانی کی اور احرام اُتارا، صلح کے بعد آپ ﷺ نے تین دن تک حدیبیہ میں قیام کیا، پھر جب روانہ ہوئے تو راستے میں یہ آیت اتری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔'' (۱۴۲)

''ہم نے تجھ کو کھلی ہوئی فتح عنایت کی۔''

تمام مسلمان جس چیز کو شکست سمجھتے تھے خدا نے اس کو فتح کہا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: یہ آیت نازل ہوئی ہے، انہوں نے تعجب سے پوچھا: یہ فتح ہے؟ ارشاد ہوا: ہاں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ:

''فطابت نفسہٗ و رجع۔'' (۱۴۳)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہو کر لوٹ گئے۔''

اس آیت میں لفظ فتح کے بارے میں اختلاف ہے، بعض اس سے صلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں، بعض فتح مکہ، صاحب بیضاوی اس فتح سے مکہ کی فتح کا وعدہ مراد لیتے ہیں یا پھر وہ فتوحات جو اس سال نصیب ہوئیں، جیسے: فتح خیبر، فتح فدک وغیرہ۔ امام سیوطی رحمہ اللہ اس آیت میں فتح سے فتح حدیبیہ جو مبدأ فتح تھی مراد لیتے ہیں، جب کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''مراد بوی حدیبیہ است۔'' (۱۴۴)

''اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔''

فتح مبین سے مراد فتح حدیبیہ اور فتح خیبر دونوں ہیں، سورۂ نصر میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ الغرض صلح حدیبیہ دراصل فتوحات کی ابتداء ہے۔

اسی طرح کفار کے ظلم و ستم سے بچ کر بھاگ کر آنے والوں میں سے حضرت عتبہ بن اُسید (ابو بصیر) رضی اللہ عنہ بھاگ کر مدینہ آئے، قریش نے نبی کریم ﷺ کے پاس دو اشخاص کو بھیج کر ابو بصیرؓ کو طلب کیا، آپ ﷺ نے حضرت عتبہؓ سے فرمایا کہ واپس جاؤ، عتبہؓ نے عرض کی: کیا آپ مجھے کافروں کے پاس بھیجتے ہیں کہ مجھ کو کفر پہ مجبور کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا اس کی تدبیر نکالے گا، حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ مجبوراً دو کافروں کی حراست میں واپس گئے، لیکن مقامِ ذوالحلیفہ پہنچ کر انہوں نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، دوسرا شخص جو بچ رہا اس نے مدینے میں آ کر آنحضرت ﷺ سے شکایت کی۔

حضور اکرم ﷺ نے سہیل سے استفسار کیا تو اس نے کہا کہ: ہم آئندہ سال تین دن کے لیے مکہ خالی کر دیں گے۔ یہ وہ تجویز تھی جو ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رکھ چکے تھے، قریش اس تجویز کو مان تو گئے تھے، مگر اس سال نہیں، بلکہ اپنی جھوٹی انا و تسکین کے لیے اور عرب کی چہ مگوئیوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے بچنے کے لیے اس کو اگلے سال پر مؤخر کرنے کی تجویز لے کر آئے تھے، قریش نے سہیل کو کہہ دیا تھا کہ صلح صرف اس شرط پہ ہو سکتی ہے کہ محمد (ﷺ) اس سال واپس چلے جائیں۔

معاہدۂ حدیبیہ کے سیاسی و خارجہ اثرات

معاہدۂ حدیبیہ بظاہر ایک مغلوب اور دب کر کیا جانے والا معاہدہ ہے، لیکن دراصل یہی وہ موقع تھا جب دین اسلام کو اشاعت کے لیے وقت درکار تھا، کیونکہ اگر جنگ کی جاتی تو جنگ ہو بھی جاتی اور کوئی نہ کوئی فریق فاتح یا شکست خوردہ ہوتا، لیکن جانبین کو سوچ و بچار کے لیے مہلت درکار تھی اور اس سے بہتر کوئی اور موقع نہیں تھا کہ ہر ایک اپنے موقف پر سوچ و بچار کریں۔ دراصل معاہدۂ حدیبیہ اسلام کی عالمگیریت کی بنیاد ہے۔

دین اسلام کے دشمن صرف یہ نہیں کہ صرف قریش تھے، بلکہ اس وقت مسلمان ہر طرف سے خطرات اور دشمن کے نرغے میں تھے، کسی ایک جانب حملہ دراصل اپنی طاقت کو منتشر کرنا تھا، اس کے لیے ضروری تھا کہ کسی ایک فریق سے معاہدہ کر کے دوسرے فریق سے نمٹا جائے، اسی کے بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

> ”مشہور حنفی فقیہ شمس الائمہ سرخسیؒ ایک اہم چیز کا تذکرہ کرتے ہیں، جو میں نے سیرت النبی کی کتابوں میں نہیں پڑھی تھی، وہ لکھتے ہیں کہ: عرب کے جغرافیہ پر نظر ڈالیے، خیبر مدینے کے شمال میں ہے، مکہ مدینے کے جنوب میں، مدینہ دو دشمنوں کے درمیان ہے۔ خیبر سے بھی مسلمانوں کی جنگ ہے، مکے والوں سے بھی مسلمانوں کی جنگ ہے اور خیبر اور مکہ والوں میں معاہدہ ہے، اگر مسلمان ایک کی طرف بڑھیں گے تو دوسرا فریق مدینے پر حملہ کر دے، اگر رسول اکرم ﷺ خیبر کو جاتے ہیں تو اہل مکہ مدینے کو چڑھ دوڑیں گے اور اسے لوٹ لیں گے اور اگر رسول اکرم ﷺ خیبر کو جاتے ہیں تو خیبر والے مدینے کو کھلا پا کر اس پر حملہ کر دیں گے۔ ان حالات میں ایک ذہین سیاست دان اور ایک صاحب فراست کمانڈر کی حیثیت سے رسول اکرم ﷺ نے طے کیا کہ دونوں میں سے ایک فریق سے صلح کر لی جائے اور اسے اپنے ساتھی سے الگ کر دیا جائے، جب ایک فریق تنہا ہو گا تو زیادہ آسانی سے اس سے نمٹا جائے گا۔“ (۱۴۵)

صلح سے قبل مسلمان اور کافر آپس میں ملتے جلتے نہیں تھے، لیکن صلح کے بعد خاندان اور تجارت کی وجہ سے مدینہ میں آنا جانا شروع ہو گیا، مہینوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مکہ کے لوگ مسلمانوں کے اخلاص، حسن عمل، نیکوکاری، پاکیزہ اخلاق کو دیکھتے تو ان کا دل اسلام کی طرف کھنچنے لگا، اس عرصہ میں اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ اس سے پہلے نہیں لائے ہوں گے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ (فاتح شام) اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (فاتح مصر) کا قبول اسلام بھی اسی زمانے کی یادگار ہیں۔ امام زہری صلح حدیبیہ کے سیاسی و مذہبی اثرات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"فما فتح في الإسلام فتح قبلهٔ كان أعظم منه، إنما كان القتال حيث التقى الناس، فلما كانت الهدنه، ووجبت الحرب، وآمن الناس بعضهم بعضا، والتقوا، فتفاوضوا في الحديث والمنازعة، فلم يكلم أحد بالإسلام يعقل شيئًا إلا دخل فيه، ولقد دخل في تينك السنتين مثل من كان في الإسلام قبل ذلك أو اكثر۔"(۱۴۶)

"اسلام میں اس سے قبل کوئی بڑی فتح نہ تھی۔ جنگ میں باہم لوگ گھتم گتا تھے۔ جب امن وسکون ہوگیا، جنگ ختم ہوگئی، لوگ ایک دوسرے سے امن میں ہوگئے، وہ ایک دوسرے سے ملے، باہم بات چیت کا موقع ملا، جس نے اسلام کی حقانیت کو سمجھا وہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ ان دونوں سالوں میں اتنے لوگ مسلمان ہوئے جتنے اس سے قبل مسلمان ہوئے تھے یا اس سے زیادہ مسلمان ہوئے۔"

محمد باشمیل اپنی کتاب "صلح الحدیبیۃ" میں صلح حدیبیہ کی اسلام کی سیاسی تاریخ میں اس کی اہمیت سے متعلق رقم طراز ہیں کہ:

"إن صلح الحديبية هو حدث من أهم أحداث التاريخ، بعقده تحول مجرى الصراع بين الإسلام والوثنية في جزيرة العرب لصالح الإسلام والمسلمين حتى قضى قضاء اتامًا على الشرك والوثنية وكانت السيادة التامة للتوحيد والتوحيد فقط۔"(۱۴۷)

"صلح حدیبیہ تاریخ کے اہم واقعات میں سے ایک اہم واقعہ ہے، اس صلح کی وجہ سے اسلام اور بت پرستوں کے درمیان جاری کشمکش رُک گئی اور اسلام اور مسلمانوں کو اصلاحِ احوال کے لیے موقع ملا تاکہ مشرکوں اور بت پرستوں پر اتمامِ حجت ہو سکے اور سرداری مکمل طور اہل توحید کو حاصل ہو جائے، کیونکہ توحید تو بنیاد ہے۔"

معاہدۂ حدیبیہ کے تناظر میں رسول اللہ ﷺ کی سیاسی حکمت عملی کے تناظر میں یہی وہ لمحات تھے جب پیارے نبی ﷺ کی سیاسی و سفارتی سوجھ بوجھ مطلوب تھی، جماعت کا جذبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اطاعت ووفا کشی کا امتحان شروع ہوتا ہے، معاملہ یہ تھا کہ سخت پیاس ہے، ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے، حکم یہی ہے کہ چلّو پانی پینا ہے اور نتیجتاً "وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ" کے سہرہ دار کی سیاسی بصیرت اور سفارتی دوراندیشی مسلمہ صورت منارۂ نور بن کر رہتی دنیا تک کے لیے مشعل راہ کے طور پر محفوظ ہو جاتی ہے، دوسری طرف جماعت بھی کٹھن آزمائش کے بعد سرخرو ٹھہرتی ہے۔" (۱۴۸)

صلح حدیبیہ کے سیاسی وخارجی بڑے دوررس ثابت ہوئے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے سورۂ فتح کے مقدمہ میں صلح حدیبیہ کے سیاسی اثرات پر بڑا زبردست تبصرہ کیا ہے۔ معاہدۂ صلح حدیبیہ کی وجہ سے "پہلی مرتبہ عرب میں اسلامی ریاست کا وجود باقاعدہ تسلیم کیا گیا۔ اس سے پہلے تک عربوں کی نگاہ میں محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی حیثیت محض قریش اور قبائل عرب کے خلاف خروج کرنے والے ایک گروہ کی تھی اور ان کو برادری سے باہر سمجھتے تھے۔ اب خود قریش ہی نے آپ ﷺ سے معاہدہ کر کے اسلامی سلطنت کے مقبوضات پر آپ ﷺ کا قتدار مان لیا اور قبائل عرب کے لیے یہ دروازہ بھی کھول دیا کہ ان دونوں سیاسی طاقتوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدات کر لیں۔" (۱۴۹)

درحقیقت یہ معاہدہ مسلمانوں کے لیے اس وقت کی سب سے بڑی فتح تھی۔ اب قریش نظریاتی جنگ ہار چکے تھے اور عملاً ریاستِ مدینہ کو تسلیم کر چکے تھے۔ قریش کے سرداران جو شرک و جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے ان کو مذاکرات کی میز پر لا کر ریاست مدینہ تسلیم کروانا رسول اللہ ﷺ کی بہت بڑی سفارتی کامیابی تھی۔ مگر یہاں ایک مشکل یہ درپیش تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جذباتی ہو رہے تھے اور صحابہ کرامؓ کی طبیعت اس کو گوارا نہیں کر رہی تھی کہ وہ عمرہ ادا کیے بغیر جائیں۔ معاہدۂ حدیبیہ نبی کریم ﷺ کی طویل المیعاد حکمت عملی تھی، لیکن وقتی طور آپ ﷺ کے پیروکاروں میں پیدا ہونے والی مایوسی سے نپٹنا پڑا جو اس مہم کی ظاہری ناکامی سے پیدا ہوئی تھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"اسلامی حکومت قریش کی منہ مانگی شرطیں قبول کرنے کے لیے تیار تھی، صرف خیبر کی جنگ میں ان سے غیر جانب داری مطلوب تھی، اسے قریش نے منظور کر لیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ رعایتیں منظور کر لی تھیں۔ "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" کے فارمولے میں کوئی شرک یا بت پرستی نہیں ہے اور اس کو نیز "محمد بن عبداللہ" کو منظور کرنے میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ تھا، اسی طرح عمرے میں معمولی امر ہے اور "مَن استطاع إليه سبيلا" کے باعث اس وقت وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں پر بھی فرض نہیں تھا، ایک طرف تحویل ملزمین کی توجیہ خود جناب رسالت ﷺ نے یہ فرمائی کہ: ہمارے پاس سے بھاگ کر جانے والا کافر ہی ہوگا، اور اگر وہ اپنے ہم وطنوں پر کے مظالم پر صبر کرے گا تو خدا اُسے اجر دے گا، یوں ہی چند دنوں میں اسلامی عملداری سے باہر تو مسلموں نے نئے قریشی کاروانوں کا کچھ اتنا ناطقہ بند کیا کہ خود قریش نے جناب رسالت ﷺ سے التجا کی کہ اس شرط کو منسوخ کر کے ان نو مسلموں کو مدینہ بلالیں اور تیسری شرط تو مسلمان خود ہی چاہتے تھے قریش مسلمانوں سے صلح کرلیں اور مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانب دار رہیں اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا کہ مسلمانوں کے لیے سخت ترین نازک زمانے میں حدیبیہ میں قریش کا صلح کے لیے آمادہ ہو جانا اسلامی سیاستِ خارجہ کی واقعی ''فتح مبین'' اور ''نصر عزیز'' تھی، جس کے باعث ان کے ہاتھ کھل گئے تھے اور فوری خطرات سے نجات ملنے پر انہوں نے آزادی کے ساتھ تین سال میں پر امن ذرائع سے اپنی مملکت کو تقریباً دس گنا پھیلا کر پورے جزیرہ نمائے عرب کو اپنا مطیع بنالیا اور وہاں سے رومی اور ایرانی اثرات بالکل خارج کر کے ایک ایسی مستحکم حکومت قائم کر دی جو پندرہ سال میں تین براعظموں پر پھیل گئی اور جو اس سے ٹکرایا پاش پاش ہو کر رہ گیا، اور جس نے سر تسلیم خم کیا وہ اسلام کی رنگ و زبان سے بالا قومیت میں برابری کے حصے میں شریک ہو گیا۔'' (۱۵۰)

برطانیہ کی مشہور مصنفہ کارین آرم اسٹرانگ (KAREN ARMSTRONG) سیرتِ طیبہ پر اپنی کتاب "Muhammad A Western AttemPt to Understanding Islam " میں رقم طراز ہے کہ:

"Muhammad ... Founded a religion and a tradition that was not based cultural on the sword desPite the western myth and whose name Islam,signifies Peace and recnciliation "(151)

''محمد (ﷺ) ایک ایسے مذہب اور تہذیب کے بانی تھے، جس کی بنیاد تلوار (جبر و تشدد) پر نہ تھی۔ مغربی پروپیگنڈے اور افسانے کے باوجود اسلام کا نام امن (رواداری) اور صلح کا مفہوم رکھنے والا ہے۔''

کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے شرط یہ ہے کہ اس تحریک کے لوگوں کا معیار کیا ہے؟ اگر وہ جذباتی ہوں گے تو ان کی تحریک ابتدا سے ہی زوال پزیر ہو جائے گی۔ اگر اس کے برعکس ہوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور فرد و جماعت کے اندر سمع و طاعت اور تقویٰ موجود ہوگا تو اس تحریک دعوت کی کامیابی کو بامِ عروج تک پہنچانے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ اس لیے ''اہل ایمان کی دنیاوی فتوحات ہوں یا ان کی اخروی فلاح و نجات کا مسئلہ، ان دونوں امور کا انحصار دو باتوں پر ہے۔ ایک یہ کہ وہ انفرادی و اجتماعی طور پر صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کریں، اس کے مقابلے میں تمام اطاعتوں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مدّ مقابل تمام وفاداریوں کو مسترد کریں۔ اور دوسری یہ کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر توبہ استغفار کو اپنا وظیفۂ حیات بنا کر اپنے اخلاق و کردار کے تزکیہ و تعمیر کی کوشش پیہم اور منضبط اور منظم مساعی کو بروئے کار لائیں۔ نہ ایسا انفرادی تزکیہ مطلوب ہے جو اہل ایمان کی جماعت کے لیے باعث تقویت نہ بنے اور نہ اہل ایمان کی ایسی جماعت کا کوئی فائدہ ہے جو اپنے افراد کی اخلاقی تربیت اور تزکیے سے بے تعلق ہو اور ان کے کردار کی تعمیر میں ان کے مربی، معاون و مددگار نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے جو امت یا جو جماعت منظم فرمائی اس میں فرد و جماعت میں دوئی کا کوئی تصور نہ تھا۔ جماعت فرد کے لیے تھی اور فرد کا مقصود جماعت تھی۔ ہر فرد آزادی کی نعمت سے بہرہ ور بھی تھا، مگر اس کی آزادی بے لگام نہ تھی، بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے تحت تھی۔ تمام مسلمان فرداً فرداً مساوی المرتبہ تھے، ان میں کسی قسم کی اونچ نہ تھی، ان میں فضیلت کا معیار صرف تقویٰ تھا، ایسا تقویٰ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت، توبہ و استغفار کے وظیفۂ عمل اور اجتماعی زندگی اختیار کرنے کے نتیجے میں پیدا ہو۔'' (۱۵۲)

الغرض بیرونی تعلقات کے قیام کا اس سے بہتر نمونہ ملنا دشوار ہے۔ دنیا کا کوئی سیاسی دماغ ایسی حالت میں اس قسم کی شرائط منظور نہیں کر سکتا، جب کہ اس کے ساتھ ایک جانباز فوج بھی ہو، لیکن آپ ﷺ نے اسلام کے مطمحِ نظر کی تکمیل کے لیے اس معاہدہ کی پوری پابندی کی، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے جانباز کمانڈر اس کمزور صلح کے خلاف تھے۔ حدیث و تاریخ اس بات پر متفق ہے کہ حدیبیہ کا یہی وہ صلح نامہ ہے جس نے فضا کو بدل لیا۔ عرب کے لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسلام انسانیت اور امن کا پیغام ہے اور مسلمان اس راہ میں اس حد تک صادق ہیں کہ انہوں نے وحشیانہ تشدد کے باوجود قیامِ امن کی کوششوں کو ترک نہیں کیا، انہوں نے جانیں گنوا دیں، مگر اس یقین کا دامن نہیں چھوڑا جس کا مقصد و منشأ تمام دنیا کو اپنے حلقۂ اثر میں لینا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فتح مکہ

فتح مکہ اسلامی تاریخ کی عظیم الشان فتح ہے اور یہ ان دشمنوں کے خلاف فتح تھی جو اسلام اور مسلمانوں کو روزِ اول سے مٹانے کے درپے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے دل میں اپنے محبوب کے گھر کی زیارت کے شوق نے انگڑائی لی تو آپ ﷺ نے اس کا ارادہ فرمایا۔ دشمن اس وقت بھی موقع کی تاک میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کوئی جارحانہ عمل کریں گے تو ہم فوراً ان کو جواب دیں گے، لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے سرزمین مکہ پر قدم رکھا تو دشمنوں کے عزائم کمزور ہونا شروع ہو گئے، ان کا جذباتی پن سرد ہونا شروع ہوا، جو اپنے سے کسی کو اونچی آواز سے بات نہیں کرنے دیتے اور نہ ان کے حکم سے روگردانی کا کوئی تصور کر سکتا تھا، وہ خود دست بستہ سر جھکائے رسول اللہ ﷺ کے عظیم الشان استقبال کا نظارہ کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ انتہائی عاجزی کے ساتھ چلے آ رہے تھے اور مجمع بڑھتا چلا جا رہا تھا، یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے جذبات کو بیان کرنے کے لیے الفاظ ایک دوسرے کے اوٹ میں چھپ رہے تھے۔ آخر کار آپ ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے اور طواف کیا اور شکرانہ کے نوافل ادا کیے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے جانی و مالی بالخصوص آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین اور آپ کے ماننے والوں کے دشمنوں کے لیے عام معافی کا دروازہ کھول دیا:

"فقال له العباس: ويحك! اسلم واشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله قبل أن تضرب عنقك، قال: فشهد شهادة الحق، فاسلم، قال العباس: قلت: يارسول الله! إن أبا سفيان رجل يحب هذا الفخر، فاجعل لهٗ شيئًا، قال: نعم من دخل دار أبي سفيان فهو آمن، ومن أغلق بابهٗ فهو آمن، ومن دخل المسجد فهو آمن، فلما ذهب لينصرف قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا عباس! احبسه بمضيق الوادي عند خطم الجبل. حتى تمر به جنود الله فيراها، قال: فخرجت حتى حبستهٗ بمضيق الوادي، حيث أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أحبسهٗ." (١٥٣)

"حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے فرمایا: تجھ کو خرابی ہو، گردن کے مارے جانے سے پہلے اسلام قبول کر لے اور "لا إله إلا الله محمد رسول الله" کی گواہی دے، پس ابوسفیان نے گواہی دی، اور اسلام قبول کیا۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابوسفیان چونکہ قوم کا سردار ہے، اس لیے ہر بات میں اپنا اعزاز و اکرام چاہتا ہے، پس ایسی بات کر دیجیے جس میں اُسے فخر ظاہر کرنے کا موقع ملے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امن ہے اور جو اپنا دروازہ بند کرے گا اس کو امن ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہوگا اس کو امن ہے۔''

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی فتح مکہ کے تناظر میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''محمد عربی ﷺ کی مہتم بالشان وفقید المثال فتح پر کفر لرزاں و ترساں ہے۔ آج حجاز میں کوئی قوت نہیں جو جمعیتِ مسلمہ کے مقابلہ میں آنے کا حوصلہ کر سکے۔ یہ وہی اہل مکہ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو سخت اذیتیں دیں، ان میں وہ بھی دکھائی دے رہے ہیں جنہوں نے اعلاء کلمتہ اللہ کے حامیوں کو خون میں نہلا دیا تھا، تپتی ریت پر گھسیٹا تھا، ہاتھوں میں کیلیں ٹھونکی تھیں، سینہ پر پتھر رکھے تھے، چٹائیوں میں لپیٹ کر شدید زدوکوب کرنے والے اور دھواں دینے والے ظالم بھی اس گروہ مشرکین مکہ میں نظر آ رہے ہیں۔ مسلمانوں کو گھر سے بے گھر کرنے والے، رسول اللہ ﷺ اور خانوادۂ رسول کا مقاطعہ کرنے والے، شعب ابی طالب میں رہنے پر مجبور کرنے والے دشمنان اسلام بھی کھڑے ہیں۔ محمد عربی ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھانے والے، اللہ کے مقدس رسول ﷺ پر پتھر برسانے اور چادر سے حلقوم رسول ﷺ کو گھونٹنے کی ناپاک کوشش کرنے والے سفاک بھی آج نظروں کے سامنے ہیں۔ پیکر رحمت محمد ﷺ کے قتل کی سازش کرنے والے ستمگر اور فرزندانِ توحید پر شمشیر و سناں سے یلغار کرنے والے جفا کار دست بدستہ قطار اندر قطار سامنے کھڑے ہیں، یہاں تک کہ اسلام پر ظلم و استبداد کے پہاڑ توڑنے والے رئیسِ مکہ ابوسفیان بھی آج اسلام کی قوت کے سامنے دست بدستہ حاضر ہیں۔

اللہ اللہ قربان جایئے! اس فاتحانہ شانِ رحمت کے، ارشاد ہوتا ہے: گھر سے بے گھر کرنے والوں کو میں نے معاف کیا، تلواریں سونت کر آنے والوں کو بھی میں نے معاف کیا، علمبردارانِ اسلام کو اذیت دینے والوں کو میں نے معاف کیا، قتل کی سازشیں کرنے والوں کو میں نے معاف کیا، یہودیوں سے سازش کرنے والوں کو میں نے معاف کیا، امیر حمزہؓ کے وحشی قاتل کو میں نے معاف کیا، سید الشہدا امیر حمزہؓ کی نعش مبارک کی بے حرمتی کرنے والی ہندہ کو میں نے معاف کیا، ابوسفیان کو معاف کیا، ابوسفیان کے گھر میں پناہ لینے والوں کو میں نے امان دی۔ آج تمہارے لیے کوئی سرزنش نہیں ہے، آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے، فاتح مکہ کی اس شانِ رحمت پر ملائکہ نے درود و نعت کے ترانے گائے اور کائناتِ ارض و سما کا ذرہ ذرہ پکار اُٹھا: وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔" (۱۵۴)

اگرچہ مکہ میں قریش اسلام کے دینی نظام اور سیاسی اثر کے خلاف تھے، لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک طاقت ور حریف سمجھ کر معاملات طے کرنے کی کوشش کی، ہمیں اس عہد کے تعلقات میں پیغمبرانہ عزیمت کے علاوہ سیاسی فراست کا اعلیٰ نمونہ بھی نظر آتا ہے۔

معاہدۂ خیبر

رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں دو بیرونی دشمنوں سے واسطہ پڑا، ایک طرف یہودِ خیبر جب کہ دوسری طرف دیگر مذاہب کے ماننے والے تھے۔ اسلام دشمنی میں یہودِ خیبر قریش مکہ سے بہت آگے تھے، کیوں کہ اہل قریش آپ ﷺ اور مسلمانوں سے دشمنی کے باوجود ایسے دشمن تھے جن کو قرابت داری کا پاس بھی تھا اور اس بات کا وہ اظہار بھی کرتے تھے کہ فلاں موقع پر تم میری تلوار کی زد میں آئے، مگر میں نے چھوڑ دیا۔ خیبر کے یہودیوں کی دشمنی اس وجہ سے مسلمانوں اور آپ ﷺ سے بڑھ گئی تھی کہ وہ حکمرانی کے خواب دیکھ رہے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح سے ان کی معاشی اور مذہبی برتری قائم رہے۔ ان کے دو عظیم قبائل بنو قینقاع اور بنو نضیر مدینہ سے جلاوطن ہو جانے کے بعد خیبر کے یہودیوں کے ساتھ مل کر ایک نئی قوت بن گئے تھے اور ان کے دل آگ میں جل رہے تھے کہ وہ ان مسلمانوں سے اپنی دشمنی کا بدلہ بھرپور لیں۔ یہی واقعات غزوۂ خندق کا باعث بنے۔ (جس میں تقریباً تمام قبائل یا ان کے نمائندے شامل ہوئے تھے) اور ان کی شرارتوں کے ختم ہونے کا کوئی بھی امکان نہیں تھا، وہ نجد کے قبیلے بنو غطفان کو بھی اُبھارتے رہتے تھے، یہ ایک ہزار ہتھیار بند جوان خیبر کے قلعوں کی حفاظت کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ سے واپسی کے موقع پر بڑی فتح کی خوشخبری سنائی گئی، جس سے یہ اخذ کیا گیا کہ اس سے مراد فتح خیبر ہے تو رسول اللہ ﷺ کچھ دنوں کی تیاری کے بعد انہی جاں نثاروں سمیت خیبر پر حملہ آور ہوئے اور تقریباً دو ماہ میں خیبر کے بارہ قلعے مکمل طور پر فتح کر لیے۔

اب جب خیبر کو مسلمانوں کی قوت و طاقت کا اندازہ ہوا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے معاہدے کی درخواست کی، کیوں کہ معاہدات ہمیشہ ملکی مفادات میں کیے جاتے ہیں، اسلامی ریاست میں کیے جانے والے کچھ ایسے معاہدات بھی ہیں جو معاشی و اقتصادی استحکام کے لیے کیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گئے، کیوں کہ بین الاقوامی سطح پر تجارتی و اقتصادی معاہدات کو بہت اہمیت حاصل ہے، بلکہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں معیشت کو صرف دینی فائدے کے لیے نہیں، بلکہ اس کو دین محمدی کی اشاعت کا ذریعہ بھی بنایا گیا جس کی طرف ابتداء سے توجہ دی گئی اور کچھ ایسے معاہدات بھی کیے جن میں معاشی و اقتصادی امور پر معاملات کو طے کیا گیا، جس میں معاہدہ خیبر و معاہدہ فدک بھی ہے، جس پر یہود نے کوئی بھی اعتراض نہیں کیا۔ معاہدۂ خیبر کچھ یوں طے کیا گیا کہ:

"وحاصر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اهل خیبر فی حصینهم الوطیح والسّلالم ، حتّٰی إذا ایقنوا بالهلکة، سالوه ان یسیرهم وأن یحقن لهم دمائهم ففعل ، وکان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قد حاز الأموال کلها: الشق ونطاة والکتیبة و جمیع حصونهم ، إلا ماکان من ذینک الحصنین ، فلما سمع بهم أهل فدک قد صنعوا ما صنعوا ، بعثوا إلٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یسالونهٗ أن یسیرهم ، وأن یحقن دماء هم ، ویخلوا له الأموال ، ففعل ، وکان فیمن مشی بین رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و بینهم فی ذٰلک محیصة بن مسعود ، اخو بنی حارثة ، فلما نزل أهل خیبر ذالک ، سالو رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أن یعاملهم فی اموالهم علی النصف ، وقالوا :نحن أعلم بها منکم . واعمر لها :فصالحهم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی النصف ، علی إنا إذا شئنا أن نخرجکم اخرجناکم ، فصالحه اهل فدک علی مثل ذالک ، فکانت خیبر فیئاً بین المسلمین ، وکانت فدک خالصةً لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ، لانهم لم یحلبوا علیها بخیل ولا رکاب۔"(۱۵۵)

"حضور ﷺ نے خیبر کے آخری قلعوں وطیح اور سلام کا محاصرہ جاری رکھا، جب ان قلعوں کے لوگوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا تب انہوں نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں، آپ ہماری جان بخشی کریں، حضور ﷺ نے اس بات کو منظور کرلیا۔

اور خیبر کا مال و اسباب حضور ﷺ کے ہاتھ آیا، سوان دو قلعوں کے جب یہ خبر فدک کو لوگوں کو پہنچی انہوں نے بھی حضور ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ ہم تمام مال اپنا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، ہماری جان بخشی ہو جائے، حضور ﷺ نے اس بات کو منظور کرلیا اور حضور ﷺ کی طرف سے اس گفتگو کے کرنے والے محیصہ بن مسعود حارثی تھے۔ جب خیبر والوں کو جان سے امن ملا تب انہوں نے حضور ﷺ پیغام بھیجا کہ حضور ہم کو ہمارے باغوں اور کھیتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باڑی پر برقرار رکھیں، ہم نصف پیداوار حضور ﷺ کو خراج میں دیا کریں گے اور نصف کو اپنی محنت کا حق سمجھ کر لے لیں گے اور ہم کو اس کام کی بہت واقفیت ہے اور زمین کو درست کرنے اور قابلِ زراعت بنانے میں ہم بڑے تجربے کار ہیں۔ حضور ﷺ نے اس بات کو منظور کر لیا اور یہ شرط ان سے کر لی کہ جس وقت ہم چاہیں گے تم کو نکال دیں گے، یہی اقرار فدک کے لوگوں سے بھی ہوا۔

خیبر تو کل مسلمانوں کا حصہ میں تھا اور فدک کو حضور ﷺ نے خاص اپنے اخراجات کے واسطے رکھا تھا، کیوں کہ فدک بغیر مسلمانوں کی لشکر کشی کے فتح ہوا تھا۔"

اس معاہدہ کے تناظر میں معاہدہ خیبر کی دفعات کچھ اس طرح تشکیل دی جا سکتی ہے کہ:

(۱) یہود کو خیبر میں رہنے کی اجازت ہو گی۔

(۲) جب کبھی مدینہ منورہ کی حکومت چاہے گی انہیں خیبر خالی کرنا پڑے گا (چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں خیبر کو خالی کرنے کا حکم دیا گیا)۔

(۳) خیبر میں قیام کے دوران انہیں قلعوں میں آباد رہنے کی اجازت نہ ہو گی۔ (اس لیے انہوں نے قلعوں سے باہر بستیاں بنالیں)۔

(۴) وہ خیبر کی زمین پر بطور مزارع ہی قابض رہ سکیں گے اور مروجہ طریقوں پر فصلوں کی بٹائی مدینہ منورہ کے نمائندے کے حوالے کرتے رہیں گے۔

(۵) وہ جنگ کے ہتھیار اور اسلحہ اسلامی لشکر کے حوالے کر دیں گے۔

اس معاہدے کے اثرات اخلاقی لحاظ سے بہت اچھے ثابت ہوئے اس میں تین باتیں سامنے آئیں:

اول: یہ کہ جونہی دشمن نے شکست تسلیم کی لڑائی کو روک دیا گیا، اس میں یہ نہیں سوچا گیا کہ اب مرتے ہوئے دشمن کو کچل دیا جائے۔

دوم: یہ کہ معاہدے میں مفتوح کی خواہش کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا، انہوں نے اپنی زرعی زمینوں پہ خواہش ظاہر کی کہ ان کو دی جائے اور اس پر ان ہی کو بحال رکھا جائے۔

سوم: یہ کہ جو مفتوحہ قلعے تھے وہاں سے ہتھیار لیے گئے،، تاکہ وہ دوبارہ فساد کا موجب نہ بنیں۔

اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کے ایک ارشاد کی وجہ سے ان کو عرب چھوڑنے کا حکم دیا۔ علامہ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ:

"ثم أقرها عمر رضي الله عنه صدرا من إمارته ، ثم بلغ عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في وجعه الذي قبضه الله فيه لا يجتمعنّ بجزيرة العرب دينان، ففحص عمرؓ عن ذلک ، حتى بلغه الثبت فارسل إلى يهود ، فقال :ان الله عزوجل قد أذن في جلائكم ، قد بلغني أن رسول الله ﷺ قال: لا يجتمعنّ بجزيرة العرب دينان، فمن كان عنده عهد من رسولُ الله صلى الله عليه وسلم من اليهود فليأتني به ، انفذه له ، ومن لم يكن عنده عهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم من اليهود فليتجهز للجلاء، فاجلى عمرؓ من لم يكن عنده عهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم. "(١٥٦)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ابتداء خلافت میں یہی معاملہ رکھا، پھر ان کو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا تھا کہ: دو دین ملک عرب میں نہ رہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی تحقیق کی اور جب ان کو ثابت ہوگئی تب انہوں نے خیبر کے یہود کو لکھا کہ خدا نے تم کو جلاوطن ہونے کا حکم دیا ہے، مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ملک عرب میں دو دین نہ چھوڑے جائیں، پس جس یہودی کے پاس کوئی حضور ﷺ کا عہد ہو وہ اس کو لے کر میرے پاس آئے اور جس کے پاس کوئی عہد نہ ہو وہ بہت جلد شہر بدر ہونے کا سامان کرے، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب یہودیوں کو جن کے پاس کوئی عہد نہ تھا خیبر سے نکال دیا۔"

معاہدۂ فدک

فدک ایک چھوٹی سی بستی تھی جو خیبر کے شمال میں واقع تھی، یہاں بھی یہودی رہتے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ خیبر کے یہودیوں کو شکست ہو چکی ہے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد روانہ کیا اور گزارش کی کہ ان سے بھی اہل خیبر کی سی شرائط پر صلح کر لی جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے بھی انہی شرائط پر معاہدہ فرما لیا۔ معاہدہ فدک میں "فدک خاص رسول اللہ ﷺ کا تھا، کیونکہ مسلمانوں نے اس کو بغیر جنگ کے فتح کیا تھا۔"(١٥٧)

معاہدۂ بنو اسد

قبیلہ بنو اسد فتح مکہ سے پہلے قریش کا حلیف قبیلہ تھا اور ہر وقت قریش کا دست بازو بنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہتا تھا۔ طلیحہ بن خویلد جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔

۹ ہجری میں یہ لوگ اسلام لائے اور سفارت بھی، لیکن اب تک ان کے دماغوں میں فخر کا نشہ باقی تھا، سفیر بارگاہ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوئے تو احسان کے لہجے میں کہا کہ آپ نے ہمارے پاس کوئی مہم نہیں بھیجی، بلکہ ہم نے خود اسلام قبول کیا ہے۔ اس پر سورہ حجرات کی آیات نازل ہوئی۔ جس میں انہیں تنبیہ کی گئی کے اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ، غالباً بنو اسد نے قبیلہ طے کی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت مانگی تھی جس کو آپ ﷺ نے منظور نہ فرمایا اور ان کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا:

” فلا تقربن میاہ طیء وأرضهم فإنه لا تحل لكم مياههم ولا يلجن أرضهم إلا من أولجوا ذمة محمد بريئة ممن عصاه وليقم قضاعی بن عمرو. “ (۱۵۸)

”تم لوگوں کو قبیلہ طے کے کنوؤں اور ان کی زمین پر مالکانہ قبضے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، تمہارے لیے ان کے کنویں حلال نہیں ہیں، نیز ان کی سرزمین میں کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر ہرگز داخل نہ ہوگا، جو شخص میری نافرمانی کرے گا میں اس سے بری الذمہ ہوں! قضاعی بن عمرو کو جو اُن کے عامل ہیں اس کا انتظام کرنا چاہیے۔“

رومی اور معاہدات

فتح مکہ کے بعد حالات یکسر تبدیل ہونا شروع ہو گئے اور مسلمانوں کی مشکلات کا بھی تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا، مگر ایک طاقت کے لیے یہ سب کچھ برداشت سے باہر تھا۔ یہ طاقت رومیوں کی تھی جو اس وقت کی سب سے بڑی طاقت کہلائی جاتی تھی۔ دراصل انہوں نے سفیر رسول کو قتل کر دیا تھا اور مسلمانوں کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے ان کے لیے چیلنج بنتے جا رہے تھے۔ رومی حکمرانوں نے سوچا کہ کیوں نہ حفظ ماتقدم کے طور پر اس خطرے کو کچل دیا جائے اور ایک عام جنگ کی تیاری شروع کر دی جو غزوہ تبوک کے نام سے جانی جاتی ہے۔ غزوہ تبوک رجب ۹ھ میں پیش آیا، جب رسول اللہ ﷺ کو رومیوں کی تیاری کا علم ہوا تو آپ ﷺ بھی اسلامی لشکر لے کر روانہ ہوئے، تبوک پہنچنے کے بعد رومیوں کو رسول اللہ ﷺ کی آمد کا پتا چلا تو ان میں خوف کی لہر دوڑ گئی اور ”انہیں آگے بڑھنے اور ٹکر لینے کی ہمت نہ ہوئی اور اندرون ملک مختلف شہروں میں بکھر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ان کے اس طرزِ عمل کا اثر جزیرہ عرب کے اندر اور باہر مسلمانوں کی فوجی ساکھ پر بہت عمدہ مرتب ہوا۔اور مسلمانوں نے ایسے ایسے اہم سیاسی فوائد حاصل کیے کہ جنگ کی صورت میں اس کا حاصل کرنا آسان نہ ہوتا۔"(۱۵۹) اسی مقام پر آپ ﷺ نے مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے معاہدے کیے، جن میں معاہدۂ ایلہ، جرباء، مقناء اور ازرح مشہور ہے۔

معاہدۂ ایلہ

جب رسول اللہ ﷺ ۹ ہجری میں تبوک سے فارغ ہوئے تو تبوک کی جانب شام میں خلیج عقبہ کے کنارے پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی، اس زمانے میں اس پر یوحنہ بن روبہ کی حکومت تھی۔ "آپ ﷺ نے وہاں کے حاکم یوحنا کو خط بھیجا اور وہ خود تبوک کے مقام پر حاضر ہوا، اس نے صلح کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔"(۱۶۰)

علامہ بلاذری کے مطابق کہ"وہ مسیحی لوگ تھے، ان کے ساتھ دفاعی اور تجارتی امور پر بات چیت شروع ہوئی اور برّی اور بحری تجارتی جہازوں کی حفاظت کے مسودہ اور زمینی آمد و رفت کے ذرائع پر اتفاقِ باہمی سے دستخط ہوئے۔"(۱۶۱)

ایلہ کے قبیلے سے جو معاہدہ ہوا وہ حقیقی طور پر ایک امان نامہ تھا، اس کی اہم دفعات یہ تھیں:

"هذه امنة من الله ومحمد النبي رسول الله ليحنه بن روبه واهل أيلة، سفنهم وسيارتهم في البر والبحر، لهم ذمة الله، وذمة محمد النبي، ومن كان معهم من أهل الشام وأهل اليمن وأهل البحر، فمن احدث منهم حدثا، فانه لايحول ماله دون نفسه، وانه طيب لمن اخذه من الناس، وانه لا يحل ان يمنعو ماء يردونه، ولا طريقا يريدونه، من بر أو بحر."(۱۶۲)

"اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے یحنّہ بن روبہ کو امان دی جاتی ہے۔سمندر میں ان کے جہاز اور خشکی میں ان کے مسافر مامون ہوں گے۔اس امان نامہ میں اہلِ ایلہ کے وہ حلیف شامل سمجھے جائیں گے، جو شام یمن اور بحیرۂ قلزم کے ساحل پر آباد ہیں۔اگر کسی نے کسی طرح کی بھی معاہدہ شکنی کی تو اس کا مواخذہ ہوگا۔اس میں یہ بات طے کی گئی کہ اگر کوئی شخص امان نامے کی ان شرائط کی خلاف ورزی کرے گا یا ان میں تبدیلی کرے گا تو اس کی دولت اُسے بچا نہ سکے گی اور جو اس کی پابندی کرے گا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوگا۔کسی کو یہ جائز نہیں کہ لوگوں کو ان چشموں پر جانے سے منع کرے جہاں وہ جایا کرتے ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاہدۂ اہل مقنا

رسول اللہ ﷺ جب مہم تبوک کے لشکرگاہ میں موجود اور آس پاس کے علاقوں کی تسخیر میں مصروف تھے۔''مقنا عقبہ کے قریب واقع تھا، یہ یہودیوں کی آبادی تھی، اہل مقنا کے قاصد نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت گزاری کا یقین دلایا اور فرمانِ امن طلب کیا۔''(۱۶۳)

اہل مقنا کی سربراہی عبید اللہ بن یاسر کر رہے تھے، انہوں نے اپنی قوم کی طرف سے مملکت مدینہ کے لیے اطاعت کا پیغام پہنچایا، آپ ﷺ نے ان کو معاہدہ لکھ دیا جس میں ان کے حقوق و فرائض کا ذکر تھا۔ علامہ بلاذری نے اس معاہدہ کو یوں نقل کیا ہے:

''محمد رسول اللّٰه إلى بنى جنبه وأهل مقنا، سلم أنتم فإنه أنزل على أنكم راجعون إلى قريتكم ، فاذا جائكم كتابه هذا فانكم آمنون ولكم ذمة اللّٰه وذمة رسوله ، وان رسول اللّٰه قد غفر لكم ذنوبكم ، وكل دم اتبعتم به لاشريك لكم فى قريتكم الا رسول اللّٰه ، او رسول رسول اللّٰه . وانه لاظلم عليه ولا عدوان . وان رسول اللّٰه ﷺ يجير كم مما يجير منه نفسه فان لرسول اللّٰه برتكم ورقيقكم والكراع والحلقة الا ما عفا عنه رسول اللّٰه ، او رسول رسول اللّٰه ، وان عاد عليكم بعد ذلك ربع ما اخرجت نخليكم وربع ما صادت عركم ، وربع ما اغتزلت نسائكم. وانكم قد ثريتم بعد ذلكم ورفعكم رسول اللّٰه ﷺ عن كل جزية وسخرة . فان سمعتم اطعتم فعل رسول اللّٰه ان يكرم كريمكم ويعفو عن مسيئكم ، ومن ائتمر فى بنى حبيبة وأهل مقنا من المسلمين خيرا فهو خير له ، ومن اطلعهم بشر فهو شر له ، وليس عليكم امير الا من انفسكم او من اهل بيت رسول اللّٰه ﷺ ، وكتب على بن ابى طالب فى سنة تسع . ''(۱۶۴)

''محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے۔ بنی جنبہ اور اہل مقنا کے نام۔ تم پر سلامتی ہو، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے دیہات کو واپس جا رہے ہو، میری یہ تحریر جس وقت تمہارے پاس پہنچے تو تم لوگوں کو امن ہے، میں نے تمہارے تمام جرائم معاف کر دیے ہیں، تمہارے اوپر کوئی زیادتی نہ کر پائے گا، تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے، ہم جس طرح اپنی حفاظت کرتے ہیں، اسی طرح تمہاری بھی حفاظت کی جائے گی۔ تم لوگوں پر کھجور کے باغوں کی پیداوار، بحری شکار اور کاتے ہوئے سوت کے چوتھائی حصے کی ادائیگی واجب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس ادائیگی کے بعد ہر قسم کے جزیئے اور بےگار سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اگر تم وفادار رہو گے تو ہمارے ذمے لازم ہوگا کہ تمہارے ذی مرتبت لوگوں کی عزت کریں اور تمہارے تمام پچھلے قصور معاف کردیئے جائیں۔ جو شخص اہل مقنا کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے گا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوگا اور جو ان کے ساتھ برائی کرے گا تو اس کے لیے بھی برا ہوگا، تم لوگوں پر یا تمہیں میں سے حاکم مقرر کیا جائے گا یا میرے متعلقین میں سے ہوگا۔ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس معاہدہ کو سن ۹ ہجری میں لکھا۔"

اہل جرباء واذرح کے ساتھ معاہدہ

جرباء اور اذرح یہ شام کی دو بستیاں تھیں، ان کا معاہدہ بھی غزوۂ تبوک کے دوران سالانہ سو دینار جزیہ لگایا گیا اور اس کے بدلے ان کو تمام اطراف اور تمام دشمنوں سے حفاظت کا یقین دلایا گیا تھا، ان کے امان نامے پر ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مملکت مدینہ کا کوئی شخص سزا سے خائف ہو کر ان کے پاس آکر پناہ لے تو اسے حکومت مدینہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

دومۃ الجندل سے معاہدہ

یہ معاہدۂ اکیدر بھی کہلاتا ہے، یہ دومۃ الجندل کے سردار تھے جن کو گرفتار کرنے کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا گیا، انہوں نے اکیدر اور اس کے بھائی کو گرفتار کر کے دربارِ رسالت میں پیش کیا، اکیدر اسلام لے آیا تو اس سے بھی مخصوص شرائط پر صلح طے پائی۔ اس کی ایک دفعہ یہ تھی کہ مزروعہ زمینوں اور چراگاہوں کو حسب سابق ان کی ملکیت رہنے دیا، البتہ ان پر خراج لگایا گیا۔

صلح نامہ ثقیف

آنحضرت ﷺ نے ۹ ھ میں ثقیف سے معاہدہ صلح کیا، یہ قبیلہ اسلامی سفیر عروہ بن مسعود ثقفی کو قتل کر چکا تھا، کچھ عرصہ بعد اس کو صلح کا خیال پیدا ہوا۔ اس وقت اسلام کی طاقت غلبہ حاصل کر رہی تھی، لیکن آپ ﷺ نے ثقیف کے سفیر عبد یالیل اور اس کے پانچ رفقاء کو باریابی کا موقع عنایت کیا۔ آپ ﷺ نے سفیر کے چند نامناسب مطالبوں کو ماننے سے انکار کر دیا، لیکن معاہدۂ صلح کو منظور کر لیا۔ اس معاہدہ میں بنو ثقیف کی مذہبی آزادی، تحفظ اور مشترکہ دفاع پر اتفاقِ رائے قائم ہو گیا تو دوسری طرف حلیف جماعتوں کو تجارتی تحفظ بھی فراہم کیا۔ اس صلح نامہ کے الفاظ یہ تھے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"من محمد النبی رسول اللّٰہ إلی المومنین ، ان عضاہ وجصیدہ لایعضد، من وجد یفعل شیئا من ذلک فانہ یجلد وتنزع ثیابہ ، وأن ھذا امر النبی محمد رسول اللّٰہ . وکتب خالد بن سعید بامر رسول اللّٰہ محمد بن عبداللّٰہ ، فلا یتعد احد، فیظلم نفسہ فیما أمر بہ محمد رسول اللّٰہ ﷺ."(۱۶۵)

"یہ تحریری وثیقہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری پر لکھا گیا ہے۔ مسلمان ثقیف کے علاقے میں نہ گھاس کاٹیں گے نہ لکڑی، نہ یہاں کے جانوروں کا شکار کریں گے۔ جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے گا، اُس کو سزا دی جائے گی، جو زیادہ تجاوز کرے گا اس کو گرفتار کر کے دربارِ نبوت میں پیش کیا جائے گا، یہ رسول اللہ (ﷺ) کا حکم ہے جو اس کے خلاف جائے گا وہ اپنے نفس پہ ظلم کرے گا۔"

اس صلح نامہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اسلام کا صیغۂ خارجہ صرف اصلاح حال کا منتظر رہتا ہے۔ اگر ایک سرکش منطقہ کے قاتل افراد بھی قیامِ امن کے لیے آمادہ ہو جائیں تو ان کے معاشی حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں اسلامی حکومت کے بڑے سے بڑے شہری کو سزا دی جاتی ہے، یہ وہ خصوصیت ہے جو موجودہ حکمراں قوموں میں صداقت کے ساتھ نظر نہیں آتی۔

معاہدۂ نجران

"نجران، یمن کے ایک وسیع ضلع کا نام ہے، یہاں عیسائی عرب آباد تھے"(۱۶۶) اس کے علاوہ رومی سوداگر بھی یمن کے ساحل سے یہاں پہنچے تھے، یہ سوداگر جہاں جہاں گزرتے تھے سامانِ تجارت کے ساتھ عیسائیت کی سوغات بھی بانٹتے جاتے تھے، عیسائی راہب بھی مخصوص مقاصد کے ساتھ ملک میں دورہ کرتے تھے، نجران ان سے متاثر ہوا۔ تقریباً ۳۳۰ء میں یہاں کے باشندے عیسائی بن گئے، پھر دس سال بعد ۳۴۰ء میں حبشیوں نے یمن پر قبضہ کر لیا جس سے نجران کی عیسائیت اور پختہ ہوگئی۔ ۳۷۸ء میں اگرچہ کلی کرب نے حبشیوں کو نکال دیا، مگر نجران کی عیسائیت ختم نہیں ہوئی، اس زمانہ میں جو تبع ہوتے رہے بجز ایک تبع کے جس کا نام "عبد کلیل" تھا، باقی سب یہودی تھے۔ ان سب کو نجران کی عیسائیت گوارا نہیں تھی۔

چھٹی صدی کے شروع میں تقریباً ۵۲۰ء میں ایک واقعہ پیش آیا جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں بھی ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ نجران میں ایک راہب کا مقام تھا، ایک لڑکا اس راہ سے گزرتا تھا، راہب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسے راستے میں ٹھہرا کر مذہبی تعلیم کا روز کوئی سبق یاد کروا دیتا تھا، باپ اس کو نجوم کی تعلیم دلانا چاہتا تھا، اس نے انجیل کے وعظ یاد کر لیے۔ جب اربابِ اقتدار کو معلوم ہوا تو بڑے ناراض ہوئے۔ تبع یمن ''ذونواس'' جو یہودیت کا سب سے بڑا حامی تھا، اس نے سنا تو چراغ پا ہو گیا، آگ بگولا بن کر نجران پہنچا، لوگ قلع بند ہو گئے، شہر کا محاصرہ کر لیا، جب شہر فتح ہوا تو گڑھوں میں آگ دہکائی اور ایک ایک کر کے عیسائیوں کو بلوایا اور ''انہیں دوبارہ یہودی بنانے کی کوشش کی، وہ نہ مانے تو انہیں آگ میں جلا دیا۔'' (۱۶۷)

قرآن حکیم میں اس واقعہ سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ .'' (۱۶۸)

''کہ خندقوں کے کھودنے والے ہلاک کر دیے گئے، یعنی آگ کی خندقیں جس میں ایندھن جھونک رکھا تھا، جب کہ وہ ان کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔''

اہل نجران چونکہ عیسائی تھے، اس لیے ان کے ہاں ''ایک عظیم الشان گرجا تھا، جسے وہ کعبہ کہتے تھے اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے، یہاں عیسائیوں کے بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے، قرب وجوار میں عیسائیوں کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہم سر نہ تھا، جو شخص اس کی حدود میں آ جاتا تھا وہ مامون ہو جاتا تھا، اس گرجا کی متعلقہ جائیداد کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی۔'' (۱۶۹)

نجران کے عیسائی نبی کریم ﷺ سے ملنے مدینہ منورہ آئے، یہ کل ۶۰ افراد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ''ان کو مسجد میں اتارا۔ تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا، ان لوگوں نے نماز پڑھنی چاہی، صحابہؓ نے روکا مگر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: پڑھنے دو، چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی، ابو حارثہ جو لارڈ بشپ تھا، نہایت محترم اور فاضل شخص تھا۔'' (۱۷۰)

ادائیگی فرائض کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مختلف مسائل پوچھے، رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ وحی ان کو سوالوں کے جوابات دیے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، ان لوگوں نے کہا کہ: ہم لوگ پہلے سے مسلمان ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ صلیب کو پوجنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے، لیکن یہ لوگ پھر بھی نہیں مانے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے مباہلہ کرنے کو کہا، جس کے بارے میں قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی:

''فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عَلَى الْكَاذِبِيْنَ."(171)

"پس جو شخص علم ہونے کے باوجود جھگڑنے آئے تو ان سے کہہ دے کہ آؤ! اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کو اور خود اپنے آپ کو بلائیں، پھر مباہلہ کریں اور خدا سے دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔"

لیکن ان لوگوں نے مباہلہ سے انکار کیا، اس کے بعد ان کے ساتھ ایک باعزت معاہدہ ہوا۔ غیر مسلم مسیحیوں کے حقوق کے حوالے سے بہترین معاہدہ تھا۔ جس میں انہیں مکمل طور پر آزادی حاصل ہوگی اور اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے تو اسلامی حکومت مکمل طور پر ان کا دفاع کرے گی۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے اہل نجران کے ساتھ جو معاہدہ کیا، اس پورے معاہدے کو علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں یوں نقل کیا ہے کہ:

"بسم الله الرحمن الرحيم ، هذا ما كتب النبي رسول الله محمد لنجران إذ كان له عليهم حكمة في كل ثمرة وصفراء وسوداء رقيق فاضل عليهم وترك ذلك الفي حلة حلل الاواقي ، في كل رجب ألف حلة ، وفي كل صفر ألف حلة ، وفي كل صفر ألف حلة أوقية ، وما زادت حلل الخراج أو نقصت عن الأواقي فبا لحساب ، وما نقصوا من درع أو خيل أو ركاب أو عرض اخذ منهم بالحساب وعلى نجران مثواة رسلي شهر افدونه ، ولا يحبس رسلي فوق شهر افدونه ، ولا يحبس رسلي فوق شهر وعليهم عارية ثلاثين درعا ، وثلاثين فرسا، وثلاثين بعيرا ، إذا كان كيد باليمن ذومغدرة أي إذا كان كيد بغدر منهم، وما هلك بما اعاروا رسلي من خيل أو ركاب فهم ضمن حتى يردوه إليهم، ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمد النبي رسول الله على أنفسهم، وملتهم، وارضهم، وأموالهم، وغائبهم وشاهدهم وعيرهم وبعثهم . وأمثلتهم لا يغير ما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم . وأمثلتهم لايفتن أسقف من اسقفيته، ولا راهب من رهبانية، ولا واقة من وقاهيته على ما تحت أيديهم من قليل أو كثير ، وليس عليهم رهق ولا دم جاهلية ، ولا يحشرون ولا يعشرون ولا يطاء أرضهم جيش ، من سال منهم حقا فبينهم النصف، غير ظالمين ولا مظلومنين بنجران. ومن أكل منهم ربا من ذى قبل فذمتي منه بريئة . ولا يوخذ منهم رجل بظلم آخر ولهم على ما في هذه الصحيفة جوار الله . وذمة محمد النبي أبدا حتى يأتي أمر الله مانصحوا وأصلحوا فيما عليهم غير مكلفين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شيئاً بظلم شهد أبو سفيان بن حرب وغيلان بن عمرو ومالك ابن عوف من بني نصر، والأقرع بن حابس الحنظلي، والمغيرة وكتب. "(۱۷۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ معاہدہ ہے محمد نبی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اہل نجران کے لیے۔

۱:- ان کے پھلوں، سونے، چاندی، غلام اور ان اشیاء کے ساتھ ہر قسم کے مال کے عوض پر ان پر مندرجہ ذیل خراج عائد کیا جاتا ہے:

۲:- سالانہ دو ہزار یمنی حلے (دو قسطوں میں) ماہِ رجب میں ایک ہزار حلے، ماہِ صفر میں ایک ہزار حلے، ایک حلے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی۔

۳:- مقررہ مقدار خراج میں کسی شے کی کمی اور دوسری شے کی بیشی پر جمع ومنہا لازم ہوگا۔

۵:- اگر نجران عائد شدہ نصاب (حلہ جات اور چاندی) کے عوض مندرجہ ذیل اجناس داخل کرنا چاہیں تو بدل و مبدل منہ دونوں کی قیمت میں کمی وبیشی کا لحاظ ضرور ہوگا۔

۶:- اہل نجران پر میرے تحصیل اداروں کی مہمانی اور تکریم بیس سے لے کر تیس روز تک واجب ہے، اس کے بعد انہیں اپنے ہاں روکا نہ جائے۔

۷:- ہماری طرف سے یمن اور معرہ پر حملہ کے وقت انہیں ہم کو (الف) ۳۰ گھوڑے اور (ب) ۳۰ زرہیں عاریتاً دینا ہوں گی، جن کے اتلاف پر ان کی قیمت اور شکست وریخت کے ہمارے تحصیل دار ذمہ دار ہوں گے۔

۸:- اہلِ نجران کے ساتھ ان کے ہمسایہ حلیفوں کے لیے (بھی) محمد رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے مندرجہ ذیل اشیاء کی تلافی کے ذمہ دار ہیں۔

(الف) وطن اور وطن کے باہر دو جگہوں میں ان کے اموال ونفوس کے اتلاف پر۔

(ب) ان کے ذمہ داران کے قرابت داروں کی تذلیل وتحقیر پر۔

۹:- ان کے پادری گوشہ نشین اور کاہنوں پر گرفت نہ ہوگی۔

۱۰:- ان کی ماتحتی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کی کہتری عائد نہ ہوگی۔

۱۱:- وہ قبل از اسلام کے قتل پر مواخذے سے بری ہیں۔

۱۲:- وہ ہماری جنگوں میں بھی شرکت سے مستثنیٰ ہیں۔

۱۳:- ہمارا لشکر ان پر حملہ نہ کرے گا۔

۱۴:- ہماری عدالت میں دعویٰ پیش کرنے پر ان سے انصاف کیا جائے گا۔

۱۵:- ان میں سے جو شخص اپنے خاندان سے سود لے وہ ہماری ذمہ داری سے محروم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۶:- کسی فرد کی دوسرے فرد کے عوض گرفت نہ ہوگی۔

اس معاہدہ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر جب تک عائد ہوگی جب تک اہلِ نجران ان تمام دفعات پر پابند رہیں گے۔

اس معاہدہ کے گواہان ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف از بنی نصر، اقرع بن حابس حنظلی تھے، کاتب معاہدہ مغیرہ بن شعبہ تھے۔"

ڈاکٹر حمید اللہؒ لکھتے ہیں کہ "یحییٰ ابن آدم فرماتے ہیں کہ: یہ فرمان میں نے نجرانیوں کے ہاں دیکھا، اندازِ تحریر میری تحریر کا سا اور محرر کا نام علی ابن طالب تھا، عربی نحو کے طریق پر ابی طالب کے ابو طالب لکھنے پر میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" (۱۷۳)

معاہدہ نجران میں نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کو مسلمانوں کی طرف سے تحفظ فراہم کرنے کی ضمانت دی ہے، اس لیے ہر دور میں عیسائیوں نے اس معاہدے کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اس معاہدے کو بوقتِ ضرورت اسلامی حکومتوں سے مفادات کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اسی طرح کا ایک معاہدہ نجران کے پادری ابوحارث بن علقمہ کے نام بھیجا جس کی ہدایات تمام پادریوں، راہبوں اور کاہنوں کے لیے تھی۔

"۱:- سب اپنی اپنی تھوڑی بہت شے کے خود مالک ہوں گے۔

۲:- ان کے گرجے، عبادت خانے اور خانقاہوں کی حفاظت خدا کے ذمے ہے۔

۳:- ان کے پادری اور راہبوں (گوشہ نشین) کو اس طریق عبادت اور کاہنوں کو نہ ان کے پیشے سے ہٹایا جائے گا، نہ ان کے حقوق میں مداخلت کی جائے گی۔

ان امور پر ایفائے عہد کی ذمہ داری اللہ کے رسول ﷺ پر ہے، بشرطیکہ یہ لوگ ہمارے ساتھ کیے ہوئے معاہدہ کی خود بھی پابندی کریں اور ہماری خیر طلبی پر قائم رہیں۔ تب انہیں مزید زیر باری سے دوچار کیا جائے گا، نہ ان پر کسی قسم کا ظلم روا رکھا جائے گا۔ کاتب معاہدہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ہی تھے۔" (۱۷۴)

عہد نبوی میں ان مندرجہ بالا معاہدات کے علاوہ سیرت نگاروں نے اس کے علاوہ بھی دیگر چھوٹے بڑے معاہدات قلم بند کیے ہیں، لیکن چونکہ راقمہ کا مقصد صرف معاہدات کو جمع کرنا نہیں ہے، اس لیے صرف ان معاہدات کو زیر بحث لایا گیا ہے جس سے ریاست مدینہ اور دیگر اقوام وممالک میں تعلقات کو فروغ ملا ہو یا جس سے تعلقات کو استحکام ملا ہو، کیونکہ بین الاقوام ان ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاہدات کی وجہ سے ''عہد نبوی میں قومی خود مختاری آبادی کے ہر گروہ کو مل گئی تھی، جس طرح ہر مسلمان اپنے دین، عبادات، قانونی معاملات اور دیگر امور میں مکمل آزاد تھے، اسی طرح دیگر ملت اور مذاہب کے لوگوں کو بھی کامل آزادی حاصل تھی۔'' (۱۷۵)

خلاصہ کلام

انسانی فطرت ہے کہ وہ تنہا زندگی نہیں گزار سکتا، اس کو زندگی کے کسی نہ کسی پہلو میں دوسرے انسان کی مدد کی ضرورت رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تعلقات ہر دور اور ہر زمانے کی ضرورت رہی ہے اور ممالک واقوام کے تناظر میں تعلقات کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مدینہ کے ارد گرد آباد قبائل سے تعلقات قائم کیے۔ اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ بحیثیت سربراہِ مملکت ریاست مدینہ کے روح رواں بن گئے تو آپ ﷺ نے بھی مختلف ممالک واقوام کے ساتھ خارجہ تعلقات کے قیام پر زور دیا اور تعلقات قائم کیے، کیونکہ آپ کی ذات مبارکہ سیاسی و مذہبی طور عالمگیر کی تھی اور آپ ﷺ کا پیغام بھی عالمگیر دنیا کے لیے تھا۔

باب چہارم کے فصل اول میں رسول اللہ ﷺ کے ممالک واقوام کے ساتھ خارجہ تعلقات زیر بحث لائی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اقوام وممالک کے ساتھ صلح حدیبیہ کے بعد خارجہ تعلقات قائم کیے، جن میں مشہور اقوام وممالک یہودی، عیسائی، رومی، فارسی، مصری، چینی، عمانی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان ممالک کے ساتھ تعلقات کے قیام میں سیاسی فوائد کے ساتھ ساتھ مذہبی فوائد بھی حاصل کیے، جس کے نتیجہ میں دین اسلام ایک عالمگیر مذہب کی شکل اختیار کر گیا۔

فصل دوم میں رسول اللہ ﷺ کے ممالک واقوام کے ساتھ بین الاقوامی معاہدات پر بحث کی گئی ہے، کیونکہ تعلقات کے قیام کا اہم پہلو معاہدات بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ تعلقات کے قیام میں حائل رکاوٹیں معاہدات کے ذریعہ سے ہی دور ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے معاہدات سے متعلق اقوام وممالک کو اسلام کے زریں اصولوں اور معاہدات کی سیاسی و مذہبی اہمیت سے روشناس کیا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کے بین الاقوامی معاہدات کا تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے معاہدات کہیں تو معاہدۂ صلح ہیں تو کہیں معاہدۂ امن، کہیں سیاسی معاہدہ ہیں تو کہیں تجارتی معاہدہ۔ رسول اللہ ﷺ کے ان ہی سیاسی وخارجہ معاہدات کے ذریعے سے ممالک واقوام ایک دوسرے کے قریب آئیں اور ہر ایک نے دوسرے کے موقف پر ٹھنڈے دل سے غور کیا اور آپس کی عداوتیں اور نفرتیں ختم ہوئیں اور دنیا کو بے نظیر امن ملا۔

حوالہ جات...... باب چہارم

(۱) سیرۃ ابن ہشام، "السیرۃ النبویہ" ج۱، ص ۳۳۹، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۵۵ھ

(۲) نعمانی وندوی، مولانا، علامہ شبلی وسید سلیمان، سیرت النبی، ص ۹۷، ج ۶، مکتبہ مدنیہ، لاہور، ۱۴۰۸ھ

(۳) سیرۃ ابن ہشام، "السیرۃ النبویہ" ج۱، ص ۳۴۴، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۵۵ھ

(۴) ابن کثیر، عماد الدین، الھدایہ والنھایہ فی التاریخ، ج ۳، ص ۶۹، مطبعہ السعادہ، مصر، ۱۹۳۲ء

(۵) حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام، ص ۳۰۷، Le prophete de l islam، ترجمہ، پروفیسر خالد پرویز، بیکن بکس، لاہور ۲۰۱۳ء

(۶) ابن کثیر، عماد الدین، البدایہ والنہایہ فی التاریخ، ج ۳، ص ۳۰۷، ۳۰۸، مطبعہ السعادہ، مصر، ۱۳۵۱ھ

(۷) ابن سعد، طبقات ابن سعد، ج۱، ج۲، ص ۳۸۱، لیدن بریل ۱۳۳۰ھ

(۸) حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام، ص ۲۸۴، بحولہ بالا

(۹) ایضاً، ص ۲۸۵

(۱۰) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج۱، ج۲، ص ۷۰، بحولہ بالا

(۱۱) ہیکل، محمد حسین، حیاۃ محمد، ص ۳۵۹، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۹۵۳ء

(۱۲) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۳، ص ۸۳، بحولہ بالا

(۱۳) حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام، ص ۲۸۹، بحولہ بالا

(۱۴) القرآن: ۱۵:۳۴

(۱۵) ندوی، سید سلیمان، تاریخ ارض القرآن ج۱، ص ۲۵۶، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س، ن

(۱۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۳، ص ۳۵۹، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۶۸ء

(۱۷) حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام، ص ۵۶۷، بحولہ بالا

(۱۸) القرآن: ۲۱۴:۲۶

(۱۹) القرآن: ۹۲:۶

(۲۰) ڈاکٹر، حمید اللہ، پیغمبر اسلام، ص ۵۸۷، بحولہ بالا

(۲۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۱۶۴، بحولہ بالا

(۲۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۳، ص ۳۶۰، بحولہ بالا

(۲۳) حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام، ص ۳۲۰، بحولہ بالا

(۲۴) لوئیس معلوف، المنجد، ص ۱۰۵۵، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۶۰ء

(۲۵) ڈاکٹر حمید اللہ، پیغمبر اسلام، ص ۳۲۰، بحولہ بالا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۲۶) ایضاً، ص ۳۳۷۔
(۲۷) ایضاً، ص ۳۳۳
(۲۸) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج۲، ج۱، ص ۳۶۳، مترجم علامہ عبداللہ العمادی، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۳ء
(۲۹) ندوی، سید سلیمان، ارض القرآن، ص ۳۸۷، بحولہ بالا
(۳۰) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (غزوہ موتہ) ج ۳، ص ۱۶، ۱۷، بحولہ بالا
(۳۱) القرآن: ۳۰:۲۰۳
(۳۲) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی قبول ھدایا المشرکین، ج۱، ص ۷۰۵، اسلامی کتب خانہ، لاہور، س، ن
(۳۳) القرآن: ۳۳:۳۴، ۳۵
(۳۴) اردو دائرہ المعارف اسلامیہ، ج ۱۲، ص ۳۹۵، بحولہ بالا
(۳۵) صدیقی، محمد نعیم، محسن انسانیت ص ۵۵۶، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۶۰ء
(۳۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۳، ص ۳۶۰، بحولہ بالا
(۳۷) مسعودی، علی بن الحسین، مروج الذہب، ج۱، ص ۱۴۰، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، ۱۹۸۳ء
(۳۸) گروم ہال مارشل، چین میں اسلام، ص ۶۶، بحوالہ ڈاکٹر حمید اللہ، محمد رسول اللہ ﷺ، ص ۲۰۰، بیکن بکس لاہور ۲۰۱۳ء
(۳۹) مسلم بن الحجاج، امام، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، ج ۲، ص ۲۴۸، مطبع جامعہ صدیقیہ، گوجرانوالہ، س، ن
(۴۰) النویری، شہاب الدین احمد بن عبدالوہاب، نہایۃ الارب فی فنون الادب، ج ۲، ص ۳۵۲، وزارت الثقافہ والارشاد قومی، مصر، س، ن
(۴۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۱۴۴، بحولہ بالا
(۴۲) ایضاً، ج ۲، ص ۲۴۵،
(۴۳) ایضاً، ج ۲، ۲۵۲، ۲۵۴،
(۴۴) مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۴۱، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۱ء
(۴۵) لوئیس المعلوف، المنجد، لفظ، العہد، ص ۸۵۰، بحولہ بالا
(۴۶) افریقی، ابن منظور، لسان العرب، لفظ، عہد، ج ۴، ص ۳۱۴۸، دارالمعارف، مصر، س، ن،
(۴۷) القرآن: ۳۶:۶۰
(۴۸) القرآن: ۲۰:۱۱۵
(۴۹) القرآن: ۳:۱۸۳
(۵۰) القرآن: ۷:۱۳۴
(۵۱) اصفہانی، راغب، حسین بن علی، مفردات القرآن، ص ۳۵۶، نور محمد اصح المطابع، کراچی، س، ن
(۵۲) القرآن: ۱۷:۳۴
(۵۳) حافظ، محمد غانم، دکتور، مبادی القانون الدولی، ص ۵۱۶، طبعۃ النھضۃ الحدیثۃ، مصر، ۱۹۶۱ء
(۵۴) الکاسانی، علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود، بدایۃ الصنائع، ج ۷، ص ۱۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۶ء
(۵۵) وھبۃ الزحیلی، دکتور، العلاقات الدولیۃ فی الاسلام، ص ۱۳۶، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۱ء
(۵۶) علامہ، مجید خدوری، الحرب والسلام فی شرعۃ الاسلام ترجمہ اسلام و قانون جنگ وصلح، غلام رسول مہر، ص، ۲۸۳، مکتبہ معین الادب، لاہور، ۱۹۵۹ء
(۵۷) سر عبدالرحیم، اسلامی فقہ کے اصول، مترجم، مولوی مسعود علی، ص ۲۹۵، کریم سنز، کراچی، ۱۹۷۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۵۸) القرآن: ۵:۱
(۵۹) القرآن: ۲:۱۷۷
(۶۰) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ج ۱ ص ۳۸۵، دارالاشاعت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۶۷ء
(۶۱) القرآن: ۹:۴
(۶۲) القرآن: ۴۸:۱۰
(۶۳) القرآن: ۱۷:۳۴
(۶۴) عثمانی، علامہ شبیر احمد تفسیر عثمانی ص ۳۷۹، الطاف اینڈ سنز، کراچی
(۶۵) القرآن: ۴:۹۰
(۶۶) خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ، ولی اللہ مشکوۃ المصابیح، ابواب الایمان، الفصل الثانی ص ۱۵، اصح المطابع، کراچی، ۱۳۶۸ھ
(۶۷) محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، باب ۲۷۹، ج ۲ ص ۲۲۴، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۵ء
(۶۸) امام مسلم بن حجاج صحیح مسلم، باب تحریم الغدر، ج ۵ ص ۲۸۶ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۹۹۴ء
(۶۹) ابی داود، سلیمان بن اشعث، بجستانی سنن ابی داود، کتاب الخراج والفی والامارۃ، ج ۲، ص ۲۳۰، دار النشر العربیہ، مصر، س، ن
(۷۰) ترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، جامع الترمذی، باب ماجاء فی الحلف، ج ۱ ص ۵۷۳، اسلامی کتب خانہ، لاہور، س، ن
(۷۱) ابی داؤد، سنن ابی داؤد، باب فی الامام یستجن بہ فی العھود، ج ۲ ص ۳۹۰، اسلامیہ اکیڈمی، لاہور، س، ن
(۷۲) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۱ ص ۳۱۳ محولہ بالا
(۷۳) نووی، امام حاشیہ صحیح مسلم، ج ۱۲ ص ۴۵، المطبعہ المصری، ازہر، ۱۹۳۰ء
(۷۴) ایضاً، ج ۱۲، ص ۴۵،
(۷۵) مودودی، ابوالاعلی، تفہیم القرآن، (حواشی ۲، القرآن ۹:۱) ج ۲ ص ۱۷۴، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی، یوپی، ۱۹۵۸ء
(۷۶) مجید خدوری، الحرب والسلام فی شرعۃ الاسلام، ترجمہ اسلام اور قانون جنگ وصلح، غلام رسول مہر، ص ۲۸۱، محولہ بالا
(۷۷) الشوکانی محمد بن علی، نیل الاوطار، ج ۸، ص ۳۱، مطبعہ مصطفیٰ الحلبی، مصر، ۱۳۴۷ھ
(۷۸) الروض النضیر، بحوالہ، ڈاکٹر، وھبہ الزحیلی ص ۱۸۰، شریعۃ اکیڈمی، اسلام آباد
(۷۹) جو مختلف سوانح نگاروں نے خلفائے راشدین کے سوانح حیات میں جا بجا ذکر کی ہے۔
(۸۰) القرآن: ۹:۶
(۸۱) الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار، ج ۸، ص ۲۴ محولہ بالا
(۸۲) ایضاً،
(۸۳) ایضاً، ج ۸، ص ۱۵
(۸۴) وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۸ ص ۴۱۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ۲۰۰۰ء
(۸۵) الموسوی، محمد، نہج البلاغہ، ج ۳ ص ۱۱۸، مطبع الاستقامہ، مصر، س ن
(۸۶) طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۴۵، ایضاً
(۸۷) معاہدہ حلف الفضول، ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، مشمولہ، عالمی السیرۃ ششماہی، ص ۲۴۷، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۲۰۰۳ء، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی
(۸۸) شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، ج ۲ ص ۸، لاہور، مکتبہ مدنیہ، لاہور، ۱۴۰۸ھ
(۸۹) القرآن: ۶:۱۰۶
(۹۰) ابن ہشام نے حرب فجار سے متعلق بہت کم لکھا ہے جس سے قاری کی تشفی نہیں ہوتی ہے۔ البتہ مترجم نے اس واقعہ کو دیگر کتب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے جمع کر کے لکھا ہے۔

(۹۱) عبدالملک بن محمد، ابن ہشام، سیرۃ النبویہ، مترجم محمد اسماعیل پانی پتی ص ۹۶، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۱ء
(۹۲) ایضا، ص ۹۷۔
(۹۳) السہیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، کتاب روض الانف، ج ۱، ص ۱۴۰، مطبعہ جمالیہ، مصر، ۱۳۳۲ھ
(۹۴) شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، ج ۱، ص ۱۱۵، محولہ بالا
(۹۵) حمیداللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۳۶، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۶۱ء
(۹۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۸، ص ۵۱۲، محولہ بالا
(۹۷) ابن حبیب بغدادی، کتاب المنمق، ص ۲۴۱، دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۶۴ء
(۹۸) افریقی، ابن منظور، لسان العرب، ج ۱۱، ص ۵۲۷، محولہ بالا
(۹۹) ابوالکلام آزاد، رسول رحمتؐ، ص ۷، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س، ن
(۱۰۰) ابن ہشام، عبدالملک بن محمد، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۱۴۱، محولہ بالا
(۱۰۱) ایضا، ج ۱، ص ۱۴۱، ۱۴۲،
(۱۰۲) ڈاکٹر حمیداللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۴۷، محولہ بالا
(۱۰۳) ابن اثیر، علی بن الکرم، الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ص ۳۶، ۲۷، دارالفکر، بیروت، ۱۹۷۸ء
(۱۰۴) الخطیب، ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، ص ۴۲۵، محولہ بالا
(۱۰۵) بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری، باب بدا الوحی، ج ۱، ص ۳، ادارہ الطباعہ المنیریہ، مصر، س، ن
(۱۰۶) ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، پیغمبر اعظم و آخرؐ، ص ص ۱۹۵، ۱۹۶، فیروز سنز، کراچی
(۱۰۷) ہیکل، حسین، حیات محمد، ص ۱۹۸، محولہ بالا
(۱۰۸) ابن ہشام، عبدالملک بن محمد، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۶۰، ۷، محولہ بالا
(۱۰۹) ایضا، ج ۲، ص ۶۸
(۱۱۰) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۱، جزا، ص ۱۴۹، مطبعہ لیدن، بریل، ۱۳۲۲ھ
(۱۱۱) منصور پوری، سلمان، رحمۃ اللعالمین ج ۱، ص ۱۰۶، دارالاشاعت، کراچی، ۱۴۱۱ھ
(۱۱۲) القرآن ۲:۱۴۶
(۱۱۳) ڈاکٹر حمیداللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص ص ۹۹، ۱۰۰، مکتبہ ابراہیمیہ، حیدر آباد، دکن ۱۹۴۹ء
(۱۱۴) ابن ھشام، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۱۴۷، ۱۵۰، محولہ بالا
(۱۱۵) ہیکل، حسین، حیات محمد، ص ۲۲۳، محولہ بالا
(۱۱۶) ڈاکٹر حمیداللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص ۹۵، محولہ بالا
(۱۱۷) سید امیر علی THE SPIRIT OF ISLAM ص ۱۳۶، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۳ء،
(۱۱۸) السہیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، کتاب روض الانف، (غزوۃ العشیر)، ج ۲، ص ۵۸، محولہ بالا
(۱۱۹) البلاذری، ابوالحسن، احمد بن یحییٰ جابر، فتوح البلدان، ص ۴۳، مکتبہ التجاریہ، مصر، ۱۹۵۹ء
(۱۲۰) محمد ثانی، ڈاکٹر، حافظ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور رواداری، ص ۱۹۲، ۱۹۳، فضلی سنز لمیٹڈ کراچی، اشاعت مارچ ۱۹۹۸ء
(۱۲۱) حمیداللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۴۴، محولہ بالا
(۱۲۲) ایضا، ص ۸۵
(۱۲۳) ایضا، ص ۸۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۲۴)علی بن برہان الدین الحلبی ،سیرتِ الحلبیہ ،ج ۲،ص ۱۳۲، مصطفی البابی الحلبی ،مصر،۱۳۴۹ھ
(۱۲۵)ایضاً ،ص ۲۳۴
(۱۲۶)ابن ہشام ،السیرۃ النبویۃ ،ج ۳،ص ۲۵ بحوالہ بالا
(۱۲۷)ایضاً ،ج ۳،ص ۳۲۴ بحوالہ بالا
(۱۲۸)ایضاً ،ج ۳،ص ۳۲۵ بحوالہ بالا
(۱۲۹)ایضاً ،ج ۳،ص ۳۲۶
(۱۳۰)باشمیل ،محمد احمد ،صلح الحدیبیہ ،ص ۱۹۰ تا ۱۹۳،دار الفکر ،بیروت ،۱۹۷۱ء
(۱۳۱)شبلی نعمانی ،علامہ ،سیرۃ النبی ،ج ۱،ص ۲۵۷ بحوالہ بالہ
(۱۳۲)ابن سعد ،طبقات الکبری ،ج ۱،جز ۲،ص ۷۰ ،بحوالہ بالا
(۱۳۳)ہیکل ،محمد حسین ،حیات محمد ،ص ۳۶۰ بحوالہ بالا
(۱۳۴)ابن کثیر ،اسماعیل ابن عمر ،البدایہ والنہایہ ،ج ۴،ص ۱۶۷، المطبعہ السلفیہ ،مصر ،۱۳۵۱ھ
(۱۳۵)انصاری ،مولانا حامد ،اسلام کا نظام حکومت ،ص ،۳۶۳ ،ندوۃ المصنفین ،دہلی ،۱۹۵۶ء
(۱۳۶)القرآن :۴۸:۱۸
(۱۳۷)ابن قیم ،محمد بن ابی بکر ،زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ،ج ۲،ص ۱۲۹،موسسہ الرسالہ ،بیروت ،۱۹۸۹ء
(۱۳۸)ابن ہشام ،السیرۃ النبویۃ ،ج :۳،ص ص ۳۳۱-۳۳۲ بحوالہ بالا
(۱۳۹)ایضاً ،ج ۳،ص ۳۳۵ بحوالہ بالا
(۱۴۰)مسلم بن الحجاج ،امام ،صحیح مسلم ،باب صلح الحدیبیہ ،ج ۵،ص ۵۳۰ فرید بک اسٹال ،لاہور ،۱۹۹۴ء
(۱۴۱)ابن ہشام ،السیرۃ النبویۃ ،ج ۳،ص ۳۳۳ بحوالہ بالا
(۱۴۲)القرآن :۴۸:۱
(۱۴۳)مسلم بن الحجاج ،امام ،صحیح مسلم ،باب صلح الحدیبیہ ،ج ۵،ص ۵۳۰ بحوالہ بالا
(۱۴۴)دہلوی ،شیخ عبدالحق ،مدارج النبوت ،ج ۲،ص ۲۷۲ مطبع نول کشور ،کان پور ،س ،ن
(۱۴۵)حمیداللہ ،ڈاکٹر ،عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار ،مشمولہ نقوش رسول نمبر ،ج ۳،ص ص ۵۵۷،۵۵۶ ،ادارہ فروغ اردو ،لاہور ۱۹۸۳ء
(۱۴۶)سہیلی ،السہیلی ،عبدالرحمن بن عبداللہ ،کتاب الروضۃ الانف ،ج ۶،ص ۴۶۸ بحوالہ بالا
(۱۴۷)باشمیل ،محمد احمد ،صلح الحدیبیہ ،ص ۱۹ بحوالہ بالا
(۱۴۸)محمد علیم ،صلح حدیبیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امن و استحکام پر مبنی سیاسی بصیرت کا اعجاز ،دوسرا حصہ ،مشمولہ ،ماہنامہ منہاج القرآن ،ستمبر ۲۰۰۹ء
(۱۴۹)مودودی ،سید ابوالاعلی ،تفہیم القرآن ،ج ۵،ص ۴۱ بحوالہ بالا
(۱۵۰)حمیداللہ ،ڈاکٹر ،صلح حدیبیہ کی فتح یا عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار ،ص ،۸۹،۹۰ دار الاشاعت ،کراچی ،۱۹۶۱ء
(۱۵۱)Edition 2,illustrated rePrintP- 266 ,Publisher,victor Gollanez 1991,
(۱۵۲)میاں محمد نواز مرحوم ، صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان ،مشمولہ عالمی السیرۃ (۱۳)،ص ۲۳۱ ،ربیع الاول ۱۴۲۶ھ ،بحوالہ بالا
(۱۵۳)ابن ہشام ،ج ۴،ص ،۴۶
(۱۵۴)حافظ محمد ثانی ،ڈاکٹر ،رسول اکرم اور رواداری ،ص ،۳۱۳ بحوالہ بالا
(۱۵۵)ابن ہشام ،السیرۃ النبویۃ ،ج ،۳،ص ۳۵۱،۳۵۲ بحوالہ بالا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۵۶) ایضاً، ج ۳، ص ۳۷۱

(۱۵۷) البلاذری، ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، ص ۴۳، محولہ بالا

(۱۵۸) طبقات سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، جز ۲، ص ۲۳، محولہ بالا

(۱۵۹) مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا، الرحیق المختوم، ص ۶۸۸، مکتبہ سلفیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء

(۱۶۰) رضوی، سید محبوب، مکتوبات و معاہدات، ص ۱۳۲، کوہ نور پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۳۷۵ھ

(۱۶۱) البلاذری، ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، ص ۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۰ء

(۱۶۲) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۴، ص ۱۶۹، محولہ بالا

(۱۶۳) رضوی، سید محبوب، مکتوبات و معاہدات، ص ۱۳۶، محولہ بالا

(۱۶۴) البلاذری، ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، ص ۴۷، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، مصر، ۱۹۵۹ء

(۱۶۵) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۴، ص ۱۸۷، محولہ بالا

(۱۶۶) رضوی، سید محبوب، مکتوبات و معاہدات، ص ۱۴۲، محولہ بالا

(۱۶۷) الحموی، یاقوت بن عبداللہ، معجم البلدان، مترجم، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، مادہ نجران، ص ۳۳۹، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س، ن

(۱۶۸) القرآن: ۸۵:۳، ۶۴

(۱۶۹) رضوی، سید محبوب، مکتوبات و معاہدات، ص ۱۴۲، محولہ بالا

(۱۷۰) نعمانی، شبلی، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۲، ص ۳۴، محولہ بالا

(۱۷۱) القرآن: ۳:۶۱

(۱۷۲) بلاذری، ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، ص ۷۶، محولہ بالا

(۱۷۳) ڈاکٹر حمید اللہ، مجموعہ الوثائق السیاسیہ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدہ، ص ۸۲، مطبعہ لجنۃ التالیف، قاہرہ، ۱۹۴۱ء

(۱۷۴) ایضاً، ۹۹

(۱۷۵) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۱۶۲، دارالاشاعت، کراچی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

عہد نبوی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کی خارجہ پالیسی، سفارت کاری اور عصر حاضر

یہ باب دو فصول پر مشتمل ہے

فصل اول:

عصر حاضر میں خارجہ پالیسی اور نبوی اقدامات سے رہنمائی

فصل دوم:

رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی اور سفارت کاری پر چند معروف سیرت نگاروں کا تجزیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

عہد نبوی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کی خارجہ پالیسی، سفارت کاری اور عصر حاضر

دین اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے۔ دین اسلام نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے ہدایات جاری فرمائیں ہیں۔ دین اسلام میں نظام سیاست کا ادارہ چاہے اس کا تعلق داخلی امور سے ہو یا خارجی امور سے، دفاع سے ہو یا معاشرت و معاشیات سے، ہر پہلو سے بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب ریاست مدینہ کے سربراہ بنے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مملکت کے افراد کے درمیان بھائی چارہ قائم کر کے ان کو ایک لڑی میں پرو دیا،، تاکہ مملکت اندرونی طور پر مستحکم ہو سکے۔

اندرونی استحکام حاصل کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے دیگر فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ مملکت مدینہ کے خارجہ معاملات کے لیے بھی بھرپور جدوجہد کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تناظر میں سب سے پہلے قریبی اقوام وممالک کے ساتھ خارجہ تعلقات قائم کر کے اپنی خارجہ پالیسی کے لائحہ عمل کا اعلان کیا۔ جب قرب وجوار کے اقوام کے ساتھ آپ ﷺ کے خارجہ تعلقات مستحکم ہوئے تو صلح حدیبیہ کے بعد عرب سے باہر روم، فارس، مصر، عمان وغیرہ کے ساتھ سفارتی روابط و خارجہ تعلقات قائم کیے گئے۔

وزارتِ خارجہ ممالک واقوام کی تاریخ کا ایک غیر معمولی شعبہ ہے۔ چودہ سو سال قبل رسول اللہ ﷺ نے مملکت مدینہ کے خارجہ پالیسی سے متعلق جو اقدامات کیے جس کے نتیجے میں مملکت مدینہ بہت جلد ایک مضبوط، طاقت وقوت سے بھرپور ریاست کی شکل میں نمودار ہوئی، اس کے پیچھے رسول اللہ ﷺ کی غیر معمولی ذہانت اور آپ ﷺ کے نہایت خوبصورت اقدامات تھے جس کی ممالک کے وزارتِ خارجہ کو آج بھی انتہائی اشد ضرورت ہے۔

عصر حاضر میں اگر ممالک عہد نبوی کے اقدامات کو اپنی خارجہ اور سفارتی پالیسی کا محور بنا دیں تو بین الاقوامی دنیا میں بہترین تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلم و غیر مسلم مفکرین نے بھی رسول اللہ ﷺ کے خارجہ و سفارتی اقدامات پر بڑی بہترین روشنی ڈالی ہے۔ مفکرین کی وہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آراء اس تناظر میں بہترین راہ عمل بھی ہیں۔

الغرض باب پنجم کو دو فصول میں تقسیم کیا گیا:

فصل اول: عصر حاضر میں خارجہ پالیسی اور نبوی اقدامات سے رہنمائی۔

فصل دوم: رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی اور سفارت کاری پر چند معروف سیرت نگاروں کا تجزیہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

عصر حاضر میں خارجہ پالیسی اور نبوی اقدامات سے رہنمائی

رسول اللہ ﷺ جب اس جہان فانی میں تشریف لائے تو ظلمتوں کا اندھیرا تھا، غار حرا سے وہ روشن تعلیمات لے کر آپ ﷺ داعی اعظم و مبلغ بن کر تیرہ سال دعوت حق پہنچاتے رہے، دعوت حق کی راہ میں ہر طرح کے ظلم وستم کا سامنا کیا، صدیق وامین کے لقب سے پکارنے والے معاشرے نے قرآن کی آواز سن کر جادوگر، شاعر، کاہن کہا، ہر حربہ استعمال کیا، مگر حق کے نور کی چمک نے بہت سے قلوب کو منور کیا، کیونکہ حق جب ہی اُبھرتا ہے جب اسے دبایا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کل انسانیت کے لیے تھی۔ جب عرب سرزمین میں دعوت کے اثرات معاشرہ پر پڑنے شروع ہوئے تو اوس وخزرج کے قافلے کے چند لوگ آئے، نورِ ایمانی سے سرفراز ہوئے اور اپنے قبیلے میں دعوتِ دین کے علمبردار بن گئے۔ اس دوران مدینہ میں آباد مختلف مذاہب کے ماننے والے یہودی، عیسائیوں اور مشرک جو کسی بھی دوسرے مذہب کی برتری سے ہمہ وقت خائف رہتے تھے، اب ان کو اپنے باطل نظریات کو برقرار رکھنے اور چھپانے میں مشکلات پیش آنے لگیں۔ اس دوران نئے دین سے سیراب ہونے کے لیے لوگوں کی آمد ورفت جاری تھی، اگلے سال کچھ اور آئے پھر کچھ اور............ میں چلتا گیا اور قافلہ بنتا گیا۔

مدینہ سے آنے والے وفد نے بیعت جاںنثاری کی کہ ہم آپ ﷺ کے جان و مال کی حفاظت ویسے ہی کریں گے جیسے اپنی جان کی کرتے ہیں۔ ایک طرف خون خوار دشمن جو جان لینے کے درپے ہے، دوسری طرف مٹھی بھر جاں نثار۔ مدینے کی قسمت جاگی اور رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو مدینہ والوں کی قسمت بدل گئی۔ کئی چھوٹے چھوٹے قبائل میں تقسیم سرزمین مدینہ کو پہلی اسلامی ریاست کا درجہ ملا۔ آپ ﷺ نے جاں نثار صحابہؓ کے ساتھ وہ انقلاب برپا فرمایا جس کے نتیجے میں ایک صالح معاشرے کا آغاز ہوا جو سلطنت اور حکومت کی بنیاد ٹھہری۔

رسول اللہ ﷺ نئی اسلامی ریاست کے قیام کے بعد اس کے داخلی و خارجی استحکام کی جانب متوجہ ہوئے اور یہ کام آپ ﷺ نے قبل از ہجرت ہی بیعت عقبہ کے موقع پہ کیا اور مدینہ کے ''نقیب النقبا'' مقرر فرمائے، مگر یہ شعبہ اتنا مستحکم نہیں ہوا تھا کہ ہجرت کا مرحلہ پیش آیا۔ آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے مہاجرین وانصار کے مابین مواخات کروائی، جس سے ان کے دل آپس میں جوڑ دیئے، مگر اس نومولود ریاست کو اندرونی سازشوں اور بیرونی دشمنوں سے بھی خطرات لاحق تھے۔ دوسری طرف قریش مکہ جوان نومسلموں کو ختم کرنے کے درپے تھا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ ان دو دشمنوں میں سے کسی ایک کے ساتھ وہ تعلقات استوار کر لیے جائیں،، تا کہ ان کی جانب نشر واشاعت کا سلسلہ جاری رہے اور دوسری طرف دفاع بھی ہوتا رہے۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیش قیمت حکمت سے دشمن قریش کو میثاقِ مدینہ کے ذریعے اپنا ہمنوا بنالیا، یعنی دشمن کے دشمن کو دوست بنایا جس سے قریش انگشت بدنداں رہ گئے۔ اب ان کے پاس کوئی چارہ نہیں کہ اپنے ساتھ اپنے دشمن کو ملا کر دین اسلام کا قلع قمع کیا جائے، لیکن یہ کوشش بھی ناکام رہی۔

رسول اللہ ﷺ چونکہ عرب مزاج اور بین الاقوامی قوانین سے واقف تھے، اس لیے آپ ﷺ نے کامیاب خارجہ پالیسی کے لیے ہر اس طریقے کو اختیار کیا جو بین الاقوامی قانون کا حصہ تھی، آپ ﷺ نے دشمنوں سے معاہدے کیے، ان کی تالیف قلب کے لیے ان کی مالی ودفاعی وتنظیمی مدد بھی کی، قرآن کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے معلم بھیجے، وفود کو بھیج کر تبلیغی خدمات انجام دیں، یہاں تک ۹ ہجری کو سفارتوں کا سال کہا گیا، یہ سفارتیں پورے عرب سے آئیں، ان کا اکرام کیا، ان کو تحائف سے نوازا، ان کے اسلام لانے پہ خوش ہوئے اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا، انہوں نے سیاسی اطاعت قبول کی اور ٹیکس دینے پر آمادہ ہوئے۔ شاہانِ مملکت کو مکتوب ارسال کیے جس سے تبلیغ کا دائرہ عرب سے نکل کر عجم تک پھیلا۔ غرض کہ آپ ﷺ نے خارجہ پالیسی وسفارت کاری کے وہ اقدامات کیے جو اس زمانے سے لے کر موجودہ دور میں بھی قابل عمل ہیں، بلکہ اس میں وہ سنہری اصول ملتے ہیں جو اس دور میں بین الممالک واقوام تعلقات کے قیام میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں اور جس کی عصر حاضر میں پوری دنیا کو ضرورت ہے۔

عصر حاضر میں بین الممالک تعلقات کے قیام کے زبوں حالی سے سب واقف ہیں، اخلاقی قدروں سے لے کر مذہبی اور اب خاندانی قدریں بربادی کی آخری حدوں کو چھو رہی ہیں تو ضرورت اس امر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی تعلیمات سے ہدایت کے وہ موتی اپنے دامن میں سمیٹ لیں جس کی عصر حاضر میں مجھے، آپ اور معاشرے کو ضرورت ہے۔ اور ضرورت تو ان کو بھی ہے جو امن کے ٹھیکیدار ہیں، مگر وہ جان لیں کہ امن نہ ان کہ گھروں میں ہے، نہ ان کے معاشرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں، نہ دنیا میں، لہٰذا امن کے پیامبر نبی آخر زماں ﷺ کی تعلیمات کو حرزِ جان بنالیں، ورنہ ایسا نہ ہو کہ دنیا نفرتوں، تعصبات اور ایک دوسرے پر برتری کی جنگوں میں الجھ کر فنا کی خاموش وادی میں دفن ہو جائے۔ ملکوں واقوام کے تعلقات کے قیام میں رسول اللہ ﷺ کے خارجہ اقدامات درج ذیل ہیں۔

مشترکہ تعلیمات اور یکجہتی کا فروغ

تاریخ میں مسلمانوں کی پہلی اسلامی سلطنت مدینہ میں قائم ہوئی، اس ریاست کے پہلے فرماں روا خود رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ ریاست مدینہ کے بین الممالک وبین الاقوام استحکام کے کئی پیہم اقدامات قابل غور لائے اور ان کی معاشرتی، سیاسی، مذہبی، معاشی، اور خارجی غرض کہ ہر شعبہ زندگی میں ایک انقلاب برپا کیا۔ رسول اللہ ﷺ جس طرح آفاقی دین کا پیغام لے کر آئے، اس میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہود ونصاریٰ، بلکہ دیگر تمام مذاہب کے لیے بھی ہر طرح رحمت بن کر آئے ہیں۔ ابتدا میں آپ ﷺ کی ذمہ داری یہ تھی کہ قریبی عزیز واقارب کو ڈرائیں اور ان کو دین حق کی تعلیمات دیں،، کیونکہ یہ ابتدائی احکام تھے، بعدازاں آپ کو کہا گیا کہ آپ ﷺ بستیوں کی ماں یعنی مکہ میں رہنے والوں اور آس پاس والوں کو ڈرائیں۔ مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کی دس بستیاں تھیں، آپ ﷺ نے ان کو بھی اسلام کی دعوت دی، اس سے آپ کی دوستی میں تو نہیں، مگر بہرحال آپ کے حلیفوں میں اضافہ ہوا، جس کے نتیجے میں مخالفتوں میں مسلسل کمی واقع ہوئی اور سماجی روابط میں استحکام آیا۔ آپ ﷺ نے یہود ونصاریٰ کو اسلام کی مشترکہ تعلیمات سے جوڑنے کے لیے کوششیں شروع کیں، کیوں کہ بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ کی طبیعت صلح جو تھی۔ اس لیے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی باری تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے قریب لے کر آئیں اور ان سے کہیے:

"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ." (۱)

"کہہ دو کے اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ، وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی شے کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شریک نہ بنائیں، اور ہم میں کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے، اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرماں بردار ہیں۔"

قرآن کا پیغام بالکل واضح ہے اور یہ کہ اس آیت میں خطاب اگرچہ براہ راست صرف اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو ہے، مگر مفہوم میں دیگر تمام مذاہب شامل ہیں یا جو اس جیسے احکامات کو مانتے اور اس پر یقین رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم کی اس آیت کے مصداق کے متعلق حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"هذا الخطاب يعم أهل الكتاب من اليهود والنصارى ومن جرى مجراهم۔"(۲)

"یہ خطاب براہ راست اگرچہ صرف اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو ہے، مگر وہ تمام مذاہب اس میں داخل ہیں جو ان جیسے احکامات رکھتے ہیں۔"

یہود اور نصاریٰ دونوں کو خصوصیت کے ساتھ اس وجہ سے خطاب فرمایا گیا کہ دونوں ہی توحید کا دعویٰ رکھتے ہیں، سو جب ہم اور تم دونوں ہی اس بنیادی نکتے پر متفق ہیں تو اسی پر قائم رہتے ہوئے آؤ، ہم اپنے تعلقات استوار کرتے ہیں، شرط یہی ہے کہ توحید خالص کو مان لو اور شرک اور اس کی تمام اقسام سے مکمل اجتناب کرلو۔

الہامی مذاہب کے مشترکہ تعلیمات میں سے ایک توحید ہے، جس طرح وہ توحید پرست تھے خود رسول اللہ ﷺ بھی توحید کے پرستار تھے، وہ آخرت، ملائکہ، کتب سماوی، جنت، دوزخ، نماز روزہ، حج، زکوۃ کو مانتے تھے، اسی طرح مسلمان بھی ان ہی تعلیمات پر عمل پیرا تھے۔ یہی نہیں، بلکہ اخلاقی، سماجی قدریں بھی مشترکہ تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خارجہ تعلیمات کا اہم محور یہ تھا کہ ان اہل کتاب کو ان تعلیمات سے جوڑا جائے جو آپس میں مشترکہ ہیں۔

خارجہ پالیسی کے تناظر میں رسول اللہ ﷺ کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ دنیا پر قبضہ کیا جائے یا مدینہ پہ شہنشاہی کی جائے، بلکہ آپ ﷺ کے اعلیٰ مقاصد میں سے اہم ترین مقصد امن تھا۔ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ تمام مذاہب کے لوگ مل کر محبت امن اور سکون سے رہیں، کیونکہ امن ہی وہ واحد ذریعہ ہے جہاں دنیا میں آباد اقوام ایک دوسرے کے موقف کو سن کر اور پڑھ کر آپس میں مل بیٹھ کر ایک جامع حکمت عملی سے دنیا میں آباد انسانوں کی ترقی و استحکام کے لیے کردار ادا کر سکتے ہیں۔

دور حاضر میں بھی انسانیت اتحاد و یگانت اور مفاہمت کی متلاشی ہے، ان اصولوں کو عملاً اختیار کر کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذاہب کے درمیان موجود کئی مسائل سے احسن طریقے سے نمٹا جا سکتا ہے۔

www.kitabosunnat.com

احترام انسانیت

تمام انسان اولادِ آدم ہونے کے ناطے ایک کنبے کی مانند ہیں، پھر انسان انس سے مشتق ہے یعنی مانوسیت اس لیے وہ معاشرتی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں داخلی امن کے قیام کے بعد خارجی امن کے قیام کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے کشت و خون کی پالیسی سے گریز کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اصولی لحاظ سے یہ بات ازبر تھی کہ انسانی خون کا احترام کرنا ہے، مدینہ کے جن یہودیوں اور بعض مفسدین کے قتل کے جو احکام آپ ﷺ نے صادر فرمائے تھے وہ ناگزیر تھے۔ ان کے معاملے میں اقدام کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

دین اسلام جو عین فطری اصولوں کے مطابق ہے وہ کیسے کسی انسانی نفس کے بے جا قتل کا حکم دے سکتا ہے، جس کی اپنی تعلیمات میں ایک قتل انسان کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہو۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً.“ (۳)

”جس نے کسی کو ناحق قتل کیا یا زمین میں فساد کی کوشش کی اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔“

رسول اللہ ﷺ جو سراپا امن اور رحمت اللعالمین تھے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا جب بغور مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب سے آپ ﷺ نے لوگوں کو توحید کی طرف پکارا تو آپ ﷺ پر وہ ظلم و تشدد کیے گئے جس کو پڑھ کر ایک سلیم الطبع انسان بھی حیران ہو جاتا ہے، بالخصوص وادی طائف میں جب اوباشوں نے آپ ﷺ کو لہولہان کیا اور آپ ﷺ پر نازیبا جملے کہے۔ اگرچہ اس وقت خود خلاق عالم کا جوش و جذبہ آخری حدوں کا چھو رہی تھی اور خالق کائنات نے اپنے حبیب کی دستگیری کے لیے فوراً حضرت جبرئیل کو مدد کے لیے بھیجا اور جبرئیل نے آکر عرض کیا: حکم دیں ان دونوں بستیوں کا آپس میں ملا کر ملیا میٹ کر دوں، لیکن اس وقت آپ ﷺ کی جانب سے انسانیت پر شفقت، رحمت اور احترام انسانیت کا عظیم مظاہرہ سامنے آتا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

"بل أرجو أن يخرج الله عزوجل من أصلابهم من يعبدالله عزوجل ولا يشرك۔"(۴)

"مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ کی عبادت کرے اور شرک نہیں کرے گی۔"

اس قدر ظلم وذلت برداشت کرنے کے بعد بھی اگر کوئی ایسا جملہ کہتا ہے تو یقیناً یہ انسانیت کا وہ اعلیٰ مظاہرہ ہے جس کی ایک جھلک کے لیے دنیا ترس رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے خارجہ تعلقات کے قیام کا مقصد ہی یہی تھا کہ عرب جو جنگوں پر فخر کرتے اور اپنے قاتلوں کے انسانی قتل کے قصے سربازار بیان کرتے تھے، جن کے ہاں انسانی خون پانی سے بھی سستا تھا، اس معاشرے کو جنگ وجدال سے نکال کر امن میں لانا آپ کی خارجہ پالیسی کا حسین پہلو ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی تعلیمات میں قتل ناحق کو ایک بہت بڑا گناہ اور ظلم قرار دیا ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے:

"أكبر الكبائر ......قتل النفس۔"(۵)

"کبیرہ گناہ میں سے ایک...... ناحق قتل ہے"

آج ممالک کو اپنی خارجہ پالیسی میں اس عنصر کا لحاظ کرنا بہت اہم ہے، کیونکہ آج دنیا جنگوں سے تنگ آ چکی ہے، انسانیت سسک سسک کر مر رہی ہے، لاشوں کے انبار کھڑے کیے جا رہے ہیں ہر ایک زیادہ قتل کرنے پر اپنے آپ کو ہیرو کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کی احترام انسانیت پر مبنی تعلیمات کو مقدم رکھ کر پالیسیاں تشکیل دی جائیں تو دنیا کو امن کا گہوارہ بننے میں دیر نہیں لگے گی۔

علم کا فروغ

اسلامی ریاست میں نظام تعلیم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر مدینہ بھیج دیا تھا اور ہجرت کے بعد مسجد نبویؐ کو باقاعدہ درس گاہ کا درجہ حاصل تھا۔ غیر مقامی طلبہ کے لیے چبوترہ ڈالا گیا جو صفہ کے نام سے مشہور تھا۔ عرب میں چوں کہ لکھنے کا رواج نہیں تھا، اس لیے مسجد نبوی ہی میں لکھنے لکھانے اور مختلف زبانیں سکھائی گئیں اور فنون جنگ کی تعلیم بھی ضروری قرار دی گئی تھی۔ خواتین گھریلو صنعتوں کے ساتھ علاج معالجے کا انتظام بھی کرتی تھیں، اور مسجد نبوی ہی میں خیمہ لگا دیا تھا، جہاں زخمیوں کی مرہم پٹی کی جاتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے علم اور جہالت کے مقابلے میں علم کو اہمیت دی ہے۔ اسلام ایک شعوری دین ہے جو انسانی زندگی میں ارتقاء کو جاری رکھنا چاہتا ہے، اس لیے انسانی بقاء علم ہی کی بدولت ہے۔ جہل کے مقابلے میں علم والوں کی اہمیت سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

" هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ "(٦)

" کیا علم والے اور جہل والے برابر ہیں"؟۔

، کیونکہ "علم دنیا کے لیے بھی ضروری ہے اور دین کے لیے بھی، علم انفرادی عزت وعظمت کے لیے بھی ضروری ہے اور اجتماعی عزت وعظمت کے لیے بھی، علم سے افراد کی شرافت وتہذیب بھی ہے اور ملی شرافت اور تہذیب بھی، علم صحیح عقائد، عبادات ومعاملات کے لیے بھی ضروری ہے اور حقوق وفرائض واخلاق کے لیے بھی، علم دنیاوی ترقی کا زینہ بھی ہے اور حکمت وعرفان کا قرینہ بھی، علم خدا پرستی اور اطاعت شعاری بھی سکھاتا ہے اور مختلف انسانی صلاحیتوں کو جلا بھی بخشتا ہے۔"(۷)

اسلام علم کو مقصود حیات قرار دیتا ہے۔ علم کی اہمیت اور معاشرے میں اشاعت علم کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے یہ تلقین فرمائی کہ:

" تعلموا العلم وعلموه الناس. "(۸)

" خود علم سیکھو اور دوسرے لوگوں کو بھی سکھاؤ۔"

جب خارجہ تعلقات کے قیام میں وہ مرحلہ درپیش آیا جب ممالک کے ساتھ تعلقات کے قیام ضروری ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے انتہائی فراست اور دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ حکمت عملی اپنائی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا:

"قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم إنه یاتینی کتب من اناس لا احب ان یقرأ احد منه هل تستطیع ان تعلم العبرانیة، او قال السریانیة، فقلت نعم، قال فعلمتها فی سبع عشر لیلة. "(۹)

" آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس لوگوں کے خطوط آتے ہیں، لیکن میں پسند نہیں کرتا ان خطوط کو کوئی دوسرا شخص پڑھے، کیا تم عبرانی یا سریانی زبان سیکھ سکتے ہو؟ تو میں نے جواب دیا: ہاں! پس میں نے عبرانی زبان سترہ دنوں میں سیکھ لی۔"

رسول اللہ ﷺ کے اس حکم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصول علم میں کسی زبان کی کوئی قید نہیں، ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ علم کو فروغ دے، چاہے وہ جس بھی زبان میں ہو، افراد ریاست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لیے اس کے حصول میں اپنا کردار ادا کریں،، تاکہ دنیا کے ساتھ تعلقات، معاشرت میں کوئی رکاوٹ درپیش نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت زیدؓ نے اس کے علاوہ فارسی زبان بھی سیکھ لی تھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فارسی بھی سیکھ لی تھی،، تاکہ وہ اس زبان میں روزمرہ کی گفتگو کر سکیں اور لوگوں کی ضرورتیں معلوم کر سکیں اور ان کے مختلف سوالات کے جوابات دے سکیں۔''(۱۰)

خارجہ تعلقات میں تعلیم کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ دین اسلام وہ پہلا مذہب اور تمدن ہے جس نے تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا ہے، جبکہ اس سے قبل یہ تصور موجود نہ تھا۔ عصر حاضر میں تعلقات کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ ممالک اپنے تعلیمی نظاموں کو جدید خطوط پر استوار کریں اور علوم کا دائرہ بڑھا کر اپنے آپ کو ان کے فکری اور تہذیبی تسلط سے نکالیں۔ دین اسلام میں حصول علم کے لیے مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں، بلکہ ہر وہ علم جس سے مخلوق کے لیے فلاح کی راہ نکلتی ہے، اسلام میں اس کا حصول باعث شرف و منزلت ہے۔

امن عالم

امن انسانی معاشرے کی اہم ضرورت ہے۔ کوئی بھی مذہب انسان کو بے امنی یا فساد کی تعلیم نہیں دیتا۔ دین اسلام کے تو لفظ ہی سے سلامتی ٹپکتی ہے اور ایمان کے مادہ ہی سے امن و امان رستا ہے۔ اسلام کی ہر تعلیم امن و سلامتی کی مظہر ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ کی طرف سے منتخب کیے گئے۔ حضرت محمد ﷺ پر دین کا اتمام کر دیا گیا اور آپ ﷺ کو خاتم النبیین بنایا گیا۔ اس سے پہلے جو انبیاء آئے وہ کسی خاص قوم یا علاقے کے لیے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی بعثت تمام انسانوں کے لیے اور قیامت تک آنے والے تمام زمانوں کے لیے ہوئی۔ قرآن اللہ کے رسول ﷺ کو بنی نوع انسانیت کے لیے رحمۃ للعالمین قرار دیتا ہے:

''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ.''(۱۱)

''اور ہم نے آپ کو دونوں جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

خالق کائنات نے پوری انسانیت کے لیے آپ ﷺ کو قابل تقلید نمونہ بنا کر پیش کیا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بقائے باہمی کے تحت معاشرے کو پر امن بنایا تھا۔ پر امن بقائے باہمی کے سلسلے میں قرآن حکیم کی ہدایات صاف اور واضح ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" (۱۲)

"دین میں کسی طرح کی کوئی زبردستی نہیں۔ اب ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔"

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ." (۱۳)

"جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ان کے خداؤں کو برا مت کہو، نہیں تو وہ بھی نادانی اور دشمنی میں اللہ کو برا کہیں گے۔"

اس سے بڑھ کر پر امن بقائے باہم (Coexistence) کی تعلیمات اور کیا ہو سکتی ہیں؟! مذکورہ آیات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام تبلیغ میں کسی قسم کی کوئی زبردستی کا حکم نہیں دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ." (۱۴)

"اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو بلاؤ انتہائی دانشمندی اور ہمدردی کے ساتھ اور ان کے ساتھ بہتر طریقے پر مباحثہ کرو۔"

پہلی دوسری آیت میں دنیا کے تمام انسانوں کو ان مشترک باتوں اور ان مسلمات کی دعوت دی جا رہی ہے جن کے قبول کرنے میں کسی کو کوئی عار نہیں۔ جب کہ تیسری آیت میں مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ وہ اپنی بات دوسروں کے سامنے نہایت حکمت اور موعظت کے ساتھ رکھیں، یعنی دانشمندی اور ہمدردی کے ساتھ۔ رہی بات دہشت گردی (Terrorism) کی تو یہ از اول تا آخر اسلام کے خلاف ہے۔

دین اسلام ابدی و سرمدی دین ہے۔ اس کو عملاً ثابت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے، جو کہ افضل خلائق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی مکمل زندگی تاریخ و سیرت اور حدیث کی کتابوں میں موجود و محفوظ ہے، اس لیے امن کو برقرار رکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

www.kitabosunnat.com

۱:- زمانہ جاہلیت میں امن کی کوششیں۔

۲:- مکی زندگی، بعد نبوت کا پر امن ماحول۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳:-مدنی زندگی اور امن وسلامتی کے چند نمونے۔

دنیا میں قیام امن کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد ایک ایسی جماعت چھوڑی جو ایک عرصے تک سو فیصد پر امن تعلیمات نبوی (ﷺ) پر گامزن رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے بین الممالک والاقوام خارجہ تعلقات کے قیام میں دنیا میں بدامنی وخونریزی کے جتنے بھی اسباب تھے ایک ایک کر کے ان سب کو ختم کر دیا۔ دنیا میں امن کو تہہ و بالا کرنے کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱:-شہنشاہیت: دنیا میں فتنہ وفساد کا بڑا سرچشمہ شہنشاہیت رہا ہے۔

۲:-سرمایہ داری: یہ بھی امن عالم کے لیے بڑا فتنہ رہی ہے۔

۳:-وطنیت: یہ وہ بت ہے جس پر انسانی تاریخ سے لے کر آج تک ہزار ہا انسانوں کے سروں کو چڑھایا جا چکا ہے۔

۴:-مذہبی منافرت: دین اسلام صرف پیغام محمدی کو قبول کرنے کا روادار نہیں، بلکہ دین اسلام تمام پچھلے پیغمبروں اور ان کے صحیفوں پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیتا ہے۔

۵:-بدلہ کی آگ: جزیرۃ العرب بعثت محمدی سے پہلے ہی اس طوفان کی موجوں میں گھرا ہوا تھا، اگر کسی معمولی بات پر جھڑپ ہو جاتی تو سیکڑوں تلواریں نیام سے باہر نکل آتی تھیں اور پھر برسوں تک چلتیں۔ انتقام کے اس جذبے میں مجرم وغیر مجرم اور حق وناحق کا کوئی فرق باقی نہ رہتا تھا۔

اسلام نے سب سے پہلے اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ خدا کی مخلوق کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کا فیصلہ خدا ہی کے مقرر کردہ قانون کے مطابق اس حکومت کے ذریعے ہونا چاہیے، کیونکہ امن ایک معاشرتی ضرورت بھی ہے خود خالق کائنات دنیا میں فساد اور بے امنی کو ناپسند کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ.“(۱۵)

”اور زمین میں بلاوجہ کے فساد کرتے مت پھرو۔“

الغرض ممالک کے درمیان خارجہ تعلقات کے قیام میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیماتِ امن اور دیگر مسائی امن کو عام کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ عہد نبوی میں امن وامان کی صورت کچھ یوں تھی کہ: ”جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو تمام عرب پر خدا کا امن چھایا ہوا تھا۔“(۱۶)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دفاعی اقدامات

آپ ﷺ نے ملک کے دفاع اور اسلام کی عظمت کے لیے جنگیں بھی لڑیں۔ آپ ﷺ کے دور میں مخالف فریق کو کم سے کم جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا، کیوں کہ آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی امن کی پالیسی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے بہت سے مواقع پر جنگ کو ناپسند کیا۔

بین الاقوامی سطح پر اسلام کے دشمن عموماً یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ اسلام ایک جارحانہ مذہب ہے، اس لیے اس کی عمومی دعوت کو کامیابی سے ہمکنار ہونے میں کچھ زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور دوسرے مذاہب کے مقابلے میں یہ قلیل عرصہ میں اقصائے عالم میں پھیل گیا۔ اس سراسر معاندانہ اور متعصبانہ اعتراض کے اگرچہ آج تک بہت کافی اور شافی جوابات دیئے جا چکے ہیں، لیکن دلوں کے امراض کا علاج جس طبیب مطلق کے پاس ہے وہی اس بیماری کو زیادہ کر دے تو پھر انسانی دلائل و براہین کیا کام دے سکتے ہیں اور حقیقت حال کی وضاحت اپنا کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ تاہم ہمارے نزدیک چونکہ یہ پروپیگنڈہ یکسر بے بنیاد ہے اور اس کے پس پردہ عقل و فکر سے عاری اور تعصب و عناد کی ذہنیت کارفرما ہے اس لیے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ دعوت اسلام کی محیّر العقول کامیابی کے اصل محرکات کا سراغ لگائیں اور دیکھیں کہ آخر وہ کیا بات تھی جس نے اس تحریک کو دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نہ صرف پہنچا دیا، بلکہ لوگوں کو اس کا گرویدہ بنا دیا اور وہ اسلام میں جوق در جوق اور فوج در فوج داخل ہونے لگے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی حیرت انگیز کامیابی میں دو عنصر بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور باقی تمام چیزیں انہی دو عناصر کا نور ظہور ہیں۔ پہلا عنصر تو خود اس دعوت کی نوعیت ہے کہ یہ عوت فطرت انسانی کے عین مطابق اور کائنات انسانی کے مسائل و مصائب کے لیے نسخہ کیمیا کا درجہ رکھتی تھی اور دوسرے اس دعوت کے علمبردار کی اپنی شخصیت اس قدر محامد و محاسن کا مجموعہ تھی کہ عقل انسانی کے لیے اس سے آگے سوچنا بھی ممکن نہیں تھا اور فطرتِ سلیمہ اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتی تھی۔

آپ ﷺ کے اندر انسانی ہمدردی اور شفقت کا جذبہ تھا، اسی لیے بجز انتہائی ناگزیر صورتوں کے آپ ﷺ نے جنگ کا آغاز کبھی نہیں کیا۔ بامر مجبوری اگر آپ ﷺ کو جنگ کے لیے نکلنا ہی پڑا تو اس میں بھی آپ ﷺ کا اساسی کلیہ ہمیشہ یہی رہا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بجائے اسے بے بس کر دیا جائے تو اس کے اندر ضعف و کمزوری کا احساس اس حد تک راسخ ہو جائے کہ یا تو وہ دست تعاون بڑھانے پر آمادگی کا اظہار کر دے یا مزاحمت چھوڑ دے اور ہمارے راستے سے ہٹ جائے۔ مشہور ماہر سیاسیاتِ اسلامی ڈاکٹر حمید اللہؒ نے حضور ﷺ کی سیرتِ مقدسہ کے اس پہلو پر خاص طور سے بڑا جامع اور وقیع کام کیا ہے، وہ اپنی کتاب ''عہد نبوی کے میدانِ جنگ'' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''اصل میں آنحضرت ﷺ نے دشمن کو نابود کرنے کی جگہ مجبور کرنا پسند فرمایا، اس کے لیے دو تدبیریں کیں: ایک: معاشی دباؤ سے بے بس کر دینا اور دوسری: اپنی فوجی قوت اتنی بڑھا لینا کہ دشمن مقابلے کی جرأت ہی نہ کر سکیں اور بغیر خون بہائے مقصد حاصل ہو جائے۔'' (۱۷)

فاضل محقق نے رسول اللہ ﷺ کے دفاعی اقدامات کو مضبوط دلائل کے ساتھ بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے۔ ان کے بیان کردہ تفصیلی سلسلۂ واقعات اور ان پر تبصرے کا لب لباب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پالیسی کے لیے حسب ذیل عملی خطوط اختیار فرمائے، جو بالاختصار کچھ یوں ہے:

''اول:- یہ کہ آپ نے اپنی دفاعی طاقت کی تعداد، تنظیم، جفاکشی، جنگی تیاری اور اخلاقی تربیت کے لحاظ سے بڑی تیزی کے ساتھ نشوونما دی، پھر اس کو مشین کی طرح نقل و حرکت میں رکھا اور مخالف طاقتوں کو مرعوبیت اور خوف کا ہدف بنایا۔

دوسرا:- یہ کہ اہل مکہ کی تجارتی شاہراہ کی ناکہ بندی (Blokade) کر کے ان کا زور توڑ دیا۔ پھر معاہداتی رابطوں کے ذریعے مختلف قبائل کو تدریجاً دشمن سے توڑ کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ کبھی فوجی کارروائی کے لیے اچانک کسی موقع پر دشمن کو تیاری کی مہلت دیئے بغیر جا لیا، جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر اظہار ہوا، کبھی غیر متوقع راستے اختیار کر کے اور نقل و حرکت کی منزل مقصود کو پردہ راز میں رکھ کر مخالف طاقت کو غلط فہمی میں ڈال دیا، جیسا کہ غزوہ بنی مصطلق کے واقعہ سے ظاہر ہے، کبھی اپنا نقشہ جنگ اپنے حق میں بنا لیا، جیسا کہ غزوہ بدر میں ہوا اور کبھی کوئی ایسی نئی تدبیر اختیار کر لی جس کا دشمن کو تجربہ نہ رہا ہو اور وہ اس تدبیر کے بروئے کار لانے پر حملہ آور ہونے سے پہلے ہی حیرت میں پڑ گیا ہو، جیسا کہ غزوہ احزاب یعنی جنگ خندق میں ہوا۔'' (۱۸)

عہد نبوی کی جنگیں نہ صرف اسلامی تاریخ، بلکہ انسانی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور دوست تو دوست مخالف بھی رسول اللہ ﷺ کی غیر معمولی دفاعی صلاحیت واستعداد سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں پاتے، جیسا کہ نپولین کہا کرتا تھا کہ تعداد کی کمی کے باوجود اگر کسی فوج میں جنگجویانہ روح موجود ہو تو وہ اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکر کے مقابلے میں فتح مند و سرخرو ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے جسے رسول اللہ ﷺ قوت ایمانی سے تعبیر فرمایا کرتے تھے اور جسے قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ۔ “(۱۹)

”اگر تم سے سو آدمی ثابت قدم رہے تو وہ دو سو پر غلبہ پالیں گے۔“

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارکہ میں غزوات اور سرایا کی ابتداء ہجرت کے بعد ہوئی ہے اور دس برس میں باختلاف روایات ستائیس یا انتیس یا پچیس یا اس سے کم وبیش غزوات میں رسول اللہ ﷺ نے شرکت فرمائی اور ساٹھ کے قریب سرایا بھیجے۔ اہل سیر نے سات غزوات کو خاص اہمیت دی ہے جن میں بدر، احد، خندق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور تبوک شامل ہیں۔

تمام غزوات وسرایا کا جنگی نقطہ نظر سے جائزہ لیں تو حضور ﷺ کی کامیاب دفاعی پالیسی کا کمال اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس دس سال کی مختصر جنگی مدت میں دس لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ رقبہ آپ ﷺ کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ گویا اسلامی مملکت دو سو چوہتر مربع میل روزانہ کے اوسط سے وسعت اختیار کر رہی تھی۔ اس میں ایک انتہائی اہم نکتہ یہ ہے کہ اس وسیع و عریض علاقے کی فتح میں جس میں یقیناً کروڑوں کی آبادی تھی، دشمن کے بمشکل ڈیڑھ سو آدمی قتل ہوئے اور دس سال میں مسلمان فوج کا مشکل سے ماہانہ ایک سپاہی شہید ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ مفتوحہ علاقوں میں قبضے کا استحکام، مفتوحین کا ذہنی تزکیہ، اور ایسے افسروں اور سپاہیوں کی تعلیم و تربیت جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صرف پندرہ سال کے قلیل عرصے میں تین براعظموں ایشیا، افریقہ اور یورپ پر پھیلے ہوئے علاقوں پر حکومت مدینہ کا تسلط قائم کر دیا۔ یہ ایسے امور ہیں جو دنیا کے ہر جنگی قائد اور دفاعی سیاست کے ماہر کو رسول اللہ ﷺ کے آگے زانوئے تلمذ طے کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

بنظر غائر اگر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل اور ان کے عمل میں ایک واضح فرق موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا مقصد انتہائی پاکیزہ تھا، رسول اللہ ﷺ توحید الٰہی، عدل وانصاف اور مکارم اخلاق کی نشر واشاعت کے لیے میدانِ جنگ میں آنے پر مجبور کر دیئے گئے تھے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ سوائے جنگ بدر میں کفار کے ۷۰ آدمی مارے گئے، اس کے علاوہ کسی بھی جنگ میں مخالف قوتوں کے مقتولین کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے۔

عمل صلح و مصالحت

مدینہ میں آمد کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اولین کوشش یہ تھی کہ مدینہ میں آباد قوموں اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے درمیان آپس میں برابری کی بنیاد پر امن و سلامتی کے معاہدے ہوں، جس کی ابتدا کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب کو ان بنیادوں پر دوستی کی دعوت دی، جو کہ دونوں مذاہب کے ماننے والوں میں مشترک تھی، اگرچہ یہ کوشش اہل کتاب کی مسلسل ریشہ دوانیوں اور مخالفت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی، لیکن یہاں پر آپ ﷺ کی واضح خارجہ پالیسی ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ﷺ قوموں کے درمیان امن اور سلامتی چاہتے تھے۔ صلح حدیبیہ اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد چاروں طرف ایسے لوگ تھے جو اس شہری ریاست کو پوری طرح ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے آ جانے سے ان کے بادشاہی کے خواب چکنا چور ہو گئے، آپ ﷺ نے خارجہ اقدامات کرتے ہوئے ریاست کی بقاء کے لیے اہم کام کیے جن میں سے دشمنوں سے باخبر ہونے کے لیے سراغ رسانی کا ایک اہم نظام بنایا، مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے نامہ نگار موجود تھے، غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ کو دشمن کے حملے کی خبر مل گئی تھی۔

آپ ﷺ نے کچھ تدابیر اختیار کیں کہ کسی طرح دشمنوں کے دوستوں کے ساتھ تعلقات استوار کیے جائیں،، تاکہ مسلمانوں کے دوست زیادہ ہوں اور ان کی پوزیشن مضبوط ہو، آپ ﷺ نے ابتداء میں یہ اصول اختیار کیا اور یہ اصول بہت کامیاب رہا۔ خود دین اسلام نے بھی صلح کے عمل کو بڑی تحسین کی نظر سے دیکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"وَالصُّلْحُ خَيْرٌ." (۴۰)

"اور صلح ایک بہترین عمل ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کے خارجہ اقدامات میں سے ایک اہم اقدام صلح پسندی ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ فطری طور پر صلح پسند تھے، داعی امن بھی تھے، اس لیے آپ ﷺ نے ریاستی و غیر ریاستی معاملات میں قانون صلح سے کام لیا۔ ڈاکٹر نثار احمد لکھتے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی بنیادی طور پر یہ تھی کہ قبائل سے بگاڑ مول لینے کے بجائے صلح کے ذریعے کام نکالا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ طبعاً صلح جو، امن پسند تھے اور آپ ﷺ جس دین یعنی اسلام کو لے کر آئے تھے اس کا لفظی، معنوی اور عملی تقاضا بھی یہی تھا کہ تمام معاملات میں امن و سلامتی کی راہ اختیار کی جائے، رسول اللہ ﷺ نے بے فائدہ جنگ وجدال سے سروکار نہیں رکھا اور نہ دشمن کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسے نیچا دکھانا مقصود تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے علاقے پر تسلط جمانا اور دنیوی حکمرانوں کی قوت وطاقت اور شان وشوکت کا اندھادھند یا غیر ضروری مظاہرہ بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس دشمن سے اس کی کمزوری کی حالت میں رحمت وشفقت کا سلوک کر کے ہدایت کا سامان بہم پہنچانا اور احسان کی روش اختیار کرنا آپ ﷺ کا معمول تھا، غرض رسول اللہ ﷺ کی شروع سے ہی کوشش یہ رہی کہ مصالحت اور مذاکرات کے ذریعے مقصد کو حاصل کیا جائے، مدینہ آنے کے بعد بنوضمرہ اور بنومدلج وغیرہ سے معاہدات اس کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے اہل مکہ کو ان کے کرتوتوں کا مزا چکھانے کے بجائے رحم ومروت کا سلوک کیا، البتہ جب آپ ﷺ کو جنگ کرنے پر مجبور کر دیا جاتا تھا، امن کی تمام راہیں مسدود ہو جاتیں اور امن وسلامتی، اسلام اور ریاست اسلامی ہدف بنایا جاتا تو اس وقت مدافعت سے کام لینا اور خاموشی اختیار کر لینا فرائض حکومت کے لحاظ سے بھی غلط تھا اور فرائض ریاست کے تقاضوں کے خلاف بھی۔ اس لیے آپ ﷺ ایسے قبائل کی سرکوبی کے لیے ہر آن مستعد رہتے تھے یا اس کے منصوبے بناتے تھے۔۔ علاوہ ازیں چونکہ "لا إکراہ في الدین" اسلام" کا اصل الاصول ہے، اس لیے آپ ﷺ نے کسی قبیلہ کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا۔ البتہ اسلام کی سیاسی حاکمیت کے آگے سرنگوں کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور اس سلسلے میں آپ ﷺ نے اس درجہ رعایت سے کام لیا کہ قبائل کے محض ظاہری اقرار ایمان کو کافی سمجھا۔ اس لیے اس وقت ایسے قبائل بھی نظر آتے ہیں جو اپنے اسلام میں مخلص تھے، ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو صرف ظاہری طور پر اسلام لائے تھے اور ایسے بھی تھے جنہوں نے اسلام کا قلاوہ اپنے اگلے میں تو نہ ڈالا، البتہ ریاست نبوی کی اطاعت قبول کر لی تھی۔" (۲۱)

خارجہ پالیسی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے امن عامہ اور بین الاقوامی اتحاد کو بنیاد بنایا۔ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی جغرافیائی حدود میں وسعت اور جنگ وجدل پر مبنی نہیں تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ طے نہ پاتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت مسلمان کم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زور تھے اور غیر مسلموں کی قوت سے خوف زدہ تھے، کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو جانیں قربان کردینے کی قسمیں کھائی تھیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کی تمام شرائط مان کر صلح کر لینا ہی بہتر سمجھا۔ صلح حدیبیہ ہی وہ عمل تھا جس نے اسلام کے لیے بند راستوں کو کھولا اور اسلام تیزی سے جزیرۃ العرب سے نکل کر عجم میں پھیل گیا۔ اسی وجہ سے اسلام نے اس صلح کو فتح مبین کے نام سے پکارا۔

مخالفین اور معاہدات

رسول اللہ ﷺ نے اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی معاہدات میں شرکت کی تھی اور دین اسلام کی بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ نے اسلام مخالف دشمنوں اور حلیفوں سے معاہدات کیے۔ زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اس مقصد سے جمع ہوئے کہ سب لوگ مل کر ظالم کو ظلم سے روکنے کی کوشش کریں اور مظلوم کی مدد کریں، اس معاہدہ کو" حلف الفضول" کہتے ہیں، جس کا تفصیلی ذکر معاہدات کے ذیل میں تفصیل سے گزر چکی ہیں۔

دین اسلام کے بعد جب اسلام اور مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حکم ربی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی۔ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو یہاں بھی آپ ﷺ کو حلیفوں اور حریفوں کا سامنا رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے چند ہی ماہ بعد ایک دستاویز مرتب فرمائی جسے کتاب اور صحیفہ کے نام سے یاد کیا گیا۔ اس دستاویز کو متعلقہ اشخاص سے گفت وشنید کے بعد لکھا گیا۔ تاریخ میں اس کو میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔

اس میثاق میں دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ تین اہم شرائط پر آپس میں اتفاق کیا گیا:

۱:- ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے۔

۲:- جب مدینہ کے کسی حلیف کے خلاف کوئی حملہ آور ہوگا تو سب ملک اس کا دفاع کریں گے۔

۳:- اپنے خلاف کسی حملہ آور کی مدد نہیں کریں گے۔

میثاقِ مدینہ میں بھی یہی جذبہ کارفرما تھا، جس کے نتیجے میں ہجرت کے گھما گھمی کے بعد رسول اللہ ﷺ کو سکون ملا۔ بہر حال یہ سکون اگرچہ وقتی ثابت ہوا، لیکن دشمن بڑا عیار تھا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس نے آگے چل کر بڑے دھوکے دیئے، مگر وقتی طور پر جنگ کے بادل چھٹ گئے اور لوگ چین وسکون سے رہنے لگے۔

دین اسلام میں معاہدات کی بڑی اہمیت اور عہد کو ایمان قرار دیا ہے، اس لیے اگر کسی قوم وملک کے ساتھ معاہدہ ہو جائے تو جب تک فریق مخالف کی طرف سے بدعہدی نہ پائی جائے، اس وقت تک اسلام معاہدہ کی خلاف ورزی کا حکم نہیں دیتا ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ نے بھی جب مختلف ممالک واقوام کے ساتھ معاہدات کیے تو آپ ﷺ نے معاہدات کی آخری حد تک پاسداری کی، لیکن جب مخالفین نے معاہدات بالائے طاق رکھ کر آپ ﷺ کے خلاف جارحانہ عزائم ظاہر کیے تو آپ ﷺ نے بذریعہ پیغام ان کو معاہدہ ختم کرنے کے سے آگاہ کیا۔

اسلام کی خارجہ پالیسی کا اصول یہ ہے کہ باوقار زندگی کے لیے پر امن جدوجہد جاری رکھی جائے۔ اگر کوئی شر پسند اس راہ میں حائل ہو تو اس حد تک اس کے خلاف کارروائی کی جائے جس حد تک اس کی ضرورت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اقوام کے ساتھ امور خارجہ کے ماہر کی طرح قریبی غیر مسلم قبائل سے دوستانہ تعلقات استوار کیے، جو قومیں غیر جانب دار رہنا پسند کرتی تھیں ان کی غیر جانب داری کا احترام کیا۔ آپ ﷺ نے مختلف معاہدات کیے جس میں مشہور معاہدہ نجران، معاہدہ ثقیف، معاہدہ سینٹ کیتھرائن، معاہدہ خیبر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان معاہدات کے ذریعے بہت بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔

عصر حاضر میں آج بھی ممالک واقوام کے درمیان معاہدات کا عمل جاری وساری ہے اور اس کی مختلف حیثیتیں ہیں: کہیں سیاسی، کہیں معاشرتی، اور کہیں تجارتی معاہدات ہو رہے ہیں، لیکن اس میں ضروری ہے کہ اپنے مفاد کے لیے دوسرے کے مفاد کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور معاہدہ کرنے کے بعد غیر جانب دار رہیں۔

احسان کا سلوک

معاشرے کے غریبوں، ناداروں، کمزوروں، مسکینوں کی مدد کرنا کار خیر اور باعث اجر، بلکہ ایمان کی پہچان ہے، انہیں کھلانے پلانے ان سے ہمدردی انسانیت کی علامت ہے۔ یہ بے چارے وہ لوگ ہیں جو خود ہی زمانے کی سختیاں جھیل رہے ہیں، بھوک، پیاس اور فقر وفاقے کی شدتیں برداشت کر رہے ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے، ان کمزور ونادار لوگوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنے والے، انسانیت کا درد رکھنے والے قابل تحسین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، پہلے خونی و نسلی رشتوں میں درجہ وار حسن سلوک کرے، پھر معاشرتی و انسانی رشتوں کے اعتبار سے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ اور اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اس طرح احسان کا دائرہ وسیع تر کرتے ہوئے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی باعث اجر و ثواب اور پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ حسن سلوک وہ پسندیدہ صفت ہے جو انسانی معاشرے میں محبت، بھائی چارگی، رشتوں ناتوں کے مرتبے اور تعلقات کو استوار کرنے میں سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ بنتا ہے۔ ہمدردی، غم گساری، تعاون واتحاد اور پیار محبت کے جذبات کو پھلنے پھولنے اور انسانی قدروں کو ترقی دینے کے مواقع میسر آتے ہیں۔

یہ اسلام کی جامع تعلیمات اور مسلمانوں کے بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کا جیتا جاگتا ثبوت بھی ہے، جس کے ذریعے مسلمانوں نے گزشتہ صدیوں میں انسانی دنیا کے اندر انقلاب برپا کیا اور انسانیت و محبت کا عملی درس دے کر یہ ثابت کر دیا کہ ان صفات کے ذریعے انسان اللہ رب العزت کا محبوب بندہ بن جاتا ہے، لیکن افسوس کا یہ مقام ہے کہ آج کل ہم اپنے ہی مسلمان کے دشمن ہو گئے ہیں، کوئی مسجد میں بم دھماکہ کرتا ہے تو کوئی بچوں کو اغوا کرتا ہے، بچوں کا قتل کرتا ہے، ہم کیسے مسلمان ہیں، اللہ کے سامنے یہ لوگ کیا منہ لے کر جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید قرآن پاک میں متعدد مقامات پر فرمائی ہے:

"إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى." (۲۲)

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے حسن سلوک کے معاملے میں اپنے تو کیا غیروں کے ساتھ جو مثالیں پیش کی ہیں، اس کی نظیریں تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتیں۔ رسول اللہ ﷺ کی چاہے مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی، ذاتی زندگی ہو یا معاشرتی زندگی، آپ ﷺ نے حسن سلوک میں بے مثال تصور پیش کیا ہے۔

خارجہ تعلقات کے قیام میں رسول اللہ ﷺ ممالک و اقوام کے ساتھ خود بھی حسن سلوک سے پیش آئے، حالانکہ بعض مرتبہ آپ ﷺ کو دشمن ممالک کے سفراء اور بادشاہوں کی طرف سے تند و تیز سوالات، دھمکیوں کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن آپ ﷺ نے ہر موقع پر انتہائی صبر و برداشت،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہترین حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ جب مسیلمہ کذاب کے سفیر نے آپ ﷺ کو بتایا کہ ہمیں آپ کے قتل کرنے کا حکم ملا، ایسی ہی آپ ﷺ کے چچا کا مثلہ کرنے والا وحشی حبشی جو بعد میں مسلمان ہوگیا تھا، یہود کا آپ ﷺ کو زہر پلانے کی کوشش وغیرہ۔ اگر آپ ﷺ چاہتے تو ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتے تھے، لیکن آپ ﷺ نے باوجود طاقت کے ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا اور ان کو ریاستی دائرے میں لاکر مامون کردیا۔

معاشرے کے کمزور ممالک اور مظلوم طبقات کو آج کے معاشرے میں انسان تصور ہی نہیں کیا جاتا ہے، ان کا حق مارتے ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کا مذاق اڑایا جاتا ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کو معاشرے کے کمزور اور غم گساری طبقات کے ساتھ حسن سلوک خالق کائنات کو اتنی پیاری ہے کہ انہیں جھڑکنے، ستانے اور ان پر ہر طرح کے ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عصر حاضر میں طاقت ور ممالک اگر آج دنیا میں حسن سلوک کی بنیاد پر سیاسی و معاشرتی تعلقات استوار کر لے، تو پھر کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ ہر انسان دوسرے کے مفاد پر اپنا مفاد قربان نہ کریں؟!

سربراہانِ ریاست اور طرزِ عمل

رسول اللہ ﷺ کے خارجی اقدامات میں یہ امر بھی تھا کہ مختلف قبائل کے سردار یا رئیسانِ مملکت نے آکر اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا اور اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھ کر اس کی عظمت کے قائل ہوگئے۔ اس سلسلے میں یہ شرفاء اور امراء کے ساتھ دو سلوک ہوسکتے تھے کہ ان کو اسلام لانے کے بعد صرف مسلمان ہی کرلیا جاتا اور ان کی حیثیت و مرتبہ کو نظر انداز کردیا جاتا یا دوسری صورت یہ تھی کہ اسلام ان کے لے آنے سے ان کو ان کے مناصب پر ہی برقرار رکھا گیا، ان کا اکرام کیا گیا، ان میں قریش مکہ کے وہ نامور سپہ سالار تھے جنہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف ہی تلوار اٹھائی تھی، لیکن جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کی حیثیت کے مطابق ہی اعزاز بخشا اور آپ ﷺ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"فمن دخل في دار أبي سفيان فهو آمن." (۴۳)

"جو ابوسفیانؓ میں کے گھر میں داخل ہوا تو وہ امن میں رہے گا۔"

یہ وہ دین اسلام ہے جو بلاوجہ کسی کی عزت وشان و مرتبہ میں کمی نہیں ہونے دیتا، حالانکہ ابوسفیانؓ نے دین اسلام کے مٹانے کے لیے کونسی کوشش تھی جو نہیں کی تھی، لیکن اسلام قبول کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کے سابقہ منصب و مرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو یہ اعزاز بخشا مگر ان کا پھر ایسا دل بدلا کہ وہ اسلامی ہراول دستوں کے پہلی صف میں کھڑے ہو کر لڑے اور عظمت اسلام کے لیے نمایاں ہو کر کام کیا۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی زبردست حکمت وفہم سے ان نو مسلموں کا اعزاز فرمایا اور ان الفاظ میں ان کو خراج تحسین پیش کیا:

''خيارهم في الجاهلية خيارهم في الإسلام إذا فقهوا. ''(۲۴)

''ان میں سے عہد جاہلیت کے معزز اسلام لانے کے بعد بھی معزز رہیں گے، بشرطیکہ وہ اسلامی قوانین سے واقف ہو جائیں۔''

رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر یہی حکمت عملی تھی کہ آپ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بعد از اسلام سردار بنا کر فوجی مہموں میں بھیجا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو لشکروں کی سرداری اور صوبوں کی گورنری دی، اور ان کو سینکڑوں اونٹ دیئے گئے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا لقب دیا۔ اس کے علاوہ عمان کے فرمانرواؤں جیفر اور عباد کو بھی ان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد حکومت سپرد کی گئی۔

اسی طرح حاتم طائی کا بیٹا مدینہ آیا تو آپ ﷺ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھائی۔ سفیروں کا اکرام کیا، بلکہ ان کو تحائف دیئے اور دنیا سے جاتے ہوئے آپ ﷺ نے وصیتوں میں ایک وصیت یہ بھی فرمائی کہ سفراء کا اکرام کیا جائے گا اور ان کو تحائف بھی دیئے جائیں گے۔

عام معافی کا اعلان

جب غزوات رسول ﷺ کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی جنگ اقدامی نہیں رہی، بلکہ آپ ﷺ نے جتنی بھی جنگیں لڑی ہیں، وہ خالصۃً مدافعتی جنگیں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے تو یہ بھی گزشتہ جنگوں کی طرح مدافعتی ہی ثابت ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ مکہ والوں کو اپنی آمد کی پیشگی خبر دے کر بھرپور تیاری کی ہدایات جاری فرمائیں۔ جب یہ بات اہلِ مکہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے بغیر مقابلہ کیے اِسی میں اپنی خیریت سمجھی کہ پہاڑوں پر نکل جائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کسی کشت وخون کے بغیر ''فتح مکہ'' کا عظیم تحفہ مسلمانوں کے دامن میں ڈال دیا۔ اس لیے بجا طور پر یہ جنگ ''جنگ مکہ'' نہ ہو کر ''فتح مکہ'' ثابت ہوئی۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جب مکہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم داخل ہوئے تو دنیا نے یہ منظر بھی دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر اس طرح تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک اونٹنی کی پیٹھ سے جا لگا تھا اور صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنے رب کا شکر بجا لانے میں مصروف تھے۔ اس موقع پر آپ ﷺ کے لبوں قرآن حکیم کی یہ آیت جاری تھی:

"وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا." (۲۵)

"اور اعلان فرما دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل شکست کھا گیا، بے شک باطل ہوتا ہی مٹ جانے کے لیے ہے۔"

آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ آپ ﷺ کے اعلان کے تین ایمان افروز جملوں پر مشتمل تھا:

(۱) جو شخص اپنے گھر کے اندر ہوگا، اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

(۲) جو شخص سامنے ہوگا، اس کا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔

(۳) جو شخص فلاں فلاں قریش کے سردار کے گھر میں پناہ گزیں ہوگا، اس پر بھی کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

اہل مکہ پہاڑوں کی اوٹ سے تماشہ ہائے لطف و کرم دیکھ کر نہ جانے اپنے قلب و ذہن میں کیسے کیسے طوفانوں کو برپا ہوتے محسوس کر رہے ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کے لطف و کرم کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد کی شکل میں حاضر ہوا جائے، چنانچہ سرکردہ افراد پر مشتمل ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: آج کے دن تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ عبدالمطلب کے پوتے ہیں، عبداللہ کے بیٹے ہیں، آپ سے ہم اچھے سلوک کی ہی توقع رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سنتِ یوسفی پر عمل کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ." (۲۶)

"(یوسف نے) کہا کہ آج کے دن تم پر کچھ عتاب (یا ملامت) نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، بے شک اللہ تو مہربان اور نہایت رحم کرنے والے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر سابق کنجی بردار کو کنجی واپس کر کے ایک عظیم مثال پیش کی اور فتح یابی پر شکر خداوندی ادا کرتے ہوئے کسی طرح کے انتظامی امور کے ذمہ دار کو بدلنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضروری نہیں سمجھا، جس سے دنیا کو یہ واضح پیغام ملا کہ مفتوح قوموں کی وفاداری پر بلا وجہ شک کرنے کے بجائے یہ سوچنا ضروری ہے کہ ایسے مواقع پر ان کی وفاداریاں کس طرح حاصل کی جانی چاہئیں۔ عظیم فاتح مکہ نے دنیا کو یہ پیغام بھی دیا کہ فتح مندی، نشے میں چور ہونے کا نام نہیں، نہ کھیل تماشوں کا۔ جس طرح جدید دور کی بے ہنگم موسیقی، آتش بازی، ناچ گانوں سے فتح کے جشن منائے جاتے ہیں، ایسا جشن نہیں، بلکہ فتح مکہ نے دنیا کو بتا دیا کہ فتح کا جشن کس طرح منایا جاتا ہے۔ افسوس کہ دنیا نے اس سبق کو بھلا دیا یا مسلسل بھولتی جا رہی ہے۔ سورۃ النصر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا." (۴۷)

"جب اللہ کی نصرت اور فتح آ جائے اور تم لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھو..... تو اپنے رب کی تسبیح میں مصروف ہو جاؤ، حمد (وثنا) کے ساتھ، اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کو یہ سبق دیا گیا کہ مفتوح اقوام کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ جنگوں میں فتح یابی کے بعد فاتح افواج کے روبرو مفتوحین سر جھکائے کھڑے ہوں تو ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ امن وامان کے ماحول میں انسانی جانوں کی ارزانی کا جب ایک عام Potential موجود ہو تو خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر فتح کو کس طرح تسلیم کیا جائے اور فاتحین کے جوشیلے عناصر کی جانب سے مفتوحین پر کسی متوقع انتقامی حملے سے کس طرح بچایا جائے اور کس طرح انسانی جان کے تحفظ کی ضمانت مل جائے، اعلیٰ اخلاق اور عام معافی کے نقوش کس طرح ثبت کیے جائیں، جن کے دھندلے پڑنے کا قیامت تک کوئی امکان باقی نہ رہے؟ سچی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میدان جنگ میں بھی مینارِ رحمت دکھائی دیتے ہیں۔

مستقبل میں اقوام وممالک کے لیے ہدایات

رسول اللہ ﷺ کا منصب نبوت چونکہ عالمگیر تھا، آپ ﷺ کے بعد کسی نبی، کسی کتاب کی آمد نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کو چونکہ شروع سے ہی پوری انسانیت کی فکر تھی، اس لیے آپ ﷺ کو اپنے رحلت فرمانے کے بعد بھی معاشرہ کی فکر تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو چونکہ سب سے زیادہ شوق تھا کہ کعبۃ اللہ کا طواف کیا جائے، حج کیا جائے، اس لیے آپ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ جب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے حج پر جانے کی خبر لوگوں کو معلوم ہوئی تو سارے مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ حج کے ارادے سے چل پڑے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ حجۃ الوداع ہوگا، لیکن آپ ﷺ کو معلوم تھا، اس لیے جب رسول اللہ ﷺ مکہ کی سرزمین پر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرائض حج ادا کیے، اس کے بعد ضروری ہدایات دینے کے بعد آپ ﷺ خطبہ کے لیے تشریف لائے، مجمع پر سناٹا چھا گیا تھا، ہر ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے اور آواز سننے کے لیے بے تاب تھا۔ رسول اللہ ﷺ اونٹنی کی پیٹھ پر سوار مستقبل کے احوال سے متعلق سوچ وفکر کر رہے تھے، کیونکہ آپ ﷺ کو دین اسلام کی تبلیغ کی راہ میں پہنچنے والے تمام تکالیف ومصائب یاد تھے۔ رسول اللہ ﷺ چونکہ کئی مراحل طے کرنے بعد یہاں تک پہنچے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے آنے والے وقت کے لیے بہترین ہدایات جاری فرمائیں جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہیں۔

رب ذوالجلال کی حمد وثنا اور شکر بجالانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مستقبل کی ہدایات جاری فرمائیں جو اقوام وممالک کے لیے بہترین مشعل راہ اور تعلقات کے قیام میں بہترین مددگار بھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ مکمل طور پر متوجہ کرنے کے بعد ارشاد فرمانے لگے:

”ایھاالناس ، اسمعوا قولي ، فإني لا أدري لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا الموقف ابدا، أيها الناس :إن دمائكم وأموالكم عليكم حرام إلى أن تلقوا ربكم ، كحرمة يومكم هذا ، وكحرمة شهركم هذا ، وإنكم ستلقون ربكم فيسالكم أعمالكم.“(۲۸)

”لوگو! میری بات سنو، کیونکہ میں نہیں جانتا، غالباً اپنے اس سال کے بعد اس مقام پر تم سے کبھی نہیں مل سکوں گا۔ اے لوگو! تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔“

ادائیگی حقوق اور مساوات انسانی

پھر رسول اللہ ﷺ نے حقوق کی ادائیگی اور انسانی مساوات کے بارے میں خوبصورت ہدایات جاری فرمائیں، ارشاد فرمایا:

”اتقوا الله !ولا تبخسو الناس أشيائهم ، ولاتعثو في الأرض مفسدين . فمن كانت عندهٔ أمانة فليؤدها ، ثم قال :الناس في الإسلام سواء ......لا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فضل عربي على عجمي ولا عجمي على عربي إلا بتقوىٰ الله. "(۲۹)

"اللہ سے ڈرو! اور کسی چیز میں کمی زیادتی نہ کرو اور نہ ہی زمین میں فساد پھیلاؤ، پس جس کے پاس کسی کی کوئی امانت ہے تو وہ اس کو واپس کرے، پھر فرمایا: تمام لوگ اسلام میں برابر ہیں، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے لحاظ سے۔"

جاہلیت کے امور سے اجتناب

میرے جانے کے بعد دوبارہ سرکشی اور اپنی جاہلانہ رسومات کے طرف پلٹ نہیں جانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ألا إن كل دم ومال ومأثرة كانت في الجاهلية تحت قدمي هذه إلى يوم القيامة...... لاترجعوا بعدي كفارا، يضرب بعضكم رقاب بعض."(۳۰)

"سن لو! جاہلیت کا ہر خون و مال اور مقام و مرتبہ میرے پاؤں قیامت تک کے لیے روندی گئی ہے، میرے بعد واپس کفر کی طرف نہیں لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔"

راہِ ہدایت

جب زندگی کے کسی پہلو خصوصاً خارجہ تعلقات کے قیام میں اگر کوئی مسئلہ یا رکاوٹ درپیش آجائے تو میں تمہارے لیے دو بہترین چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اسی رہنمائی لو اور اسی پر کاربند رہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تركتم فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه."(۳۱)

"میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ دی ہیں، جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہوسکتے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔"

پھر آخر میں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ: کیا میں نے تم لوگوں کو زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ہدایات پہنچا دیں؟ تو صحابہ کرام ﷺ نے کہا: بے شک، ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت کو بلند کیا اور فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا۔

جب رسول اللہ ﷺ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تمام معاملات میں آپ ﷺ کو فوقیت و فتح کی بشارت سنائی اور دنیا کو یہ باور کرا دیا کہ یہی وہ دستور ہے کہ جس میں اقوام و ممالک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے حیات کا راز پوشیدہ ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔ اسی دستور کو خالق کائنات نے آنے والی نسلوں کے لیے پسند فرمایا ہے اور اس کو دین اسلام کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا." (۳۲)

"آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر لیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

عہد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی خارجہ پالیسی اور سفارت کاری پر چند معروف سیرت نگاروں کا تجزیہ

کائنات کے آغاز سے لے کر آج تک دنیا میں کئی برگزیدہ، نمایاں ہستیاں گزری ہیں۔ جب ان کے بارے میں تجزیہ کیا جاتا ہے تو یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ فلاں حیثیت میں سب سے جدا اور الگ تھلگ تھے۔ لیکن بات جب کائنات کے تخلیق کا باعث بننے والی شخصیت مدبر اعظم ﷺ کی ہو تو آپ ﷺ کی زندگی عالمگیریت، ہمہ جہتی اور جامع کمالات کا نمونہ بن کر ظاہر ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صرف یہ راز پوشیدہ ہے کہ دنیا کا ہر فرد آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے زندگی کی کسی بھی شعبہ میں رہنمائی حاصل کرتا ہے اور پھر اس شعبہ میں دنیا کا کامیاب ترین انسان بن جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہر موضوع، ہر پہلو نظر آتا ہے۔

جب سیاسیات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں ہمیں کبھی داخلی، کبھی خارجی، کبھی دفاعی، کبھی مقتدا و پیشواء، اور کبھی آپ ﷺ ریاست کے امور خارجہ کے بہترین اور کامل فرد نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے ہر گوشے پر صاحبان علم وفکر نے گفتگو کی ہے، ان ہی میں سے ایک موضوع آپ ﷺ کی کامیاب سیاست خارجہ پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں مختلف اہل علم کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی سیاست خارجہ پر تبصرہ پیش خدمت ہے۔

عباس محمود العقاد مصری (1889-1964)

عباس محمودؔ العقاد بلند پائے کے مصنف، مفکر، صحافی اور مصری شاعر ہیں، وہ مصری پارلیمنٹ کے سابق رکن اور عربی زبان اکیڈمی کے ایک ادبی رکن ہیں، وہ بہت سخت حالات میں بھی ادب سے منسلک رہے، انہوں نے اس کام کو بند نہیں کیا، جہاں وہ مضامین لکھتے تھے۔ اکادمی مصر میں بیسویں صدی کے سب سے زیادہ اہم لکھنے والوں میں سے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے بہت سے احکام وافعال سیاسی نوعیت کے ہیں، لیکن آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی سیاسی صلاحیت و قابلیت کا شاندار مظاہرہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کی فہم و فراست، آپ ﷺ کے حسن تدبر اور آپ ﷺ کی معاملہ فہمی کے جوہر پوری طرح آشکار ہوئے۔

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی تفصیلات جس کی نظروں سے گزری ہیں وہ بخوبی جان سکتا ہے کہ بظاہر اس معاہدہ کی شرائط کس قدر مسلمانوں کے خلاف مانی جاتی تھیں، لیکن حضور ﷺ کے دل میں ایک لحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں پیدا ہوا کہ یہ شرائط ذلت آمیز ہیں، جب کہ آپ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان شرائط کو واقعتاً مسلمانوں کے لیے توہین آمیز سمجھتے تھے اور پھر یہی نہیں، بلکہ حضور ﷺ نے اس معاہدہ کی پابندی کی اور اس پابندی کے نتیجے میں اسلام کو خاطر خواہ فائدہ پہنچا۔

عہدِ نبوی کی خارجہ پالیسی

عباس محمود العقاد المصری صلح حدیبیہ کے ذیل میں اپنی کتاب "محمد ﷺ" میں حضور ﷺ کی حیرت انگیز سیاسی بصیرت اور خارجہ پالیسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"واستراح النبی من قریش ، ففرغ لیهود خیبر والممالک الأجنبیة یرسل الرسل إلی عظمائها بالدعوة إلی الدین، وفتح الابواب لمن یفدون إلیه ممن انکر وابغی قریش وآمنوا أن تکون نصرتهم للاسلام حربا یبتلون فیها بما لایطیقون .

ویوم نزلت الآیة الکریمه علی أثر اتفاق الحدیبیة ، إنا فتحنا لک فتحا مبینا الخ، لم ینقه الکثیرون معناها فی حینها ، ولم یبینوا موضع الفتح من ذلک الاتفاق الذی حسبوه محض تسلیم ولکنهم فهموا الفتح هو بعد سنتین ، وعلموا أن من الفتوح ما یکون بغیر السیف، وما یشبه الهزیمة فی ظاهره عند من یتعجلون ولا یحسنون النظر الی بعید۔" (۳۳)

"اس معاہدہ کے بعد حضور ﷺ کو قریش کی طرف سے قدرے اطمینان ہو گیا اور آپ ﷺ نے اپنی توجہ خیبر کے ان یہودیوں کی طرف مبذول فرمائی جنہوں نے خیبر کی بستی کو اسلام دشمن سرگرمیوں کا مضبوط قلعہ بنا رکھا تھا، اس کے علاوہ حضور ﷺ نے بیرونی ممالک کے سربراہوں کے نام دعوتی خطوط بھی ارسال فرمائے اور اسلام کی اشاعت کا کام زیادہ توجہ سے فرمانے لگے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیبیہ کی صلح کے موقع پر جب قرآن مقدس کی یہ آیات نازل ہوئیں" إنا فتحنا لک فتحا مبینا "تو بہت سے مسلمان ان کے مفہوم کو نہیں سمجھ پائے تھے اور سوچتے تھے کہ یہ فتح کی کون سی قسم ہے، لیکن دو سال کے مختصر عرصے میں انہوں نے فتح مبین کا مشاہدہ خود اپنی آنکھوں سے کیا اور تب انہیں یہ اندازہ ہوا کہ بسا اوقات محض گفتگو اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ذریعے بھی جنگ جیتی جا سکتی ہے، اس صلح حدیبیہ کو جو حضور ﷺ کی سیرت انگیز سیاسی بصیرت کا ایک بے مثال اور نا قابل فراموش شاہکار ہے۔"

عبدالمتعال الصعیدی (1894-1966)

عہد نبوی کی سیاسی و خارجہ پالیسی اور سفارت کاری پر تبصرہ نگاروں میں سے یہ ایک اہم تبصرہ نگار ہیں۔ عبدالمتعال صعیدی بہت بڑی علمی شخصیت اور مجدد کہلائے جاتے ہیں، آپ کی کئی موضوعات پر تصانیف آپ کی علمی صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے ایک اہم تصنیف "السیاسة الإسلامیة فی عهد النبوة "ہے جس میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کی خارجہ اور سفارتی پالیسی کو انتہائی دلنشین انداز میں بیان کیا ہے۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

السیاسۃ الاسلامیۃ میں علامہ عبدالمتعال صعیدی رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی اور خارجہ پالیسی کے اہم نکات کو اس طرح سے قلم بند کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"وقد جاءت هذه الدولة عرضا لاقصدا ، لأن الله تعالىٰ بعث محمدا صلى الله عليه وسلم رسولا ، ولم يبعثه ملكا ولا أميرا ، وقد كان من الرسل ملوك كداؤد وسليمان عليهما السلام ، ولكن الله اختار محمدا صلى الله عليه وسلم رسولا فقط ، لتكون رسالته خالصة للدين الذى جعله خاتم الأديان . فتتفق عليه الكلمة بعده ، ولا يتخاصم فيه اتباعه ، لأن الملك يثير الطمع فى الناس ، ويحدث التنازع بينهم ، وهذا إلى أنه يكون أرثا يتناقله الخلف عن السلف ، ويستأثر به قوم دون قوم ، والى أن الله تعالىٰ اراد الا يكون للنبى صلى الله عليه وسلم شىء من مظاهر الملك ، ليكون مثلا لأتباعه فى التواضع للناس ، والتعفف عن تلك للظاهر ، فيكون أمر الاسلام للمسلمين جميعاً ، ولا يختص به قوم دون قوم منهم ولا يقع بينهم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تنازع على الحكم والملك ، ولا يطلبوه لمظاهره و مغانمه ، بل ليكونوا خدّام الامة ، ورعاة مصالحها العامة والخاصة .

وكانت الدولة الأسلامية في آخر عهد النبوة تشمل الجزيرة العربية من اقصا ها جنوباً ، ومن قصاها شرقاً إلى اقصاها جنوباً . ومن أقصاها شرقاً إلى أقصاها غرباً . وكان يدخل أيضاً بعض من اطراف الشام المجاورة لبلاد العرب ، وكانت البلاد التي تشملها تنقسم إلى قسمين :

١ :- بلاد دخلت في الاسلام بحق الفتح ، فكان النبى صلى الله عليه وسلم يوالي عليها العمال من قبله ، كما ولّى عتّاب بن أسيد على مكة بعد فتحها ، وكانت هذه البلاد لا تكاد تجاوز الحجاز ونجداً .

٢ :- بلاد دخلت في حكم الاسلام بطريق الصلح ، وهي البلاد التي كان لها ملك اوامير قبل الأسلام ، وقد أبقى النبى صلى الله عليه وسلم هذه البلاد ملوكها وامراء ها ، لانه لم يبعث بدينه ليسلب من الملوك والأمراء ملكهم ، وانما بعث به هادياً لهم ، فمن أسلم منهم بقي له ملكه ، ولم يطالبه الاسلام ألا بتنفيذ شرائعه ، ومن صالح على دفع الجزية بقي له ملكه أيضاً ولا يطالبه الاسلام ألا بدفع الجزيه.

وهذه البلاد كانت تشمل ماياً تي من الممالك ولأمارات.

(١)بملكة البحرين ، وكان ملكها مسلما، وهو المنذر بن ساوى .

(٢) بمملكة عمان ، وكان عليها ملكان مسلمان ، وهما جيفر و عبدابنا الجلندى.

(٣)أمارة تيماء ، وكان أميرها يهودياً .

(٤)أمارة يلة ، وكان أميرها نصرانيا .

(٥) أمارة دومة الجندل ، وكان أميرها نصرانيا .

(٦) أمارة نجران ، وكانت أمارة نصرانية.

(٧)أمارات اليمن ، وكانت أمارات يحكمها أمراء مسلمون من الحميريين ، ماعداء أمارة صنعاء ، فانه كان يحكمها باذان بن ساسان من الفرس ، وكان مسلماً أيضاً ، وقد مات في عهد النبى صلى الله عليه وسلم ، فقام بعده ابنه شهر ، فمكث أميراً على صنعاء ألى أن غلب عليهالأسود العنسى فقتله ، وقد قتل الاسود العنسى قبل وفاة النبى صلى الله عليه وسلم بيوم وليلة ، فلما قتل تولى صنعاء خالد بن سعيد الأموى ، قد هبت بولايته هذه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الأمارة." (۳۴)

"سلطنت مدینہ خود بخود وجود میں آئی اس کا ارادہ نہیں کیا گیا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا تھا، بادشاہ یا امیر بنا کر نہیں بھیجا تھا، اگر چہ بادشاہوں میں رسول بھی گزرے ہیں، جیسے: حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام، لیکن اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک رسول پسند فرمایا، کیوں کہ آپ ﷺ کی رسالت خالص دین کے لیے تھی جس کو خاتم الادیان بنایا گیا تھا، تا کہ آپ ﷺ کے بعد اس بات پر اتفاق رہے اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے والوں میں کوئی جھگڑا نہ رہے، اس لیے کہ بادشاہت لوگوں کے دلوں میں لالچ پیدا کرتی ہے اور ان کے درمیان جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، یہ اس لیے کہ یہ وراثت میں خلف سے سلف کی طرف منتقل ہوتا ہے اور ایک قوم اس کی وجہ سے دوسری قوم کو متاثر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ نبی ﷺ کے لیے ظاہری بادشاہت میں کوئی چیز نہ ہو، تا کہ وہ ان کے لیے مثال بنے اور اس کی اتباع کرے لوگوں کے ساتھ عاجزی اختیار کرنے میں اور پاکدامنی اختیار کرنے میں ہر جانب سے، تو اسی وجہ سے اس کا جو حکم ہوگا تو وہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہوگا اور اس میں کوئی قوم دوسری قوم سے خاص بھی نہیں ہوگی، نہ ہی ان کے درمیان حکم اور بادشاہت کی وجہ سے کوئی تنازع نہیں ہوگا۔ حکم اور ملکیت کے اعتبار سے نہ ہی اس کے ظاہری یا باطنی اغراض کو طلب کیا جائے گا، بلکہ وہ امت کے خادم ہوں گے اور عام وخاص مصالح کا احترام کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دولت اسلامیہ جزیرہ عرب میں جنوب کی جانب سے، مشرق سے جنوب تک، مغرب تک شام کے کچھ اطراف اور مملکت عرب کے پڑوسی بھی داخل تھے۔

الغرض ان ممالک کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱:- وہ ممالک جو اسلام میں فتح کے ذریعے شامل کیے گئے، ان ممالک میں رسول اللہ ﷺ ان عمال کا تقرر کرتے تھے جو ان پر پہلے سے مقرر تھے، جیسے عتاب بن اسید کو فتح مکہ کے بعد والی مکہ مقرر کیا اور اس طرح کے ممالک حجاز ونجد سے متجاوز نہیں تھے۔

۲:- وہ ممالک جن کو رسول اللہ ﷺ نے صلح کے ذریعے سے فتح کرنے کے بعد اسلام میں داخل فرمایا، یہ وہ ممالک تھے جن میں بادشاہ یا امیر اسلام سے قبل بھی ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے ان پر ملوک یا امراء کو باقی رکھا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت مملکتوں کی بادشاہت یا امارت چھیننے کے لیے نہیں تھی، بلکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہادی بنا کر بھیجا تھا۔ اور جو ان میں سے اسلام لے کر آیا، ان کو ان کی بادشاہت پر برقرار رکھا اور اس سے اسلام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاوہ کوئی مطالبہ نہیں کیا، مگر یہ کہ وہ اس کی شریعت نافذ کرے، اور جس نے جزیہ دینے پر صلح کی، اسی طرح اسے بھی اس کی بادشاہت پر برقرار رکھا اور اس سے اسلام کا مطالبہ نہیں کیا گیا، بلکہ جزیہ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا، صلح کے ذریعے جو ممالک یا امارتیں مطیع ہوئیں، وہ کچھ یوں ہیں:

۱:-مملکت بحرین، اس کا بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا، وہ منذر بن ساوی تھا۔

۲:-مملکت عمان اس پر دو مسلمان بادشاہ تھے: وہ جیفر اور عبد ودو جو جلندی کے بیٹے تھے۔

۳:-امارت تیماء اور اس کا امیر یہودی تھا۔

۴:-امارت ایلاء اور اس کا امیر نصرانی تھا۔

۵:-امارت دومۃ الجندل اور اس کا امیر بھی نصرانی تھا۔

۶:-امارت نجران اور اس کا امیر بھی نصرانی تھا۔

۷:-امارت یمن اور یہ وہ امارت تھی کہ جہاں امیرین کے مسلمانوں میں سے امیر مقرر کیا گیا تھا اور اس کے علاوہ امارت صنعاء اس کا امیر باذان بن ساسان مسلمان بھی اسی طرح مسلمان ہو گیا تھا اور آپ ﷺ کے عہد نبوت میں اس کا انتقال ہو گیا، پھر اس کے بعد اس کا بیٹا جانشین بنا وہ صنعاء پر امیر بنا، یہاں تک کہ اسود عنسی نے اس پر چڑھائی کی اور اس کو قتل کر دیا، اسود عنسی کو رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے قتل کر دیا، اس کے قتل ہونے کے بعد خالد بن سعید الاموی والی صنعاء مقرر ہوا، وہ رعب و دبدبہ کی وجہ سے اس امارت پر برقرار رہا۔"

الغرض عہد نبوی کی خارجہ پالیسی عبد المتعال صعیدی کے تحقیق کے تناظر میں دو اصولوں پر استوار تھی یا تو دشمن سے صلح کی جائے یا اس پر فتح حاصل کی جائے، لیکن اس میں کہیں بھی آپ ﷺ کا مقصد حکومتوں پر قبضہ کرنا یا شہنشاہیت کا حصول ہرگز نہ تھا۔ اگر کسی نے اسلام قبول کیا تو اس کو اس کے منصب پر برقرار رکھا گیا، اگر کسی نے اسلام قبول نہیں کیا اور اسلامی ریاست کے ساتھ وفاداری نبھاتے ہوئے ٹیکس دینے پر آمادگی ظاہر کی تو بھی اس کو اس کے منصب پر برقرار رکھا گیا ہے اور معاشرے کے فلاح و بہبود کے لیے اسلامی ریاست کے منتخب افراد میں سے کچھ افراد کو ان ریاستوں میں اصلاح کی غرض سے بھی بھیجا ہے،، تا کہ وہ معاشرہ الہامی اصولوں کے مطابق ارتقاء کی جانب گامزن ہو۔

مولانا شبلی نعمانی (1857-1914)

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اردو کے مایہ ناز علمی و ادبی شخصیات میں سے ہیں۔ خصوصاً اردو سوانح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نگاروں کی صف میں ان کی شخصیت سب سے قدآور ہے۔ شبلی نعمانی اعظم گڑھ میں ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ حبیب اللہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی سے ریاضی، فلسفہ اور عربی کا مطالعہ کیا۔ اس طرح انیس برس میں علوم متداولہ میں مہارت پیدا کر لی۔

۱۸۷۶ء میں حج کے لیے تشریف لے گئے۔ وکالت کا امتحان بھی پاس کیا، مگر اس پیشہ سے دلچسپی نہ تھی۔ علی گڑھ گئے تو سرسید احمد خان سے ملاقات ہوئی، چنانچہ فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہیں سے شبلی نے علمی و تحقیقی زندگی کا آغاز کیا۔ پروفیسر آرنلڈ سے فرانسیسی سیکھی۔ ۱۸۹۲ء میں روم اور شام کا سفر کیا۔ ۱۸۹۸ء میں ملازمت ترک کر کے اعظم گڑھ چلے گئے۔ ۱۹۱۳ء میں دار المصنفین کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۱۴ء میں انتقال ہوا۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

عرب کا ملک اس قدر متعدد اور مختلف اندرونی اور بیرونی خطرات میں مبتلا تھا کہ اس کی اصلاح و تدبیر کے لیے عام انسانی دست و بازو بے کار تھے، خدا کا غیر مرئی ہاتھ محمد رسول اللہ ﷺ کی آستین میں پوشیدہ تھا: ''وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔''
ہجرت کے بعد آٹھ برس کی متواتر کوششوں اور پیہم اصلاحات کا یہ نتیجہ ہوا کہ محال نے امکان، بلکہ واقعہ کی صورت اختیار کر لی، عرب کے سیاسی ضعف کا تمام تر راز نااتفاقی اور باہمی جنگ و جدال میں مضمر تھا اور اس نااتفاقی اور خانہ جنگی کا سبب صرف یہ تھا کہ تمام عرب مختلف خاندانوں اور نسلوں میں منقسم تھا، تمام ملک کے اجتماع اور اتحاد کے لیے ان میں کوئی مستحکم رشتہ موجود نہ تھا، محمد رسول اللہ ﷺ نے تمام عرب کی شیرازہ بندی کے لیے اسلام کا رشتہ قائم کیا:

''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ'' (الحجرات) اور دفعتہً اس روحانی رشتہ نے خون، قرابت اور نسل کے تار و پود ادھیڑ دیے اور صرف کلمہ ''لا إله إلا الله محمد رسول الله'' کی برقی رو اب تمام عرب کی اتحادی روح کو حرکت دے رہی ہے، خدائے پاک نے قرآن مجید میں اس اجتماع اور اتحاد کے وجود کو اپنی مخصوص نعمت فرمایا:

''وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا'' (القرآن)

''خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، خدا نے تمہارے دلوں کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جوڑ دیا، پھر اس کے لطف ومحبت سے بھائی بھائی بن گئے۔“

خدا نے خود رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: محمدؐ! یہ تیرا کام نہ تھا۔اس میں خود خداوند مقلب القلوب کا ہاتھ کام کر رہا تھا:

”هُوَ الَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ، لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّآ أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔“ (القرآن)

”وہ خدا ہی ہے جس نے (اے محمد!) اپنی نصرت اور مسلمانوں کے ذریعہ سے تجھ کو قوت بخشی اور اسی نے مسلمانوں کے دل باہم جوڑ دیے، اگر تم زمین کے سب خزانے بھی خرچ کر دو تو ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے لیکن خدا نے ان کے دل باہم جوڑ دیے، وہ زبردست حکمت والا ہے۔“

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان جو مواخاۃ اور برادری قائم کرائی تھی، اس سلسلہ کی پہلی کڑی وہ خطبہ تھا جو فتح مکہ کے موقع پر دیا گیا۔قرآن مجید نے اپنے متواتر ارشادات میں فتنہ وفساد فی الارض کو مکروہ ترین فعل انسانی قرار دیا اور اس فعل کے مرتکب کے لیے سخت سزائیں مقرر کیں، چوری کے لیے قطع ید کی سزا متعین کی، رہزنی کے لیے قتل، پھانسی، قطع ید اور جلاوطنی کی تعزیریں جاری کیں۔سورہ مائدہ میں خون ریزی زور قتل وسفاکی کے انسداد کے لیے قصاص کا قانون نازل ہوا، عملاً ملک میں قیام امن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے متعدد بار فوجیں بھیجیں، رہزن قبائل پر چھاپے مارے، حجاز میں جن کا پیشہ چوری تھا وہ تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔ فوجداری اور دیوانی مقدمات کے فیصلے کے لیے قوانین وضع ہوئے اور جابجا عمال کا تقرر ہوا۔

لیکن یہ سب کچھ ہوا، وہ انسانوں کی ظاہری فطرت کی پابندی تھی، ورنہ ایک پیغمبر کا فرض ایک مقنن اور ایک عام مدبر کے فرائض سے بدر جہا بلند ہے۔اسلام کے قانون تعزیرات نے جو کچھ کام کیا، قرآن کا روحانی اثر اور خاتم الانبیاء ﷺ کا فیض تلقین اس سے پہلے فرد قرارداد جرم کی دفعات کا بالکل مٹا دیتا تھا۔قانون وخوف تعزیر صرف بازاروں میں اور انسانوں کے عام مجمعوں میں جرائم سے باز رکھ سکتا ہے، لیکن دعوتِ اسلام کے فیض اثر نے دلوں کو بالکل خدا کے سامنے کر دیا، جو رات کی تاریکیوں میں بھی دیکھتا تھا اور مقفل دروازوں کی کھڑکیوں سے بھی جھانکتا تھا اور اب تک تمام ملک میں امن وامان تھا اور یہ عدی بن حاتم نے شہادت دی کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق لوگ صنعاء سے حجاز تک تن تنہا سفر کرتے تھے اور خشیتِ الٰہی کے سوا کوئی اور خوف راستہ میں نہ تھا۔

ایک یورپین مورخ نے جس کے قلم نے پیغمبر اسلام ﷺ کی مدح کے لیے بہت کم جنبش کی ہے (مارگولیوس) وہ بھی ان الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ محمد کی وفات کے وقت ان کا سیاسی کام غیر مکمل نہیں رہ گیا تھا، آپ ﷺ ایک سلطنت کی جس کا ایک سیاسی و مذہبی دارالسلطنت مقرر کیا گیا تھا، بنیاد ڈال چکے تھے۔ آپ ﷺ نے عرب کے منتشر قبائل کو ایک قوم بنا دیا تھا، آپ نے عرب کو ایک مشترک مذہب عطا کیا اور ان میں ایک ایسا رشتہ قائم کیا جو خاندانی رشتوں سے زیادہ مستحکم اور مستقل تھا۔

بیرونی خطرات کے انسداد کے لیے خدا نے ایک عجیب و غریب سامان پیدا کر دیئے، قریش اور منافقین مدینہ کے اشتعال سے یہودیوں نے اسلام کو پامال کرنا چاہا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود چور ہو گئے، ۳ھ سے لے کر ۷ھ تک متواتر لڑائیاں پیش آئیں اور آخر فتح خیبر پر ان کی سیاسی قوت کا خاتمہ ہو گیا، رومیوں نے حدود شام کے عیسائی عربوں نے استیصال کا بیڑہ اٹھایا، عیسائی رؤسائے عرب میں سب سے زیادہ طاقت ور اور پرزور غسانی تھے جو رومیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح کام کرتے تھے، بہرار، وائل، بکر، نجم، جذام اور عاملہ وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے عیسائی اور یہودی رئیس تھے، حارث بن عمیر جو شاہ بصریٰ کے دربار میں دعوت اسلام کا لے کر گئے تھے، ان کو غسانیوں نے راستہ میں قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تین ہزار مسلمانوں کا ایک دستہ تادیب و انتقام کے لیے روانہ فرمایا، غسانی ایک لاکھ کا ٹڈی دل لے کر میدان میں آئے اور خبر تھی کہ رومی بھی اسی قدر فوج لیے موقع سے قریب مواب میں پڑے ہیں، تاہم مٹھی بھر مسلمان آدمیوں کے اس جنگل سے نہ ڈرے اور کچھ عزیز جانیں کھو کر فوج کو میدان جنگ سے ہٹا لائے اس جنگ کا نام غزوہ موتہ ہے۔

اس کے بعد ۹ھ میں غزوۂ تبوک پیش آیا۔ دم بدم خبریں آتی رہتی تھیں کہ رومی حملہ آوری کے لیے عیسائی عربوں کی ایک فوج گراں ترتیب دے رہے ہیں اور ایک سال کی پیشگی تنخواہ بھی فوج کو تقسیم کر چکے ہیں، یہ بھی خبر تھی کہ غسانی فوج کی آراستگی میں مصروف ہیں اور گھوڑوں کی نعل بندی کر رہے ہیں، اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے تیس ہزار صحابہؓ کے ساتھ پیش قدمی فرمائی اور بیس دن تک دشمنوں کی آمد کا انتظار کرتے رہے، لیکن کوئی مقابل نہیں آیا، تاہم اس پیش قدمی کا یہ فائدہ یہ ہوا کہ غسانیوں کے علاوہ تمام رؤساء نے رومیوں کو چھوڑ کر اسلام کی حمایت قبول کر لی۔ ۱۱ھ میں زمانہ مرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الموت میں رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زیدؓ کے زیر افسری رومیوں کے مقابلہ کے لیے پھر فوجیں روانہ فرمائیں، لیکن اس مہم کا اختتام عہد صدیقی میں ہوا۔

ایرانیوں کی حکومت زندگی کے آخری دور کو پہنچ چکی تھی۔ ۱۰ھ میں دعاۃ اسلام کے پہنچنے کے ساتھ ہی بے مقابلہ و جنگ یمن، عمان، بحرین میں ان کی قبائے حکومت کا تار تار الگ ہو گیا۔

غرض نو دس برس کی متواتر اور پیہم کوششوں سے اور مافوق طاقت بشری تائیدات کے سبب سے اب تمام ملک میں امن وامان قائم ہو گیا، قریش اور یہود کی سازشوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ قبائل کی خانہ جنگیاں مٹ گئیں، تمام رہزن اور ڈاکو جتھے رام ہو گئے، بیرونی خطرات کا انسداد ہو گیا، اب موقع ملا کہ صلح و آشتی کے ساتھ حسب فرمان الٰہی اصل مقصود کی طرف توجہ کی جائے۔" (۳۵)

مولانا ابوالکلام آزاد (1888-1958)

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ علم و فضل کا پیکر تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کا طرز تحریر ادب کا شاہکار ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے اکثر مقالات ان کے ہفتہ وار اخبار "الہلال" اور "البلاغ" میں شائع ہوئے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے مقالات رسول اللہ ﷺ سے بے مثال عقیدت و محبت کا اظہار ہیں۔ ان کے مقالات کو کتابی شکل دے کر "رسول رحمت" کے عنوان سے غلام رسول مہر صاحب نے شائع کیا۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

مولانا ابوالکلام آزادؒ عہد نبوی کی خارجہ پالیسی سے متعلق رقم طراز ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے مبعوث فرمایا تھا، وہ بوجہ احسن پورا ہو گیا۔ جزیرۃ العرب پر صدیوں سے بت پرستی، بے دینی، بے تنظیمی اور وحشت و جاہلیت کی خوفناک تاریکی چھائی ہوئی تھی، انسانیت کی شاید ہی کوئی نفرت خیز کراہت انگیز بیماری ہو، جو زیادہ سے زیادہ بری شکل میں اس سرزمین کے اندر موجود نہ تھی، رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تزکیہ کی بدولت صرف تیئس سال کی قلیل سی مدت میں وہ خطہ دین کا جلوہ زار بن گیا اور ایسی قوم تیار ہو گئی، جو اس دین کی نورانی قندیلیں لے کر وطن سے نکلی تو شرق و غرب میں جہاں جہاں تک پہنچی اسے سراپا نور بناتی چلی گئی۔ وقت کی دنیا نے بیس سال کے اندر اندر زبانِ حال سے اعتراف کر لیا کہ اس سے بہتر قوم چاند اور سورج کی آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ وہ اپنی ہر ادا میں نرالی تھی اور اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصب العین کیا تھا؟ انسانوں کو ہر قسم کی غلامی سے نجات دلا کر صرف خدائے واحد کی عبودیت پر استوار کرنا، ہر مصنوعی و جعلی امتیازات کو مٹا کر حسن انسانیت کے لیے صرف تقویٰ اور عمل صالح کو معیار بنا دینا۔ کالے گورے، شرقی غربی اور عربی عجمی کو ایک برادری میں منسلک کر دینا، کیونکہ سب آدم کی اولاد تھے، سب ایک گھرانے کے افراد تھے۔ دلوں اور دماغوں کو وساوس اوہام کی جن آہنی زنجیروں نے جکڑ رکھا تھا، وہ گویا جادو کی چھڑی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں اور عرب کے ساربانوں نے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھ دی، جو اس دنیا کی بہترین تہذیب تھی۔ اور اس میں کائنات انسانیت کے ہر مسئلے کا حل موجود تھا۔ (۳۶)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی (1899-1974)

علامہ ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اہل علم کے ہاں ایک معروف شخصیت ہیں۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ کا سلسلۂ نسب صدیقی وفاروقی ہے۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ اگرچہ منسوب کاندھلہ کی طرف تھے، لیکن آپ کی ولادت بھوپال میں ہوئی ہے۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ نے ابتدائی تعلیم تھانہ بھون میں حاصل کی، پھر مظاہر العلوم سہارنپور میں علوم وفنون کی مروجہ کتب کی تعلیم حاصل کی اور آخر میں دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔

مولانا کاندھلویؒ کو اللہ تعالیٰ نے خداد صلاحیت وبصیرت سے نوازا تھا اور آپ ابتداء ہی سے شیخ التفسیر کے منصب پر فائز ہو گئے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ ۱۹۴۹ء کو پاکستان تشریف لائے اور تا آدم آخر یہیں رہے۔ مولانا کاندھلویؒ کی علمی و تصنیفی خدمات قابل قدر رہی ہیں، آپ ﷺ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور سیرت رسول ﷺ پر گراں قدر علمی یادگار چھوڑی ہے۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ کی سیرۃ المصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ آپ نے اپنی اس تصنیف میں رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے کئی گوشوں سے پردہ اٹھایا ہے، جن میں ایک رسول اللہ ﷺ کی سیاست خارجہ بھی ہے۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

مولانا ادریس کاندھلویؒ اپنی تصنیف "سیرۃ المصطفیٰ" میں عہد نبوی کی خارجہ پالیسی سے متعلق رقم طراز ہے کہ:

"حق جل شانہٗ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین اور موجب سکینت وطمانیت فرمایا، بے شک وہ فتح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبین اور موجب سکینت وطمانیت ہوئی، اس لیے کہ فتح کے معنی لغت میں کسی بند چیز کے کھول دینے کے ہیں، عرب کی مخالفت کی وجہ سے اب تک دعوت اسلام اور تبلیغ احکام کا دروازہ بند تھا، اس صلح نے اس دروازہ کو کھول دیا۔ اب وقت آیا کہ اللہ عزوجل کا پیغام اس کے تمام بندوں کو پہنچا دیا جائے اور اسلام کے عظیم الشان دستر خوان پر دنیا کو دعوت اور صدائے عام دی جائے کہ آ کر اس دستر خوان کے لذائذ وطیبات، فواکہ اور ثمرات سے لطف اندوز ہوں۔ جن لوگوں نے اللہ کی دعوت کو قبول کیا اور اسلام کے دستر خوان پر آ کر بیٹھ گئے، دیکھتے کیا ہیں کہ ایک ایک کر کے تمام مکارم اخلاق اور تمام محاسن، آداب وفضائل وفواضل، محامد وشمائل کا کوئی لون ایسا نہیں کہ جو اس دستر خوان پر نہ ہو۔ ایسا پاک اور صاف نظیف اور شفاف دستر خوان ہے کہ کسی ظاہری اور باطنی فحشاء اور منکر کا ذرہ برابر بھی کہیں دھبہ اور نشان نہیں۔ دنیا سے ہاتھ دھو کر اور اللہ عزوجل کا نام پاک لے کر کھانا شروع کیا، ابھی ایک ہی دو لون چکھے تھے کہ زبان نے فوراً ہی اسلام کا مزہ اور ایمان کی حلاوت اور شیرینی کو محسوس کر لیا، اور سمجھ گئے کہ روح کی غذا تو یہ ہے، اسی غذا سے روح زندہ رہ سکتی ہے، کفر اور شرک کی نجاست اور گندگی کھا کر روح کا زندہ رہنا ناممکن اور محال ہے۔ الغرض نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ سے واپس ہو کر ماہ ذی الحجۃ الحرام ۶ ھ میں بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجنے کا قصد فرمایا، صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے خطبہ دیا۔

ایہا الناس! اے لوگو! میں تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، تمام دنیا کو یہ پیغام پہنچاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اختلاف نہ کرنا کہ اگر قریب بھیجنے کو کہا تو راضی ہو گئے اور اگر کہیں دور جانے کا حکم دیا تو زمین پر بوجھل ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرات صحابہؓ جو کہ اطاعت اور جاں نثاری، اخلاص اور وفا شعاری کے سخت سے سخت امتحان میں ہر موقع پر درجہ اولیٰ میں کامیابی کی سند اور رضی اللہ عنہ کا زرین تمغہ حاصل کر چکے تھے، بھلا وہ کب اس موقع سے چوکنے والے تھے، دل وجان سے تعمیل ارشاد کے لیے تیار ہو گئے اور ایک مناسب مشورہ آپ کی خدمت میں پیش کیا کہ یا رسول اللہ! ملوک اور سلاطین جس خط پر مہر نہ ہو اس کو قابل وثوق اور اعتماد نہیں سمجھتے، حتیٰ کہ ایسے خطوط کو پڑھتے تک نہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کے مشورے سے ایک مہر کندہ کرائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور نگینہ بھی چاندی کا ہی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا، مگر صنعت حبشہ کی تھی۔ محمد رسول اللہ اس پر مہر ہر کندہ تھا، سب سے نیچے لفظ محمد اور سب سے اوپر لفظ اللہ اور لفظ رسول درمیان میں تھا۔

اور سلاطین اور امراء کے نام خطوط روانہ فرمائے، ان کو حق کی دعوت دی اور اس سے آگاہ کر دیا کہ رعایا کی گمراہی کی تمام تر ذمہ داری تم پر عائد ہے"۔ (۳۷)

مفتی محمد شفیع عثمانی (1897-1976)

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور یوپی کے مشہور عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ سادات میں سے تھیں اور آباء واجداد جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں، دیوبند کے ممتاز اہل علم تھے جو ہمیشہ علمی مشاغل میں مصروف اور اہل قصبہ ان کے معتقد رہے۔" (۳۸)

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے ایک اہم رہنما تھے۔ آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر اپنا آبائی وطن دیوبند چھوڑ کر پاکستان ہجرت کی۔ آپ کا شمار دارالعلوم دیوبند کے اہم اساتذہ میں ہوتا تھا۔ پاکستان آ کر سب سے پہلے پاکستان میں دستور سازی کے عمل میں شریک ہوئے اور قائد اعظم کے وعدوں کے مطابق پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لیے راہ ہموار کی۔ آپ نے کراچی کے علاقے کورنگی میں ایک وسیع وعریض مدرسہ جامع دارالعلوم کراچی قائم کیا جو آج پاکستان کا بڑا دینی مدرسہ ہے۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ کے خارجہ پالیسی کو سادہ اصولوں پر استوار سمجھتے ہوئے اسی کو کامیابی کی وجہ بھی گردانتے ہیں۔ مفتی شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

> "اسلام کا نظام فطری اصول پر سادہ، سہل اور مفید ہر شعبہ زندگی پر حاوی اور سو فیصدی کامیاب رہا ہے، جس کی بنیاد کتاب وسنت کی تعلیم ہے، وقتی اور دنیاوی ضرورتوں کے لیے بقدرِ ضرورت صنعت وحرفت، زراعت اور تجارت بھی کچھ سیکھا اور سکھایا جاتا تھا۔
>
> حکیم الحکماء ﷺ نے ہر کام اور ہر چیز کا جو نظام خلق خدا کو عطا فرمایا، وہ نہایت مکمل اور مفید وکامیاب ہونے کے ساتھ ساتھ سہل اور کم خرچ بالا نشین تھے۔ جب سے دنیا نے اس کو چھوڑا، قانونی مشینری اور طول وطویل دفتری نظام کی بھول بھلیاں تو ضرور وجود میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آئیں، جو ایک ظاہر بین شخص کے لیے ممکن ہے کہ نظر و فریب ہو، مگر نتائج اور عواقب کے اعتبار سے دنیا نے مشاہدہ کر لیا کہ وہ بالکل ناکام ثابت ہوئی۔

آج کی دنیا میں انصاف قائم کرنے اور جرائم کو روکنے اور ملک میں علم و تعلیم کو اور اس کے ذریعہ اخلاق حسنہ کو عام کرنے کے نام پر ہزاروں مستقل ادارے قائم ہیں۔ لاکھوں تعلیم یافتہ ماہرانٗ میں کام کرتے ہیں اور یوں اربوں روپیہ ان میں صرف ہوتا جاتا ہے، جرائم بڑھتے جاتے ہیں، علم و تعلیم کا معیار پست ہوتا جاتا ہے، اخلاق کی گراوٹ انتہا کو پہنچی جاتی ہے اور ملک و ملت کے بہی خواہ جب اس افراتفری کو دیکھتے ہیں تو ایک پولیس پر دوسری اسپیشل پولیس کا ادارہ اور ایک خفیہ ادارہ، ایک اصلاح کی اصلاح کے لیے اور ایک ادارہ قائم کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر اس کا ہر زمانے میں نتیجہ یہی رہتا ہے، وجہ وہی ہے جو اوپر بار بار ذکر کی جا چکی ہے کہ قانون اور قانونی مشینری کوئی خودکار مشین نہیں، اس کو چلانے کے لیے انسان درکار ہیں اور اس کا قحط ہے۔

بقول سلطان عالمگیرؒ کے ''دنیا میں وہ چیز جو بہت ہونے کے باوجود نہیں ہے وہ انسان ہے۔'' اور صحیح انسان بننے کا راستہ بجز اسلامی نظریہ توحید و عقیدۂ آخرت کے کوئی نہیں ہے۔''

جناب مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کے ثمرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس نے ہر شعبہ میں کامیابی حاصل کی، کیونکہ اس میں جو اصول کارفرما تھے، وہ یہ تھا کہ انسان کو خوفِ خدا اور آخرت کے ذریعے اخلاقی اور ذہنی اعتبار سے انسان بنایا جائے،، تاکہ ان کے اندر صرف حقوق حاصل کرنے کی فکر نہ ہو، بلکہ قوی جذبہ یہ ہو کہ وہ حقوق کو پورا کریں گے۔

دوسرا اصول یہ تھا کہ ہر کام میں اچھے برے اور صحیح و غلط، مفید و مضر کا معیار انسان کے اپنے دماغ کی پیداوار سے نہیں، بلکہ خالق کائنات اور رسول اللہ ﷺ کے بتلائے ہوئے اصول سے طے کیا جائے۔ اس کے ہر قانون کی بنیاد حکم خدا اور رسول اور ہر کام کا مقصد ان کی رضا ہو۔

ان اصولوں کا لازمی کا نتیجہ دنیا نے آنکھوں سے دیکھا اور اس وقت تک دیکھتی رہی، جب تک ان اصولوں پر عمل ہوتا رہا۔ اور آج بھی جس خطہ ملک میں اس پر پورا پورا عمل ہو جائے وہ ملک یقیناً راحت و سکون کی جنت بن سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید الانبیاء رسول اللہ ﷺ پورے عالم کے لیے پیغمبر امن وامان اور سلامت وراحت بن کر تشریف لائے تھے، جس وقت تک دنیا نے آنحضرت ﷺ کے پروگرام پر عمل کیا، امن وچین کا دور دورہ رہا، جب اس پروگرام کو چھوڑا تو فتنہ وفساد، ظلم وجور اور طرح طرح کے جرائم پھوٹ پڑے۔

دنیا نے امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرنے اور انسداد جرائم کے لیے سینکڑوں مختلف قسم کے نظام چلا کر دیکھ لیے اور نتیجہ سب کے سامنے یہ آیا کہ جوں جوں یہ نظام بڑھے، جرائم کا طوفان بھی بڑھا، انصاف رخصت ہوا، اور امن واطمینان کا نام نہ رہا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہادی عالم ﷺ کے نظام حیات کو زیادہ نہیں تو کچھ عرصہ ہی کے لیے، امتحان ہی کے طور پر سہی، آزما کر دیکھیں اور پھر اس کا مشاہدہ کریں کہ دنیا میں امن وامان، راحت وسلامت صرف پیغمبر امن وسلامت رسول اکرم ﷺ ہی کے ساتھ مدتوں وابستہ ہے۔ اس کے تاریخی شواہد عہد رسالت اور پھر خلفائے راشدینؓ اور صحابہؓ وتابعینؒ کے دور حکومت میں مسلسل اور بعد کے زمانوں میں جب کہیں اس نظام کو جاری کیا گیا، اس جگہ ایسے مشاہد ہیں کہ کسی مخالف کو بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے۔" (۳۹)

مفکر اسلام سید ابو اعلیٰ مودودیؒ (1903-1979)

مولانا مودودیؒ بیسویں صدی کی نابغہ روزگار شخصیت تھے، انہوں نے اسلام کے مکمل نظام حیات کو مضبوط عقلی دلائل کے ساتھ جدید دور کی زبان میں اس طرح پیش کیا ہے کہ ان کی تقریر اور تحریر سے پوری انسانی زندگی کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کا جامع علم حاصل ہو جاتا ہے۔ سید مودودیؒ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت گوناگوں اوصاف جمع کر دیئے تھے، لیکن ان پر دین کی محبت ہر چیز سے زیادہ غالب تھی اور عمر بھر مختلف انداز سے انہوں نے خدمت کی۔

آپؒ کی تعلیم وتربیت کا اہتمام والد گرامی نے کیا اور ایک اتالیق کا انتظام فرمایا جو سید صاحب کو عربی اور علوم دینیہ کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ ۱۱ سال کی عمر میں انہوں نے مولوی کا امتحان پاس کر لیا تھا۔ ۱۹۱۸ء میں آپ نے صحافتی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۲۶ء کے آخر میں شدھی تحریک کے بانی شردھانند قتل ہو گئے اور کانگریس نے ایک طوفان مسلمانوں کے لیے کھڑا کر دیا کہ اسلام خون خواری سکھاتا ہے، اس پہ مولانا جوہر کی پکار یہ کہ کاش! کوئی اللہ کا بندہ ان الزامات کا جواب میں اسلام کا صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقطۂ نظر پیش کرے، ان تقریر سننے والوں میں ۲۴ سالہ مولانا مودودی تھے، جنہوں نے شہرۂ آفاق تصنیف الجہاد فی الاسلام تالیف کی۔ تفہیم القرآن کے مصنف سید مودودی کی بہت سی تصانیف ہیں، لیکن جنہوں نے عالمگیر شہرت اختیار کی وہ دینیات، خطبات، تنقیحات، تصریحات، تفہیمات، سرورِ عالم ﷺ، اسلامی ریاست، تفہیم الاحادیث، پردہ وغیرہ۔

مولانا کو اپنی فکری و عملی سوچ و فکر کی پاداش میں کئی بار جیل جانا پڑا، پہلی بار اکتوبر ۱۹۴۸ میں ۲۰ ماہ تک جیل کی صعوبتیں برداشت کیں، دوسری بار مسئلہ قادیانی تصنیف کرنے کی پاداش میں ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء کو گرفتار کیا گیا، اور سزائے موت کا حکم سنایا گیا اور مارشل لاء کے بارے میں روزنامہ تسنیم میں بیان دینے کے جرم میں سات سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ بعد میں عوامی اور بین الاقوامی ردعمل کی وجہ سے یہ فیصلہ واپس لینا پڑا۔

سیرتِ سرورِ عالم ﷺ کی یہ انفرادیت ہے کہ انہوں نے سیرت کو ایک متحرک فکر اور فعال تحریک کے تناظر میں دیکھا ہے، اس تصنیف میں ان کا تصنیفی تجزیہ، سیرتی علم اور اسلوبی حسن اپنے معراج پر ہے۔ بحیثیت مجموعی سیرت سرور عالم آنحضرت ﷺ کی سیرت و کردار اور آپ ﷺ کے ابدی پیغام کو جس خوبصورت اور عالمانہ انداز میں پیش کرتی ہے، اس کی مثال دورِ حاضر کی کتب سیرت میں کم کم ملتی ہے۔

عہدِ نبوی کی خارجہ پالیسی

سید ابو الاعلی مودودی رسول اللہ ﷺ کی سیاست خارجہ اور آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی کے اثرات کو اپنی کتاب اسلامی سیاست میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں کہ:

> "اسلامی قومیت کی تعمیر میں نسل و وطن اور زبان و رنگ کا قطعاً کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس عمارت کو جس معمار نے بنایا ہے اس کا تخیل ساری دنیا سے نرالا تھا۔ اس نے تمام عالم انسانی کے موادِ خام پر نظر ڈالی۔ جہاں جہاں سے اس کو پوچھا اور مضبوط مسالا ملا اس کو چھانٹ لیا۔ ایمان اور عملِ صالح کو پختہ چونے سے ان متفرق اجزاء کو پیوستہ کر دیا اور ایک عالمگیر قومیت کا قصر تعمیر کیا جو سارے کرہ ارضی پر چھایا ہوا ہے، اس عظیم الشان عمارت کا قیام و دوام منحصر ہے اس پر کہ اس کے مختلف الاصل، مختلف الشکل، مختلف المقام اجزاء اپنی جدا جدا اصلیتوں کو بھول کر صرف ایک اصل کو یاد رکھیں، اپنے جدا جدا رنگ کو چھوڑ کر ایک رنگ میں رنگ جائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

، اپنے الگ الگ مقاموں سے قطع نظر کر کے ایک مخرج صدق سے نکلیں اور ایک مدخل صدق میں داخل ہو جائیں ۔ یہی وحدتِ ملی اس بنیان مرصوص کی جان ہے، اگر یہ وحدت ٹوٹ جائے، اگر اجزائے ملت میں اپنی اصلوں اور نسلوں کے جدا ہونے، اپنے وطن اور مقام کے مختلف ہونے، اپنے رنگ وشکل کے متنوع ہونے اور اپنی اغراضِ دنیوی کے متضاد احساس پیدا ہو جائیں تو اس عمارت کی دیواریں پھٹ جائیں گی، اور اس کی بنیادیں ہل جائیں گی اور اس کے تمام اجزاء پارہ پارہ ہو جائیں گے، جس طرح ایک سلطنت میں کئی سلطنتیں نہیں بن سکتیں، اسی طرح ایک قومیت میں کئی قومیتیں نہیں بن سکتیں۔ اسلامی قومیت کے اندر نسلی، وطنی، لسانی، اور لونی قومیتوں کا جمع ہونا قطعاً محال ہے۔ ان دونوں قسم کی قومیتوں میں سے ایک ہی قائم رہ سکتی ہے، اس لیے کہ:

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

پس جو مسلمان ہے اور مسلمان رہنا چاہتا ہے اسے تمام قومیتوں کے احساس کو باطل اور سارے خاک وخون کے رشتوں کو قطع کرنے پڑے گا اور جو ان رشتوں کو قائم رکھنا چاہتا ہے اس کے متعلق ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ اسلام اس کے قلب وروح میں نہیں اُترا، جاہلیت اس کے دل ودماغ پر چھائی ہوئی ہے، آج نہیں تو کل وہ اسلام سے چھوٹے گا اور اسلام اس سے۔'' (۴۰)

ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (1908-2002)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ معروف محدث، فقیہ، محقق، قانون دان اور اسلامی دانشور تھے اور بین الاقوامی قوانین کے ماہر سمجھے جاتے تھے، تاریخ، حدیث پر اعلیٰ تحقیق، فرانسیسی میں ترجمہ قرآن اور مغرب کے قلب میں ترویج اسلام کا اہم فریضہ نبھانے پر آپ کو عالمگیر شہرت ملی۔ ڈاکٹر حمید اللہ ''19 فروری ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن کے ایک قدیم محلہ کٹل منڈی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام خلیل اللہ اور والدہ کا نام بی بی سلطانہ تھا۔ والد مدراس سے نقل مکانی کر کے حیدآباد آ گئے اور نظام دکن کے محکمہ مال گزاری Revenue Department میں Director کے عہدے پر رکھ لیے گئے۔ دادا محمد صبغۃ اللہ بدر الدولہ قاضی اور پردادا مولوی محمد غوث شرف الملک مدراس کے عہدۂ قضاء پر فائز رہے۔ آخر الذکر کو لارڈ کرزن نے شمس العلماء کے خطاب سے نوازا تھا۔ آپ کے نانا نواب قاسم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جنگ نے صدر محاسب ریاست کرناٹک کا عہدہ نبھایا۔ آپ کی پانچ بہنیں اور چار بھائی تھے جن میں ایک بہن اور ایک بھائی بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ آپ تمام بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔'' (۴۱)

ڈاکٹر صاحب کا گھرانہ انتہائی روحانی اور صوفی گھرانہ تھا۔ جدید تعلیم کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا، خاندانی روایات کے مطابق آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۴ء میں مولوی کامل کا درجہ مکمل کیا، بعدازاں گھر والوں کو بتائے بغیر انگریزی زبان کی اہمیت کے پیش نظر میٹرک کے امتحان کی تیاری کی اور امتیازی حیثیت سے کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۲۴ء میں آپ نے جامعہ عثمانیہ میں داخلہ لیا، اسلام، علم قانون میں ایم اے اور ایل ایل بی کی سند جامعہ عثمانیہ سے ۱۹۳۰ء میں حاصل کی، جامعہ عثمانیہ کی جانب سے اسلامی قوانین اور بین الاقوامی میں ڈاکٹریٹ کے لیے آپ کو فیلوشپ سے نوازا گیا۔ ۱۹۳۲ء میں جامعہ بون، جرمنی سے آپ نے ڈی فل کی سند حاصل کی، اور پھر اسی جامعہ میں عربی اور اردو کے استاذ کی حیثیت سے متعین ہوئے۔ جرمنی میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد آپ نے ڈاکٹریٹ کے لیے پیرس کی معروف جامعہ سوربون میں داخلہ لیا۔ ۱۱ ماہ کے مختصر عرصے میں آپ نے ڈی لٹ کی سند حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۸ء تک جامعہ عثمانیہ میں خدمت انجام دی۔

آپ اردو، عربی، فرانسیسی، جرمن، قدیم وجدید ترکی، اطالوی، فارسی، انگریزی اور روسی زبانوں پر عبور رکھتے تھے، آپ نے سات زبانوں میں تحریر وتحقیق کا کام کیا۔ انگریزی اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں کتابیں، مضامین لکھے، تحقیق کے لیے متعدد اسلامی یورپی ممالک کا دورہ کیا۔

''عہد نبوی کے میدانِ جنگ'' نامی کتاب کے سلسلے میں نجد وحجاز کے ان میدانوں کا سفر بھی کیا اور تاریخی مواد اکٹھا کیا۔ ہمام ابن منبہ (جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے) کے صحیفے کی تدوین کا کام ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کا بہت بڑا کارنامہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ میں ریاست حیدر آباد کے ۱۹۴۶ء میں سفیر مقرر ہوئے، حیدر آباد پر بھارتی پولیس ۱۹۴۸ء کے بعد پیرس میں رہ کر جلاوطنی کی زندگی اختیار کی۔ ۱۹۵۰ء میں قراردادِ مقاصد کی تیاری میں ڈاکٹر حمید اللہ شامل تھے، قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ کراچی میں قیام کیا، ۱۹۵۲ء سے ۱۹۷۸ء تک ترکی کے مختلف جامعات میں بطور مہمان استاذ خدمات انجام دیں۔ ۲۰ سال سے زائد فرانس کے قومی مرکز برائے سائنس تحقیق سے وابستہ رہے۔ ۱۹۸۰ء میں جامعہ بہاولپور میں طلبہ کو خطبات دیئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر حمید اللہ کو حکومت پاکستان نے ۱۹۸۵ء میں اعلیٰ ترین شہری اعزاز ہلال امتیاز سے نوازا اور آپ نے اعزاز میں ملنے والی رقم (تقریباً ایک کروڑ) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ادارہ تحقیقات اسلامی کو عطیہ کر دی، اس جامعہ کا کتب خانہ ڈاکٹر حمید اللہؒ کے نام سے موسوم ہے۔ڈاکٹر حمید اللہؒ زندگی کے آخری ایام جیکسن ول میں گزارنے کے بعد ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء میں ۹۵ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔" (۴۲)

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

ڈاکٹر حمید اللہؒ کی زیادہ تر کتابیں نبی اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی و سفارت کاری کے گرد گھومتی ہیں اور ان کے بہت سے لیکچرز بھی انٹرنیشنل ریلشنز پہ ہیں، مایہ ناز کتاب خطبات بہاولپور سے ایک تحریر کا حصہ شامل کر رہے ہیں کہ کس طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی خارجہ حکمت عملی سے دشمنوں کے دل میں گھر کیا اور دلوں کو فتح کر لیا۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مکہ والے ابتدائی دو شکستوں کے بعد یہودیوں اور دیگر لوگوں کی ترغیب پر تیسری بار مدینے پر حملہ آور ہوئے تھے۔ جنگ خندق میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی، وہ محاصرہ اٹھا کر واپس آ گئے۔اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے پیش بینی فرمائی، جیسا کہ حدیث میں صراحت سے ذکر ہے کہ اب دشمن ابتدا Initiative نہیں لے گا، بلکہ Initiative ہم لیں گے۔اس کے کیا معنی تھے؟ رسول اکرم ﷺ نے خیال فرمایا کہ اب مکہ والوں کو جرات نہیں ہوگی کہ پھر مدینے پر حملہ آور ہوں۔اس لیے ضرورت ہے کہ اس وقت جو سکون کا وقت ملا ہے، اس سے فائدہ اٹھایا جائے، اس وقت وہ تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں کہ جن کا تعلق براہِ راست فوج اور جنگ سے نہیں ہے، لیکن ان کا اثر فوجی کاروائی پر پڑتا ہے، اسی زمانے میں ایک قحط عرب میں نمودار ہوا، جس سے ملک والے بے انتہا متاثر ہوئے، مکہ میں چونکہ زراعت نہیں ہوتی، انہیں غلہ باہر سے درآمد کرنا پڑتا ہے، جن مقامات سے غلہ درآمد ہوتا تھا، وہاں بھی قحط کے آثار نمایاں تھے اور وہ بھی ان کو غلہ مہیا نہیں کر سکتے تھے۔اس زمانے میں ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا جس کا اثر فوجی نقطہ نظر سے پڑتا ہے، وہ یہ کہ اس زمانے میں نجد ایک واحد علاقہ تھا جہاں کی پیداوار قحط سالی سے بچ گئی تھی اور وہاں سے غلہ مکہ کو برآمد ہو سکتا تھا، ایک دن مسلمانوں کا ایک فوجی دستہ کسی مقام پر تھا، اس نے ایک شخص کو مشتبہ حالت میں دیکھ کر گرفتار کر لیا اور اسے مدینہ لے آئے، اسے رسول اللہ ﷺ پہچانتے تھے، وہ نجد کا ایک بہت بڑا سردار ثمامہ بن اثال تھا اور ایک مرتبہ ہجرت سے پہلے مکہ بھی آیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے حسب عادت اس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی تبلیغ اسلام کی تھی، تو اس نے دھمکی دی تھی کہ اے محمد! چپ رہو، ورنہ میں تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔ اب وہی شخص گرفتار ہو کر مدینہ لایا گیا، رسول اکرم ﷺ اس سے کہتے ہیں کہ: کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تو اپنی بے دینی اور بت پرستی چھوڑ کر اپنے بنانے والے اللہ کی عبادت کرے؟! اس نے کہا: اے محمد! اگر تجھے فدیہ کے مال کی ضرورت ہے تو جتنا مال کہو میں دینے کے لیے تیار ہوں، میں مال دار ہوں، اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میں ذودم ہوں (یہ ایک عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: خون والا) بظاہر اس کے معنی یہی معلوم ہوتے ہیں کہ قتل کیے جانے کا مستحق ہوں، میں خون بہا چکا ہوں۔ غالباً اس نے کسی مسلمان کو قتل کیا تھا، اس کا جواب یہی تھا کہ جتنا فدیہ مانگتے ہو، میں دینے کو تیار ہوں، اس پر گفتگو ختم ہو جاتی ہے ہے اور رسول اللہ ﷺ حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کو مسجد میں ایک ستون کے ساتھ باندھ دو، تا کہ یہ دن بھر ہماری عام زندگی کو دیکھے اور ہماری نمازوں کا مشاہدہ کرے، اسے کھلایا پلایا بھی جاتا تھا، چناں چہ لکھا ہے کہ وہ ایک آدمی دس آدمیوں کے برابر خوراک کھاتا تھا اور اسے پورا کھانا دیا جاتا تھا۔ اسے انسانی ضرورتوں کے لیے یقیناً کھولا جاتا ہوگا، پھر واپس لا کر اسے واپس باندھ دیتے ہوں گے، پھر ہر نماز کے وقت رسول اکرم ﷺ اس کے پاس سے گزرتے اور اس سے کہتے کہ اسلام لاؤ، وہ ہمیشہ یہی جواب دیتا کہ اگر فدیہ مانگتے ہو تو مانگو، جتنا کہو میں دینے کو تیار ہوں، مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو میں خون والا شخص ہوں۔ کئی دن اس طرح گزر گئے، آخر اس طرح کے جواب کو بیسیوں بار سن کر رسول اکرم ﷺ اسے فرماتے ہیں کہ: جاؤ میں مفت میں تمھیں چھوڑ دیتا ہوں، یہ اس کے لیے غیر متوقع چیز تھی، اس لطف اور مہربانی سے بے حد متاثر ہوا، وہ مسجد سے نکلتا ہے، قریب ہی ایک کنویں پر جا کے غسل کرتا ہے اور واپس مسجد میں آ کر رسول اکرم ﷺ کے سامنے کہتا ہے: ”أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمداً رسول الله ‘ اور اس جملے کا بھی اضافہ کرتا ہے کہ اب سے چند منٹ پہلے تک دنیا کا وہ شخص جس سے میں سب سے زیادہ نفرت کرتا تھا وہ تم تھے، لیکن اب دنیا کا وہ شخص جس سے میں سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں، آپ ہیں۔ اس کے بعد اس نے فوجی نقطۂ نظر سے جو خاص بتایا کہ وہ یہ تھی کہ یا رسول اللہ! میرے ملک سے مکہ والوں کو غلہ برآمد کیا جاتا ہے، خدا کی قسم! اب جب تک آپ مجھے اس کا حکم نہیں دیں گے اس وقت تک ایک دانہ غلہ کا نجد سے مکہ نہیں بھیجا جائے گا۔ نجد کے غلہ کی بندش سے مکہ کی غذائی حالت اور بھی خراب ہو گئی، آخر مکہ والے مجبور ہو کے ذلت کا احساس لیے ادب کے سے ساتھ مدینہ کو ایک دفعہ بھیجتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ اے محمد! تم ہمیشہ نیک مہربان اور محبت کی تعلیم دیتے رہے ہو، اب

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہم شہریوں اور ہم وطنوں پر رحم کرو۔ہم بھوک سے مر رہے ہیں، رسول اکرم ﷺ فوراً ثمامہ بن اثال کو ایک خط بھجواتے ہیں کہ غلہ بھجوانے کی بندش اٹھالی جائے،اس کا مکہ والوں کے دل پر اثر ہونا چاہیے تھا اور یہی رسول اکرم ﷺ کا مقصد تھا کہ ان کو اسلام کی طرف مائل کریں،اس کے بعد صرف اس پر ہی اکتفا نہیں کیا جاتا، بلکہ مدینے سے پانچ سو اشرفیاں جو اس زمانے میں ایک بڑی رقم تھی مکہ کے فقراء وغرباء کی مدد کے لیے بھیجتے ہیں،، تاکہ زمانے میں ہر شئے کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں کہ غریب لوگوں کے بس میں نہیں ہوتا کہ کسی چیز کو خرید سکیں،حضور ﷺ پانچ سو اشرفیاں مکہ کے سردار ابوسفیان کو بھیجتے ہیں کہ یہ غریبوں کی امداد کے لیے بھیج رہا ہوں،وہ بھناتا ہے کہ:اس کے الفاظ جو تاریخ میں مرقوم ہیں کہ محمد (ﷺ) ہمارے نوجوانوں کو ورغلائے ، بہرحال اس کو حالات اجازت نہیں دیتے تھے کہ رقم کو واپس کرے،اس کے بعد بھی ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ جن کا مجموعی اثر مکہ والوں پر پڑا کہ وہ اسلام کے پیغام اور اسلام کو دشمن سمجھنے کے بجائے دل ہی دل میں اس پر فخر کرنے لگے کہ ان کے ہی شہر کا آدمی اب بادشاہ بن رہا ہے اور طاقت ور ہوتا جارہا ہے، مگر اس کے اظہار کی ان میں جرأت نہیں تھی ،لیکن یہ اسلام کی طرف میلان کی فطری اور اندرونی کیفیت تھی،اس طرح اب اگر مکہ والوں پر مسلمان حملہ کریں تو بھرپور مقابلے کا کوئی امکان نہ تھا۔مکہ والے کیوں رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کریں جب کہ وہ مصیبت کے وقت ان کی مدد کر رہا ہے؟!'' (۴۳)

صفی الرحمٰن مبارکپوری (1942-2006)

مولانا صفی الرحمٰن کا شمار عصر حاضر کے جید و ممتاز علماء میں ہوتا ہے۔صفی الرحمٰن مبارکپوری ۱۹۴۲ء میں حسین آباد مبارکپور ہند میں پیدا ہوئے،آپ کا شمار علمائے مبارکپور کے علمی خانوادے سے ہے۔اس خاندان کی علمی بالخصوص محدثانہ خدمات کو عرب وعجم میں بہت عزت سے دیکھا جاتا ہے۔مختلف مدارس میں خدمات دین پیش کیں،جامعہ سلفیہ سے وابستہ رہے،انہوں نے اکیس کے قریب عربی اردو چھوٹی بڑی کتب تحریر کی ہیں۔عصر حاضر میں فن سیرت نگاری کا معیاری نمونہ ہے، ان کی معروف کتاب کا اردو ترجمہ مصنف کے اپنے قلم سے ہوا ہے،اس کا اسلوب بیان بارِ خاطر بن جانے والے طول اور اظہارِ بیان سے قاصر رہ جانے والے اختصار ہر دو سے مبرا ہے۔

انہوں نے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں مقالہ بھیجا جس میں ''الرحیق المختوم'' عربی کو ۱۷۱

www.KitaboSunnat.com

مسودات میں سے بورڈ نے اول نمبر پر قرار دیا۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی کتاب ''الرحیق المختوم'' میں رسول اللہ ﷺ کی سیاسی کامیابی پر ایک جامع تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اس طرح آپ نے مسلسل اور پیہم معرکہ آرائی میں بیس برس سے اوپر گزار دیئے اور اس دوران آپ کو کوئی ایک معاملہ دوسرے معاملے سے غافل نہ کرسکا، یہاں تک کہ اسلامی دعوت اتنے بڑے پیمانے پر کامیاب ہوئی کہ عقلیں حیران رہ گئیں۔ سارا جزیرۃ العرب آپ کے تابع فرمان ہوگیا، اس کے اُفق سے جاہلیت کا غبار چھٹ گیا، بیمار عقلیں تندرست ہوگئیں، یہاں تک کہ بتوں کو چھوڑ، بلکہ توڑ دیا گیا، توحید کی آوازوں سے فضا گونجنے لگی، ایمان جدید سے حیات پائے ہوئے صحرا کا شبستانِ وجود اذانوں سے لرزنے لگا اور اس کی پنہائیوں کو اللہ اکبر کی صدائیں چیرنے لگیں۔ قراء، قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کرتے اور اللہ کے احکام قائم کرتے ہوئے شمال و جنوب میں پھیل گئے۔

بکھری ہوئی قومیں اور قبیلے ایک ہوگئے، انسان بندوں کی بندگی سے نکل کر اللہ کی بندگی میں داخل ہوگیا۔ اب نہ کوئی قاہر ہے نہ مقہور، نہ مالک ہے نہ مملوک، نہ حاکم ہے نہ محکوم، نہ ظالم ہے نہ مظلوم، بلکہ سارے لوگ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے احکام بجا لاتے ہیں۔ اللہ ان سے جاہلیت کا غرور ونخوت اور باپ دادا کے فخر کا خاتمہ کردیا۔ اب عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر کوئی برتری نہیں۔ برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے، ورنہ سارے لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔

غرض اس دعوت کی بدولت عربی وحدت، انسانی وحدت اور اجتماعی عدل وجود میں آگیا۔ نوع انسانی کو دنیاوی وسائل اور اخروی معاملات میں سعادت کی راہ مل گئی۔ بالفاظِ دیگر زمانے کی رفتار بدل گئی، روئے زمین متغیر ہوگیا، تاریخ کا دھارا مڑ گیا اور سوچنے کے انداز بدل گئے۔

اس دعوت سے پہلے دنیا پر جاہلیت کی کارفرمائی تھی۔ اس کا ضمیر متعفن تھا اور روح بدبودار تھی۔ قدریں اور پیمانے مختل تھے۔ ظلم و غلامی کا دور دورہ تھا۔ فاجرانہ خوشحالی اور تباہ کن محرومی کی موج نے دنیا کو تہ و بالا کر کے رکھا تھا۔ اس پر کفر و گمراہی کے تاریک و دبیز

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پردے پڑے ہوئے تھے، حالانکہ آسمانی مذاہب وادیان موجود تھے، مگر ان میں تحریف نے جگہ پالی تھی اور ضعف سرایت کر گیا تھا، اس کی گرفت ختم ہو چکی تھی اور وہ محض بے جان وبے روح قسم کے جامد رسم و رواج کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔

جب اس دعوت نے انسانی زندگی پر اپنا اثر دکھایا تو انسانی روح کو وہم وخرافات، بندگی وغلامی، فساد وتعفن اور گندگی وانارکی سے نجات دلائی اور معاشرۂ انسانی کو ظلم وطغیان، پراگندگی وبربادی، طبقاتی امتیازات، حکام کی استبداد اور کاہنوں کے رسوا کن تسلط سے چھٹکارا دلایا اور دنیا کو عفت ونظامت، ایجادات وتعمیر، آزادی وتجدد، معرفت ویقین، وثوق وایمان، عدالت وکرامت اور عمل کی بنیادوں پر زندگی کی بالیدگی، حیات کی ترقی اور حقدار کی حق رسائی کی تعمیر کیا۔

ان تبدیلیوں کی بدولت جزیرۃ العرب نے ایسی بابرکت اٹھان کا مشاہدہ کیا جس کی نظیر انسانی وجود کے کسی دور میں نہیں دیکھی گئی اور اس جزیرے کی تاریخ اپنی عمر کے ان یگانہ روزگار ایام میں اس طرح جگمگائی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں جگمگائی تھی۔" (۴۴)

رسول اللہ ﷺ کی شاندار خارجہ پالیسی نے دنیا کو حیران کر دیتی ہے، کیونکہ عرب جو کہ شرک کی گندگی میں مبتلا تھے اور ان کا حال یہ تھا کہ کوئی بھی اخلاقی رمق ان میں باقی نہیں تھی، مگر آپ ﷺ کی شب و روز کی کاوشوں سے وہ معاشرہ بالکل تبدیل ہوا، سینکڑوں معبودوں کے ماننے والوں نے ان کی عبادت کو چھوڑ کر ایک خدا کی بندگی میں آگئے اور یہی نہیں، بلکہ اس تبدیلی کے ثمرات نے قیصر وکسریٰ کے کنگن مسلمانوں کے جھولی میں ڈالے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر (2009)

دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد کے سربراہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد کے سابق پرنسپل، فیصل مسجد اسلام آباد کے خطیب، بیت الحکمت کے رئیس، دنیائے سیرت رسول ﷺ کی کتابوں کے سب سے بڑے ذخیرے کے مالک اور مشہور عالم دین فضیلۃ الشیخ عبدالجبار شاکر کو اسلام قرآن اور حیات طیبہ (ﷺ) سے گہری رغبت تھی۔ وہ رسالت مآب ﷺ کے اصولوں کے پاسبانوں میں سے اور اپنے قول، عمل اور سوچ سے بھی یہ ثابت کر چکے ہیں۔

عبدالجبار شاکر کو عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر عبور حاصل تھا اور علامہ اقبال سے بے حد الفت، اقبال کے شعر ازبر تھے، لباس میں جلالت، حسن بے مثال، سفید داڑھی، آواز میں گرج،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آنکھوں میں چمک، ذات پر اعتماد، دوسروں کی عزت اور حوصلہ افزائی ان کا وطیرہ تھا۔ خوش مزاجی، خوش خلقی اور اندازِ گفتگو پر کشش تھا، تحریر ہو، تقریر ہو، ہر موضوع میں چاشنی، حقیقت کو یوں ظاہر کرتے کہ سارے بھید سامنے لے آتے۔

روپیہ لالچ سے کوئی سروکار نہیں، رشوت کے بازار سے بالکل ناواقف، رزق حلال، محنت اور اعلیٰ اخلاق ان کا سرمایہ تھا، ان کی صداقت کا سمندر ان کا علم اور حسن بیان تھا، دیانت داری، خوش کلامی اعتدال پسندی، خودداری کے جواہر سے مالا مال تھے۔ ان کی دولت ان کی کتب کا ذخیرہ تھا، ان کو اکٹھا کرتے رہے۔ جب لشکر کتب تیار ہو گئیں، ملتان روڈ منصورہ کے پاس کتب خانہ (لائبریری) کو سجا دیا اور صدقہ جاریہ کی بنیاد رکھ ڈالی۔ یہ علم وعرفان کا سمندر ۱۳، اکتوبر ۲۰۰۹ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

ان کی مشہور کتاب خطبات و مقالاتِ سیرتؐ سے ''حضور ﷺ بحیثیت رہبر امور خارجہ'' سے لیا گیا ہے:

''اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی دین ہے اور پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ ایک ابدی پیغام اور دائمی نبوت کے حامل رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ ﷺ نے دین وشریعت کے جس نظام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے اطراف واکناف عالم میں پیش کیا اور مختلف اقوام کو اس کی قبولیت کی دعوت دی، اسلام کا یہ نظریہ حیات اور نظام زندگی ہر اعتبار سے مکمل و اکمل اور جامع ہے، اس نظام نے جلد ہی حجاز کو مفتوح کر کے حیات رسالت مآب ﷺ کے دوران ہی بارہ لاکھ مربع میل پر اپنی سیادت اور قیادت کو تسلیم کرا لیا تھا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے خلفائے راشدینؓ نے اسلامی ریاست کو اس قدر وسیع کیا کر دیا کہ براعظم ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے پینتالیس لاکھ مربع میل کے علاقے اس میں شامل ہو گئے۔ اسلام کی انقلابی تعلیمات اور فطری دعوت پر مبنی اسلامی ریاست جہاں داخلی سطح پر بہت سے فیوض وبرکات کا باعث ہوئی، وہاں امور خارجہ کے حوالے سے اس نے اپنی ہمسایہ ریاستوں، قبائل، اقوام اور معاشروں کے ساتھ مثالی دعوتی، تجارتی، معاشی اور معاشرتی تعلقات استوار کیے۔ اس میں بین البراعظمی اسلامی ریاست نے اپنے قیام و ارتقاء کے دوران وہ کون سی حکمت عملی اور خارجہ پالیسی اختیار کی جس کے باعث ایک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نظریاتی ریاست نے اس عہد کی عالمی قوتوں کے وجود کو نیست و نابود کر دیا۔ حضور ﷺ نے امور خارجہ کے بارے میں وہ کون سی اور کیسی رہنمائی فراہم کی جس کے باعث چودہ سو سال پہلے دنیا کے نقشے پر ایک نظریاتی عالمی ریاست کے قیام میں مدد ملی۔ یہ وہ اہم اور فکر انگیز موضوع ہے، جس کا تفصیلی مطالعہ مطلوب ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ جب اسلام کی عالمگیر دعوت کا ۶۱۰ء میں آغاز فرمایا تو مکۃ المکرمۃ کو ایک شہری ریاست یا City state کا درجہ حاصل تھا، جس میں مختلف قسم کے انتظامی اختیارات مختلف قبائل کے سپرد تھے اور باہمی مشاورت اور فیصلوں کا ایک ادارہ ''دارالندوہ'' کے نام سے موجود تھا۔ اس دور میں ہمیں دو قسم کے حکمرانوں کا وجود دکھائی دیتا ہے۔ ان میں ایک تو تاج پوش اور خود مختار بادشاہ اور سلاطین تھے جیسے: شاہان روم، ایران، مصر اور شام، جب کہ دوسرے قبائلی سردار تھے جو محدود علاقوں اور مخصوص قبائل کی حد تک اپنا حق حکمرانی استعمال کرتے تھے، مگر ان میں سے بعض کے بڑی طاقتوں کے ساتھ جو معاملات موجود تھے جن کے تحت انہیں مختلف قسم کے تحفظات بھی حاصل تھے۔ حجاز کے قریب میں یمن، حیرہ اور شام کی بادشاہتیں موجود تھیں۔ ان میں حجاز کی شہری ریاست کو ایک مخصوص حیثیت حاصل تھی۔ دوسری اقوام اور بادشاہتوں کے حملوں سے نسبتاً حجاز محفوظ تھا۔ حجاز کی امارت میں مختلف مناصب مختلف قبائل کے سرداروں کے پاس موجود تھے، لیکن ان ذمہ داریوں میں سے سفارت کا شعبہ بنو عدی کے پاس تھا اور ظہور اسلام کے وقت اس منصب پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فائز تھے، یوں عرب کے محل وقوع پر ایک طائرانہ نظر دوڑائیں تو اس کے مغرب میں بحر احمر اور جزیرہ نمائے سینا ہیں۔ مشرق میں خلیج عرب اور جنوبی عراق ہیں۔ اس کے جنوب میں بحر عرب ہے جو ظاہری طور پر بحر ہند کے ساتھ ملا کر دکھائی دیتا ہے۔ اس کے شمال میں ملک شام اور عراق کے شمالی حصے شامل ہیں۔ یوں سر زمین عرب بارہ تیرہ لاکھ مربع میل میں پھیلی ہوئی ہے جو اپنے طبعی وسائل اور جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے ایک محفوظ اور خود مختار ریاست کا درجہ رکھتی ہے۔

بعثت نبوی کے وقت ایران اور روم کی سلطنتیں آپس میں برسر پیکار تھیں اور ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ عرب و حجاز کا علاقہ اپنی جغرافیائی حیثیت کے باعث اس پیکار سے نسبتاً محفوظ تھا۔ تین براعظموں کے درمیان گھرا ہوا حجاز کا علاقہ اور اس میں مکہ کی شہری ریاست ایک مخصوص اہمیت کی حامل ہے۔ یہی وہ سر زمین ہے جہاں پر کعبہ نے عالمی مرکزیت کا سامان فراہم کر رکھا ہے اور اسی شہر کے باشندوں سے حضور اکرم ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی دعوت کا آغاز ۶۱۰ء میں کیا تو مسلمانوں کی اطاعت قبائلی نظام اور مشرکانہ ماحول سے کٹ گئی اور اس مسلم اقلیت کی حیثیت سے مملکت کے اندر ایک مملکت یعنی state within a state کی ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کو دوسرے قبائل کے سامنے پیش کیا۔ اس دعوتِ حق کے مقابلے میں مشرکین مکہ کی مخالفت آہستہ آہستہ مخاصمت کا درجہ اختیار کرتی چلی گئی، یہاں تک کہ نبوت کے پانچویں سال میں مسلمانوں کا مکہ میں رہنا بہت ہی دشوار ہو گیا تو آپ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کے ملک میں ہجرت کی اجازت دے دی۔ یوں مکہ کی شہری ریاست سے بارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل ایک قافلہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک دوسری پر امن ریاست کی طرف روانہ ہو گیا۔ نجاشی نے اس قافلے کو پناہ دی۔ اس خبر سے مشرکین مکہ پیچ و تاب کھانے لگے اور ان کی انتقامی کاروائیوں میں مزید شدت پیدا ہو گئی، حضور ﷺ نے پھر ۸۳ مردوں اور اٹھارہ عورتوں کو ہجرت کی اجازت دی۔ یہی وہ موقع ہے جب مہاجرین کے خلاف قریش نے اپنی سفارت کے لیے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو حبش بھجوایا، جنہوں نے نجاشی کے دربار میں تحائف پیش کیے اور مہاجرین کے خلاف اپنا کیس پیش کیا۔ اس پر مسلمانوں کے ترجمان جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی پیش کی جسے نجاشی نے قبول کیا اور سفارتِ قریش کے ہدیے اور تحائف واپس کر دیے۔ مکی زندگی میں ایک غیر ملک میں خارجہ تعلقات میں اسے ایک اہم ترین واقعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

اسلام اپنی فطرت کے لحاظ سے غلبے کا دین ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کو جو چارٹر سپرد کر دیا گیا ہے، وہ دعوت کے ذریعے امن عالم کی ضمانت کے ساتھ تمام جاہلی اور مشرکانہ تہذیبوں پر اسلامی تہذیب کے غلبے کا حصول ہے، یہی باعث ہے کہ مکہ کی سرزمین میں جب اسلامی ریاست کے قیام میں مشکلات حائل ہوتی چلی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے شمال میں وادیٔ یثرب میں اس کے امکانات کو پیدا کر دیا۔ نبوت کے گیارہویں سال حج کے موقع پر یثرب کے چھ خوش نصیبوں نے اسلام قبول کیا، اس سے اگلے سال بارہ لوگ حاضر خدمت ہوئے جن میں دو قبیلہ اوس سے، جب کہ باقی ماندہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ اس موقع پر بیعت عقبہ اولیٰ ہوئی۔ اس اسلامی وفد کے ہمراہ حضور ﷺ نے مدینہ کی طرف پہلا اپنا سفیر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بنا کر بھیجا جنہوں نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں شاندار کامیابیاں حاصل کیں اور ان کی خدمات ہجرت کے عظیم الشان فیصلے کی بنیاد بن گئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضور ﷺ نے ۶۲۲ء میں ہجرت کا عظیم سفر اختیار کیا اور مکہ کو چھوڑ کر عازم یثرب ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ کو جلد ہی ایک شہری مملکت کے حصول میں کامیابی نصیب ہوئی۔ چار مربع کلومیٹر کی اس اسلامی ریاست میں مسلمانوں کی تعداد ابتداء میں چند نفوس پر مشتمل رہی۔ مسلمانوں کی یہ محدود آبادی یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلم قبائل میں گھری ہوئی تھی۔ اس اسلامی ریاست کے استحکام اور بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے بہت سی تدابیر اختیار کی گئیں۔ مختلف قبائل کے سربراہوں سے تعلقات استوار کیے گئے اور صدیوں سے جنگ و جدل میں مصروف اور برسر پیکار قبائل کو اپنی سربراہی قبول کرنے پر قائل کیا گیا۔ آپس میں مدتوں کے برسرِ پیکار قبائل بھی کسی مشترکہ قیاوت کے طلبگار تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی عادلانہ سربراہی پر مطمئن کر دیا، مگر آپ ﷺ نے ان قبائل اور مذاہب پر مشتمل آبادیوں کو ایک تحریری دستور پر متفق کر لیا جسے ہم میثاق مدینہ کے عنوان سے جانتے ہیں۔ ۵۲ دفعات پر مشتمل یہ دستاویز اقوام عالم کی سیاسی تاریخ میں ایک منفرد اور اولین تحریری دستور کا درجہ رکھتی ہے، جس کا مطالعہ ایک ایسی ریاست کے داخلی اور خارجی امور کو سمجھنے میں معاون ہو سکتا ہے جس میں مختلف مذاہب اور قبائل کے بیشتر افراد شامل ہوں۔ عہد اسلامی کی اولین سیاسی دستاویزات میں اس آئینی اور دستوری دستاویز کی بہت اہمیت ہے۔ اس میثاق مدینہ کی دستوری دفعات کے بہت جلد نتائج و ثمرات سامنے آنے لگے۔ مدینہ سے ینبع تک کے تمام قبائل اس نئی ریاست کے شہری بن گئے۔ اور جدید ریاستی نظام سے مربوط ہو گئے اور امور خارجہ کے لحاظ سے اس دستاویز نے مستقبل کی اسلامی ریاست کے روشن خدوخال کو واضح کر دیا۔ اس معاہدے میں خصوصیت سے یہ شق لائق توجہ ہے کہ اگر کوئی مدینہ پر چڑھائی کرے تو سب مل کر دفاع کریں گے۔ البتہ جارحانہ پیش قدمی میں غیر جانب داری برتی جائے گی۔ اہل مکہ کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ ان کے تجارتی قافلوں کو جو مدینے کے قریب سے گزر کر عراق، شام، مصر کو جاتے ہیں، انہیں حفاظت کی یقین دہانی کرائی جائے۔

مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام اور استحکام کے ساتھ ساتھ اس کو بہت سے خطرات اور مشکلات سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ مشرکین مکہ اپنے ارادوں اور کوششوں میں ہزیمت کے باعث اس نوخیز اسلامی ریاست کو مٹانے کے درپے تھے۔ نواح مدینہ میں بھی ایسے افراد اور قبائل موجود تھے جو اس اسلامی ریاست کے استحکام کو ٹھنڈے پیٹ برداشت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ امور خارجہ کی سطح پر حضور ﷺ نے فیصلہ کیا کہ مکہ کے مشرکین اور خیبر کے یہود کی سازشوں کا بیک وقت استیصال کر دیا جائے۔ صورتِ حالات یوں تھی کہ اگر مسلمان مکہ کی طرف رخ کرتے ہیں تو خیبر و غطفان کے حملوں کا خدشہ ہے اور خیبر کی سازشوں کو نمٹانے نکلیں تو اہل مکہ کی چڑھائی کا اندیشہ ہے۔ یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ خیبر مدینہ سے آٹھ منزل اور مکہ مدینے سے بارہ منزل کی مسافت پر واقع ہے۔ بدر، احد، احزاب، بنو قریظہ، بنی مصطلق کے غزوات اور متعدد سرایا اور جنگی مہمات کے بعد ۶ ھ میں آپ ﷺ نے خارجی سیاست کے لحاظ سے ایک عظیم اور دور رس حکمت پر مبنی فیصلہ کیا۔

اس دور میں اہل مکہ شدید ذہنی اور اعصابی دباؤ میں تھے۔ ان کی زندگی کی تمام تر معاشی ضرورتیں اس سامان تجارت کے ساتھ متعلق تھیں جو بیرون ممالک سے قافلوں کی صورت میں درآمد کیا جاتا تھا اور ان تجارتی قافلوں کی تمام تر شاہراہیں مدینہ کے قریب سے گزرتی تھیں۔ اہل مکہ اپنے معاشی مفادات کے لیے صلح پر آمادہ تھے اور کسی بہتر موقع اور اچھی شرائط کے منتظر تھے۔ اہل مکہ کی اس رسد کا ایک مرکز یمامہ بھی تھا جس پر مسلمانوں کے دعوتی اور سیاسی اثرات بڑھتے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس زمانے میں اہل مکہ کے غرباء اور مساکین کے لیے پانچ سو اشرفیاں بھجوائیں، ادھر اہل مکہ کے سردار ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے جو اُن دنوں حبشہ میں مقیم تھیں غائبانہ عقد اختیار کیا۔ ایک موقع پر ابوسفیانؓ کو مختلف ہدایا اور تحائف بھجوا کر تبادلے میں جانوروں کی کھالیں طلب کیں۔ حالت جنگ کے تمام تر امکانات کے باوجود ان اقدامات کی اہمیت کا احساس کیا جا سکتا ہے۔

۶ ھ میں عالمی سطح پر بہت سی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں جو خارجہ امور میں ایک موضوع کی حکمت عملی اختیار کرنے میں معاون اور سازگار ثابت ہو سکتی تھیں۔ نینوا کے مقام پر رومیوں نے ایرانیوں کو ایک فیصلہ کن شکست سے دوچار کیا جس سے ایرانی مقبوضات یمن بحرین اور عمان نسبتاً محفوظ ہو گئے۔ یمامہ پر پہلے سے مسلمانوں کا قبضہ تھا جو اس تبدیلی سے اور بھی محفوظ تر ہو گیا۔

ان حالات میں ذی قعدہ میں آپ ﷺ نے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج و عمرہ کا ارادہ کیا اور دشمن کی اطلاع سے اہل مکہ سے بارہ میل دور حدیبیہ میں خیمے لگا دیے۔ مکہ والوں کو اطلاع مل چکی تھی۔ سفارتی سرگرمیاں زور پکڑ گئیں۔ حضور ﷺ نے اپنے داماد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ آپ نظر بند ہو گئے اور خدشہ پیدا ہوا کہ آپ کہیں شہید نہ کر دیے جائیں۔ قریش نے سہیل بن عمرو کو سفارت کے لیے بھجوایا، جہاں تھوڑی سی رد و قدح کے بعد وہ صلح نامہ تیار ہوا جس نے امور خارجہ کی سطح پر حضور ﷺ کی مہارت اور دور اندیشی کی دھاک بٹھا دی۔ اس صلح نامہ میں بظاہر مسلمانوں نے وہ شرائط تسلیم کیں جن پر عمر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کو بھی اضطراب محسوس ہوا۔ اس معاہدے کے کاتب علی ابن ابی طالب تھے۔ مشرکین مکہ نے اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ باسمک اللھم اور محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبد اللہ کی تبدیلیاں کرائیں۔ اس پر دونوں طرف سے گواہوں کے دستخط ہوئے۔ قرآن مجید نے اس معاہدے کو ''فتح مبین'' اور ''نصر عزیز'' کے القاب سے نوازا۔ یوں اس دس سالہ معاہدے کی دفعات کے ذریعے مدینہ کی اسلامی ریاست کو اہل مکہ کی ریشہ دوانیوں سے نجات مل گئی اور اسلامی ریاست یہود اور علاقائی طاقتوں کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لائق ہو گئی۔

امور خارجہ کے سلسلے میں آپ ﷺ نے جو تدابیر اختیار کیں، ان میں دشمنوں کی سازشوں سے باخبر رہنے کے لیے جاسوسی کے نظام کو بھی مرتب کیا۔ دشمن کی تدابیر کا تدارک کرنے اور انہیں مصالحت پر مجبور کرنے کی حکمت عملی کو اختیار کیا۔ اور اگر ناگزیر ہو جائے تو دفاعی سطح پر اپنی جنگی تدابیر کو مرکوز کرنے کی کوشش کی۔ تاریخ عالم جنگ و جدل کے واقعات سے بھری ہوئی ہے، مگر غزوہ بدر سے فتح مکہ تک ہر جگہ ہمیں صلح و امن اور اسلامی کی سلامتی بخش عالمگیر اقدار دکھائی دیتی ہیں۔

اٹھاون (۵۸) کے قریب غزوات اور سرایا میں ہر جگہ لشکر کشی اور جوع الارض اور محض مالِ غنیمت کو سمیٹنے کے بجائے دعوت اسلام، امن عالم اور اخوت کی جہانگیری قائم کرنے کی تعلیم ملتی ہے۔

خارجہ سیاست کے امور میں ہمیں ان سفیروں کی سرگرمیوں کا بھی علم ہوتا ہے جنہیں آپ ﷺ نے وقتاً فوقتاً مختلف بادشاہوں، سلاطین، امراء اور سرداروں کی طرف بھجوایا۔ عہد نبوی میں ان بیالیس سفیروں کی خدمات کا پتہ چلتا ہے۔ یہ سب سفیران ممالک اور علاقوں کی زبان جانتے تھے اور فن سفارت میں کے آداب و رسوم سے بخوبی آگاہ تھے۔ جنگ ہو یا صلح و امن ہر موقع پر آپ ﷺ نے سفیروں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں تحائف و ہدایا بھی بھجوائے۔ یوں حضور ﷺ کی سیاست خارجہ بین الاقوامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آداب و رسوم کی تہذیب میں نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

امور خارجہ کی رہبری میں حضور ﷺ نے ایک اور مفید اور مثبت قدم یہ اٹھایا کہ مختلف بادشاہوں اور امراء کے نام اسلامی دعوت کے خطوط لکھے۔ نجاشی شاہ حبشہ سے تو خطوط کا تبادلہ بھی ہوا۔ تاریخ و حدیث کی کتابوں میں ان مکاتیب اور رسالات کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سلاطین اور امراء کو خطوط لکھنے پر مامور تھے۔ حضور ﷺ انہیں خط کا مضمون و موضوع بتا دیتے۔ یہ متن تیار کرنے کے بعد آپ کو سناتے تو آپ ﷺ تصدیق اور توثیق کے لیے اس پر اپنی مہر ثبت کر دیتے جو چاندی کی بنی ہوئی ایک انگشتری تھی، م جس پر سب سے اوپر اللہ اس کے نیچے رسول اور سب کے نیچے محمد کے الفاظ کندہ تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کاتب وحی ہیں وہ بھی خطوط لکھتے تھے۔ ان کی زبان دانی کا یہ عالم تھا کہ سترہ دنوں میں عبرانی جیسی مشکل اور متروک زبان کو سیکھ لیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی زبانیں جانتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے جس قدر سفارتیں روانہ کیں ہیں۔ آپ ﷺ کے یہ سب سفیران ممالک اور خطوں کی زبانوں پر عبور اور دسترس رکھتے تھے۔ وہ سفیر جو اس عہد کے بڑے بڑے حکمرانوں کے نام خط لے کر پہنچے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ہرقل روم کے نام، عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کسریٰ کے نام، عمرو بن امیہ حضرمی رضی اللہ عنہ بحرین کے منذر بن ساویٰ کے نام، مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ والی یمن حارث کے نام، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماں روائے عمان کے نام، سلیط بن عمر عامری رضی اللہ عنہ یمامہ کے حکمران کے نام، شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ والی غسان کے نام۔

حضور ﷺ کے سفیروں نے غیر مسلم درباروں میں جا کر ان تمام آداب کا لحاظ رکھا جو آپ ﷺ ان سے بہت عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے۔ آپ ﷺ اس درجہ رواداری کو اختیار کرتے کہ ان کی نازیبا حرکات کو بھی برداشت فرما لیتے۔ آپ ﷺ نے تو مسیلمہ جیسے کذاب کے سفیروں سے بھی برا سلوک نہیں کیا، حالانکہ اس کے سفیروں نے بدتمیزی بھی کی، مگر آپ ﷺ نے صرف اس قدر کہا: ''خدا کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سفیروں کا قتل جائز نہیں تو میں ضرور تمہاری گردنیں اڑوا دیتا۔''

نجران کے وفد کو مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں اپنے طریقے پر عبادت کی اجازت دی، قبیلہ بنو ثقیف کے وفد کے اعزاز میں مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے صحن میں خیمے لگوائے۔ اگر واپسی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پر کسی سفیر کے پاس زادِ سفر نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی خدمت میں اسے پیش کیا جاتا۔ ان سفیروں کو واپسی پر تحائف اور ہدایا پیش کیے جاتے۔

رسول اکرم ﷺ کی کامیاب خارجہ سیاست کے نتیجے میں اسلام کا طرزِ حکومت عدل گستری اور امن جوئی کا پیغام بن گیا۔ غیر مسلموں کے حقوق کو بھی متعین کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کی کوششوں سے آپ ﷺ کے عہد میں اسلام تمام عالم میں متعارف ہوا اور آپ ﷺ کے خلفاء کے ہاتھوں اس کا وسیع تر رقبہ اسلامی ریاست کا حصہ بن گیا۔ یوں قانون بین الممالک یا خارجہ حکمت عملی بھی حضور ﷺ کی سیرت کا ایک پرتو ہے اور ایک ایسا علم ہے جسے بعد میں مسلم مفکرین اور محدثین نے باقاعدہ مرتب کیا ہے، اس پر بہت سی کتابیں اور رسائل تالیف کیے گئے ہیں۔ آج بھی عالمی تہذیبیں اور حکومتیں اس خارجہ پالیسی پر جسے حضور ﷺ نے پیش کیا ہے عمل درآمد کر کے امن عالم کو یقینی اور اخوت کو مستحکم بنا سکتی ہیں۔" (۴۵)

ڈاکٹر محمود غازیؒ (1950-2010)

ڈاکٹر محمود غازیؒ ۱۸ ستمبر ۱۹۵۰ء کو پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی، کراچی کے بڑے تعلیمی ادارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی کچھ عرصے زیرِ تعلیم رہے۔ ۶۰ء کی دہائی کے آخر میں آپ کے والد حافظ محمد احمد صاحب اسلام آباد منتقل ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب بھی وہیں چلے گئے، آپ کی مزید تعلیم اسلام آباد اور راولپنڈی میں ہی مکمل ہوئی۔ ۱۹۷۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ماسٹر کیا اور پھر اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ پاکستان کی مختلف اہم ترین ذمہ داریاں پر فائز رہے۔ آپ مارچ ۲۰۱۰ء سے وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد کے جج تھے، اور اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے شریعہ بورڈ کے چیئرمین کا منصب بھی آپ کے پاس تھا، ڈاکٹر صاحب نہایت جفاکش، محنتی، کمیٹڈ اور دردمند رکھنے والے محقق، عالم، مفکر، داعی اور فقیہ تھے۔ پاکستان میں اسلامی بینکنگ کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں، تکافل کا ابتدائی خاکہ آپ کا ہی تشکیل کردہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب اردو، عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی سمیت متعدد زبانوں کے ماہر تھے اور ان زبانوں میں تحریر اور گفتگو دونوں کا مکمل ملکہ رکھتے تھے۔

عہدِ نبوی کی خارجہ پالیسی

ڈاکٹر صاحب کی خدمات سیرت میں گو کمیت میں زیادہ نہیں ہیں، کیوں کہ ڈاکٹر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب کا اصل میدان فقہ، مقاصد شریعہ اور قانون بین الاقوام تھا۔ انہوں نے مقالات و محاضرات سیرت پر مشتمل کا شائع ہوا، اس میں ڈاکٹر صاحب رسول اکرم ﷺ کی پالیسی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چوں کہ حضور علیہ السلام رحمۃ للعلمین اور محسن انسانیت، بلکہ محسن اعداء تھے، اسی لیے آپ ﷺ کی پالیسی کا بنیادی جزیہ تھا کہ مخالفین کو نیست و نابود کرنے کے بجائے ان کو سیاسی اعتبار سے بے اثر اور فوجی اعتبار سے بے دست و پا کر دیا جائے اور ان کے سیاسی زور اور عسکری قوت کو صرف اس حد تک توڑ دینے پر اکتفا کیا جائے کہ وہ نظام اسلام اور حکومت اسلام کے لیے کسی درجے میں خطرہ نہ بن سکیں،، تا کہ دین حق کو ایسی حیثیت حاصل ہو جائے کہ ادیان باطلہ نہ تو اس کو شکست دے سکیں، نہ اپنے سامنے جھکا سکیں۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ دشمنان اسلام اور اسلامی حکومت کا رعب اور دبدبہ قائم کر دیا جائے، خود قرآن مجید میں بھی کفار پر رعب اور دبدبے کے قیام کو اسلامی حکومت کی عسکری پالیسی کا مقصد بتایا گیا ہے۔'' (۴۶)

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت صرف امت کے لیے ہی رحمت کا باعث نہیں تھی، بلکہ آپ ﷺ دشمنوں کے لیے بھی رحمت تھے، ان کی پالیسی یہ ہوتی تھی کہ دشمن بھی دین اسلام کی کرنوں کو محسوس کرے تو اس کا عسکری زور توڑ دیا جاتا تھا، تا کہ باہمی جنگ و جدال نہ ہو اور جب اعصاب پرسکون ہوتے ہیں، تو بات کو توجہ سے سنا جاتا ہے، اس حق کے نور کی کرنوں کو محسوس کیا جائے گا، اس کے لیے مقصود یہ نہ تھا کہ سامنے موجود طاقتوں کو صرف جھکا دیا جائے، بلکہ ان کو اللہ رب العزت کے حضور جھکانا مقصد تھا، جن بادشاہوں اور ملوک نے کلمہ توحید پڑھ لیا، وہ اپنے ملک میں آزادانہ حکومت کرنے لگے، مگر شرط یہ تھی کہ وہ اللہ کی بندگی کا اقرار کر لیں، یہی آپ ﷺ کی رسالت کا مطمع نظر تھا کہ اس عالمگیر دعوت کو چہار جانب پھیلایا جائے۔

غیر مسلم مفکرین اور عہد نبوی کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی

اس سے قبل عہد نبوی کے خارجہ پالیسی پر مسلم مفکرین کے آراء و تبصروں کو پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی پر غیر مسلم مفکرین نے بھی تبصرہ کیا، ذیل میں عہد نبوی کے خارجہ پالیسی پر غیر مسلم مفکرین کے آراء و تبصروں کو ذکر کیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوامی لکشمن

سوامی لکشمن ایک ہندو نو جوان تھے جو حکیم محمد عبداللہ صاحب کی صحبت میں رہے، علمی ماحول کے متلاشی تھے، اس لیے کچھ عرصے بعد اپنے گھر والوں کو بھی فراموش کر دیا اور علم کی دنیا میں مگن ہو گئے، ہر قسم کی کتابوں کا مطالعہ کیا، مگر طب اور تاریخ کی کتابوں کو زیادہ پڑھا وہ کہا کرتے تھے کہ: طب سے بیمار جانوروں کا علاج ہوتا ہے اور تاریخ سے بیمار قوموں کا۔ موصوف بے حد محنتی، حق گو، دلیر قسم کے آدمی تھے اور سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اپنے ضمیر کے برخلاف کچھ نہیں کہتے تھے۔ بہر حال ''عرب کے چاند'' کا مصنف تقریباً چھبیس سال کی عمر میں ۱۹۳۹ء کو ٹوہانہ میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

سوامی لکشمن اپنی مایہ ناز کتاب ''عرب کا چاند'' میں رسول اللہ ﷺ کے انقلابی دعوت کے خارجہ ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

''کفر و باطل نے اسلام و حقانیت کی خرمن میں فتنہ و فساد کی چنگاریاں پھونکنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا، فرزندانِ توحید کا نام و نشان ایک حرف غلط کی طرح صفحہ عرب سے مٹا دینے کے لیے انھوں نے ایڑی چوٹی تک کا زور لگا دیا تھا، مگر ان کی ہر خنجر بکف کارگزاری ان کی رگ حیات کے لیے ہی نوک و نشتر کا کام کرتی رہی۔ جو خاک انھوں نے اسلام کی صداقت کے چاند پر اچھالنے کی کوشش کی وہ خود ان کی آنکھوں میں پڑی اور جو فتنہ انھوں نے اسلام کو نیست و نابود کر دینے کے لیے اٹھایا، اس نے اسلام کی جمعیت میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہی کیا، ان کی زحمتیں اسلام کے لیے خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی صورت میں نمودار ہوئے۔ ان کے ظلم و ستم نے اسلام کو خالق ارض و سماء کی رافتوں کے آغوش میں دے دیا، قدرت کی نگاہوں میں ان کے ستم ایجادیوں کو دیکھا اور تقدیر کے زبردست ہاتھ نے آخر اس پانسہ کو ایک ہی طرف کر لینا چاہا۔ پردۂ غیب سے وہ سامان نمودار ہوئے جنھوں نے ان مغرور و سرکش کفار و مشرکین کی گردنیں بھی حقانیت اسلام کے آستانہ عالیہ پر جھکائیں، جن کی جوہر دار تلواریں مسلمانوں کے خون کے لیے ہر وقت تشنۂ کام رہتی تھیں۔ وہ قریش کی جو معاندت و مخالفت دینِ ہدیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہ تھے، زمانہ کی ایک مستانہ کروٹ کے ساتھ رُت بدلتے ہی اس کی معاونت واعانت پر تل گئے۔ مکہ معظمہ کی گلیاں جن کے درودیوار سے بت پرستی اور شرک برستے تھے، تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھیں، خانہ کعبہ جو صدیوں سے بیت الاصنام بنا ہوا تھا، پھر ایک دفعہ بیت اللہ بن گیا۔" (۴۷)

جواہر لال نہرو (1889-1964)

جواہر لال نہرو کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، وہ بھارت کے پہلے وزیراعظم اور انڈین نیشنل کانگریس اور تحریک آزادیٔ ہند کے اہم کردار تھے۔ 1947ء سے 1964ء تک بھارت کے وزیراعظم رہے اور بھارت میں جمہوریت کے استحکام میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ مسئلہ کشمیر کے حل یا پاکستان بھارت تعلقات کی بہتری کے لیے وہ اتنے پرجوش نہ تھے، نہرو کو بچوں سے بہت پیار تھا، ان کا یومِ پیدائش ۱۴ نومبر کو بھارت میں یومِ اطفال کے طور پر منایا جاتا ہے۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

جواہر لال نہرو نے اپنی کتاب ''اقوام عالم پر ایک نظر'' میں وہ اسلام کے ظہور کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی کے عربوں اور بین الاقوامی سطح پر اس کے اثرات سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ شام کے پامیرا علاقے میں ایک عربی سلطنت بھی قائم ہوگئی تھی اور تیسری صدی عیسوی میں اس کا چند روز عروج رہا تھا۔ لیکن سچ پوچھو تو یہ بھی خاص عرب میں شامل نہیں تھی۔ غرض یہ بدو نسلاً بعد از نسلاً ریگستانی زندگی بسر کرتے رہے اور ان کے جہاز تجارت کے سلسلے میں آتے جاتے رہے، گویا عرب جس حال میں تھا اسی پر قائم رہا۔ کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی، بعض لوگ عیسائی ہوگئے، بعض یہودی، لیکن بیشتر اپنے ۳۶۰ بتوں اور کعبے کے سنگ اسود کو پوجتے رہے۔ یہ دیکھ کر واقعی حیرت ہوتی ہے کہ وہ قوم جو صدیوں سے خوابیدہ تھی اور بظاہر دنیا کے واقعات سے اسے کوئی تعلق نہیں تھا، یکایک اس طرح جاگ اُٹھی اور اس نے ایسے زبردست جوشِ عمل کا ثبوت دیا کہ ساری دنیا دنگ رہ گئی اور ایک انقلاب برپا ہوگیا۔ چناں چہ عربوں کی داستان کہ وہ ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں کس تیزی سے پھیل گئے اور تہذیب وتمدن کے کس اعلیٰ درجہ پر پہنچ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئے۔تاریخ کے حیرت انگیز کرشموں میں شمار کی جاتی ہے۔

اسلام وہ نئی قوت تھی جس نے عربوں کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر جگا دیا اور ان میں خود اعتمادی و جوش عمل کوٹ کوٹ کر بھر دیا، اس مذہب کے بانی نئے پیغمبر محمد (ﷺ) تھے، جو مکہ میں ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ان میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی عجلت نہیں تھی، اس لیے وہ عرصہ تک خاموشی سے زندگی بسر کرتے رہے۔اس زمانہ میں بھی عام طور پر لوگ ان سے محبت کرتے تھے اور ان پر اعتماد کرتے تھے، حتیٰ کہ ان کا لقب بھی 'امین' پڑ گیا، لیکن جب انہوں نے نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی، خاص کر جب مکہ کے بتوں کی مخالفت کی تو ان کے خلاف ایک شور برپا ہو گیا۔انہیں مکہ چھوڑنا اور جان بچانی مشکل ہو گئی۔وہ اپنی تعلیم میں اس چیز پر خاص زور دیتے تھے کہ خدا ایک ہے اور میں ''محمد'' اس کا رسول ہوں۔

مکہ والوں سے تنگ آ کر انہوں نے یثرب کے چند دوستوں اور حامیوں کے یہاں پناہ لے لی۔مکہ سے اس روانگی کو عربی میں ہجرت کہتے ہیں اور اسلامی سنہ اسی زمانہ سے (یعنی 622ء سے) شروع ہوتا ہے، یہ ہجری سنہ، قمری سنہ ہے، یعنی چاند سے اس کا حساب لگتا ہے، اس لیے یہ ہمارے شمسی سنہ سے جو عام طور پر رائج ہے پانچ چھ دن کم ہوتا ہے۔اس کے علاوہ ہجری مہینے ہمیشہ ایک موسم میں نہیں پڑتے۔گویا جو مہینہ کسی سال جاڑوں میں پڑتا ہے، وہ چند برس بعد بیچ گرمیوں میں پہنچ جاتا ہے۔

اگر اسلام ہجرت سے کچھ پہلے شروع ہو چکا تھا، لیکن حقیقت میں اس کی ابتداء اسی وقت ہوئی۔یثرب نے محمد (ﷺ) کا پر جوش مقدم کیا اور ان کی تشریف آوری کے اعزاز میں اپنے شہر کا نام بدل کر مدینۃ النبی (ﷺ) ''یعنی نبی کا شہر' رکھ دیا۔'' (۴۸)

ڈاکٹر میخائیل ایچ ہارٹ

یہ مضمون مائیکل ہارٹ (پیدائش ۱۹۳۰) کی کتاب ایک سو (The 100) سے ماخوذ ہے۔مصنف ایک امریکی عالم فلکیات ہیں اور اسی کے ساتھ مورخ بھی۔انہوں نے اور ان کی اعلیٰ تعلیم یافتہ بیوی نے مل کر دنیا کی مشہور شخصیتوں کا مطالعہ کیا، اس مطالعہ کا حاصل انہوں نے ۵۷۲ صفحات کی انگریزی کتاب کی صورت میں پیش کیا۔اس کتاب میں ایسے لوگوں کے حالات درج ہیں، جنہوں نے مصنف کے نزدیک تاریخ پر نمایاں ترین اثرات ڈالے۔کتاب میں پیغمبر اسلام ﷺ کو سرفہرست رکھا گیا ہے، کیونکہ مصنف کے مطالعے کے مطابق وہ تاریخ کے سب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑے انسان ہیں۔

عہد نبوی کی خارجہ پالیسی

رسول اللہ ﷺ کی کامیاب خارجہ پالیسی سے متعلق رقم طراز ہیں کہ:

"(Muhammad) was the only man in history who was supermely successful on both the religious and the secular levels.Of humble origing,Mohammad fonded and promulgated one of the world's greatest religions and became an immensely effective political leader .Today,thirteen centuries after his death ,his in fluence is still powerful and pervasive.The Bedouine tribesmen of Arabia had been no match for the larger armies of the kingomes in the settled agricultural areas to the north.However,unified by Muhammad for the first time in history ,and insired by their fervent belif in the one true God,those small Arab armies now embraked upon one of the most astonishing series of conquests in human history. For a while ,it must have seemed that the Muslims would overwhelm all of christian Europe.However,in 732,at the famous battle of Tours,a Muslim army which had advanced into the centre of France,was at last defeated by the franks,Nevertheless in a scant century of fighting ,these Beddouin tribesmen, inspired by the word of the prophet;had carved out an empire stretching from the borders of india to the Atlantic ocean.the largest empire that the world had yet seen.Of many impotant historical events,one might say that they were inevitable and would have occured even without the particular political leader who guided them.But this cannot be said of the Arab conquests .Nothing similar had occured before

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Muhammad,and there is no reason to belive that the conquests would have been achieved without him.We see then,that the Arab conquests of the seventh century have continued to play an important role in human history ,down to the present day.it is this unparalleled combination of secuiar and religious influence which i feel entitles Muhammad to be considered the most influential single figure in human history".(49)

"میرا یہ انتخاب کہ محمدؐ کی دنیا کی تمام انتہائی باا‌ثر شخصیتوں میں سرفہرست ہیں۔ محمدؐ دنیائے تاریخ کے واحد شخص تھے جنھوں نے اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی، مذہبی سطح پر بھی اور دنیاوی سطح پر بھی۔ محمدؐ تاریخ کے واحد شخص تھے جنھوں نے اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی، مذہبی سطح پر بھی اور دنیاوی سطح پر بھی۔ محمدؐ نے معمولی حیثیت سے آغاز کر کے ایک عظیم ترین مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کو پھیلایا۔ وہ انتہائی موثر سیاسی لیڈر بن گئے۔ ان کی وفات کے تیرہ صدیوں بعد آج بھی ان کے اثرات غالب اور طاقتور ہیں۔

عرب کے بدو قبائل ماضی سے سخت جنگ جو چلے آ رہے تھے، مگر ان کی تعداد کم تھی اور وہ اختلاف اور باہمی لڑائیوں کے نتیجہ میں برباد ہو رہے تھے۔ وہ شمالی عرب کے زرعی علاقوں میں آباد شہنشاہوں کی بڑی فوجوں سے کوئی نسبت نہ رکھتے تھے، تاہم محمدؐ نے پہلی بار ان کو منظم کیا۔ ایک خدا پر جوش اعتقاد سے مسلح ہو کر یہ چھوٹی عرب فوجیں انسانی تاریخ کی سب سے حیرت ناک فتوحات کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

تھوڑی دیر کے لیے محسوس ہونے لگا کہ مسلمان تمام مسیحی یورپ پر قابض ہو جائیں گے، مگر ۷۳۲ء میں تورس کی مشہور جنگ میں ایک مسلمان فوج، جو کہ فرانس کے مرکز تک پہنچ گئی تھی، بالآخر فرانسیسیوں کے ہاتھوں شکست کھا گئی۔ تاہم ان بدو قبائل نے جو کہ پیغمبر کی تعلیمات سے متاثر تھے، ایک صدی کی قلیل مدت میں ایک سلطنت قائم کر لی جو ہندوستان کی سرحدوں سے لے کر بحر اٹلانٹک کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ اتنی بڑی سلطنت تھی جیسی سلطنت اس سے پہلے تاریخ نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اکثر اہم تاریخی واقعات کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ناگزیر تھے اور جس خاص سیاسی لیڈر نے اس کی رہنمائی کی، اس کے بغیر بھی وہ وقوع میں آتے۔ مگر یہی بات عرب فتوحات کے بارے میں نہیں کہی جا سکتی، محمدؐ سے پہلے عرب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اس قسم کا کوئی واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ اور یہ یقین کرنے کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ ان کے بغیر بھی یہ فتوحات حاصل نہیں ہوتیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ساتویں صدی میں عربوں کی فتوحات انسانی تاریخ میں مسلسل اہم حصہ ادا کر رہی ہیں، یہ سلسلہ اب تک جاری ہے، مذہبی دنیاوی اثرات کا یہی بے نظیر اجتماع ہے جو میری نظر میں محمد کو اس لائق بناتا ہے کہ ان کو تاریخ کا سبب سے زیادہ بااثر واحد شخص قرار دیا جائے۔"

ہمیلٹن اے آر گب

اے آر گب رسول اللہ ﷺ کی سیاست خارجہ کے غیر معمولی کامیابی کو اس طرح سے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیروں کاروں کو ایمان پر آمادہ کرنے کے ساتھ ایک عظیم جذبہ سے سرشار فوج بھی تیار کر لی اور انہوں نے جلد ہی عرب کے ساتھ مغرب پر بھی اپنا تسلط قائم کیا، وہ لکھتے ہیں کہ:

"With a strong and skiful government and a faith to inspire its followers and its armies,it was not long before the new community controlled all westrsn Arabia and looked round for new worlds to conquer.After a slight backwash on the death of Mohmmad ,the wave of conquest swept over orthern and Eastren Arabia and broke audeciusly upon the outpsts of the Eastern Roman Empire in Transjordan and of the persion Empire in Southern Iraq.The forces of the two gigantic Empires ,exhausted by long war fare against one another ,were defeated one after the other in a series of rapid and brilliant campaigns.with in six years of Mohammeds death all syria and Iraq were tributary to medina,and in four years more Egypt was added to the new muslim Empire." (50)

"ایک مضبوط تجربہ کار حکومت کے ہوتے ہوئے جس کے پاس اپنے پیرو کاروں اور فوج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو آمادہ عمل رکھنے کے لیے ایمان بھی تھا، اس کی نئی ریاست نے جلد ہی مغربی عرب کے تمام حصے کو اپنے تسلط میں لے لیا اور نئی دنیا کی فتح کے بارے منصوبہ بندی شروع کر دی، حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد پیدا ہونے والے معمولی خلفشار کے بعد فتوحات کی یہ لہر شمالی اور مغربی عرب تک پھیل گئی اور یہ لہر اُردن، جنوبی عراق اور فارسی سلطنت سے بڑھتی ہوئی سلطنت روما تک جا پہنچی۔ دو عظیم سلطنتوں کی طاقتیں جو ایک دوسرے کے ساتھ طویل جنگوں سے تھک چکی تھیں، انہیں اسلامی حکومت نے تیز اور شاندار مقابلوں کے بعد یکے بعد دیگرے شکست سے دوچار کر دیا حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد ٦ر سال کے اندر شام اور عراق مدینہ کو (بطور ماتحت) ادائیگیاں کر رہے تھے اور چار سال میں مصر کا مزید حصہ نئی اسلامی مملکت میں شامل ہو گیا۔"

مونٹگمری واٹ

مشہور غیر مسلم مفکر واٹ رسول اللہ ﷺ کے کامیاب خارجہ پالیسی کی وجہ دوستانہ تعلقات کو سمجھتے ہیں کہ باجود مکہ کے مخالفت آپ ﷺ نے ان کے خلاف کوئی جارحانہ پالیسی نہیں اپنائی، بلکہ جب جب آپ پر کچھ بوجھ کم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو اسلامی ریاست کا حصہ بنایا۔ واٹ لکھتے ہیں کہ:

"Meantime he was reducing his pressure on mecca and showing himself disposed to be friendly and ready to respect meccan feelings.These facts point to the conclusion that Muhammad was no longer rigorrusly prosecuting the struggle with the Meccans .but was angling for their conversion to Islam . Doubtless he had also further aims behind this. perhaps he was disgusted at the reccent refusal of masny nomads to join in his pilgrimage and felt that his own fellowtownsmen, If he could win them over ,would be a more reliable basis for the new body politic he was establishing perhaps he was rather thinking that in the new islamic stsate their

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

administrative and organizing ability would be in demand. certainly from this time on,whatever may have been the case previously ,he was aiming at gaining the Meccans for Islam and Islamic state".(51)

''اسی کے ساتھ ساتھ محمدؐ اہل مکہ پر اپنا دباؤ کم کر رہے تھے اور ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کر رہے تھے اور اہل مکہ کے احساسات کا احترام کرنے پر تیار تھے، یہ حقائق اس نتیجے کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ محمد ﷺ اب اہل مکہ کے خلاف بہت زیادہ پر تشدد جدوجہد کو جاری نہیں رکھ رہے تھے، بلکہ ان کی حکمت عملی اہل مکہ کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی تھی، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے پیچھے اسلام کے فروغ کے حوالے سے ان کے کئی مقاصد تھے، شاید وہ اس بات پر رنجیدہ تھے کہ ان کے حالیہ سفر حج میں شرکت سے کئی بدوؤں اور قبائل نے انکار کر دیا تھا، اور انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ ان کے اپنے شہر کے لوگ بھی اگر وہ ان کے دل جیت لیں تو وہ نئی ریاست کے قیام کے حوالے سے ان کے لیے زیادہ قابل اعتماد ثابت ہو سکتے ہیں، جسے قائم کرنے کے لیے وہ جدوجہد کر رہے تھے، یا شاید وہ سوچ رہے تھے کہ نئی اسلامی ریاست کے انتظامی اور تنظیمی معاملات کے لیے جو تقاضے پیدا ہو رہے تھے وہ تقاضے بھی ان کے ہم وطن لوگ پورا کر سکتے تھے، یقیناً اس کے بعد جو چاہے پہلے جو بھی صورت حال رہی تھی، اب ان کا مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو اسلام قبول کروانے میں کامیاب ہو جائیں اور انہیں اسلامی ریاست کا حصہ بنائیں۔''

ڈاکٹر ڈریکس

عہد نبوی کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی پر یوں روشنی ڈالتے ہیں کہ:

''آپ (ﷺ) نے ملک عرب کے باہر بھی اسلام کی تبلیغ شروع کی، چنانچہ ہرقل شہنشاہ روم، خسرو والی ایران، مقوقس والی حبش اور مصر کے حاکم کے نام تبلیغی خط روانہ کیے گئے، اگر چہ ان لوگوں نے آپ کی دعوت پر توجہ نہ دی، لیکن عمرو نے جو غسانی قبیلہ کا عیسائی حکمران تھا آپ کے قاصد کو قتل کر دیا اور طالب جنگ ہوا۔ اگر چہ اس جنگ کا نتیجہ فیصلہ کن نہ ہوا، تاہم آپ کے عرب دشمنوں کو ریشہ دوانیوں کا موقع مل گیا، آپ نے ان کی خلاف ورزی معاہدہ سے فائدہ اٹھایا اور مکہ پر چڑھائی کر دی۔ ۶۲۹ء میں دس ہزار آدمیوں کے ساتھ آپ مکہ پہنچے، وہاں کوئی مقابلہ کے لیے آمادہ نہ ہوا اور بغیر کسی خون ریزی کے شہر فتح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا۔ آپ نے انتقام لینے کی رسم کو بالائے طاق رکھ دیا اور سب کو معافی عطا کی، حالانکہ عربوں کے ساتھ دستور کے موافق آپ کو اس بات کا پورا حق حاصل تھا کہ اپنے دشمنوں سے بدلہ لیتے۔ صرف اس قدر کیا کہ خانہ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ اور شہر کے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔ ۶۳۱ء میں آپ نے طائف فتح کر لیا اور اس طرح تقریباً تمام عرب آپ کے زیر نگین ہو گیا، مدینہ پہنچ کر آپ نے روم پر چڑھائی کرنے کی تیاری کی، لیکن یہ مہم سر نہ ہونے پائی تھی کہ ۸ جولائی ۶۳۲ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا بات تھی جس کی بدولت اس قدر تھوڑے عرصہ میں تمام عرب پر آپ کو غیر معمولی فتح حاصل ہو گئی؟

آپ از سرتا پا عربی خصائص کے حامل تھے۔ آپ نے تمام عمر شاعری نہیں کی، لیکن اس کے باوجود آپ اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ اور نہایت پر جوش انسان تھے اور ان دو باتوں نے عربوں کی طبائع پر زبردست اثر پیدا کیا۔ کوئی شاعر آپ سے زیادہ ان کو متاثر نہیں کر سکتا تھا، علاوہ ازیں آپ بالطبع بہادر اور جری تھے اور اس لیے عربوں میں آپ کا شخصی وقار قائم ہو گیا، کیونکہ وہ لوگ دلیر اور جرأت سے بڑھ کر کسی چیز کے شیدائی نہ تھے۔ نیز یہ کہ آپ کے دل میں مساوات اور ہمدردی کے جذبات بھی موجزن تھے۔ یہ سنت بھی عربوں کو بہت مرغوب تھی۔ آپ شخصی عزت کے متعلق خواہش نہیں رکھتے تھے، بلکہ اس امر میں کوشاں رہتے تھے کہ لوگ آپ کو دوسروں سے بڑا نہ سمجھیں۔ آپ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ آپ کی طرف مافوق البشری طاقت منسوب کریں۔ آپ ہر شخص سے مل سکتے تھے، کسی کو کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ آپ بیماروں کی عیادت کرتے، جنازوں میں شرکت فرماتے اور مہمان نوازی اور سخاوت میں تو آپ ضرب المثل تھے۔ واضح ہو کہ عربوں کے نزدیک شخصیت اور مہمان نوازی سے بڑھ کر اور کوئی انسانی خوبی نہیں ہے۔ آپ کی شخصیت بھی جاذب اور دلکش تھی۔ جو شخص ایک دفعہ آپ سے مل لیتا وہ عمر بھر کے لیے آپ کا غلام ہو جاتا، آپ کی باوقار اور شاہانہ شخصیت آپ کی آنکھوں کی جاذبیت، یہ دونوں باتیں گویا سادہ تھیں اور جو کوئی بھی آپ سے ملنے آیا وہ آپ کی شخصیت سے مسحور ہو کر آپ ہی کا کلمہ پڑھنے لگتا، اس قسم کی اور خوبیاں آپ کی تعلیمات میں پائی جاتی ہیں، جو نہایت سادہ، صاف، سریع الفہم اور طبائع انسان کے موافق ہیں۔ آپ نے بہت سی وہ باتیں جو عربوں میں قدیم الایام سے رائج تھیں اور اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں تھیں جوں کی توں باقی رہنے دیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے بیشتر بری رسموں کا خاتمہ کر دیا اور ان کے عوض ایسی اصلاحات جاری کیں جنہوں نے عربوں کو بحیثیت قوم بہت فائدہ پہنچایا۔ خونریزی اور اطفال کشی کا تو ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ قمار بازی، سود خوری، شراب نوشی اور زنا کی سخت ممانعت فرمائی۔ نیز ہر قسم کی بت پرستی اور مشرکانہ خیالات کا بھی قلع قمع کر دیا۔ غلامی کے انسداد کے لیے بہت سے قوانین نافذ کیے۔ آپ کے لباس اور خوراک میں انتہائی درجہ کی سادگی تھی عام طور پر صلح کن اور روادار تھے، اگر آپ نے کبھی کسی شخص سے انتقام لیا تو اس حالت میں جب کہ وہ شخص اسلام کی تخریب کا مجرم ہوا۔

یہ بات کہ آپؐ نے انتہائی غصہ کی حالت میں بھی اپنے نفس کو خوش کرنے کے لیے انتقام نہیں لیا۔ فتح مکہ کے بعد آپ کے طرز عمل سے بخوبی عیاں ہے۔ اسلامی تعلیمات کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں توحید باری پر بڑا زور دیا گیا اور بنیادی عقائد نہایت سادہ بآسانی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ اور اس کے اصول نہایت عملی اور مفید ہیں جو انسانی تباہی سے مطابقت کلی رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام کو بہت خوب کامیابی ہوئی اور آپ کا پیغام ان تعلیمات کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ جن لوگوں نے تعلیمات کو قبول کیا تھا یا جواب کرتے ہیں، ان کو یقینی طور پر اخلاقی تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ لوگ کسی حالت میں بھی دوسروں کے فرائض منصبی میں حارج نہیں ہو سکتے۔ اور نہ انسانی تہذیب اور ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نا صرف اعمال کی قدر رواقعی کی، بلکہ ان پر بہت زور دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ رہبانیت اور ترک دنیا کے اشد مخالف تھے اور یہ طرز زندگی مشرق میں بدھ مت کے لوگوں کے یہاں اور مغرب میں عیسائیوں کے ہاں نہت عام تھی۔ مذہب اسلام کی خدمت اس کے فوائد سے انکار کرنا دوسرے لفظوں میں تاریخ عالم سے انسانی اور تمدنی پہلو پر غلط نتائج مستنبط کرنے کے مترادف ہے، قطع نظر اس حقیقت سے اسلام نے آ کر عیسائیت کو سونے سے جگایا، ورنہ وہ کبھی کے تباہ ہو چکے ہوتے۔ اسلام نے لاکھوں انسانوں کو جو توہم پرستی کا شکار ہو رہے تھے از سرنو حیات عطا کی اور ان میں خدا کا اعلیٰ اعتقاد پیدا کیا اور اخلاقی طور پر آدمی بنا دیا۔ آپ نے آپس کی خانہ جنگیوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا اور یہ وہ بات تھی جس کا دور ہو جانا بظاہر ناممکن تھا۔ آپ نے سینکڑوں قبائل کو باہم متحد اور ان میں شجاعت اور ترقی کی وہ عدیم النظیر روح پھونک دی جس کی بنا پر وہ لوگ نہ صرف خود آزاد ہو گئے، بلکہ اس کی دولت ان کی مخفی قوتیں اس طرح جاگ اٹھیں کہ انہوں نے حیرت انگیز طریقہ میں دنیا کی تمدنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اخلاقی ترقی میں غیر فانی اثرات چھوڑ دیے۔"(۵۲)

فلپ حتی

فلپ حتی اپنی کتاب تاریخ عرب میں عہد نبوی کی خارجہ پالیسی پر اس انداز سے تجزیہ وتبصرہ کرتے ہیں، فلپ حتی لکھتے ہیں کہ:

"The two cardinal events of early mediebal times are the Teutonic migrations resulting in the disruption of the venerable Roman epmirc, and the Arab conquests which demolished the Persion emppire and shook the Byzantine Power to its very foundation. If someone in the first third of the seventh Christian century had had the audacity to Prophesy that within a decade or so some unheralded,unforeseen power from the hitherto barbarous and little-known land of Arabia was to make its appearance ,hurl itself againts the only two world powers of the age,fall heir to the one(the Sasanid) and stirp the other (the Byzantine)of its fairest Provinces ,he would undoubtedly have been declared a lunatic.Yet that was exactly what happened."After the death of the prophet sterile Arabia seems to have been converted as if by magic into a nursery of heroes the like of whom both in number and quality, would be hard to find anywhere".(53)

"اگر کوئی فرد ساتویں صدی عیسوی کے ثلث اول میں ایسی پیش گوئی کی جسارت کرتا کہ دس سال کے اندر اندر عرب کی سراسر غیر متمدن اور غیر متعارف سرزمین سے ایک نادیدہ قوت کا ظہور ہونے والا ہے۔ جو وقت کی دونوں عالمی طاقتوں سے ٹکرا جائے گی، ایک یعنی ساسانیوں کی پوری میراث سنبھال لے گی اور دوسری یعنی بیزنطینیوں کے بہترین صوبوں پر قبضہ جما لے گی تو لاریب اسے پاگل قرار دیا جاتا، لیکن یہی صورت حال پیش آئی۔ پیغمبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام ﷺ کی وفات کے بعد عرب کی بنجر اور بے آب سرزمین، جادو کی چھڑی سے ایسے سورماؤں کی پرورش گاہ بن گئی، جن کی مثال کمیت وکیفیت دونوں کے اعتبار سے کسی دوسری جگہ ملنی بہت مشکل ہے۔عراق، ایران، شام اور مصر میں خالد بن ولید اور عمرو ابن العاص کی مہمیں تاریخ رزم وپیکار کی ان مہموں میں سے ہیں جنھیں نہایت درخشاں انداز میں پایہ تکمیل پر پہنچایا گیا اور ان کا مقابلہ نپولین، ہینی بال یا سکندر کی مہموں سے کیا جائے تو ترجیح کی مستحق قرار پائیں گی۔پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد ایسا معلوم ہوا جیسے عرب بنجر زمین جادو کے ذریعہ ہیروں کی نرسری میں تبدیل کردی گئی ہو، ایسے ہیرو جن کی مثل، تعداد یا نوعیت میں کہیں اور پانا سخت مشکل ہے۔"

ہیرالڈ (Harold A Netland)

"At Madina,throurgh his considerable diplomatic and leadership skills,he become the leading statesman,legislator and judge. under his leadership Medina was transformed into the first Muslim theocracy ,and the religious and social struturses of early islam began to take definitive form".(54)

"مدینہ میں اپنی غیر معمولی حکمت اور قائدانہ صلاحیتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیاست دان، قانون ساز اور منصف کے قائدانہ منصب پر فائز ہوگئے، آپ کی قیادت میں پہلی اسلامی، مذہبی اور دینی ریاست نیا اور ابتدائی اسلام کے مذہبی اور سماجی ڈھانچے کی عملی صورت کا آغاز ہوا"

خلاصہ کلام

اگر شخصیات کے تناظر میں دیکھا جائے تو انسانی دنیا پر وہی شخصیات اثر انداز ہوتی ہیں، جنھوں نے معاشرہ کو تمام جاہلانہ اور متعصبانہ سوچ سے نکال کر ایک مثبت سوچ وفکر فراہم کی ہو۔ چونکہ قبل از اسلام معاشرہ گندگیوں کا شکار تھا جس میں انسان صرف جینے کی حد تک زندہ تھا، اس کو زندگی کے کسی بڑے عمل میں شریک نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ہی اس کو اس کی جائز حیثیت کا علم تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے بعد سب سے پہلے معاشرے کی صحیح خطوط پر اصلاح کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اورانسانی زندگی کے معمولی شعبہ سے لے کر بڑے بڑے شعبوں تک کا فکری ونظریاتی اصلاح کی،، تاکہ سابقہ معاشرتی اثرات دوبارہ اثرانداز نہ ہوسکیں۔ ہجرت کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے ایک اسلامی مملکت کی تشکیل ضروری سمجھی تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے ملک کواندرونی استحکام بخشا، اس کے بعد اپنے بہترین تعلیمات سے دیگر ممالک واقوام کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے لیے کچھ غیر معمولی اقدامات کیے۔

سلطنت مدینہ میں چونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی غیر معمولی حکمت اور قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے سیاست دان، قانون ساز اور منصف کے منصب پر فائز تھے اور رسول اللہ ﷺ کی زیر قیادت ہی پہلی اسلامی، مذہبی اور دینی ریاست اور ابتدائی اسلام کے مذہبی اور سماجی ڈھانچے کی عملی صورت کا آغاز ہوا۔ آپ ﷺ نے مملکت کے دیگر شعبوں کے ساتھ مملکت مدینہ کے خارجہ اور سفارتی پالیسی کے لیے چند ناگزیر اقدامات کیے، جس کی وجہ سے عرب اور بیرون عرب کی اقوام ایک دوسرے کے قریب آئیں اور تعلقات کو فروغ ملا، جس کی وجہ سے دنیا عرب کے ساتھ ساتھ بیرون عرب بھی انسان کو اس کی جائز حیثیت اور طاقت ور اور محکوم کی تفریق ختم ہوئی اور ہر انسان اپنی مرضی کی زندگی گزارنے لگا۔

رسول اللہ ﷺ کے کامیاب خارجہ اور سفارتی پالیسی پر مفکرین اور اہل فکر ونظر چاہے ان کا تعلق مسلم مکتبہ فکر سے ہو یا غیر مسلم مکتبہ سے، زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور اس پر انتہائی جامع تبصرے وتجزیے پیش کیے۔ یہ تجزیے وتبصرے بھی خارجی اور سفارتی تعلقات کے تناظر میں ایک اہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔ عصر حاضر میں ممالک کی وزارتِ خارجہ اور سفراء کو ان اقدمات کے اپنانے کی اشد ضرورت ہے،، تاکہ معاشرہ ایک مرتبہ پھر امن وامان، عدل وانصاف، باہمی تعاون کے اصولوں پر استوار ہوسکے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات...... باب پنجم

(۱) القرآن:۳:۶۴

(۲) ابن کثیر، ابوالفداء عمادالدین اسماعیل، تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۳۶۱، مکتبۃ النھضۃ الحدیثیہ، قاہرہ، ۱۹۶۵ء

(۳) القرآن:۵:۳۲

(۴) حنبل، امام احمد 'مسند احمد' ج ۳، باب ۴، حدیث ۳۳۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۳ء

(۵) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب قول اللہ تعالیٰ ومن احیاھا، ج ۳ ص ۶۸۳، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۵ء

(۶) القرآن:۳۹:۹

(۷) واسطی، سید محبوب حسن، مولانا، حضور کا تعلیمی انقلاب، ص ۸۱، مشمولہ السیرہ، زوار اکیڈمی، کراچی، جون ۲۰۰۰ء

(۸) دارمی، سنن دارمی، ج ۱، ص ۸۳، رقم الحدیث ۱۲۲، مطبع نظامیہ، کانپور ۱۲۹۳ھ

(۹) محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۳۵۸، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۱ء

(۱۰) حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص ۳۰۹، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

(۱۱) القرآن:۲۱:۱۰۷

(۱۲) القرآن:۲:۲۵۶

(۱۳) القرآن:۶:۱۰۸

(۱۴) القرآن:۱۶:۱۲۵

(۱۵) القرآن:۲:۶۰

(۱۶) حامد انصاری، مولانا، اسلام کا نظام حکومت، ص ۳۵۳، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۶

(۱۷) حمید اللہ، ڈاکٹر، نبوی کے میدانِ جنگ، ص ۴۴، انتظامی پریس، دکن، ۱۹۴۵

(۱۸) ایضاً ص ص ۴۷، ۴۹

(۱۹) القرآن:۸:۶۶

(۲۰) القرآن:۴:۱۲۸

(۲۱) نثار احمد، ڈاکٹر، ریاست کا نشوو ارتقاء، ص ص ۲۸۵، ۲۸۶

(۲۲) القرآن:۱۶:۹۰

(۲۳) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۴ ص ۴۷، مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۳۵۵ھ

(۲۴) مسلم بن الحجاج، امام، صحیح مسلم، کتاب فضائل، باب خیار الناس، ج ۷ ص ۱۸۱، فرید بک اسٹال، لاہور

(۲۵) القرآن:۱۷:۸۱

(۲۶) القرآن:۱۲:۹۲

(۲۷) القرآن:۱۱۰:۱تا۳

(۲۸) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۴ ص ۲۵۰، بحوالہ بالا

(۲۹) الیعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، ج ۲ ص ۱۱۰، دار صادر، بیروت، ۱۹۶۰ء

(۳۰) ابن کثیر، ابوالفداء عمادالدین اسماعیل، البدایہ والنہایہ فی التاریخ، ج ۵ ص ۲۰۱، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۱۳۵۱ھ

(۳۱) مالک، امام، موطا، کتاب الجامع، باب النہی علی القول بالقدر، ص ۶۰۳، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س، ن

(۳۲) القرآن:۵:۳

(۳۳) العقاد مصری، عباس محمود، عبقریۃ محمد ﷺ، ص ۶۹، مطبعہ دار التالیف، مصر، س، ن

(۳۴) عبدالمتعال الصعیدی، السیاسۃ الاسلامیۃ فی عھد النبوۃ، ص ص ۱۸۵۔۱۸۷، دار الفکر العربی، بیروت، س،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳۵) نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی، ج ۲، ص ص ۱۳، ۱۰، مکتبہ مدنیہ، لاہور، ۱۴۰۸
(۳۶) آزاد، ابوالکلام، مولانا، رسول رحمتؐ، ص ۵۷۸ـ ۵۷۷، شیخ غلام احمد اینڈ سنز کراچی ۱۹۷۰ء
(۳۷) کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ ج ۲، ص ص ۳۶۱، ۳۶۲، مطبعہ تعلیمی بیرون گیٹ، لاہور، س۔ن
(۳۸) عثمانی، محمد رفیع، حیات مفتی اعظم، ص ۱۵، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۴ء
(۳۹) عثمانی، مفتی محمد شفیع، سیرۃ الرسول اکرمؐ، ج ۲، ص ص ۶۰۸، ۶۰۹، دارالاشاعت، لاہور، ۱۴۰۴ھ
(۴۰) مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، ص ص ۱۵۱، ۱۵۰، اسلامی پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۶۲ء
(۴۱) سید قاسم محمود، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں، ص ۳۵، بیکن بکس ملتان، لاہور، ۲۰۱۱ء
(۴۲) ایضاً ص ۴۳
(۴۳) حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بھاولپور۔ ص ۲۴۳ـ ۲۴۵، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۹۵ء
(۴۴) مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا، الرحیق المختوم، ص ۶۱۲ـ ۶۱۳، المکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۸۸ء
(۴۵) شاکر، عبدالجبار، پروفیسر، خطبات ومقالات سیرتؐ، ص ۶۵ـ ۷۲، کتاب سرائے، لاہور، ۲۰۱۳ء
(۴۶) مقالات سیرت۔ ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد۔ ۱۹۸۴ء، ص ۱۵۹
(۴۷) لکشمن، سوامی، عرب کا چاند، ص ۳۸۷، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۸۶ء
(۴۸) نہرو، جواہر لال، تاریخ عالم پر ایک نظر، مترجم فاروقی، طاہر منصور، ص ۲۲۷، ۲۲۸، تخلیقات، لاہور، ۱۹۹۵ء
(49) Dr.Michael H. Hart, The 100 ,New york 1978.
(50) Hamilton A.R.Gibb,Mohammedanism , An Historical Survey ,p 2,3 oxford , University press , 1970
(51) W.Montgomery watt ,Muhammad : prophet and statesman ,p.186,OUP 1961
(۵۲) ڈریکس، ڈاکٹر، بحوالہ اشاعت اسلام ماسلامک ریویو انگریزی۔ جولائی ۱۹۲۶ء، مشمولہ تجلیات سیرت، ۸۲، تا ۸۴، اردو بازار، کراچی
(53) PHIILP.K Hitti, History of the arabs, Macmillan & co LTD 1960,Pag 42
(54) Harold A Netland ,Dissonant voices Religions pluralism the Question of Truths, p,79 ,Wm.B.Eerdmans pubishing co,USA,1991

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اختتامیہ بحث ونتائج

دنیا میں انسانوں کے درمیان تعلقات کی تاریخ صدیوں قدیم ہے۔ دنیا میں تعلقات کے قیام کے لیے مذہب، عقیدہ، رسوم ورواج اور نظریات کا سہارا لیا گیا ہے اور یہ تمام لوازمات دنیا میں انسان کی آمد کی ساتھ ہی وجود میں آئی ہیں۔ جب تاریخ کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو دنیا میں انسان نے انسان کو اپنے سے کہیں کمتر تصور کیا اور کہیں اسے صرف اپنے مفادات کی تسکین کا سبب بنایا۔ تمام الہامی مذاہب کا تحقیقی مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب نے گزشتہ مذہب کے مقابلے میں حالات کے تقاضوں کے موافق چند تبدیلیاں تو کیں، لیکن انسان نے ان تبدیلیوں کو اپنی خواہشات کی راہ میں رکاوٹ سمجھ کر مٹانے یا اس کو بدلنے کی کوشش کی،، تاکہ ان کی طاقت ودبدبہ معاشرہ پر قائم رہ سکے۔

دین اسلام ایک الہامی اور فطری دین ہے۔ اسلام کی تعلیمات عدل کی آئینہ دار ہیں۔ اسلام سے قبل اقوام کا جب تعلقات کے قیام کے تناظر میں تجزیہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں بھی وہی نظریہ قائم تھا جو دیگر سابقہ اقوام میں تھا کہ طاقت کے بل بوتے پر معاشرے کے کمزور اور مفلوک الحال طبقات کے ساتھ تعلقات اس لیے قائم کیے جاتے تھے،، تاکہ وہ اپنا مفاد اُن کے مفاد پر خوشی سے قربان کرسکیں، ورنہ ان کو جینے کے حق سے محروم کر دیا جاتا تھا یا غلامی کے ان ہتھکڑیوں میں جکڑ لیا جاتا تھا کہ زندگی کو شرم آنے لگتی۔

اس دوران خالق کائنات کو انسانی معاشرہ پر رحم آیا اور اپنے محبوب ومربی سرکار دوعالم ﷺ کو انسانیت کی رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے چالیس سال تک عرب معاشرہ کا بغور جائزہ لیا اور پھر جب آپ ﷺ کو اصلاحی تحریک کی ذمہ داری سپرد کی گئی تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے یہ نعرہ لگایا کہ انسانو! انسان کی غلامی سے نکل کر خالق کی غلامی میں آجاؤ۔ یہی وہ نظریہ تھا جو انسان کو اس کا مقام ووجود بخش سکتا ہے۔ اس نظریہ نے طاقت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کیا اور ہر ایک اپنی طاقت وقوت کو برقرار رکھنے کے لیے میدان عمل میں آیا اور اس نئے دین ومذہب کو چیلنج اور بدنام کرنے کے لیے طرح طرح کی الزام تراشی شروع کردی۔ لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چونکہ انسان کو اپنی حرمت برقرار رکھنے کا مسئلہ درپیش تھا، اس لیے اتنا ظلم و جبر برداشت کرنے کے بعد اب وہ کسی کی غلامی میں نہیں رہنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے کھل کر بغاوت شروع کر دی، طاقت کے نشے میں مست جابروں کو للکارنا شروع کیا۔

جب دنیا کی شدادی ونمرودی طاقتوں نے یہ نظارہ دیکھا کہ طاقت وقوت کمزور ہو رہی ہے تو اب ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ اس کو طاقت کے بل بوتے پر روکا جائے۔ اس لیے انہوں تمام طاقت ور گروہوں کو متحد کر کے اسلام اور اسلام کے ماننے والوں پر جنگیں مسلط کیں، لیکن یہاں بھی وہ ناکامی سے دوچار ہوئے۔

اسلام کا فلسفہ عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ جب کوئی قوم دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات قائم کرتی ہے تو اس میں جبر، ظلم وطغیان، بدعہدی اور سرکشی نہیں چاہتی۔ دین اسلام نے اس فلسفہ کو اپنی عظیم الشان تعلیمات سے ثابت بھی کیا ہے۔

اس کی بہترین نظیر فتح مکہ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر چونکہ اسلام اپنے نظریہ وفلسفہ کی بنیاد پر غالب ہوا تھا، لیکن اس موقع پر اسلام نے غالب ہونے کے باوجود انتقام سے گریز کرتے ہوئے اپنے جانی دشمنوں کو جان بخشی کا پروانہ تھمایا۔ اور پھر ان طاقتوں نے اسلام کے لیے اور انسانی معاشرہ کے لیے وہ گراں قدر خدمات سرانجام دیں کہ آج بھی محقق اس کو پڑھ کر رشک کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد مقدسہ میں خود بھی اسلام کی ان زریں اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے دنیا کی دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات قائم کیے اور آنے والی نسلوں کو بھی اس بارے میں بہترین ہدایات جاری فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر مذہب کا ماننے والا مفکر جب اعتدال اور خالی الذہن ہو کر اسلام کا دیگر اقوام وممالک کے ساتھ تعلقات کے اس فلسفہ پر نظر دوڑاتا ہے، تو وہ یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ واقعی اسلام اقوام ومعاشروں کے درمیان مساوات، عدل وانصاف، رواداری، تعاون کے اصولوں پر تعلقات کو اہمیت دیتا ہے اور تعلقات قائم کرتا ہے۔ اسلام صرف اپنے ماننے والوں کو اس کا حکم نہیں دیتا، بلکہ دنیا میں موجود ہر فرد کو اس کی تعلیم دیتا ہے کہ دنیا میں اگر اقوام ان ہی اُصولوں پر کاربند رہ کر خارجہ وسیاسی تعلقات قائم کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انسانی معاشرہ اُمن وامان، راحت وسکون کا گہوارہ بن جائے۔

عصر حاضر میں آج اقوام وممالک کو پھر ان اُصولوں کے تحت سیاسی وخارجہ تعلقات قائم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ آج دنیا دو طبقات کمزور اور طاقت ور میں تقسیم ہے اور ہر ایک اپنے مفاد کے لیے دوسرے انسانوں کو اس کی بھینٹ چڑھا رہا ہے، کیوں نہ معاشرے کو پھر ان اُصولوں کی طرف راغب کیا جائے جس سے معاشرہ اپنی ابدی صداقتوں پر یقین رکھنے والا معاشرہ بن سکے اور ہر انسان اپنے حقوق و مفادات سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہو سکے۔

عہدِ نبوی کی خارجہ پالیسی کے چار مراحل

عہدِ نبوی کی خارجہ پالیسی چار مراحل میں تقسیم ہے، جو درج ذیل ہے:

ہجرت سے جنگوں کے آغاز تک

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں آباد اقوام کے ساتھ خارجی تعلقات قائم کیے اور اس کے لیے تاریخی دستاویز مرتب کیں جو میثاقِ مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ میثاقِ مدینہ کی وجہ سے مدینہ کا معاشرہ ایک پرسکون معاشرہ بن گیا اور کوئی کسی کے خلاف طاقت و جبر استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

جنگوں سے صلح حدیبیہ تک

مدینہ ایک وقت تک پرسکون رہا، لیکن سرداری کی دلدادہ اقوام نے اس کو اپنے لیے چیلنج سمجھا اور مسلمانوں کے خلاف علانیہ اور خفیہ سازشیں شروع کیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں پر اپنا دفاع لازم ہو گیا اور تقریباً چھ سال کا عرصہ جنگوں میں گزر گیا، یہاں بھی رسول اللہ ﷺ نے کم سے کم جانی نقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے اقدام سے گریز کیا۔

صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک

رسول اللہ ﷺ چونکہ عالمگیر معاشرہ کی تکمیل کے لیے مبعوث کیے گئے، اس لیے آپ ﷺ نے خدا کی عظمت کی نشانی بیت اللہ کے طواف و زیارت کا ارادہ فرمایا جس پر نہ کسی کا حق ہے اور نہ اس سے کسی کو روکا جا سکتا ہے۔ بالخصوص ان لوگوں کو جو اس گھر کے خالق کے ماننے والے ہوں، اس لیے رسول اللہ ﷺ ۶ ہجری کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینے سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن یہاں بھی خدا کے گھر میں داخلے کو ظالم و جابر طاقتوں نے اپنی انا و غیرت کا مسئلہ بنا دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور آپ ﷺ کو روک دیا، حالانکہ بار بار کے ن میں آپ ﷺ نے آنے کا ایک ہی غرض بتایا کہ میرا مقصد کعبۃ اللہ کی زیارت اور طواف کرنا ہے، لیکن چارو ناچار صلح ہوئی اور آپ ﷺ عمرہ کے ارادہ کو مؤخر کر کے واپس لوٹے۔

اب رسول اللہ ﷺ کو چونکہ جنگوں سے فرصت ملی تھی تو آپ ﷺ نے اس موقع کو غنیمت جان کر عرب اور عرب سے باہر اقوام، قبائل و ممالک کو اپنے پیغام سے روشناس کرنے کا ارادہ فرمایا اور آپ ﷺ نے تیزی سے اپنے ہونہار سفیروں کو سفارتی پیغام دے کر شاہی محلات میں بھیجا، جس سے بین الاقوامی دنیا میں بھونچال آ گیا۔ لیکن آپ ﷺ کا مقصد ہرگز ان کو فتح کر کے غلام بنانے کا نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ نے کہا کہ جو اس دین کو قبول کرتا ہے تو اس کو اس کے عہدے پر برقرار رکھا جائے گا۔ اقوام و ممالک میں سے بیشتر نے آپ ﷺ کے سفارت کاروں کا اکرام کیا اور ان کو قدر و منزلت بخشی، جب کہ بعض دیگر نے اس کو طاقت میں اشتراک سمجھا اور نفرت کا اظہار کیا، لیکن بعد میں ان کا انجام بھی کچھ اچھا نہ رہا۔

فتح مکہ سے وفات تک

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے معمول کے مطابق فریضۂ حج کی ادائیگی کا قصد کیا اور حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اب دنیا نے وہ نظارہ دیکھا کہ جو راستے کی رکاوٹ اور کانٹا بنے ہوئے تھے، سربستہ استقبال کے لیے راستے میں کھڑے ہیں یا منہ چھپائے ہوئے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے سب کو یہ بات باور کرائی کہ ہم خدا کی عظمت و کبریائی بیان کرنے کے لیے جا رہے ہیں، اس لیے کسی کا کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہونا چاہیے اور اپنے دفاع سے بھی غافل نہیں رہنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ چونکہ یہاں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو رہے تھے، لیکن آپ ﷺ نے وہ عجز و انکساری کا مظاہرہ کیا کہ دنیا میں کوئی فاتح اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد دیکھا کہ دشمن میدان خالی کر کے جا چکے ہیں تو آپ ﷺ نے کسی سے بلاوجہ تعرض نہیں کیا اور سب کو ایک مرتبہ پھر موقع دیتے ہوئے عام معافی کا اعلان کیا۔

اس دوران آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی سے اقوام عالم اتنی متاثر ہوئیں کہ وفود و معاہدات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اس پورے سال اتنے وفود آئے کہ یہ سال ''**عام الوفود**'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ریاست کے نظم و نسق، تعلیمی نظام، بیت المال کا نظام،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کے حقوق، استحصالی معاشرہ کی جڑ و طبقات ختم، ناحق جنگوں کے اسباب اور شہنشاہیت کا خاتمہ کرکے اقوام کو امن وامان کے بے مثال لڑی میں پرو دیا۔ آئندہ نسلوں کے لیے بہترین ومفید ہدایات جاری فرمائیں، جس کے تناظر میں آج اقوام متحدہ کا چارٹر جو اُن ہدایات کی آواز ہے، تشکیل دیا گیا ہے۔

عصر حاضر میں خارجہ تعلقات کے تناظر میں مسلم ممالک کا تجزیہ کیا جائے تو مسلم ممالک غیروں کے ساتھ تو کیا اپنے مسلم ممالک کے ساتھ بھی خارجہ تعلقات کے قیام میں اسلامی اصولوں سے شدید انحراف کرتے ہیں، جس کی وجہ خود پسندی، جامد پالیسی اور اپنی تہذیب وثقافت پر فخر کے بجائے اغیار کی تہذیب وثقافت کا فروغ ہے۔ اسلامی قوانین لچکدار ہیں، جو تغیرِ حالات وکیفیات کا ساتھ دیتی ہیں، اس لیے مسلم ممالک اگر ان ہی اسلامی اصولوں کے تحت تعلقات کو فروغ دیں تو دنیا میں ایک اعتدال پسند طاقت کی صورت میں اُبھر کر سامنے آسکتی ہے۔

عصر حاضر میں ممالک کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی کی تناظر میں تجاویز درج ذیل ہیں:

☆ مستقل اقدار کی حفاظت وفروغ۔

☆ بین الممالک والمذاہب احترام انسانیت۔

☆ اظہارِ رائے کی آزادی اور ملکی اور عوامی سطح پر رابطوں کا قیام۔

☆ رفاہی سرگرمیوں کا فروغ اور تسلط سے اجتناب۔

☆ بین الممالک طرزِ حکومت میں سیاسی نظام کی آزادی۔

☆ بین الاقوامی سطح پر نچلے طبقوں کو مکمل حقوق کی ادائیگی۔

☆ چھوٹے اور غریب ممالک کے ترقی کے لیے جامع منصوبہ جات کی تشکیل۔

☆ بین الاقوامی سطح پر مصالحت کے فروغ کے لیے بااختیار مصالحتی کونسل کا قیام۔

☆ بین الممالک نیشنل اور انٹرنیشنل سطح پر خارجہ پالیسی کا فروغ اور نصاب میں شمولیت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

……کتابیات……

(الف)

(۱)القرآن الحکیم
(۲) السیرة النبویة/ عبدالملک بن ابن هشام ، مصطفی البابی الحلبی ، مصر، ۱۹۳۶ء
(۳)الطبقات الکبریٰ/ محمد بن سعد الواقدی ، مطبع برسل، لندن، ۱۳۲۲ھ
(۴)السیرة الحلبیه/ علی بن برهان الدین الحلبی، مصطفی البابی الحلبی ، مصر، ۱۳۴۹ھ
(۵)البدایة و النهایة فی التاریخ / ابن کثیر عماد الدین ، الدمشقی ، مطبعة السعادة، مصر ، ۱۳۵۱ھ
(۶) الکامل فی التاریخ / ابن الأثیر علی بن أبی الکرم ، دار الفکر ، بیروت ، ۱۹۷۸ء
(۷)الإصابة فی تمییز الصحابة/ أحمد بن علی ابن حجر العسقلانی ، مطبعة السعادة ، مصر، ۱۳۲۸ھ
(۸)الاستیعاب فی معرفة الأصحاب/ ابن عبدالبر ، یوسف، دائرة المعارف النظامیة، حیدر آباد، ۱۳۳۶ھ
(۹)أخبار الطوال/ أبی حنیفة أحمد بن داؤد الدینوری، دار إحیاء الکتب العربیة، قاهره، ۱۹۶۰ء
(۱۰)العلاقات الخارجیة فی دولة الخلافة / ڈاکٹر أبو عبید عارف خلیل ، دار أرقم، کویت ، ۱۹۸۰ء
(۱۱)العلاقات دولیة فی الإسلام مقارنة بالقانون الدولی/دکتوروهبة الزحیلی، موسسةالرسالة، بیروت ۱۹۸۱ء
(۱۲)العلاقة الخارجیة للدولة الإسلامیة/سعید عبدالله حارب المهیری ، موسسة الرسالة ، بیروت ، ۱۹۹۵ء
(۱۳)السیاسة الاسلامیة فی عهد النبوة/ عبدالمتعال الصعیدی، دار الفکر، العربی، مصر، س، ن
(۱۴)إعلام السائلین عن کتب سید المرسلین، محمد بن علی طولون اللمشقی، مکتبه القلسی ، دمشق ، ۱۳۴۸ھ
(۱۵)السنن الکبریٰ / أحمد بن الحسین البیهقی، مطبع مجلس دائرة المعارف، دکن، ۱۳۵۵ھ
(۱۶)المعجم الوسیط /ابراهیم الخمیس ، احیاء التراث العربی، بیروت ، س، ن
(۱۷)المنجد/لویس معلوف، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۶۰ء
(۱۸)الجریمه/محمد ابو زهره، دار الفکر العربی، س ، ن ،
(۱۹)الوزراء و الکتاب/محمد بن عبدوس الجهشیاری، مطبعه مصطفی البابی الحلبی، قاهره، ۱۹۳۸ء
(۲۰)احیاء العلوم فی الدین/امام محمد الغزالی ، مکتبه رحمانیه ، لاهور، س، ن،
(۲۱)الرحیق المختوم،مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری،، المکتبہ سلفیہ،لاہور،۱۹۸۴ء
(۲۲)اسلامی سیاسی افکار اور ادارے/ چوہدری احسان اللہ، غضنفر اکیڈمی، پاکستان،۱۹۹۵ء
(۲۳)اسلامی ریاست و حکومت/محمد عبدالرشید،علمی کتاب گھر،کراچی،۱۹۷۳ء
(۲۴)اسلامی نظریہ حیات/ پروفیسر خورشید، فضلی سنز، کراچی،۱۹۶۳ء
(۲۵)اسلام کا سیاسی نظام/مولانا اسحاق صدیقی مجلس دعوت و تحقیق اسلامی،کراچی،۱۹۸۱ء
(۲۶)اسلام کا نظام حکومت/مولانا حامد الانصاری،ندوۃ المصنفین ،دہلی،۱۹۵۶ء
(۲۷)القاموس الوحید/مولانا وحید الزمان قاسمی،ادارہ اسلامیات،لاہور،۲۰۰۱ء
(۲۸)اردو دائرہ معارف اسلامیہ/دانش گاہ پنجاب،لاہور،۱۹۶۸ء
(۲۹)البرامکہ/محمد عبدالرزاق کانپوری،نفیس اکیڈمی،کراچی،۱۹۶۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۳۰) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر/ ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۹۲ء
(۳۱) انسان خدا اور تہذیب/ جان جی جیکسن مترجم، یاسر جواد، نگارشات پبلشرز، لاہور ۲۰۰۵ء
(۳۲) انسان کامل/ ڈاکٹر خالد علوی، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، لاہور ۲۰۰۰ء
(۳۳) اسلام اور بین الاقوامی تعلقات منظر وپس منظر/ ابوسلیمان عبدالحمید احمد، کلاسیکل پرنٹس، دہلی ۱۹۸۹ء
(۳۴) آئین پاکستان ۱۹۷۳ء/ اختر علی قریشی، ندیم بک ہاؤس، لاہور
(۳۵) اصح السیر فی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم/ ابوالبرکات عبدالرؤف قادری، ستارہ ہند، کلکتہ ۱۹۳۲ء
(۳۶) اسلام اور قانون جنگ وصلح/ مجید خدوری، مترجم، غلام رسول مہر، مکتبہ معین الادب، لاہور ۱۹۵۹ء
(۳۷) اسلام کا قانون بین الممالک/ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اظہار سنز، لاہور ۲۰۰۷ء
(۳۸) اسلامی ریاست/ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اسلامی پبلیکیشنز پرائیویٹ ۲۰۱۰ء
(۳۹) اسلامی فقہ کے اصول/ سر عبدالرحیم، مترجم، مولوی مسعود علی، کریم سنز، کراچی ۱۹۷۰ء
(۴۰) آخری نبی اور ان کی تعلیمات/ علامہ عبدالمجید، فضلی سنز لمیٹڈ، کراچی ۱۹۹۸ء
(۴۱) اسلام اور جدید ریاستی نظام/ ڈاکٹر محمد سرور، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۹۰ء
(۴۲) اکیسویں صدی اور پاکستان/ ڈاکٹر محمد فاروق خان، المورد، ادارہ علم وتحقیق، لاہور ۱۹۹۶ء

(ب)

(۴۳) بدائع الصنائع/ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۸۶ء
(۴۴) بین الاقوامی معاشی تعلقات/ پروفیسر محمد حمید راجہ، عبداللہ برادرز اولمپک پلازہ، لاہور
(۴۵) بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل/ ڈاکٹر چوہدری محمد اعظم، قمر کتاب گھر، کراچی ۱۹۸۶ء
(۴۶) بڑی طاقتوں کی خارجہ پالیسی/ محمد عبداللہ صدیقی، نیو بک پیلس، لاہور
(۴۷) بین الاقوامی تعلقات/ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد ۲۰۱۰ء

(پ)

(۴۸) پیغمبر اعظم وآخر/ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، فیروز سنز، کراچی، س، ن
(۴۹) پیغمبر اسلام ﷺ/ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، بیکن بکس، لاہور ۲۰۱۳ء
(۵۰) پاکستان کی خارجہ پالیسی/ محمد آصف ملک، انجم تمکین، ایم پوریم پبلشرز، لاہور س، ن
(۵۱) پاکستان کی خارجہ پالیسی/ زاہد حسین، انجم نیو پیلس اردو بازار، لاہور س، ن
(۵۲) پاکستان کی خارجہ پالیسی/ الیاس جوزف، غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی، س، ن
(۵۳) پاکستان کی خارجہ پالیسی/ فضل کریم شیخ، نیو بک پیلس اردو بازار، لاہور، س، ن
(۵۴) پاکستان کی خارجہ پالیسی/ احمد شجاع پاشا، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، س، ن
(۵۵) پاکستان کی خارجہ پالیسی/ ہمایوں ادیب، عزیز پبلشرز، لاہور ۱۹۸۳ء

(ت)

(۵۶) تفسیر القرآن العظیم/ عماد الدین اسماعیل ابن کثیر، مکتبہ النہضہ الحدیثیہ، قاہرہ ۱۹۶۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۵۷)تاریخ الامم والملوک/ابی جعفر محمد بن جریر طبری ، مطبعہ السعادہ، قاھرہ، ۱۹۳۹ء

(۵۸)تاریخ الیعقوبی/احمد بن یعقوب یعقوبی، ، دار صادر ، بیروت ، ۱۹۶۰ء

(۵۹)تاج العروس من جواھر القاموس/سید محمد مرتضیٰ الزبیدی ، التراث العربیہ ، الکویت ، ۱۹۷۳ء

(۶۰)تفسیر عثمانی/علامہ شبیر احمد عثمانی، الطاف اینڈ سنز، کراچی، س،ن

(۶۱)تبویب القرآن/غلام پرویز، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، ۱۹۷۷ء

(۶۲)تدبر القرآن/مولانا امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن لاہور، پاکستان، س،ن

(۶۳)تفسیر مظہری/محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۷۸ء

(۶۴)تفہیم القرآن/سید ابوالاعلیٰ مودودی، اردو پریس، لاہور، ۱۹۶۲ء

(۶۵)تاریخ ارض القرآن/مولانا سید سلیمان ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س،ن

(۶۶)تحریک آزادی ہند اور مسلمان/سید ابوالاعلیٰ، مودودی، اسلامک پبلیکشنز، لاہور، س،ن

(۶۷)تاریخ اقوام عالم/مرتضیٰ احمد خان، تاج کمپنی لمیٹیڈ، لاہور، ۱۹۵۰ء

(۶۸)تعارف سیاسیات/سید راشد علی، رہبر پبلشرز، کراچی، س،ن

(۶۹)تعارف مذاہب عالم/ایس، ایم، شاہد، نیو بک پیلس، لاہور، س،ن

(ج)

(۷۰)جامع الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، ، اسلامی کتب خانہ، لاھور، س، ن

(۷۱)جدید شہریت/خالد بشیر، جدید بک ڈپو، لاہور، س،ن

(۷۲)پاکستان جیو پولیٹیکل اینڈ اسٹریجک کمپلشن/اعظام اکرام، پروگریسو، لاہور ۱۹۹۰ء

(چ)

(۷۳)چین و عرب کے تعلقات اور اس کے نتائج/مولوی بدر الدین چینی، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۴۹ء

(۷۴)چینی مسلمان/بدر الدین چینی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۳۵ء

(۷۵)چراغ راہ نمبر/نظریہ پاکستان نمبر، دفتر چراغ راہ کراچی، دسمبر ۱۹۶۰ء

(ح)

(۷۶)حیات محمد ﷺ/محمد حسین ھیکل، مطبع دار الکتب المصریۃ، قاھرہ، ۱۳۵۴ ھ

(۷۷)حجۃ اللہ البالغۃ/محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ، طبع منیریہ، مصر، س،ن

(۷۸)حکومت اور سیاست/محمد فاروق مجاہد، لاہور، نیو بک پیلس، س،ن

(خ)

(۷۹)خطبات بہاولپور/ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

(۸۰)خدا کی تاریخ/کیرن آرمسٹرانگ، نگارشات، لاہور، ۲۰۰۴ء

(۸۱)خطبات مدارس/سید سلیمان ندوی، اردو اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۸۲) خطبات و مقالات سیرت/ پروفیسر عبدالجبار شاکر، کتاب سرائے، لاہور ۲۰۱۳ء

(د)

(۸۳) دائرة المعارف/بطرس البستاني، ، مطبعة المعارف، بيروت، ۱۸۷۷ء
(۸۴) دائرة المعارف/فريد وجدى، مطبع دائرة المعارف، مصر، ۱۹۳۷ء
(۸۵) دینِ وحدت/ مولانا سید سلیمان ندوی، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ملتان

(ڈ)

(۸۶) ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں/ سید قاسم محمود، بیکن بکس ملتان، لاہور، ۲۰۱۱ء
(۸۷) ڈپلومیسی/ پروفیسر محمد حمید اللہ جمیل، اولمپک پلازہ الکریم مارکیٹ، لاہور، س، ن

(ر)

(۸۸) رسول اللہ کی خارجہ پالیسی/ اسد سلیم شیخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰ء
(۸۹) رسول اللہ ﷺ کی سیاست خارجہ/ پروفیسر محمد صدیق قریشی، ص، ۲۰، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۸ء
(۹۰) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی/ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دارالاشاعت، کراچی، س، ن
(۹۱) رسول رحمت/ مولانا ابوالکلام آزاد، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۰ء
(۹۲) رحمۃ اللعالمین/ قاضی سلمان منصور پوری، دارالاشاعت، کراچی، ۱۴۱۱ھ
(۹۳) رسول اکرم ﷺ اور رواداری/ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، فضلی سنز لمیٹڈ، کراچی، ۱۹۹۸ء
(۹۴) رسول عربی/ داراجی سنگھ، سیرت اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۹ء
(۹۵) ریاستہائے متحدہ امریکہ خارجہ پالیسی/ اینڈریو ایچ برڈنگ، باب الاسلام پرنٹنگ پریس، کراچی، ۱۹۶۷ء
(۹۶) روزنامہ جنگ/ انور غازی، کارزار، کراچی، جنوری ۲۰۱۵ء
(۹۷) روزنامہ ایکسپریس/ کراچی، فروری ۲۰۱۶ء
(۹۸) روایات تمدن قدیم/ علی عباس جلالپوری، خرد افروز، جہلم، ۱۹۹۱ء
(۹۹) روح اسلام/ سید امیر علی، مترجم محمد ہادی حسین، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۴ء

(ز)

(۱۰۰) زادالمعاد فی هدی خیر العباد/ابن قیم، محمدبن ابی بکر، موسسه الرساله، بیروت، ۱۹۹۶ء

(س)

(۱۰۱) سنن ابی داود/ابو داود امام سلیمان بن اشعث السجستانی، مطبع مجیدی، ، کانفور، ۱۳۲۵ھ
(۱۰۲) سنن ابن ماجة / أبو عبدالله ، محمد بن يزيد ابن ماجه، اسلامی اکادمی ، لاهور، ۱۹۹۰ء
(۱۰۳) سیرۃ النبی ﷺ/ علامہ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی، مکتبہ مدنیہ، لاہور، ۱۴۰۸ھ
(۱۰۴) سیاست و شرعیہ/ رئیس احمد ندوی جعفری، ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۱۰۵) سیرت سرور عالم ﷺ / سید ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۸ء
(۱۰۶) سلطنت مدینہ کے سفیر صحابہ / تبسم محمود غضنفر، ضیاء احسان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء
(۱۰۷) سیر الصحابہ / مولوی شاہ معین الدین ندوی، مطبع اعظم گڑھ، ۱۹۵۵ء
(۱۰۸) سیدنا رسول عربی ﷺ / محمد اجمل خان، بیت الحکمت، دہلی، ۱۹۵۶ء
(۱۰۹) سیرت الرسول ﷺ کی انتظامی اہمیت / ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۶ء
(۱۱۰) سیرۃ رسول ﷺ / ڈاکٹر طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز، ۱۹۹۸ء
(۱۱۱) سیرۃ رسول اکرم ﷺ / مفتی شفیع عثمانی، دارالاشاعت، لاہور، ۱۴۰۲ھ
(۱۱۲) سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ / شاہ مصباح الدین شکیل، پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی، ۱۹۹۳ء
(۱۱۳) سیاسیات / سید راشد علی، رہبر پبلیکیشنز کراچی، ۲۰۰۰ء
(۱۱۴) سیاسیات عالم / صفدر حیات صفدر، ایورنیو بک پیلس، س، ن

(ش)

(۱۱۵) شرح بخاری / افادات شبیر احمد عثمانی، مرتب قاضی عبدالرحمٰن، ادارہ علوم شرعیہ، کراچی، ۱۹۷۳ء
(۱۱۶) شرح صحیح مسلم / غلام رسول سعیدی، فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۹۶ء

(ص)

(۱۱۷) صحیح البخاری / ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل البخاری، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۵ء
(۱۱۸) صحیح مسلم / امام مسلم بن حجاج، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۹۹۴ء
(۱۱۹) صلح الحدیبیہ / محمد احمد باشمیل، دارالفکر، بیروت، ۱۹۷۱ء

(ض)

(۱۲۰) ضیاء النبی / پیر کرم شاہ ازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۵ھ

(ط)

(۱۲۱) طبقات المفسرین / جلال الدین عبدالرحمن سیوطی، ایم، ایچ، اسدی، شہران، ۱۹۶۰ء
(۱۲۲) طبقات ابن سعد / محمد بن سعد، اردو ترجمہ، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۱ء

(ع)

(۱۲۳) عون المعبود شرح سنن ابی داؤد / محمد بن شمس الحق، دارالفکر، بیروت، ۱۹۷۹ء
(۱۲۴) عہد نبوی کے میدان جنگ / ڈاکٹر محمد حمیداللہ، انتظامی پریس، حیدرآباد، دکن، ۱۹۴۵ء
(۱۲۵) عہد نبوی میں نظام حکمرانی / ڈاکٹر محمد حمیداللہ، اردو اکیڈمی، سندھ، ۲۰۰۶ء
(۱۲۶) عہد نبوی میں ریاست کا نشوو ارتقاء / ڈاکٹر نثار احمد، ادارہ نشریات، لاہور، ۲۰۰۸ء
(۱۲۷) عرب و ہند کے تعلقات / سید سلیمان ندوی، مشعل بکس، لاہور، س، ن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۱۲۸)عرب کا چاند/سوامی لکشمن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۸۶ء
(۱۲۹)عالمی السیرہ، / زوار اکیڈمی، کراچی۔

(غ)

(۱۳۰)غزوہ موتہ/محمد احمد باشمیل، مصطلحات العسکریہ الحدیثہ، عراق، س، ن

(ف)

(۱۳۱)فتوح البلدان/ابی الحسن بلاذری، مکتبۃ التجارۃ الکبری، مصر، ۱۹۵۹ء
(۱۳۲)فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص/محمد فرج مصری، مترجم شیخ احمد پانی پتی نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۲ء
(۱۳۳)فیروز اللغات/مولوی فیروز الدین، فیروز سنز، کراچی، س، ن
(۱۳۴)فی ظلال القرآن/سید قطب شہید، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ۱۹۹۷ء
(۱۳۵)فلسفہ مغرب کی تاریخ / برٹرینڈرسل، مترجم محمد بشیر، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء

(ق)

(۱۳۶)قاموس المحیط/محمد بن یعقوب شیرازی فیروز آبادی، مطبعۃ الحسینیۃ، المصریۃ، ۱۳۴۴ھ
(۱۳۷)قصص القرآن/علامہ عبد الوہاب نجار، مطبعۃ النصر، مصر، ۱۹۳۶ء
(۱۳۸)قدیم تہذیبیں اور مذاہب/ پروفیسر عمر زبیری، دارالشعور، لاہور، ۲۰۰۵ء
(۱۳۹)قرآنی شعور انقلاب/مولانا عبید اللہ سندھی، (جمع و ترتیب بشیر احمد وخدا بخش) مکی دار الکتب، لاہور ۱۹۹۷ء
(۱۴۰)قرآنی معجزات اور جدید سائنس/راجہ عبداللہ نیاز، مثال پبلشنگ، لاہور، ۲۰۰۴ء
(۱۴۱)قرون وسطی میں ہندستانی تہذیب/ہیرا چند اوجھا، مترجم منشی پریم، ہندستانی اکیڈمی، الہ آباد، ۱۹۳۱ء
(۱۴۲)قرآن نمبر سیارہ ڈائجسٹ/مولوی عبدالحق، ادارہ مطالعہ و تحقیق، لاہور، ۱۹۷۰ء

(ک)

(۱۴۳)کتاب روض الانف/عبد الرحمن بن عبداللہ السہیلی، مطبعہ جمالیہ، مصر، ۱۳۳۲ھ
(۱۴۴)کنز العمال/امام علی المتقی الھندی، دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد، دکن، ۱۳۱۴ھ
(۱۴۵)کتاب الخراج/ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم، دار النصر، مصر، ۱۹۸۱ء
(۱۴۶)کتاب السیاسۃ المدینہ/ابو نصر فارابی، المطبعہ الکاثولیہ، بیروت، ۱۹۶۴ء
(۱۴۷)کتاب النمق /ابن حبیب بغدادی، دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن، ۱۹۶۴ء

(ل)

(۱۴۸)لب اللباب فی تھذیب الانساب/جلال الدین سیوطی، مطبعہ القاھرہ، س، ن
(۱۴۹)لسان العرب/ابن منظور افریقی، ادارۃ المعارف، قاھرہ، س، ن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(م)

(۱۵۰)مسند احمدبن حنبل/امام احمد بن حنبل ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت، ۱۹۹۳ء
(۱۵۱)موطا/امام مالک، مکتبہ رحمانیہ، لاھور، س، ن
(۱۵۲)مشکوۃ المصابیح /محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی ، ، اصح المطابع، کراچی، ۱۳۶۸ھ
(۱۵۳)مواھب لدینہ شرح زرقانی /محمد بن عبد الباقی زرقانی، ، مطبعہ ازھریہ، مصر، ۱۳۲۵ھ
(۱۵۴)مجمع الزوائدومنبع الفوائد/علی بن ابی بکرالھیثمی ، مکتبہ القدسی ، قاھرہ، ۱۳۵۳ھ
(۱۵۵)مروج الذھب/ابی الحسن علی بن حسین المسعودی، مطبعہ السعادہ، مصر، ۱۹۴۸ء
(۱۵۶)مبادی القانون الدولی /دکتور حافظ محمد غانم ، مصر مطبعۃ النحضۃ الحدیثۃ ، ۱۹۶۱ء
(۱۵۷)مفردات القرآن/امام حسین بن محمدراغب اصفھانی ، اصح المابع، کراچی، ۱۹۶۱ء
(۱۵۸)مجموعہ الوثائق السیاسۃفی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ/دکتورحمید اللہ، لجنۃ التالیف، قاھرۃ، ۱۹۴۱ء
(۱۵۹)محیط المحیط/بطر س البستانی البنانی، ، بیروت ۱۸۷۰ء
(۱۶۰)مدارج النبوت / شیخ عبدالحق دہلوی، مطبع نول کشور، کانپور، س، ن
(۱۶۱)مقدمہ ابن خلدون/عبدالرحمٰن ابن خلدون، مترجم، حسن خان یوسفی، نور محمد اصح المطابع، کراچی، س، ن
(۱۶۲)مختصر تاریخ تمدن/ جان ایس ہائی لینڈ، مترجم، سید مبارز الدین رفعت، انجمن ترقی، اردو، کراچی، ۱۹۵۶ء
(۱۶۳)معارف القرآن/مفتی محمد شفیع عثمانی، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۷۱ء
(۱۶۴)مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ/ چودھری غلام رسول، علمی کتاب خانہ، لاہور، ۲۰۰۶ء
(۱۶۵)محمد رسول اللہ ﷺ / کونسٹو ویر ژیل گیور گیو، مترجم عبدالصمام صارم، مکتبہ معین الادب، لاہور، ۱۹۷۴ء
(۱۶۶)محمد رسول اللہ/ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، بیکن ہاوس، لاہور، ۲۰۰۸ء
(۱۶۷)مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا/ لیوس مور، مترجم، یاسر جواد، نگارشات، لاہور، ۲۰۰۰ء
(۱۶۸)مقالات سیرت/ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء
(۱۶۹)معجم البلدان/ یاقوت بن عبداللہ الحموی، مترجم، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س، ن
(۱۷۰)مکتوبات و معاہدات/ سید محبوب رضوی، علمی مرکز، دیوبند، یوپی، س، ن
(۱۷۱)مذاہب عالم ایک معاشرتی وسیاسی جائزہ/ احمد عبداللہ المسدوی، ، مکتبہ خدام ملت، کراچی، ۱۹۵۸ء
(۱۷۲)مہاجرین/ شاہ معین الدین ندوی، ، مطبع دار المصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۳۰ء
(۱۷۳)محسن انسانیت/ محمد نعیم صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۶۰ء
(۱۷۴)مسلم ثقافت ہندوستان میں/ عبدالمجید سالک، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، س۔ن
(۱۷۵)مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش/ مولانا ابوالحسن ندوی، مجلس نشریات اسلام، لکھنو، ۱۹۸۱ء
(۱۷۶)مختصر تاریخ عالم، ویلز/ ایچ جی، (ترجمہ محمد عاصم بٹ)، لاہور، تخلیقات، ۱۹۹۶ء

(ن)

(۱۷۷)نیل الاوطار/محمد بن علی شوکانی، مصطفی البابی الحلبی ، مصر، ۱۳۴۷ھ
(۱۷۸)نهایة الأرب فی فنون الأدب/ أحمد بن عبد الوهاب النویری، وزارة الثقافة والارشاد، مصر، س، ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۱۷۹) نہج البلاغہ/محمد رضی بن الحسن الموسوی، مطبعہ الاستقامہ، مصر، س، ن
(۱۸۰) نقوش رسول نمبر/مدیر محمد طفیل، لاہور، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۵ء
(۱۸۱) نظریہ پاکستان میں منظر اور پیش منظر/حمید رضا صدیقی، کاروان ادب، لاہور، ۱۹۸۹ء
(۱۸۲) نور اللغات/مولانا نور الحسن نیر، ٹائمز پریس، کراچی، ۱۹۵۷ء
(۱۸۳) نور البصر فی سیرت خیر البشر ﷺ/مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، سنی پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۰ء
(۱۸۴) نبی کریم ﷺ/سلیم یزدانی، مجلس شاہ فرید، کراچی، ۱۹۸۴ء

(ھ)

(۱۸۵) ہندوستان پر اسلامی حکومت/مفتی شوکت علی فہمی، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۱۲ء
(۱۸۶) ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت/مولانا سید مناظر احسن گیلانی، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۶۶ء

انگلش کتابیں، جن سے دوران تحقیق استفادہ کیا گیا مندرجہ ذیل ہیں:

(1)Benton William Encyclopidaedia Baritannic,Encyclopidaedia Britannica Inc, Chicago,197 0

(2)Col.T.M.SYKES ,A History of persia,The MACMILLAN NEW YORK 1915

(3)Leila Ahmad women and Gender in islam ,Yale universiry 1992

(4)Dr Salahuddin Foreign policy of Pakistan Karachi Comprehiesive Books,1996

(5)Dr.Syed Hussain Soherwardi Foreign policy Distance Lerning project uni Peshawar,2001.

(6)Morgenthau.j Hars, InDefence of National Interest,New Yark,1951

(7)Prof.Sheikh Khalid Mehmood,Foreign policy of pakistan.Emporium, Lahore. 2004

(8)Safdar Mahmood ,Political study of Pakistan, Ashraf press Lahore.1972

(9)Dr.Salahuddin Foreign policy of Pakistan Karachi comprehiesive Books.19

(10)Dr Syed Hussain Soherwardi Foreign policy Distance Lerning project university Peshawar.2001

(11)Papuler Oxford practical Dictionary Oriental Book Society.Lahore.

(12)Oxford Advanced Learner's dictionary,sixth edition ,sally wehmeier.

(13)Kitabistan's composite dictionary.Bashir A Qureshi.Urdu bazar lahore,1994.

The legacy of Quaid-e-azam,Feroz sanz,Lahore.1967 (14)Dr,Javed Iqbal

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)Oxford advanced learner 's Dictionary ,Sally Wehmeier

(16)Prof.Francel Joseph The making of Foreign policy ,Londen.1963

(17)W.Montgomery watt ,Muhammad :prophet and statesman,OUP,1961

(18)Hamilton A.R.Gibb,Mohammedanism,An Historical Survey,oxford University press.1970

(19)Sheikh.Khalid Mehmood,Foregn policy of pakistan.

(20)Dr.Michael H.Hart,The 100,New york.1978

(21)http://amerrizwan.blogspot.com/2009/08/introduction-to- foreign-policyl

(22)hhttp://Random hous websters collegeDictionary.com

(23) History of the arabs,PHIILP.K Hitti, Macmillan & co LTD 1960

(24) ,Dissonant voices Religions pluralism the Question of Truths,Harold A Netland ,Wm.B- -Eerdmans pubishing co,USA,1991

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

میڈم زینت حسین (پرنسپل قرآن فاؤنڈیشن، پی سی ایچ ایس کراچی)

آپ کی یہ کاوش توشہ آخرت ہے اور اس میں جو کچھ نصرت و اعانت کی یہ صرف آخرت میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

....

افشاں نوید (معروف اسکالر، نگراں جامعۃ المحصنات پاکستان)

موضوع دیکھیے۔۔۔ پانچ سو صفحات کی دقیق کتاب جامعۃ المحصنات کی فارغ التحصیل طالبہ حسین بانو نے پورے دس سال کی محنت شاقہ کے بعد لکھی ہے۔

ان دس برسوں میں وہ یا تو لائبریوں میں پائی جاتی تھیں یا کمپوزنگ میں مصروف۔ یہ ان کے فارغ وقت کا استعمال تھا کیونکہ دن کا اولین حصہ تو وہ بحیثیت معلمہ اپنے فرائض انجام دے رہی ہوتی ہیں۔ آج کل ایک یونیورسٹی میں استاد ہیں۔

جامعہ سے وابستگی کے سبب ہمیں تو خوشی پچھلے برس ان کی ڈاکٹریٹ کی سند پر بھی ہوئی تھی اور ہم اپنا اعزاز سمجھ کر جی جان سے خوش ہوتے رہے۔

کتاب لکھنا اور وہ بھی تحقیق پر مبنی۔۔ ہم تو یہی کہیں گے۔۔ جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں۔۔

حسین نا صرف اس گلی میں گئیں بلکہ در و بام پر اپنا نام کندہ کر آئیں۔ جس نے تحقیق کی ہو لائبریری میں زندگی کا بہترین وقت گزارا ہو۔۔ دس برس کی مسلسل تگ و دو کے بعد کئی درجن کتابوں کی عرق ریزی کے بعد چھان چھان کر معلومات اکھٹی کی ہوں۔۔ ان کو ایک لڑی میں پرو کر علم کی مالا بنایا ہو وہی اس کام کی قدردانی کرسکتا ہے۔۔ بحریہ ٹاؤن سے زیادہ جتن اٹھانا پڑتے ہیں ہمارے دیس کے مصنف کو صاحب کتاب ہونے کے لیے۔

حسین بانو جن کو ہمیشہ مس حسین ہی کہا کیونکہ وہ ایک استاد تھیں، المحصنات میں ہمارے اسٹاف کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قابلِ قدر حصہ۔۔ وہاں کے سب اساتذہ بہت محنتی اور پر عزم تھے کیونکہ وہ ایک مشنری ادارہ ہے۔

مس حسین آپ نے بہت سے قرض چکا دیئے۔ اپنے مسلمان ہونے کی ذمہ داری کو گہرائی سے محسوس کیا، المحصنات نے جو آپ کو مشن سونپا تھا آپ نے اس کا پاس ولحاظ کیا۔۔۔ معاشرے کو دلیل کی قوت فراہم کی۔۔

تن تنہا اس کام کے لئے مطلوب وسائل فراہم کئے۔۔ اگر آپ سے ذاتی رابطہ نہ ہوتا تو شاید اس کتاب کے سلسلے میں کی جانے والی کاوشوں کے بارے میں اتنا نہ جانتی۔۔

آپ کی یہ کاوش مستحق ہے کہ اہل علم کی پذیرائی پائے۔ اس کو لائبریوں کا حصہ بنایا جائے۔۔

ہم اور آنے والی نسلیں جانیں کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے کتنی کامیاب خارجہ پالیسی بنائی اور کامیاب سفارت کاری کی۔

ایک سچے امتی کی طرف سے بہترین نذرانہ عقیدت ہے۔۔ اللہ کریم آپ کے لئے توشہ آخرت بنائے۔۔

آپ جامعۃ المحصنات کا قابلِ ذکر باب ہیں۔ ہم آپ کی قبولیت کے لئے دعا گو ہیں۔

....

میڈم عفت بانو (پرنسپل پی سی ایچ ایس کالج کراچی)

ڈاکٹر حسین بانو کی کتاب بعنوان ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خارجہ پالیسی اور سفارت کاری'' کی اشاعت میرے لئے انتہائی مسرت کا باعث ہے یہ دراصل ڈاکٹر حسین بانو کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر انہیں وفاقی اردو یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی ہے۔

کتاب نہایت اہم موضوع پر لکھی گئی ہے اس کے اندر جو معلومات پیش کی گئی ہے ان کی روشنی میں ہمارے حکمران اپنی خارجہ پالیسی کا تعین کر سکتے ہیں اور انہیں کرنا چاہیے اس کتاب پر تبصرہ کے لئے تو صفحے کے صفحے درکار ہیں اور یہ اہل علم کا کام ہے میں تو صرف اتنا کہوں گی کہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے مختلف کلاسوں کے نصابوں میں شامل کیا جائے تاکہ سیاسیات کے طالب علم اس سے استفادہ کر سکیں گے۔

....

عطیہ نثار (معروف اسلامی اسکالر)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت اہم کتاب ہے تحقیقی انداز بہت عمدہ ہے اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ دنیا کی تمام اہم ممالک کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خارجہ پالیسی کا بھی جائزہ لیا گیا ہے اور اسلام سے قبل بھی دنیا میں کیا خارجہ پالیسی کے اصول تھے ان کا ذکر کرنے کے بعد قرآنی اصول کے ذریعے خارجہ پالیسی کے بنیادی اصول بیان کئے گئے۔ ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت کاری کے ہر پہلو پر عمدہ روشنی ڈالی گئی ہے۔

ایک اہم پہلو خارجہ پالیسی پر معروف اسکالرز اور سیرت نگاروں کا تجزیہ جمع کیا جانا ہے تمام اہم سیرت نگاروں کا مختصر تعارف بھی کروایا گیا ہے۔

خاص طور پر اس کتاب کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم قانون دان بھی بنا کر بھیجا جنہوں نے عظیم الشان انقلاب برپا کیا۔ اس کتاب کو ہر لائبریری کی زینت بنایا جائے۔

....

محترمہ تحسین فاطمہ (بی ایس سی اور A.M.B.T، لندن۔ سابقہ چیئر پرسن جامعۃ المحصنات ٹرسٹ)

الحمدللہ ڈاکٹر حسین بانو کی کتاب کو میں نے شروع سے آخر تک پڑھی اکیسویں صدی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خارجہ پالیسی وسفارت کاری پر لکھی جانے والی منفرد و بہترین کتاب ہے اس میں ایک باب معاہدات کا بھی ہے اور معاہدات کی اقسام ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اقوام سے مختلف معاہدات کئے ہیں اور ہر ایک سے ایک ہی قسم کا معاہدہ نہیں کیا جا گیا۔ اور آخر میں انہوں نے جو تبصرہ لکھا ہے وہ بھی بہت اہم ہے اس کے علاوہ مسلم سیرت نگاروں اور غیر مسلم مفکرین کی آراء پر مشتمل ایک فصل ہے اور اس کو پڑھ کر مجھے ایسا لگا کہ ایک ذات ایسی ہے کہ جس کہ متعلق غیر مسلم بھی ایک بہترین رائے رکھتے ہیں، خصوصاً سوامی لکشمن نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پالیسی کے بارے میں لکھا ہے وہ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ انشاءاللہ یہ کتاب آئندہ آنے والے نسلوں اور طلباء کے لئے بہترین سنگ میل ثابت ہوگی۔ آخر میں تبصرہ ہے امت مسلمہ کے لئے تجاویز ہیں اگر ہم اس اسلام پر عمل کریں تو یقیناً اسلامی نظام کے اندر طاقت و غلبہ ہے کہ اور دوسرے نظاموں پر چھا جانے کی صلاحیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دین اسلام غالب ہو کر رہے گا اللہ کرے کہ ہم سب کا اس میں حصہ شامل ہو۔ اور آخر میں جو مجھے مختصر اسلام کی خارجہ پالیسی یہ سمجھ میں آئی اور بہت اچھی لگی کہ "نہ ظلم کرو اور نہ ظلم سہو" اللہ کرے کہ صرف امت مسلمہ اس کو سمجھ لے تو ہمارے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ آمین

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ادارہ قرآن فاؤنڈیشن و مسجد یوسف وندر

ناصرہ الیاس اسکول کا قیام

مدرسہ قرآن فاؤنڈیشن برائے طالبات

حفظ، ناظرہ، تجوید القرآن اور فہم دین کی کلاسز

مسجد یوسف کا قیام

دعوتی و فلاحی مرکز

الخدمت کلینک

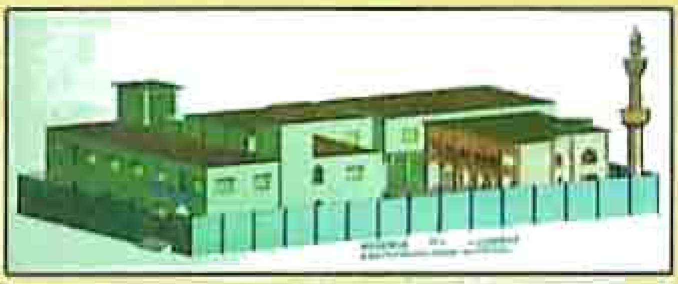

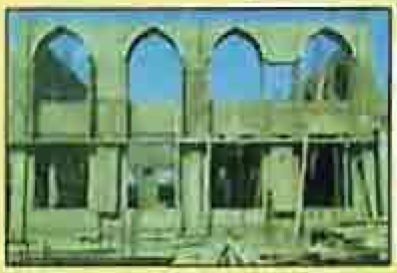

زیر نگرانی: الخدمت شعبہ بلوچستان